اسرار الآیات

اسرار خودی

(1)

٧٨٦

اسرارِ کشمیر

کشمیر کی تواریخ، فنِ تعمیرات، فنونِ لطیفہ، جغرافیہ، تمدنیات
عمرانیات، اقتصادیات، علم سکہ جات، علم کھنڈرات
لسانیات، نسلیات، قومیت، مذہبیات اور علم مقابر پر
ایک محققانہ نظر

مُصنّفہ

علّامہ) ڈاکٹر عزیز احمد قریشی
(ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی)

مُصنّف کتب "حضرت عیسیٰ و عیسائیت"۔ "بین الاقوامی مذہب کے اصول و معمار روحانیت"۔ "کلجگی اوتار"۔ "مسئلہ ختمِ نبوت"۔ "اسلام میں طریقہ طلاق جدید تنقیدی زاویئے"۔ ہماری قومی اور انقلابی شاعری وغیرہ وغیرہ

ناشران

علی محمد اینڈ سنز حبہ کدل سرینگر کشمیر

مطبوعہ نظامی پریس بدایوں (یوپی)

حصہ اوّل

فہرس مضامین

باب اوّل صفحہ نمبر ۱

باب دوم صفحہ ۳۹

باب سوم صفحہ ۸۶

باب چہارم ص۵۶

باب پنجم ص۶۸

باب ششم ص۷۹

باب یازدہم ص ۱۸۴

اسرائیلیوں کے تقدس

باب دوازدہم ص ۲۰۰

فنونِ لطیفہ

باب سیزدہم ص ۲۰۷

۴۔ راجوری میں حضرت سدرازگل علیہ السلام اور حضرت نی ہوز کے مقبرے	۵۔ ہارون میں حضرت ہارون علیہ السلام اور پنج گام میں حضرت پھیاں کے مقبرے

حصّہ دوم

کشمیر میں اسرائیلی پیغمبران

باب اوّل

باب دوم

باب سوم

باب چہارم

باب پنجم

باب ششم

۱۔ حضرت عیسےٰؑ کی بعثت کا مقصد خاص
۲۔ حضرت مسیح یہودیوں اور موت کے خوف سے فلسطین سے ہجرت کرنا چاہتے تھے۔
۳۔ حضرت مسیح کی پیش گوئیاں کہ وہ کسی دور دراز ملک میں چلے جائیں گے۔

باب ہفتم

۱۔ کیا حضرت مسیح بچپن میں بھی مشرقی ممالک میں آئے تھے؟
۲۔ حضرت عیسیٰ کا ہندوستان، پنجاب، بنارس، راجپوتانہ، مالابار، سیلون، اڑیسہ، نیپال اور تبت کا پہلا سفر

باب ہشتم

۱۔ واقعہ صلیب کے بعد

باب نہم

۱۔ صلیب سے زندہ بچنے کے بعد
حضرت مسیح کا سمریا، گلیل اور شام کی طرف جانا۔
۲۔ حضرت مسیح دمشق میں
۳۔ حضرت مسیح نصیبس یا نصیبین میں
۴۔ نصیبین سے آگے سفر
۵۔ حضرت عیسیٰ کا ایران میں ورود
۶۔ حضرت عیسیٰ کا افغانستان میں سفر
۷۔ حضرت عیسیٰ ملک ہزارہ میں
۸۔ حضرت عیسیٰ تبت اور لداخ میں

باب دہم

حضرت یسوع (یوزآسف) کا لداخ سے کشمیر آنا اور قیام کرنا (ہندو، مسلم، بدھ، عیسائی مؤرخین کی تاریخوں سے ثبوت)

باب یازدہم

حضرت عیسیٰؑ کی وفات

۱۔ قرآن مجید سے ثبوت
۲۔ احادیث شریف سے حضرت عیسےٰؑ کی وفات کا ثبوت۔
۳۔ ائمہ سلف سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے بارہ میں تصدیق

تا کشمیر۔

۵۔ نقشہ حضرت عیسیٰ کے زمانے میں یہودیہ کے صوبے اور گلیل

۶۔ نقشہ جس میں ایام نوجوانی میں حضرت عیسیٰ کے پہلے سفر۔ مقامات اور منزلیں گلیل سے سندھ بنارس، لنکا، جگن ناتھ پوری لاسہ اور واپس گلیل تک دکھلائی گئی ہیں۔

۷۔ حضرت عیسیٰ کے زمانے میں یروشلم کا نقشہ اور غار بیتعنیٰ (جہاں مرہم عیسیٰ سے اُن کے زخموں کا علاج ہوا)

۸۔ نقشہ جس میں واقعہ صلیب کے بعد غار بیتعنیٰ سے گلیل اور دمشق تک حضرت عیسیٰ کے خفیہ سفر کرنے کے مقامات اور منزلیں دکھلائی گئی ہیں۔

۹۔ نقشہ حضرت عیسیٰ کا دوسرا سفر۔ دمشق سے نصیبین، توران ہرات، ٹیکسلا، گلگت، لیہ، لاسہ اور سرینگر تک اُن کی منزلیں دکھلائی گئی ہیں۔

۱۰۔ حضرت عیسیٰ کے سگے بھائی اور تھوما (دیدیما) کے سفروں کی منازل کا نقشہ۔ از ٹیکسلا تا میلاپور (مدراس)۔ بندرگاہ مزیزی سے سکوترا (عدن) ابے سینیا اور واپس کریالہ (ساحل مالابار)

۱۱۔ حضرت عیسیٰ کا وادی گلگت، لداخ تبت اور کشمیر میں سفروں اور منازل کا نقشہ

۱۲۔ سرینگر شہر میں حضرت عیسیٰ کے روضہ دخانیار کا نقشہ محل وقوع

۱۳۔ کشمیر میں بمقام ہاڑون حضرت ہارون علیہ السلام کے روضہ کا نقشہ

فہرست فوٹوہا

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تربت اقدس کی فوٹو

۲۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی تربت اقدس کی فوٹو

۳۔ حضرت مہ راز گل علیہ السلام کی تربت اقدس کی فوٹو

۴۔ حضرت نے ہو علیہ السلام کی تربت اقدس کی فوٹو۔

۵- حضرت یائیسان علیہ السلام کی تربت اقدس کی فوٹو۔
۶- حضرت ظلخ علیہ السلام کی تربت اقدس کی فوٹو
۷- حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تربت اقدس کی فوٹو
۸- سنگِ ہای موسوی کی فوٹو
۹- مارتنڈ کی فوٹو
۱۰- تختِ سلیمان کی فوٹو
۱۱- اونتی پورہ معبد کی فوٹو
۱۲- ایک اسلامی زیارت (   ) کی فوٹو
۱۳- نابنائی (دسپچور واور لواس) کی فوٹو
۱۴- کھچو کی فوٹو۔
۱۵- اسرائیلی توا- زنجیر (گھنٹی) کی فوٹو۔
۱۶- اسرائیلی کھڑاؤں کی فوٹو۔
۱۷- حضرت عیسےٰ کے روضہ کی مغل شاہی سند کی فوٹو۔
۱۸- کشمیری تابوت کی فوٹو
۱۹- تختِ سلیمان کی فوٹو۔
۲۰- اونتی پورہ کھنڈرات دمٹکے کی فوٹو معہ ستونوں کے
۲۱- مارتنڈ معہ ستونوں کے فوٹو
۲۲- چاہ ہاروت وماروت کی فوٹو
۲۳- کشمیری ظروف
۲۴- جامع مسجد سرینگر کی فوٹو۔
۲۵- اونتی پورہ قدیم قبرستان میں تاحال موجودہ اسرائیلی قبروں کی فوٹو۔
۲۶- کنزر کی فوٹو۔
۲۷- کشمیری عورتوں کے لباس کی فوٹو
۲۸- فلسطین میں یہودی عورتوں کے لباس کی تصویر
۲۹- پنڈتوں کے لباس کی فوٹو
۳۰- کھوپری نما ٹوپی کی فوٹو اور اسرائیلی راہب کی ٹوپی کی فوٹو
۳۱- کشمیری گوجر اور اسرائیلی راہب کی فوٹو۔
۳۲- اسلامک ریویو ۱۹۵۵ء جنوری وفروری سے بابلی آرٹ کے نمونے کی فوٹو۔

نقشے

۷۸۶

پیش لفظ

موسم گرما ۱۹۵۴ء کا واقعہ ہے جبکہ میری ڈیوٹی اسلام آباد (اننت ناگ) کشمیر میں تھی۔ اچانک ایک دن آنریبل سر مہر چند مہاجن۔ چیف جسٹس سپریم کورٹ آف انڈیا۔ اسلام آباد تشریف لائے۔ اُن کے ساتھ آنریبل چیف جسٹس وزیر جانکی ناتھ آف ہائی کورٹ آف جوڈیکیچر جموں وکشمیر بھی تھے۔ ضلع کے جملہ افسران اُن سے ملنے گئے۔ باتوں باتوں میں سر مہر چند مہاجن صاحب نے فرمایا کہ "یوں تو سارا کشمیر ہی آریاؤں کا مسکن اور ویدوں کی بھومی ہے لیکن اننت ناگ خاص طور پر دیوتاؤں اور آریہ رشیوں کا مسکن رہا ہے۔ ویدک دھرم کی بہترین یادگاروں کے کھنڈرات آج بھی اس ضلع میں مارتنڈ اور اونتی پورہ وغیرہ میں موجود ہیں۔" چیف جسٹس صاحب کے رعب عہدہ کی وجہ سے اور تو کوئی بول نہ سکا۔ مگر مجھ سے نہ رہا گیا۔ اور میں نے کہا:-

"صاحب معاف کیجئے۔ میرے خیال میں یا تو آپ کا علم درست نہیں۔ یا آپ کو یہاں کی تاریخ کا صحیح پتہ نہیں کشمیر نہ تو آریاؤں کا کبھی مسکن رہا ہے نہ دیوتاؤں۔ یا رشیوں کی آماجگاہ۔ نہ کبھی یہاں کوئی وید لکھا گیا۔ نہ ویدک مائتھالوجی کا یہاں کوئی نشان ملتا ہے۔ کیا آپ ایک بھی کسی ایسے نامور ویدک رشی یا اوتار کا نام بتا سکتے ہیں جو کشمیر میں ہوا ہو۔ یہ مارتنڈ اور اونتی پورہ کی یادگاریں تو یہ ہندوستان بھر کی دیگر تمام یادگاروں سے طرزِ تعمیر آئیڈیولوجی وغیرہ میں قطعاً مختلف ہیں۔ ان کی طرز مصری اور بابلی ہے نہ کہ آریائی ہندی"

صاحب ممدوح پریشان سے ہو گئے۔ باقی حاضرین بھی میری اس بیباکانہ گفتگو پر ستپٹا کر میری طرف تکنے لگے۔ صاحب ممدوح نے حاضرین سے پوچھا کہ "یہ کون ہیں؟" میرا تعارف کرایا گیا۔ انہوں نے خندہ پیشانی سے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا:۔

"میں آپ کی بے لاگ گفتگو سے بہت خوش ہوا ہوں۔ آپ اس موضوع پر روشنی ڈالیں"

چنانچہ میں نے اُن سے کہا:۔

کیا آپ کو معلوم ہے کشمیر کا اصلی نام کشیر ہے اور یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ یہاں کے باشندے اپنے وطن کو کشمیر نہیں بلکہ کشیر کہتے ہیں۔؟ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اہل کشمیر (پنڈت اور مسلمان دونوں) قدو قامت،

نقش و نگار، شکل و شباہت، نظر و صورت میں ان لوگوں سے بالکل مختلف ہیں جو دہلی، یوپی، آگرہ، اودھ، ناگپور، بہار وغیرہ میں رہتے اور آریہ کہلاتے ہیں۔؟

کیا آپ کو معلوم ہے کھانے پینے، لباس، عادات و شمائل اور رہنے سہنے میں کشمیر کے لوگ ہندوستان کی تمام قوموں اور نسلوں سے الگ تھلگ اور ایک انفرادی تہذیب و تمدن کے حامل ہیں؟

کیا آپ کو معلوم ہے کہ بنارس، متھرا، ہردوار، کاشی وغیرہ کسی جگہ کا کوئی بھی دیوی، دیوتا کا بت آپ کو کشمیر کے کسی بھی پرانے اور مقبول مندر میں نظر نہیں آتا۔؟ یہاں کے پنڈت وحدانیت اور توحید کے پرستار ہیں۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ کشمیر کے لوگ ظاہری نمائش، ناز و نخوت شان و شوکت، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے اور دماغی نزاکت و صلاحیت میں ایسے دکھائی دیتے ہیں گویا وہ بادشاہوں اور عظیم پیغمبروں کی اولاد ہیں؟

کیا آپ کو معلوم ہے کہ کشمیر کے لوگوں کے عقائد، رسوم و رواج مذہبی خیالات اور توہمات ہندوستان کے نہ مسلمانوں سے ملتے جلتے ہیں نہ ہندوؤں سے؟

کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بارہ قبائل مصر سے آکر فلسطین میں آباد ہو گئے۔ لیکن حضرت مسیح سے پانچ سو سال پیشتر اُن بارہ میں سے دس قبائل بابل کے شہنشاہوں نے گرفتار کر کے فلسطین سے لے لئے۔ وہ قبائل ہمیشہ کے لئے فلسطین کی تاریخ میں گم شدہ قرار دے دیئے گئے ہیں۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ اسرائیل کے یہ دس قبائل افغانستان ترکستان، ہزارہ اور کشمیر و لداخ وغیرہ میں آ کر آباد ہو گئے تھے؟
کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ و حضرت ہارون اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ کشمیر آئے تھے؟
کیا آپ کو معلوم ہے کہ کشمیر میں بارہ مولا اور بیج بہاڑہ میں آج تک پانچ سنگ ہائے موسیٰ ہزاروں سالوں سے پڑے ہیں اور حضرت موسیٰ کا (ایک خاص طریقہ سے) نام لینے سے یہ بھاری پتھر ہوا میں اچھل جاتے ہیں؟ اور ان کا زندہ معجزہ پیش کرتے ہیں۔
کیا آپ کو معلوم ہے کشمیر میں چاہِ ہاروت و ماروت موجود ہیں؟
کیا آپ کو معلوم ہے مارتنڈ اور کوہِ سلیمان پر فلسطین کے ایسے معبد بنائے گئے؟
کیا آپ کو معلوم ہے کشمیر کے تمام پرانے کھنڈرات آریائی مندر نہیں بلکہ بابلی اسرائیلی معبد ہیں؟
کیا آپ کو معلوم ہے مصر کے اہرام اور بابل کے باغات آویزاں بنانے والے کشمیری تھے؟
کیا آپ کو معلوم ہے کشمیری شال، دوشالے، پیپر ماشی، اور چوب نقاشی کے حیرت انگیز کام بابل کی یادگاریں ہیں؟
کیا آپ کو معلوم ہے آج ہزاروں سال گذرنے کے باوجود کشمیر میں سینکڑوں دیہاتوں اور جگہوں کے نام عبرانی ہیں؟
کیا آپ کو معلوم ہے کہ کشمیر کے پنڈتوں اور مسلمانوں کی ذاتیں ایک ہی ہیں؟ ان میں سے ایک بھی آریائی ذات نہیں۔ سب کی سب اسرائیلی ذاتیں ہیں اور یہ وہی ذاتیں ہیں جو

توریت میں موجود ہیں۔ کشمیر میں بھلا عبرانی توریت کے ناموں اور اسمٰعیلی ذاتوں کا کیا تعلق؟ کیا آپ کو معلوم ہے ابھی جب حضرت محمد رسول اللہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اہل کشمیر مسلمان تھے اور اسرائیلی پیغمبروں کی امت تھے کیا آپ کو معلوم ہے حضرت عیسیٰ بھی کشمیر تشریف لائے تھے اور سالہا سال کشمیریوں میں آباد رہے؟ کیا آپ کو معلوم ہے کشمیر میں بعض اسرائیلی پیغمبران کے روضہ اقدس موجود ہیں جن میں سے بعض کے نام آپ جانتے ہیں بعض کے نہیں؟ کیا آپ کو معلوم ہے حضرت عیسیٰ کے سگے برادر حضرت تھوما (تعباد) مالا بار مدراس سے اپنے برادر حضرت عیسیٰ سے ملنے کشمیر آیا کرتے تھے اور حضرت تھوما کا مزار اقدس آج بھی مدراس میں موجود ہے؟ کیا آپ کو معلوم ہے کشمیر میں کئی مقامات پر ہزاروں سال پرانی ایسی قبریں موجود ہیں جنہیں موسائی قبریں کہتے ہیں۔ ان کے سر مشرق کی طرف اور پاؤں قبلہ کی طرف ہوتے ہیں۔

اسی قسم کے میں نے بیسیوں سوالات کئے اور مختصر مجلس میں تاریخی حوالہ جات سے ان کے جوابات بھی دئے۔ حاضرین مجلس کے استفسار پر میں نے انہیں بتایا کہ مختصراً ان میں سے چند باتوں کا تذکرہ میں نے اپنی اور عبد العزیز صاحب شودہ کاشمیری کی مشترکہ مطبوعہ کتاب "حضرت عیسیٰ اور عیسائیت" میں کیا ہے۔ اگر آپ انگریزی میں پڑھنا چاہیں تو بہت سی باتیں آپ کو خواجہ نذیر احمد صاحب بار ایٹ لاء کی کتاب "جیسس ان ہیون آف ارتھ" مطبوعہ ووکنگ مشن انگلینڈ میں ملیں گی۔ سامعین کچھ دیر تک ورطۂ حیرت میں سکتے رہے۔ آخر ہر دو چیف جسٹس صاحبان شکریہ ادا کر کے چلے گئے۔ اور اس ملاقات کا ذکر آنریبل پرائم منسٹر بخشی غلام محمد صاحب اور آنریبل ریونیو منسٹر سید میر قاسم صاحب جموں و کشمیر سے سرینگر میں کیا۔ تھوڑے دنوں بعد دونوں صاحبان اسلام آباد آئے اور

مجھے اپنے ساتھ مغل میر گاہ اچھا بل تک لیا۔ وہاں تقریباً سارا دن دونوں منسٹر صاحبان ان موضوعات پہ مجھ سے گفتگو کرتے رہے۔ جناب وزیرِ اعظم صاحب نے خواہش ظاہر کی کہ میں فرصت کے وقت اردو میں اِن امور کو قلمبند کروں۔ تاکہ کشمیر کے لوگ (جو اپنے آباء و اجداد کو بھول بیٹھے ہیں) اِن سے استفادہ اٹھا سکیں۔ مابعد ایک دن آنریبل ڈپٹی منسٹر درگا پرشاد در صاحب نے بھی آننت ناگ آکر اس موضوع پہ مجھ سے بات چیت کی اور بہت محظوظ ہوئے اور خواہش ظاہر کی کہ اِن باتوں کو کتابی شکل دی جائے۔ اسی طرح آنریبل خواجہ غلام محمد صادق صاحب ایجوکیشن منسٹر جموں وکشمیر نے ۱۹۵۵ء میں جموں میں اِن موضوعات پہ مجھ سے بات چیت کی اور مجھ سے میری مذکورہ کتاب پڑھنے کے لئے لی۔ نیز خواہش ظاہر کی کہ اگر قومیت کشمیر پر کوئی علیحدہ کتاب لکھی جائے تو بہت خوب ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں جملہ آنریبل منسٹر صاحبان کی امنگوں کی تکمیل اس کتاب کی اشاعت سے ہو گئی ہے۔

اِن باتوں کا چرچا کشمیر میں جا بجا ہوا۔ اگرچہ میں انگریزی خواں دوستوں کو خواجہ صاحب کی مذکورہ کتاب پڑھنے کی سفارش کرتا اور اردو خواں دوستوں کو اپنی متذکرہ کتاب پڑھنے کے لئے کہتا مگر اِن سے اُن کی تسلی نہ ہوتی۔ کیونکہ یہ دونوں کتابیں خالصتاً مذہبی نکتہ نظر سے لکھی گئی ہیں۔ دونوں کا طریقِ استدلال اور APPOACH بالکل کچھ اور ہے اور جو کچھ کشمیر کے لوگ مانگ رہے ہیں وہ کچھ اور ہے۔ دونوں کتب میں متذکرہ چند امور محض ضمناً آئے ہیں نہ کہ خصوصاً اور مجملاً۔ دوستوں نے یہ بھی کہا کہ مثلاً تاریخ ہندوستان پہ سکولوں، کالجوں اور پبلک کے لئے ہزاروں مصنفین نے کتابیں لکھی ہیں اور سب میں وہی اشوک، وہی اکبر اور وہی عالمگیر رہتے ہیں۔

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے مصنف تاریخ ہند پہ کتاب نہ لکھیں موضوع تو وہی ہوتا ہے مگر طرزِ نگارش، طریق استدلال ہر ایک کا اپنا اپنا ہوتا ہے۔ خصوصاً جبکہ اُردو زبان میں "نسل و قومیت کشمیریان" پہ آج تک ایک بھی مفصل کتاب نہیں لکھی گئی۔ قومی اور لسانی لحاظ سے ایسی کتاب لکھنا ایک بہت بڑی خدمت ہوگی۔

میری تحقیق کا موضوع دیکھنے میں تو آسان ہے مگر فی الحقیقت نہایت مشکل اور عرق ریزی کا حامل ہے۔ اس موضوع پر اُردو زبان میں کوئی مواد نہیں تمام مواد انگریزی، فارسی، عربی اور سنسکرت میں ہے۔ پھر کشمیریوں کی عادات و خصائل، رسوم و رواج، مذہبی اعتقادات، تہذیب و تمدن لسانیات وغیرہ کو ان مختلف زبانوں کی قدیم تاریخی کتب میں دیکھنا انہیں موضوعات باندھ کر اُن کے تحت یکجا کرنا پھر انہیں آپس میں تدوین و تطبیق دینا ان میں سے ہر بات اور مضمون بذاتِ خود سخت شاق تجسس اور غیر معمولی تحقیق چاہتا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ اس کتاب میں کشمیر کی نہ صرف تواریخ، فنِ تعمیرات، فنونِ لطیفہ، جغرافیہ، تمدنیات اقتصادیات، علم سکہ جات، علم کھنڈرات، لسانیات، نسلیات قومیت، مذہبیات اور علم مقابر کو سمویا گیا ہے۔ بلکہ ایک انقلابی نظریہ پیش کرنے کی وجہ سے یہ کتاب انشاءاللہ سنگ میل کی حیثیت رکھے گی۔ کیونکہ یہ کتاب نہ صرف کشمیر کی تاریخ میں جدید نظریات کو پیش کرتی ہے بلکہ اس نے نئے زاویوں سے تحقیقات کرنے اور جدید شاہراہیں تعمیر کرنے اور ان پر چلنے کی وجہ سے پرانی اور مسلّمہ روایات کو غلط اور کالعدم قرار دیدیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کشمیر کے مورخین میں اس کتاب سے ایک کھلبلی پڑ جائے گی۔ مگر پیشتر اس کے کہ وہ کوئی اعتراض کریں انہیں نہ صرف میرے دلائل و براہین کو پرکھنا بلکہ ان کی تائید میں

قدم قدم پر اور ہر بات کے لئے جو تاریخی ثبوت و حوالہ جات میں نے دئے ہیں اُن پر غور کرنا ضروری ہے۔ میں اعتراضات کو خوشی سے قبول کروں گا بشرطیکہ اُن کے ساتھ ایسے ہی وزن دار دلائل اور تاریخی حوالہ جات ہوں۔ میری کسی دلیل کو غلط ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جو تاریخی ثبوت اُس کی تائید میں میں نے دیا ہو اُس سے قدیم تر اور مستند تر تاریخ کے ثبوت سے اُس کا رد پیش کیا جائے۔

جیسا کہ عام طور سے مشرقی مصنفین کی عادت ہے کہ وہ اپنی تحریرات کے ماخذوں کو چھپاتے ہیں میں نے اُن کے برعکس کسی قسم کے بخل سے کام نہیں لیا۔ علم اور حقائق کو پھیلانے کی غرض سے میں نے ہر بات کے ثبوت میں نہ صرف جابجا ماخذوں کے حوالے دئے ہیں بلکہ کتاب کے اخیر میں اُن تمام ماخذوں کی فہرست (مع مصنفین اور ناشروں کے اسماء اور سن کے) دیدی ہے۔ اُن میں سے اکثر کتابیں سری پرتاب لائبریری، ریسرچ ڈیپارٹمنٹ جموں و کشمیر سرینگر اور امپیریل لائبریری کلکتہ میں موجود ہیں۔ چونکہ اس کتاب میں ہر قدم پر اختصار اور صرف اشاروں سے کام لیا گیا ہے اس لئے وہ صاحبان جو کتاب ھٰذا کے کسی موضوع پر مزید اور مکمل تحقیقات کرنا چاہیں وہ اس فہرست سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

میں نے اس فہرست میں سے اُن لاتعداد مضامین اور چھوٹے موٹے ٹریکٹوں کو نظر انداز کر دیا ہے جو مذکورہ لائبریریوں میں میسر نہیں آسکتے اور جن میں سے بیشتر کے حوالے بھی میں نے نہیں دئے کیونکہ اُن کی خاص اہمیت نہ تھی۔

جو حضرات متنازعہ فیہ امور کو خود انگریزی میں دیکھنا چاہیں اُن کے لئے مسٹر نکولس نالوٹوویچ روسی سیاح کی دو کتب "لائف آف سینٹ عیسیٰ" اور "اَن نون لائف آف جیسس" (حضرت عیسیٰ کی

معلوم زندگی) ہیں۔ یہ دونوں کتابیں دراصل آج سے دو ہزار سال قبل تبتی زبان میں لداخ کی ہمس خانقاہ کی پرانی دستاویزات میں سے ترجمہ کی گئی ہیں۔ آر۔ الیف۔ فینو اینڈ کمپنی نیو یارک نے انہیں شائع کیا ہے۔ ایک اور کتاب سریانی زبان میں آج سے دو ہزار سال قبل لکھی ہوئی شام کی کسی خانقاہ میں برآمد ہوئی۔ اس میں آنحضرت عیسیٰؑ کے صلیب اور زندہ بچکر فلسطین سے فرار ہو جانے کے واقعات کو ان کے زمانے کے کسی عینی شاہد اور ان کے کسی دوست (حواری) نے لکھا ہے۔ غالباً یہ حواری یوسف آف آرمیتا ہی تھے۔ جنہوں نے ان کی صلیب سے جان بچائی تھی۔ اس کتاب کو انگریزی میں ترجمہ کرکے انڈو امریکن بک کمپنی شکاگو نے شائع کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ کے سگے برادر حضرت تھوما (العباد) کے جنوبی ہندوستان اور کشمیر وغیرہ میں سفر کرنے کے واقعات سریانی زبان کی قدیم دستاویزات میں جو حواریوں کی کسی خانقاہ سے شام میں برآمد ہوئی ہیں اور جن کا لفظی ترجمہ ڈاکٹر ڈبلیو۔ ڈبلیو۔ رائیٹ نے سوسائیٹی فار پبلیکیشن آف اورینٹل ٹیکسٹس۔ لندن کے ذریعہ چھپوایا ہے سے ڈاکٹر جے این۔ فارکوہر نے اپنی کتابوں "اپاسل تھامس ان ساؤتھ انڈیا۔ اور اپاسل تھامس ان نارتھ انڈیا" میں لکھا ہے۔ یہ کتب یونیورسٹی پریس۔ مانچسٹر سے شائع ہوئی ہیں لیکن ان سب میں سے بہترین کتاب خواجہ نذیر احمد صاحب بار ایٹ لاء کی ہے جس میں فاضل مصنف نے نہ صرف کشمیر کی نسلیات پر حوالہ جات کو جمع کیا ہے بلکہ مذہبی متنازعہ فیہ امور کو حوالوں کے ساتھ اپنے مخصوص ولنشین انداز سے حل کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ مجھے بعض احباب نے بتایا کہ خواجہ صاحب نے اپنی کتاب "جیسس ان ہیون آن ارتھ" (آسمان میں یسوع زمین پر) میں کچھ حوالے غلط دئے ہیں۔ اسپر مجھے بڑا تردد ہوا۔ کیونکہ میں ہر انگریزی

عنوان دوست کو یہ کتاب پڑھنے کی تاکید کرتا تھا۔ پس میں خود اس کتاب کو لیکر مذکورہ لائبریریوں میں چلا گیا۔ وہاں اصل ماخذوں کو نکال نکال کر کتاب کے حوالوں کا اُن سے مقابلہ کیا اور مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ یہ حوالے ماسوائے توریت اور انجیل کے چند ایک مقامات کے یا چند ایک معدودے حوالوں کے نہایت صحیح اور درست ہیں۔ چونکہ توریت اور اناجیل کے تمام مختلف ترجموں میں جو جدا جدا قوموں نے مختلف ممالک سے شائع کیے آپس میں فرق ہے۔ اس لیے اُن حوالوں پر گرفت درست نہیں ممکن ہے خواجہ صاحب کے پاس توریت و اناجیل کے جو نسخے ہوں اُنکے مطابق درست ہوں۔ میں نے اُن چند حوالوں کو درست کر کے لکھ دیا ہے۔ میں خواجہ صاحب کو اُن کی کاوشوں پر نہ صرف مبارکباد دیتا ہوں بلکہ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُن کی محنت نے کئی مقامات پر میرا کام ہلکا کر دیا۔

اسی طرح یہ ناسپاسی ہوگی اگر میں حکومت اسرائیل فلسطین کا شکریہ ادا نہ کروں۔ جس نے مجھے کتاب کے حصہ اوّل کے لیے بہت سا مصالحہ بہم پہنچایا۔ میں سمجھتا ہوں جس طرح مذکورہ بالا کتب کتاب ھذا کے حصہ دوم کے لیے ممد و معاون ثابت ہوئیں اسی طرح اگر فلسطین کی اسرائیلی حکومت میری استدعا پر مجھے اسرائیلیوں کی قدیم تاریخ، مذہبی عقائد اور رسوم و رواج کے لیے مستند مواد بہم نہ پہنچاتی تو کتاب میں جو محققانہ چاشنی پیدا ہو گئی ہے وہ کبھی نہ ہونے پاتی۔ میں تل ابیب یونیورسٹی فلسطین کا بھی شکر گذار ہوں جس نے مجھے ڈاکٹر سر جیمس فریزر کے محققانہ مقالے میرے موضوعات کے متعلق مجھے بہم پہنچائے۔

میں اپنے دوست مسٹر عبدالعزیز نہ شورہ ایڈیٹر اخبار روشنی سرینگر کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جو نہ صرف حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے مقبرے دریافت کرنے میں میرے ساتھ کئی مرتبہ جنگلوں پہاڑوں میں دربدر

پھرتے رہے بلکہ ایسے مقامات کے فوٹو بھی کھینچے اور اس کتاب میں ان
فوٹوؤں کو شائع کرنے کی اجازت دی۔ میں سمجھتا ہوں اگر شوریدہ صاحب
بار بار میرا حوصلہ نہ بندھاتے اور بار بار نا کامیوں کی مایوسی سے مایوس ہو کر وہ ہمت
سے کام نہ لیتے اور مجھے پیہم کاوشوں پر نہ اکساتے تو حضرت ہارون اور دیگر
ایک دو اسرائیلی پیغمبروں اور علماء کے مقبروں کی دریافت (جو اس کتاب کا
مہتم بالشان کارنامہ سمجھے جا سکتے ہیں) کبھی بھی نہ ہو سکتی۔ آپ کے وقتاً
فوقتاً قیمتی مشوروں اور کتب مطلوبہ کی فراہمی کیلئے بھی میں ان کا
شکرگذار ہوں۔ انہی شوریدہ صاحب نے خواجہ نذیر احمد صاحب کی بھی اس کی
کتاب کے لئے بہت سی قدیم دستاویزات اور کتب ومسودات کے حوالہ جات
کی فراہمی میں مدد دی تھی اور اپنے ایسے کاغذات انہوں نے مجھے بھی
بخوشی استعمال کے لئے دے دئے۔

آخر میں میں خواجہ غلام محمد صاحب اینڈ سنز پبلشرز حبہ کدل سرینگر
کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے تجارتی اغراض کو بالائے طاق رکھ کر
(کیونکہ یہ کوئی درسی یا عام پسند ناول یا افسانوں کی کتاب نہیں جس میں
منافع کی امید ہو) زر کثیر صرف کر کے نہایت اہتمام سے اس کتاب کو
شائع کیا ہے۔

پریکو فوٹو سٹوڈیوز سرینگر کا بھی شکرگذار ہوں جنہوں نے اپنی تخت
سلیمانؑ اور نانبائی کے فوٹو کے کاپی رائٹ مجھے شائع کرنے کے لئے دیدئے۔ فقط۔

"ہلال" نیگوں۔ راجہ باغ
(سرینگر)
15-1-1957

ناچیز:-
عزیز احمد (ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی)
(پریزیڈنٹ بین الاقوامی روحانی کانفرنس)

(بس)م اللہ الرحمٰن الرحیم
(...ی) خدا کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے)

الٓمٓ (اِنَّ اللّٰہَ اَعْلَمُ)
(تمام علموں کا سرچشمہ اللہ ہی ہے)

جلد اوّل

باب اوّل

(ا)قوامِ کشمیر کون ہیں؟

اہلِ کشمیر کون ہیں؟ یہ مسئلہ مؤرخین اور محققین کے مابین
(ہمی)شہ متنازعہ فیہ رہا ہے۔ کسی نے کہا۔ کشمیر کے لوگ اُن قدیم
(با)شندوں کی اولاد ہیں جو آج بھی ہندوستان کے پہاڑوں اور
(ج)نگلوں میں رہتے ہیں۔ کسی نے کہا یہ آریہ ہیں۔ وسط ایشیا
(سے) جو اوّلین آریہ جتھے کوہ ہندوکش کو عبور کر کے ملک ہند
(می)ں داخل ہوئے، وہ سرزمین کشمیر میں فروکش ہو گئے اور یہیں
(سے) آگے گنگا اور سندھ کی وادی میں ان کے بھائی بند آ کر آباد
(ہو) گئے۔ کسی نے کہا نہیں یہ اسرائیلی لوگ ہیں جو بابل اور سیریا کی مملکتوں
(کے) غلام تھے۔ دارا گشتاسپ نے انہیں ان ممالک کی غلامی سے چھڑا کر
(افغ)انستان و کشمیر میں آباد کر دیا۔ کوئی کہتا ہے کہ سکندر اعظم اور سلوکس
(کے) حملوں کے بعد کچھ یونانی، پارتھین اور سائتھین سپاہی صوبہ سرحد
(افغا)نستان اور کشمیر میں آباد ہو گئے تھے موجودہ نسلیں انہی کی اولاد

پھرتے رہے بلکہ ایسے مقامات کے فوٹو بھی کھینچے اور اس کتاب میں اُن فوٹوؤں کو شائع کرنے کی اجازت دی۔ میں سمجھتا ہوں اگر شورہ صاحب بار بار میرا حوصلہ نہ بندھاتے اور بار بار ناکامیوں سے مایوس ہوکر وہ ہمت سے کام نہ لیتے اور مجھے پیہم کاوشوں پر نہ اُکساتے تو حضرت ہارونؑ اور دیگر ایک دو اسرائیلی پیغمبروں اور مسیح کے مقبروں کی دریافت (جو اس کتاب کے مہتم بالشان کارنامہ سمجھے جا سکتے ہیں) کبھی بھی نہ ہو سکتی۔ آپ نے وقتاً فوقتاً قیمتی مشوروں اور کتب مطلوبہ کی فراہمی کیلئے بھی میں اُن کا شکر گذار ہوں۔ انہی شورہ صاحب نے خواجہ نذیر احمد صاحب کو بھی اُن کی کتاب کے لئے بہت سی قدیم دستاویزات اور کتب و مسودات کے حوالہ جات کی فراہمی میں مدد دی تھی اور اپنے ایسے کاغذات انہوں نے مجھے بھی بخوشی استعمال کے لئے دے دئے۔

آخر میں میں خواجہ غلام محمد صاحب اینڈ سنز پبلشرز حبہ کدل سرینگر کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے تجارتی اغراض کو بالائے طاق رکھ کر (کیونکہ یہ کوئی درسی یا عام پسند ناول یا افسانوں کی کتاب نہیں جس میں منافع کی امید ہو) زرِ کثیر صرف کرکے نہایت اہتمام سے اس کتاب کو شائع کیا ہے۔

پریکو فوٹو سٹوڈیوز سرینگر کا بھی شکر گذار ہوں جنہوں نے اپنی تخت سلیمانؑ اور نایاب فوٹو کے کاپی رائٹ مجھے شائع کرنے کے لئے دیدئے۔ فقط

ناچیز۔

عزیز احمد (ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی)

(پریزیڈنٹ بین الاقوامی روحانی سائنٹفک

"ہلال نیلگوں" راجہ باغ

(سرینگر)

15-1-1957

مِ اللہ الرحمٰن الرحیم
ی خدا کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے)

الٓمّٓ (اِنَّ اللّٰہَ اَعْلَمُ)
(تمام علموں کا سرچشمہ اللہ ہی ہے)

جلد اوّل

باب اوّل

قوامِ کشمیر کون ہیں؟

اہلِ کشمیر کون ہیں؟ یہ مسئلہ مؤرخین اور محققین کے مابین
شہ متنازعہ فیہ رہا ہے۔ کسی نے کہا۔ کشمیر کے لوگ اُن قدیم
شندوں کی اولاد ہیں جو آج بھی ہندوستان کے پہاڑوں اور
نگلوں میں رہتے ہیں۔ کسی نے کہا یہ آریہ ہیں۔ وسط ایشیا
جو اوّلین آریہ جتھے کوہ ہندوکش کو عبور کر کے ملک ہند
ں داخل ہوئے، وہ سرزمین کشمیر میں فروکش ہو گئے اور یہیں
آگے گنگا اور سندھ کی وادی میں ان کے بھائی بند آکر آباد
گئے۔ کسی نے کہا نہیں یہ اسرائیلی لوگ ہیں جو بابل اور سیریا کی مملکتوں
ں غلام تھے۔ دارا گشتاسپ نے انہیں ان ممالک کی غلامی سے چھڑا کر
انستان و کشمیر میں آباد کر دیا۔ کوئی کہتا ہے کہ سکندر اعظم اور نیلوکس
حملوں کے بعد کچھ یونانی، پارتھین اور سائتھین سپاہی صوبہ سرحد
نستان اور کشمیر میں آباد ہو گئے تھے موجودہ نسلیں اُن ہی کی اولاد

ہیں۔ کسی کا خیال ہے مہاراجہ کنشک کے زمانے میں باختری، ترکستانی
اور ستیکیانی وادی کشمیر میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ الغرض جتنے منہ
باتیں ہیں۔ کسی مؤرخ نے سنجیدگی سے نسل کشمیر پہ خود و فکر
اور تحقیق کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ غالباً مؤرخین کو اس سلسلہ
بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اول تو شومیٔ قسمت سے
کشمیر ہمیشہ انقلابات کی آماجگاہ رہا ہے اور ہر انقلاب نے پہلے
ونشان مٹانے کی کوشش کی۔ دوم اس ملک کو کبھی کلیدی حیثیت
نہ ہوئی تاکہ اس کے تمدن، معاشرت، مذہب و تاریخ پر باہر کے
اور مستقل کوشش کرتے۔ سوم اپنے اس ملک کی کسی بھی حکومت نے سنجیدگی
سے یہاں کی سب لائق اور صحیح تاریخ لکھوانے کی سعی نہیں کی۔ چہارم
یہاں کے جغرافیائی اور تمدنی حالات نے اس ملک کو اکثر و بیشتر
طالع آزماؤں کا مسابقہ بنائے رکھا اور ہر حکمران طبقہ نے اس کے صحت مند
کے راستے میں روڑے اٹکا دئے۔ پنجم کشمیر کی نسلی و قومی تحقیق
(Anthropological + Ethnological study) کے لئے ضروری
کہ مؤرخ نہ صرف بچے کھچے تاریخی مواد کو دیکھے بلکہ اس منتشر مواد
ایک سطح پر لانے کے لئے اس میں تطبیق تدوین و ترتیب کرے اور
اغراض کے لئے اسے قدیم سکوں، پرانی یادگاروں، مقابر، دستاویز
رسوم و رواج، عادات، خصائل، نقش و نگار، فنونِ لطیفہ
وغیرہ وغیرہ کا مطالعہ کرنا اور اُن کے ماخذوں تک پہنچنا ضروری
ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام کس قدر ادق، محنت شاقہ طلب، دقت طلب اور
کے ایک پورے عملہ کو چاہتا ہے۔ کوئی فردِ واحد ان تمام

سرانجام نہیں دے سکتا۔ یہ تو باضابطہ حکومتوں کے کام ہیں۔ بدقسمتی سے حکومتیں اکثر و بیشتر اپنی وقتی سیاسی اغراض کی پابند ہوتی ہیں۔ وہ ایسے قومی کاموں کو (جن سے انہیں کوئی فوری مفاد حاصل نہ ہو) پس پشت ڈال دیتی ہیں یہی وجہ ہے کہ تاریخ کشمیر کی انتھرو پالوجیکل سٹڈی آج تک نہیں کی گئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ قوم اپنی شاندار روایات کو بھول بیٹھی ہے۔ اسے اپنے ماضی کا کچھ پتہ نہیں۔ یہ اپنے آپ کو ہمالیہ کے دیگر قبائل کی طرح پہاڑوں میں پوشیدہ ایک قبیلہ سمجھتی ہے اور اپنی اعلیٰ فراست، ذہانت، دل و دماغ اور قابلیتوں کے باوجود یہ سمجھتی ہے کہ دنیا میں اس کی شہرت محض اس وجہ سے ہے کہ اس کا وطن ایک خوب صورت وادی میں ہے اور وادی کی خوبصورتی کی وجہ سے اس کی بھی شہرت ہے۔ گویا یہ لوگ اپنی انفرادی کوئی حیثیت نہیں سمجھتے۔ اس تصور سے لاشعوری طور پر ایک احساس کمتری پیدا ہو جاتا ہے اور کسی فرد یا قوم میں لاشعوری احساسِ کمتری کا ہونا اس کی سیاسی، تمدنی اور سماجی تباہی کا باعث ہے۔

تاریخ بنی اسرائیل پر ایک جھلکتی نظر

پیشتر اس کے کہ ہم اہل کشمیر کا تذکرہ کریں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ایک ایسی قوم کے مختصر سے حالات بتائے جائیں جس نے نہ صرف وسط ایشیا بلکہ تمام یورپ، افریقہ، کنیڈا، امریکہ، آسٹریلیا وغیرہ کے براعظموں کی تاریخ، تمدن، روایات، خیالات و جذبات، مذہب

معاشرت اور علم و ادب پر ایسا گہرا اثر کیا کہ ان اثرات کو یہ ممالک فخریہ پیش کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم ان کے حامل ہیں اور ہم نے انھیں فلاں قوم سے حاصل کیا ہے۔ یہ قوم بنی اسرائیل ہے۔ جن کے پیغمبر، جن کی مقدس کتب، جن کے بائیبلی قصص۔ جن کے رواج، آئین، قوانین، جن کے عقاید، جن کے رسوم اور جن کی روایات آج بھی دنیا کے ایک کثیر حصہ کی تاریخ، ادب، شاعری، گرجوں، خانقاہوں بلکہ پارلیمانی اجلاسوں، عدالتوں، کاروبار کے بازاروں اور رہائشی مکانوں کی جان ہیں۔ یہ قوم دنیا میں اپنی قومی حیثیت سے مٹ چکی ہے موجودہ اسرائیل کی راجدھانی کا قیام ایک سعی ناکام ہے۔ مگر عیسائیت نے بائیبل کی شکل میں اس قوم کو زندہ رکھنے کی کوشش کی ہے۔

بنی اسماعیل کی طرح قوم بنی اسرائیل کے جدِ امجد بھی ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے تھے ایک حضرت اسماعیلؑ اور دوسرے حضرت اسحاقؑ۔ حضرت اسمٰعیلؑ آپ کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت ہاجرہ سے اس وقت پیدا ہوئے جب حضرت ابراہیمؑ کی عمر پچانوے برس کی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کے والد کا نام آذر تھا جو بت گر اور بت پرست تھا۔ حضرت ابراہیمؑ بچپن ہی سے اپنے باپ کے عقاید اور بت پرستی سے بیزار تھے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ایک تہوار کے موقع پر قصبہ کے لوگ باہر میدان میں کھیلنے کودنے گئے ہوئے تھے تو حضرت ابراہیمؑ نے بڑے معبد کے تمام بتوں کو ماسوائے بڑے بت کے توڑ پھوڑ ڈالا جب لوگ شام کو واپس آئے اور انہوں نے اپنے بتوں کا یہ حال دیکھا تو انہیں بہت رنج ہوا۔ تحقیقات کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک لڑکے

ابراہیمؑ ثانی نے اُنہیں توڑ ڈالا ہے وہ اُنہیں پکڑ کر بادشاہ وقت نمرود کے پاس لے گئے۔ جب اُن سے پوچھا گیا تو اُنہوں نے کہا کہ شاید اُن کے بڑے خدا یعنی بڑے بُت نے مار ڈالا ہو گا۔ اُس سے پوچھو۔ بادشاہ اور درباریوں نے جواب دیا کہ وہ تو پتھر کا بے جان بُت ہے نہ سُن سکتا ہے۔ نہ بول سکتا ہے۔ نہ حرکت کر سکتا ہے۔ اُس سے کیا پوچھیں؟ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا یہ تمہارا کیسا خدا ہے؟ جو نہ سُن سکتا ہے اور نہ بول سکتا ہے اور نہ کچھ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اِسی پر اُن کے اور اُن کی قوم کے مابین تنازعہ پیدا ہوا ان جھگڑوں کے کئی واقعات ہیں جن کے بیان کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔ آپ دریائے فرات کے مغربی کنارے اور "اُر" کے علاقہ میں رہتے تھے۔ آپ نے حضرت ہاجرہ سے شادی کی تھی جو صاحب جمال تھیں مگر پچانوے برس کی عمر تک کوئی اولاد نہ ہوئی۔ آخر جب حضرت ہاجرہ ستر اسی سال کی تھیں اور اولاد کی کوئی اُمید نہیں ہو سکتی تھی خدا تعالیٰ نے ان کی دعا سُنی انکو انہیں اولاد دینے کا وعدہ کیا۔ حضرت اسمٰعیل پیدا ہوئے۔ پھر خدا نے باپ بیٹوں کو ختنہ کرانے کا حکم دیا جو خدا اور اُن کے مابین ایک نشان میثاق ہونا تھا۔ چنانچہ ختنہ کرایا گیا۔ اسی اثناء میں حضرت ابراہیمؑ نے ایک اور عورت حضرت سارہ سے شادی کی ہوئی تھی جو ایک معمولی شکل و شباہت کی عورت تھیں۔ ختنہ کرا چکنے کے واقعہ کے بعد حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے۔ حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ کی آپس میں نہیں بنتی تھی اور وہ چاہتی تھیں کہ کسی طرح حضرت اسمٰعیل کو گھر سے

نکلوا دیا جائے تاکہ ساری جائیداد پر اُن کا لڑکا اسحٰق مالک رہے۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنے خاوند کو راضی کر لیا کہ وہ حضرت اسمٰعیل اور حضرت ہاجرہ کو ملک عرب میں جا کر چھوڑ آئیں۔ وہ انہیں لے گئے۔ ان کی عادت تھی کہ راستہ میں جہاں کہیں قیام کرتے وہاں نشانِ منزل کے طور پر ایک بڑا سا بے ڈول پتھر رکھ دیتے اور اس پر بیٹھ کر خدا کی عبادت کرتے۔ اسے "صفا" (پتھر) اور مابعد صفا (سنگ عبادت) کہا جاتا تھا۔ آخر اُس مقام پر پہنچے جسے آج کل مکہ کہتے ہیں۔ یہاں بلا دلیل حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیل نے مل کر ایک بہت بڑا چبوترہ سا بنایا اور لق و دق صحرا میں نشان کے طور پر ایک بہت بڑا بے ڈول پتھر اس چبوترہ پر رکھا۔ تاکہ خدا تعالیٰ کی یہاں بیٹھ کر عبادت کی جائے۔ اسی پتھر کو سنگِ اسود آجکل کہا جاتا ہے اور اس پر کعبہ بنا ہوا ہے) حضرت ابراہیم نے حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کو وہیں چھوڑا اور خدا کے حکم سے اپنی دوسری بیوی "سارہ" اور اسحاق کو لیکر ملکِ کنعان جسے آجکل فلسطین کہا جاتا ہے چلے گئے۔

ہم یہاں ان تفصیلات میں نہیں جا سکتے۔ جن صاحبان کو ضرورت ہو وہ بائیبل اور قرآن مجید کے قصص الانبیاء کو پڑھیں۔ یہاں سے حضرت ابراہیم کی اولاد کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں۔ ایک حضرت اسماعیل کی اولاد جو ملکِ عرب میں بڑھے، پھلے پھولے اور جنہوں نے حضرت محمدؐ رسول اللہ سید المرسلین خاتم النبیین کی بعثت کے بعد چشم زدن میں اپنے عقائد و اوہام باطلہ کو ترک کر کے ایشیا میں ایران، ترکستان، ہندوستان، جاوا، سماٹرا اور چین تک۔ افریقہ

میں مصر، سوڈان، ٹانگانیکا، نائجیریا، الجیریا، مراکو تک۔ یورپ
میں میسو پوٹیمیا اور ترکی سے لیکر شمالی مغربی روس، سسلی، سپین
اور پرتگال تک ایک نئی تہذیب و تمدن (جس کی بنیاد اخلاق فاضلہ
اخوت، مروت، مساوات، عدل و انصاف، صلہ رحمی اور حق پرستی)
کی بنیاد ڈالی۔ خدا تعالیٰ کی حاکمیت کے سامنے سب انسانوں کو
مساوی قرار دے کر یہ راسخ عقیدہ قائم کیا کہ ہر شخص کے اعمال
کا محاسبہ برابر کیا جائے گا۔ شاہ و گدا کو ایک سطح پر لا کھڑا کیا
کائنات اور اس کے نظام میں غور و تفکر و تحقیق پر زور دیا اور تمدن
انسانی میں پہلی مرتبہ سائنسی سچائیوں کو بے نقاب کر کے علم طبیعات
علم کیمیا وغیرہ وغیرہ کی بنا ڈالی۔ اسماعیلی جہاں جہاں گئے اُن
کے آفتاب ترقی کے سامنے پرانی شمعیں گل ہوتی گئیں اور قومیں اپنی
پرانی روایات کو بوسیدہ اور ناکارہ سمجھ کر بدلتی چلی گئیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کنعان میں

دوسری شاخ حضرت اسحاق کی اولاد سے چلی۔ حضرت اسحاق کے
دو لڑکے تھے حضرت عیسو اور حضرت یعقوبؑ۔ عیسو بڑے تھے۔ اور
یعقوب چھوٹے۔ بائبل میں لکھا ہے کہ روایات کے مطابق پیغمبری
بڑے لڑکے عیسو کو ملنی تھی۔ مگر چونکہ عیسو نے بلا اجازت خود
ہی قبیلہ کے امیر بیری کی لڑکی جمدی اور دوسرے ایک امیر ایلون
کی لڑکی باشماتھ سے شادیاں کر لیں اس لئے اس کی والدہ حضرت
ربیکا اس سے سخت ناراض ہو گئیں اور اسے وراثت پیغمبری سے

محروم کرنے کی ٹھانی۔ ایک دن حضرت اسحٰق نے اپنے لڑ
یشوع کو کہا کہ اگر وہ شکار لاکر اس کے کباب اسے کھلائے گا
وہ اسے دُعا دینگے۔ حضرت اسحاق بڑھاپے کی وجہ سے نابینا ہو
تھے۔ حضرت ربیکا نے یہ بات سُن لی۔ اُنہوں نے حضرت یعقوب کو
کہا کہ وہ جلدی سے ایک بھیڑ ذبح کرکے اس کے کباب باپ
کھلائے اور اپنے تئیں یشوع ظاہر کرکے باپ سے دُعا لے لے
اور یشوع کے آنے سے قبل یہ کرلے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ یعقو
نے اپنے تئیں باپ کے پاس یشوع ظاہر کیا اور بھیڑ کے کباب
اُسے کھلانے کے بعد اس سے دُعا کا طلب گار ہوا۔ چنانچہ حضر
اسحٰق نے خدا تعالےٰ سے دُعا کی پیغمبری اُسے دیدی جائے۔ دُعا
قبول ہوئی اور حضرت یعقوبؑ کو پیغمبری ملی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضر
یشوع بھی آگئے اور شکار کے کباب بناکر باپ کے سامنے ر
حضرت اسحٰق بڑے حیران ہوئے اور پوچھا کہ ابھی ابھی وہ کون
جس نے کباب کھلائے اور دُعا لی؟ پتہ چلا کہ وہ یعقوبؑ
اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس پر یشوع کو بڑا غصّہ آیا اور
یعقوب کو مار ڈالنے کو اُٹھے۔ مگر ماں نے یعقوب کو چھپا لیا
یشوع اسی رنج و غم کے مارے گھر چھوڑ کر چلے گئے۔

(دیکھئے کتاب پیدائش باب ۲۷ آیت ۱ تا ۴۵)

حضرت اسحٰق نے پھر اپنے بیٹے یعقوب کو پدان آرم کی طرف دُ
دیکر بھیجا کہ خدا تعالےٰ اُسے قوت و اقبال دے اور اسے نصیح
کی کہ وہ کنعانیوں کی بجائے اپنے ماموں لبان (LABAN) کی

لڑکی سے حسب پسند شادی کرلے۔ چنانچہ وہ بیرشیبا سے حاران
کی طرف چلے۔ وہاں وہ اپنے ماموں لابان کے گھر گئے جو نہر
یا نیہور (NAHOR) کا لڑکا تھا اور وقت کے رواج کے مطابق
سات برس اپنے ہونے والے سسر کی خدمت کرکے اس کی دختر
لیاہ سے شادی کرلی اور وہیں خانہ داماد کی حیثیت سے ٹھہرے
اُس زمانے میں دو بہنیں نکاح میں اکٹھی ہو سکتی تھیں۔ اس لئے
مزید سات برس خدمت کرنے کے عوض میں اُنہوں نے لیاہ کی دوسری
بہن راحیل یا راحلہ سے بھی شادی کرلی (پیدائش باب ۲۹ آیت ۲۰ تا ۳۰)
مابعد حضرت یعقوب نے دو مزید بیویاں کیں جن میں سے ایک کا نام
بلہاہ اور دوسری کا نام زلفاہ تھا۔ لیاہ کے بطن سے چھ
لڑکے روبن، شمعون، لاوی، یہوداہ، اساکر، زبولون اور دینا
راحیل کے بطن سے دو لڑکے یوسف اور بن یامین۔ بلہاہ
کے بطن سے دو لڑکے ڈان یادان اور نفتالی۔ زلفاہ کے
بطن سے دو لڑکے گاڈ اور اشر پیدا ہوئے۔ ان میں حضرت
یوسف سب سے چھوٹے تھے۔ حضرت یعقوبؑ انہیں سب سے زیادہ
پیار کرتے۔ انہیں خاص لباس پہناتے اور کھانا دیتے اور سلوک
ترجیحی کرتے۔ بن یامین ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اس ترجیحی سلوک
سے باقی سوتیلے بھائیوں میں حسد پیدا ہوا اور ایک دن شکار
کھیلنے کے بہانے بڑے سوتیلے بھائیوں نے یوسف کو اپنے ساتھ لیجاکر
اُنہیں ایک کنوئیں میں پھینک دیا اور باپ کو آکر کہا کہ اُسے
بھیڑیا ہڑپ کر گیا۔ حضرت یعقوب بہت روئے اور پیٹے

مگر کر کیا سکتے تھے ؟

۳ اسرائیل مصر میں ادھر اتفاقاً ایک قافلہ کنوئیں کے پاس سے گذرا۔ اُس میں سے بچے کے رونے چیخنے کی آواز آئی۔ قافلے والوں نے حضرت یوسف کو کنوئیں سے نکالا۔ قافلہ مصر جا رہا تھا وہاں اُنھوں نے اس بچے کو فرعون مصر کے مدار المہام عزیز کے پاس بیچ دیا۔ مصر میں حضرت یوسف کی زندگی کے بے شمار دلچسپ واقعات ہیں جن صاحبان کو شوق ہو وہ اُنہیں توریت اور قرآن میں پڑھیں۔ مصر میں حضرت یوسف اپنی نیکی، تقویٰ، طہارت اور خصوصاً خوابات کی تعبیر بتانے کے لئے بہت مشہور ہوئے اور اپنے حسن وجمال کی وجہ سے شہرۂ آفاق تھے۔ عزیز مصر کی بیوی زلیخا اُن پر فریفتہ و مفتون تھی۔ مگر آپ نے کبھی اُس کی طرف التفات نہ فرمایا۔ آخر ہوتے ہوتے خدا کی مہربانی اور اپنی قابلیت کی وجہ سے وہ شہنشاہِ مصر کے مدار المہام بن گئے۔ اِس بات کو ایک لمبا عرصہ گذر گیا اور اپنے بیٹے کی جدائی میں روتے روتے حضرت یعقوب کی بینائی جاتی رہی اُس زمانے میں جبکہ حضرت یوسف مصر کے مدار المہام تھے کنعان کے ملک میں قحط پڑا۔ آپ کے بھائی کنعان سے غلہ خریدنے مصر آئے۔ حضرت یوسف نے غلہ تو دیا لیکن کسی بہانے سے اپنے چھوٹے بھائی بن یامین کو اپنے پاس رکھ لیا کہ جب تک اُن کے والدین نہیں آئینگے وہ بن یامین کو نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ باقی بھائیوں نے جاکر حضرت یعقوب اور اس کی والدہ کو بھی مصر لایا اور شاید پچیس تیس

سالوں کے بچھڑے ہوئے باپ بیٹے ملے۔ پھر حضرت یوسف نے اپنے
والدین اور سوتیلے بھائیوں کو بھی مصر میں ہی آباد کر دیا۔ مصر
میں ہر ایک لڑکے کی اس قدر اولاد ہوئی کہ وہ اپنی اولاد کے
ایک ایک قبیلہ کا بانی کہلایا (کتاب پیدائش باب ۳۲ آیت
۲۴ تا ۲۸ و باب ۴۶ آیت ۸ وغیرہ) یہ لوگ مصر میں بنی اسرائیل
کہلاتے تھے۔ کیونکہ ان کے جد امجد حضرت یعقوب نے کنعان میں
دریائے یبوک کے کنارے تن تنہا ایک ہیبت ناک دیو سے
لڑائی کر کے اسے ہلاک کر دیا تھا اور آپ کا لقب کنعان میں ہی
اسرائیل (بمعنی قوت والا) پڑ گیا تھا (کتاب نوح باب ۱ آیت
۴۹۔ کتاب خروج باب آیت ۱۔ کتاب احوال ڈیٹرانومی باب ۲۹ آیت ۱)
حضرت یعقوب کے بیٹے لاوی کی نسل سے کوحت، مرشال
اور مراری تھے۔ کوحت کا ایک لڑکا امرام تھا۔ پھر امرام کی نسل
سے تین مشہور لیڈران اسرائیل مریم، آرون (ہارون) موسیٰ
ہوئے۔ حضرت ہارون کے چار لڑکے تھے ندب، ابی ہو، الیزر،
اسامر۔ الیزر سے سولہ اور اسامر سے آٹھ نسلیں آگے چلیں۔ حضرت
موسیٰ اور حضرت ہارون کو خدا تعالیٰ نے قوم اسرائیل میں پیغمبر
مبعوث فرمایا۔ آپ کے زمانے میں فرعون مصر اسرائیلیوں پر طرح
طرح کے مظالم توڑتے تھے۔ مصری انہیں غلاموں کی طرح رکھتے
ان سے بیگار کے کام لیتے۔ عمارتیں، قلعے، فصیلیں ان سے
بنواتے۔ ان کی اولادِ ذکور کو مار ڈالتے اور اولادِ اناث کو
اپنے لئے رکھ لیتے تھے محض چھپ چھپا کر یا اتفاقیہ امر سے کسی

لڑکے کو زندہ رہنے دیا جاتا۔ حضرت موسیٰ جب پیدا ہوئے تو ان کی ماں نے ڈر کر انہیں ایک ٹوکرے میں بند کر کے دریائے نیل میں ٹوکرہ بہا دیا۔ ٹوکرہ نیل کے کنارے شاہی محل کے پاس سے گذرا۔ فرعونِ مصر کی بیوی آسیہ نے اتفاقاً ٹوکرے کو دیکھ لیا اور آدمی بھیجکر ٹوکرا منگوایا۔ کھولا تو اس میں بچہ پایا۔ آسیہ بے اولاد تھی۔ بچہ خوب صورت تھا اس کا پھینکنے کو جی نہ چاہا۔ اپنے خاوند سے کہہ کر بچہ رکھ لیا اور حکم دیا کہ دودھ پلانی کے لئے کسی عورت کو لاؤ۔ خدا کی حکمت دیکھئے کہ لوگوں نے آپ کی والدہ کو ہی دودھ پلائی کے لئے لایا۔ پس حضرت موسیٰ نے فرعون کے گھر میں پرورش پائی۔ جب جوان ہوئے تو انہیں سب حالات معلوم ہو گئے کہ وہ کون ہیں؟ اپنی قوم اسرائیل پر مصریوں کے مظالم دیکھ کر ان کا دل بہت دکھا۔ آخر خدا نے انہیں منصب نبوت پر قائم کیا اور فرعون کے پاس بھیجا کہ وہ ان کی قوم کو آزاد کر دے۔ فرعون کو سخت غصہ آیا۔ مگر چونکہ اس نے بیٹے کی مانند حضرت موسیٰ کی پرورش کی تھی وہ انہیں مار ڈالنا نہیں چاہتا تھا وہ خدائی کا بھی دعویدار تھا۔ حضرت موسیٰ نے اسے بتایا کہ خدا وہ نہیں بلکہ کوئی اور ہے جو زمینوں آسمانوں اور تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا اور مارنے والا ہے۔ فرعون نے ان کا مقابلہ کرنے کے لئے علماء کو چھوڑا ہوں، جادوگروں اور شعبدہ بازوں کو بلایا۔ مگر حضرت موسیٰ کیساتھ مقابلے میں وہ سب ہار گئے۔

بائیبل میں ان مقابلوں کا حال بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ تفصیل

کے لیئے وہیں دیکھیں۔ آخر ایک دن حضرت موسیٰ اپنی قوم کو مصر سے لے بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ جب فرعون نے سنا تو اپنے لاؤلشکر سمیت ان کا پیچھا کیا۔ کہتے ہیں وہ بحیرہ احمر میں اس تنگ جگہ سے گذرے جسے مابعد آلیون موسیٰؑ کہا جاتا تھا۔ جوار بھاٹا کی وجہ سے اس وقت تو پانی اترا ہوا تھا۔ وہ سلامتی کے ساتھ سمندر کو عبور کر گئے۔ جب فرعون کا لشکر آیا اور اترے ہوئے سمندر کو پار کرنے لگا تو یک دم پانی چڑھ گیا اور فرعون لاؤلشکر سمیت عین منجدھار میں غرق ہو گیا۔ مابعد جب سمندر کا پانی اترا تو مصریوں نے فرعون کی لاش کو نکالا اور حنوط کر کے کسی اہرام میں رکھدیا۔ آج کل اسی فرعون کا تابوت ایک اہرام سے نکالا ہے جس میں اس کی حنوط شدہ لاش ہے۔ اسے قاہرہ کے عجائب گھر میں رکھا گیا ہے۔ اس تابوت پر یہ واقعہ لکھا ہے۔

مصر سے خروج کی تاریخ

یہ واقعہ آج سے ہزاروں سال پہلے کا ہے۔ ہندوؤں کا سب سے پرانا ویدک زمانے کا سن کلجگی سن کہلاتا ہے۔ یہ سن تین ہزار ایک صد سال قبل مسیح شروع ہوتا ہے یعنی آج سے پانچ ہزار چھپن سال پیشتر (۵۰۵۶ء) یہودیوں کا عبرانی سن ہندوؤں کے سن سے بھی پرانا ہے اور چار ہزار چار سال قبل مسیح شروع ہوتا ہے یعنی آج سے پانچ ہزار نوصد اکاسی سال پیشتر (۵۹۶۱ء) یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ عبرانی سن حضرت یعقوب علیہ السلام کے وقت سے شروع ہوتا ہے یا حضرت موسیٰؑ سے؟ کیونکہ مذہب

یہودیہ کے بانی حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے۔ اس لئے ممکن ہے کہ انہوں نے اپنا سن بھی انہی کے وقت سے شروع کیا ہو۔ اس لحاظ سے حضرت یعقوب علیہ السلام آج سے چھ یا ساڑھے چھ ہزار سال قبل گزرے ہیں۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ سے تیرہ چودہ سو سال قبل گزرے ہیں اس واسطے ممکن ہے کہ یہودیوں کا سن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے شروع ہوتا ہوگا۔ کیونکہ ان سے قبل یہودیوں کی کوئی تاریخ نہیں۔ ان میں زیادہ عیسائی مؤرخین ہیں ان کا کہنا ہے کہ اگرچہ حضرت ابراہیم سے پہلے کئی پیغمبران گزرے ہیں لیکن اسرائیل کے حقیقی جد امجد حضرت ابراہیم ہی تھے۔ اگرچہ اسماعیلیوں کے بانی مبانی بھی وہی تھے لیکن یہاں یہودیوں کے سن سے بحث ہے۔ ان محققین میں زمانۂ حال کے نامور پادری و مؤرخین مثلاً اے۔ ڈبلیو۔ ایف۔ بلنٹ (A.W.F. BLUNT) جی۔ ایچ۔ باکس (G.H. BOX) سی۔ ایچ ڈوڈ (C.H. DODD) جی بکانن (G. BUCHANAN) نوک لاسٹ (NOCH LAST) آر ایچ ملڈن (R.H. MALDEN) ایچ ویلر رابن سن H. Wheeler Robinson جی آدم سمتھ G. Adam Smith اے سوٹر A. Souter اور ٹی۔ بی سٹرانگ T.B. Strong شامل ہیں آئندہ صفحات میں بنی اسرائیل کی تاریخ کے سن انہی مؤرخین کے اندازوں کے مطابق پیش کریں گے۔

ان مؤرخین کے مطابق مصر میں اسرائیلیوں کا زمانہ ۱۳۲۵

سے ۱۲۰۲ ق م تک یعنی کل ۳۳ سال ہے۔ جبکہ فرعون ریمیسس دوم مصر کا حکمران تھا Rameses II ملاحظہ ہو Rameses II Exodus اس نے شہر ریمیسس کی بنیاد ڈالی تھی اور فلسطین پر حملہ کر کے قبیلہ شیان کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔ یہ مؤرخین یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اسرائیلیوں کی تعداد مصر میں پانچ چھ لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ بارہ آدمیوں کی تعداد تینتیس سال میں پانچ چھ لاکھ تک نہیں پہنچ سکتی۔ اسرائیلی مؤرخین کے اندازے کے مطابق جب حضرت یعقوب مصر میں داخل ہوئے تو اُن کی عمر ایک سو تیس برس تھی اور اسرائیلی کل چار سو تیس سال مصر میں ٹھہرے جبکہ حضرت موسیٰ نے فرعون منفتاح کے زمانے میں انہیں مصر سے نکالا۔ عیسائی مؤرخین کا کہنا ہے کہ حضرت موسیٰ کا زمانہ مصر میں صرف دس سال یعنی ۱۲۳۵ سے ۱۲۲۵ ق م تک ہے۔ یہ اندازہ بالبداہت غلط ہے کیونکہ حضرت موسیٰ نے فرعون کے ہاں شیر خوارگی سے جوانی تک پرورش پائی۔ چالیس برس کی عمر میں وہ نبوت پر فائز ہوئے اور فرعون سے مباحثے اور مناظرے کرتے رہے

دوبارہ کنعان یا فلسطین میں

بہرحال اسرائیلیوں کو مصر سے نکالنے کے بعد حضرت موسیٰ جب کنعان کے ملک میں پہنچے اور انہیں وہاں پر بسایا تو کہتے ہیں انہیں آباد ہونے میں تقریباً چالیس برس لگ گئے اور تب تک حضرت موسیٰ انہیں صحرا بہ صحرا جنگل بہ جنگل لئے پھرتے تھے۔ اُس زمانے میں ملکوں کی حد بندیاں آجکل کی طرح نہیں تھیں نہ تو موجودہ مصر سے

تھا، نہ عراق، نہ ایران۔ نہ افغانستان اور نہ ہندوستان۔ دنیا کی آبادی بالکل قلیل تھی ہر طرف صحراؤں اور جنگلوں سے پٹا پڑا تھا کہیں کہیں معمولی آبادیاں تھیں جن کا نظم و نسق معمولی راجے یا امیر چلاتے تھے۔ چالیس برس صحرا نوردی کے لیے ایک لمبا عرصہ ہے ممکن ہے اُن چالیس برسوں میں حضرت موسیٰ اپنے خاص خاص مصاحبوں کے ساتھ آجکل کی حدبندی والے دُور دراز کے علاقوں اور ملکوں تک گئے ہوں۔ پھر خدا کی زمین وسیع تھی۔ کوئی کسی کے آنے جانے، بسنے اور رہنے سہنے میں مزاحمت نہیں کرتا تھا۔

فلسطین میں ساؤل (طالوت) کے تحت سنہ ۱۰۲۰ ق م میں اسرائیلی کی سلطنت کا باقاعدہ سنگ بنیاد محکم طور پر رکھا گیا۔ طالوت نے دس سال حکومت کی سنہ ۱۰۱۰ ق م میں حضرت داؤد علیہ السلام تخت پر بیٹھے۔ اُن پر زبور نازل ہوئی اور انہوں نے چالیس برس حکومت کی سنہ ۹۷۰ ق م میں اُن کا چھوٹا لڑکا حضرت سلیمان سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ جنہوں نے سنہ ۹۷۰ ق م سے سنہ ۹۳۰ ق م تک چالیس سال حکومت کی۔ (سلاطین۔ کتاب اول باب ۲ و ۵ آیت ۳ باب ۱ و ۵ آیت ۳۰) حضرت سلیمان کے لڑکے ریحوبام REHOBOAM سے ایک طاقتور باغی یربعام Jeroboam نے بغاوت کر کے سلطنت اسرائیلیہ علیحدہ کر دی۔ اب کنعانی سلطنت کے دو حصے تھے ایک یہودیہ جو ریحوبام کے ماتحت تھا۔ دوسرا اسرائیلیہ جو یربعام کے ماتحت تھا۔ اسی زمانے میں ششنک (Shishak) فرعون مصر نے ریحوبام کے ماتحت سلطنت یہودیہ پر حملہ کیا۔ بعض مورخین کے نزدیک یہ واقعہ سنہ ۹۳۰ ق م

سکا ہے اور بعض کے نزدیک ۹۷۵ ق م کا۔ مشہور مورخ جوزیفس
موخواللہ کی تاریخ مقرر کرتا ہے (جوزفس۔ کتاب تواریخ باب ۹ و ۲۰
فقرہ ۷ کتاب جنگیں باب ۵ آیت ۱) یربعام نے مقامات دان
و بیت ایل پر گائے کی پوجا کیلئے مندر بنائے۔ وہ سامری جادوگر
کا پیرو تھا۔ یربعام کے مظالم سے بھاگ کر بہت سے اسرائیلیوں
نے سیریا و بابل وغیرہ میں پناہ لی۔ یربعام اول نے بائیس سال
حکومت کی۔ اس کے بعد ندب (NADAB) نے دو سال، باشا Baasha
نے بارہ سال۔ ایلاہ Elah نے دو سال۔ زمری Zimri تبنی،
Tibni اور عمری Omri نے بارہ سال اور اخیاب Ahab
نے بائیس سال حکومت کی۔ ادھر یہودیہ میں رحبعام کی سترہ
سالہ حکومت کے بعد ابیاہ Abijah تین سال۔ آسا Asa
چالیس سال اور یہوسفط Jehoshaphat پچیس سال تخت پہ
بیٹھا۔ اسی زمانے میں شالمانسر دوم اسیریا کے تخت پر بیٹھا۔ وہ
بڑا طاقتور بادشاہ تھا۔ اس نے دمشق کے فرمانرواؤں اخیب
اور بنہداد کو کرکر کے مقام پر شکست دی۔ اسرائیل کے بادشاہ
عمری نے ۹۲۸ ق م میں اسرائیلی دارالخلافہ سمریا کی بنیاد رکھی
اسرائیل کے بادشاہ فکاح نے سیریا کے شاہ رصین کی مدد سے یہودیہ
پر حملہ کیا اور کچھ قیدی بنا کر لے گیا۔ اس پر حضرت الیسع نے پیشگوئی
کی کہ اسرائیل کے لوگ اسیریا کے بادشاہوں کے ہاتھوں تباہ و برباد
ہوں گے (سلاطین۔ کتاب ۱ باب ۱۴ آیت ۳۰ و باب ۱۵ آیت ۱۶ و
تواریخ کتاب ۲ آیت ۱۵ و باب ۱۲ آیت ۲ و ۳ و باب ۲۸ آیت ۸
و ۱۵)

اسرائیل غلامی میں آخر ایسا ہی ہوا جیسا حضرت الیسع نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ ۸۵۳ ق م میں اسرائیلیہ پر اخزیاہ[1] اور یہودیہ پر یہورام[2] اسرائیلیہ کے فرمانروا تھے اسیریا کے شہنشاہ شالمانسر نے اسرائیلیہ پر حملہ کیا۔ اُسے فتح کر کے اپنا باجگزار بنایا اور بہت سے اسرائیلیوں کو گرفتار کر کے قیدی بنایا اور اسیریا اپنے ساتھ لے گیا۔ یاہو نے اٹھائیس سال حکومت کی۔ اس کے بعد بیٹے یاہوآخز Jehoahaz نے سترہ سال بیٹے یوآش[3] نے سولہ سال یربعام دوم نے چالیس سال۔ زکریا نے نصف سال۔ سلوم نے ایک ماہ۔ مناحیم نے دس سال اسرائیلیہ پر ۷۴۲ ق م سے ۷۳۶ ق م تک بحیثیت باجگزار حکومت کی۔ اُدھر یہودیہ پر اتھالیہ نے چھ سال جاش چالیس سال۔ اماصیہ انتیس سال۔ عزیاہ باون سال اور یوتھم سولہ سال حکمران رہے۔ ۷۴۵ ق م تغلتھ پائلزر سوم

Tiglath-Pileser III شہنشاہ اسیریا نے اسرائیلیہ پر پھر حملہ کیا۔ مناحیم نے حسب مطالبہ خراج ادا کیا۔ تغلتھ پائلزر بہت سے اسرائیلیوں کو قید کر کے اسیریا لے گیا۔ ۷۳۴ ق م میں یہودیہ کے شاہ آخز کی سازش سے تغلتھ پائلزر نے پھر اسرائیلیہ پر حملہ کیا اُس وقت فقح وہاں کا بادشاہ تھا۔ طرفین میں سخت مقابلہ ہوا۔ لیکن فقح ہار گیا۔ تغلتھ پائلزر نے سیریا فتح کیا۔ فقح کو قتل کر ڈالا اور ہزاروں لاکھوں اسرائیلیوں کو قیدی بنا کر اسیریا لے گیا۔ ۷۳۲ ق م میں تغلتھ پائلزر نے یہودیہ پر بھی حملہ کر دیا۔ آخز نے اطاعت مانی اور اُسے خراج ادا کیا۔ ۷۲۷ ق م میں شالمانسر چہارم

۱. Ahaziah ۲. Jehoram ۳. Jehoash

اسیریا کے تخت پر بیٹھا۔ شالمانسر چہارم نے ۷۲۲ء ق م میں اسرائیلیہ پر اُن کی بغاوت کی وجہ سے حملہ کیا۔ تین سال تک جنگ رہی۔ آخر اس کے جرنیل سارگون SARGON نے اسرائیلیہ فتح کر لیا اور اسرائیل کے دسوں قبائل یعنی ساری کی ساری قوم کو اس زمانے کے دستور کے مطابق قیدی بنا کر لے گیا۔ یاد رہے کہ یہودیہ میں دو ہی قبیلے یعنی یہود اور بنی یامین آباد تھے۔ باقی دس قبیلے اسرائیلیہ میں آباد تھے۔ اسرائیلیہ فلسطین کے شمال کی جانب اور یہودیہ جنوب کی جانب آباد تھے۔ شالما سنر نے ان قیدیوں کو بنجر زمینیں آباد کرنے، بڑے بڑے محلات، فصیلیں، قلعے بنانے کے لئے اپنی مملکت کی اقالیم سیریا میسوپوٹیمیا اور میڈیا میں بکھیر دیا (سلاطین کتاب ۲ باب ۱۸ آیت ۹ و ۱۰ و جوزفس تواریخ باب ۱۵ آیت ۲۔ جنگیں کتاب ۲ باب ۱۶ آیت ۴۔ سلاطین کتاب ۲ باب ۱۷ آیت ۶ و باب ۱۸ آیت ۱۱)

۷۱۱ء ق م میں یہودیہ، مصر، اشداد وغیرہ مملکتوں نے اسیریا کے خلاف اتحاد قائم کیا۔ اُس وقت سیناخرب (Senna-cherib) اسیریا کا بادشاہ تھا۔ سخت مقابلوں کے بعد ۷۰۱ء ق م میں وہ یروشلم سے واپس لوٹا۔ مگر بچے کھچے اسرائیل بھی قیدی بنا کر لے گیا۔ ۶۰۵ء ق م میں نیبوچدنضر بخت نصر Nebuchadnezzar نے کرکمیش کے مقام پر فرعون نکو کو شکست دی۔ اور ۵۹۹ء ق م میں یہودیہ پر حملہ کیا اور جہاں یہودیہ میں بہت سے قیدیوں کے علاوہ حضرت دانیال اور اُن کے ساتھیوں کو

پکڑ کر لے گیا وہاں بچے کچھے اسرائیلیوں کو بھی قیدی بنا کر ساتھ لے گیا
(سلاطین کتاب ۲ باب ۱۴ آیت ۱۲ و ۱۶) ۵۹۷ سنہ ق م میں بخت نصر
نے یروشلم کا محاصرہ کیا اور یہودیوں کو قیدی بنا کر لے گیا۔ ۵۸۶ ق م
میں بخت نصر نے تیسری بار یروشلم کا محاصرہ کر کے اس کی اینٹ سے
اینٹ بجا دی اور اگر کہیں کوئی چھپا چھپایا یہودی تھا اسے بھی غلام
بنا کر لے گیا۔

اسرائیلی کیوں اور کس طرح تباہ ہو گئے؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو قوم خدا کے
انبیاء کرام کی اولاد تھی اور جس پر خدا تعالیٰ نے عنایات بے نہایت
کیں یہاں تک کہ اسے قوت، جبروت اور شان و شوکت بخشی۔ آخر
اس کے یکایک تباہ و برباد ہو جانے اور غلام بن کر قوموں میں منتشر
ہونے کی وجوہ کیا تھیں؟ انبیاء اسرائیل نے مذکورہ واقعات سے
قبل بہت سی پیش گوئیاں کی تھیں اور بتا دیا تھا کہ اگر اسرائیل
تباہی کی وجوہ کو دور نہیں کریں گے تو ان کا حشر عبرتناک ہوگا۔
بائیبل میں یہ واقعات مذہبی رنگ میں سینکڑوں صفحات پر پھیلے
ہوئے ہیں۔ ہم قارئین کی ضیافت طبع کے لیے ان میں چند ایک
اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

اسرائیلیہ کی تباہی کی پیش گوئیاں

۱- حضرت یرمیاہ علیہ السلام سے خدا تعالیٰ نے
فرمایا تو کیا دیکھتا ہے میں نے عرض کیا کہ ابلتی ہوئی دیگ دیکھتا ہوں
جس کا منہ شمال کی طرف سے ہے۔ خداوند نے مجھے فرمایا کہ شمال

ی طرف سے اس ملک کے تمام باشندوں پر آفت آئے گی۔
کیونکہ خداوند فرماتا ہے دیکھ میں شمال کی سلطنتوں کے تمام
خاندانوں کو بلاؤں گا اور وہ آئیں گے اور ہر ایک اپنا تخت یروشلم
کے پھاٹکوں کے مدخل پر اور اس کی سب دیواروں کے گرداگرد اور
یہوداہ کے تمام شہروں کے مقابل قائم کریگا اور میں اُن کی ساری
شرارت کے باعث اُن پر فتویٰ دوں گا۔ کیونکہ انہوں نے مجھے ترک
کیا اور غیر معبودوں کے سامنے لُبان جلایا اور اپنی ہی دستکاری
کو سجدہ کیا (یرمیاہ باب ۱ آیت ۱۴ تا ۱۶)

۲- (اے قوم اسرائیل!) دیکھ اور جان لے کہ یہ بُرا اور
نہایت بیجا کام ہے کہ تو نے خداوند اپنے خدا کو ترک کیا اور
تجھ کو میرا خوف نہیں کیونکہ مدت ہوئی تو نے اپنے جوئے کو توڑ
ڈالا اور اپنے بندھنوں کے ٹکڑے کر ڈالے اور کہا کہ میں تابع نہ
رہوں گی۔ ہاں ہر ایک اونچے پہاڑ پر اور ہر ایک ہرے درخت کے
نیچے تو بدکاری کے لئے لیٹ گئی ...... ہر چند تو اپنے کو سجی سے
دھوئے اور بہت سا صابون استعمال کرے تو بھی خداوند خدا فرماتا
ہے تیری شرارت کا داغ میرے حضور عیاں ہے تو کیونکر کہتی
ہے میں ناپاک نہیں ہوں .... (تو) مادہ گورخر کی مانند جو بیابان
کی عادی ہے جو شہوت کے جوش میں ہوا کو سونگھتی ہے۔ اُس کی
مستی کی حالت میں کون اُسے روک سکتا ہے۔ اُس کے طالب ماندہ
نہ ہوں گے۔ اُس کی مستی کے ایام میں وہ اُسے پائیں گے۔ تو اپنے پاؤں
کو برہنگی سے اور اپنے حلق کو پیاس سے بچا لیکن تو نے کہا کہ کچھ اُمید

نہیں۔ ہرگز نہیں کیونکہ میں بیگانوں پر عاشق ہوں اور اُن ہی کے پیچھے جاؤں گی۔ جس طرح چور پکڑا جانے پر رسوا ہوتا ہے اُسی طرح اسرائیل کا گھرانہ رسوا ہوا۔ وہ اور اُس کے بادشاہ اور اُمرا اور کاہن اور نبی۔ جو لکڑی سے کہتے ہیں کہ تو میرا باپ ہے اور پتھر سے کہ تو نے مجھے جنم دیا (یرمیاہ باب ۲ آیت ۱۹ تا ۲۷)

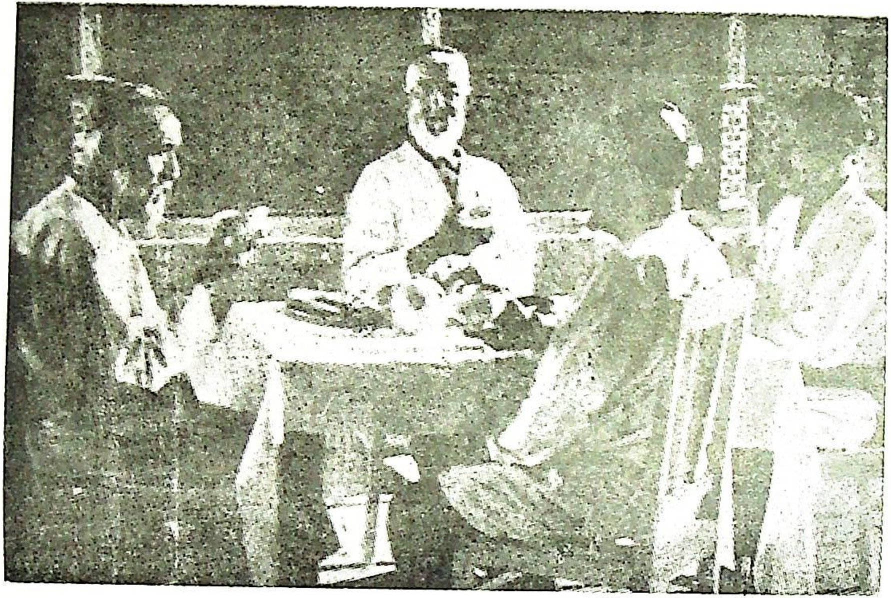
۳۔ (اے اسرائیل) تو نے بہت سے یاروں کے ساتھ بدکاری کی ہے۔ کیا اب بھی تو میری طرف پھر آئیگی۔ خداوند فرماتا ہے پہاڑوں کی طرف اپنی آنکھیں اُٹھا اور دیکھ کونسی جگہ ہے جہاں تو نے بدکاری نہیں کی .... تو نے اپنی بدکاری اور شرارت سے زمین کو ناپاک کیا اس لئے بارش نہیں ہوتی اور آخری برسات نہیں ہوئی۔ تیری پیشانی فاحشہ کی ہے اور تجھ کو شرم نہیں آتی .... تو نے دیکھا برگشتہ اسرائیل نے کیا کیا ہے وہ ہر ایک اونچے پہاڑ پر اور ہر ایک ہرے درخت کے نیچے گئی اور وہاں بدکاری کی اور جب وہ یہ سب کچھ کر چکی تو میں نے کہا وہ میری طرف واپس آئیگی پر وہ نہ آئی اور اُس کی بے وفا بہن یہوداہ نے یہ حال دیکھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ جب برگشتہ اسرائیل کی زناکاری کے سبب میں نے اُس کو طلاق دیدی اور اُسے طلاق نامہ لکھدیا تو بھی اُس کی بیوفا بہن یہوداہ نہ ڈری بلکہ اُس نے بھی جا کر بدکاری کی اور ایسا ہوا کہ اُس نے اپنی بدکاری کی بُرائی سے زمین کو ناپاک کیا اور پتھر اور لکڑی کے ساتھ زناکاری کی (یرمیاہ باب ۳ آیت ۱ تا ۹)

۴۔ پناہ لینے کو بھاگو اور دیر نہ کرو کیونکہ میں بلا

ہلاکت شدید کو شمال کی طرف سے لاتا ہوں۔ شیر ببر جھاڑیوں سے
نکلا ہے اور قوموں کے ہلاک کرنے والے نے کوچ کیا ہے۔ وہ
اپنی جگہ سے نکلا ہے کہ تیری زمین کو ویران کرے تاکہ تیرے شہر
ویران ہوں اور کوئی بسنے والا نہ رہے۔ اسی لئے ٹاٹ اوڑھ کر
چھاتی پیٹو اور واویلا کرو کیونکہ خداوند کا قہر شدید ہم پر سے
ٹل نہیں گیا اور خداوند فرماتا ہے اُس وقت یوں ہوگا کہ بادشاہ
اور سردار بیدل ہو جائیں گے اور کاہن حیرت زدہ اور نبی سراسیمہ
ہونگے .... جس طرح تم نے مجھے چھوڑ دیا اور اپنے ملک
میں غیر معبودوں کی عبادت کی اسی طرح تم اُس ملک میں جو تمہارا
نہیں ہے اجنبیوں کی خدمت کرو گے (باب ۴ آیت ۷ تا ۹ و باب
۵ آیت ۱۹) اسی لئے جنگل کا شیر ببر اُن کو پھاڑیگا۔ بیابان
کا بھیڑیا اُن کو ہلاک کریگا۔ چیتا اُن کے شہروں کی گھات میں بیٹھا
رہے گا۔ جو کوئی اُن میں سے نکلے پھاڑا جائیگا کیونکہ اُن کی سرکشی
بہت ہوئی اور ان کی برگشتگی بڑھ گئی۔ میں تجھے کیونکر معاف کروں
تیرے فرزندوں نے مجھ کو چھوڑا اور ان کی قسم کھائی جو خدا نہیں
ہیں جب میں نے اُن کو سیر کیا تو انہوں نے بدکاری کی اور پرے
باندھ کر قحبہ خانوں میں اکٹھے ہوئے وہ پیٹ بھرے گھوڑوں کی
مانند ہو گئے کہ ہر ایک صبح کے وقت اپنے پڑوسی کی بیوی پر ہنہنانے
لگا۔ خداوند فرماتا ہے کیا میں ان باتوں کے لئے سزا نہ دونگا اور
کیا میری روح ایسی قوم سے انتقام نہ لے گی۔ (باب ۵ آیت ۶ تا ۹)
۵ – اگر تم اپنی روشیں اور اپنے اعمال سراسر درست کرو

اگر ہر آدمی اور اس کے ہمسائے میں پورا انصاف کرو۔ اگر پردیسی
اور یتیم اور بیوہ پر ظلم نہ کرو اور اس مکان میں بے گناہ کا خون
نہ بہاؤ اور غیر معبودوں کی پیروی جس میں تمہارا نقصان ہے نہ کرو
تو میں تم کو اس مکان میں اور اس ملک میں بساؤں گا جو میں نے
تمہارے باپ دادا کو قدیم سے ہمیشہ کے لئے دیا ہے۔ دیکھو تم
جھوٹی باتوں پر جو بے فائدہ ہیں بھروسہ کرتے ہو۔ کیا تم چوری
کرو گے خون کرو گے۔ زنا کرو گے۔ جھوٹی قسم کھاؤ گے اور بعل
کے لئے بخور جلاؤ گے اور غیر معبودوں کو جن کو تم نہیں جانتے
ہو پیروی کرو گے (باب ۷ آیت ۵ تا ۱۰)

خداوند فرماتا ہے کہ اس وقت وہ یہوداہ کے بادشاہوں اور
اس کے سرداروں اور کاہنوں اور نبیوں اور یروشلم کے
باشندوں کی ہڈیاں ان کی قبروں سے نکال لائیں گے اور ان کو
سورج اور چاند اور تمام اجرام فلک کے سامنے جن کو وہ دوست
رکھتے اور جن کی خدمت و پیروی کرتے تھے جن سے وہ صلاح لیتے
تھے اور جن کو سجدہ کرتے تھے بچھائیں گے۔ وہ نہ جمع کی جائیں گی نہ
دفن ہوں گی بلکہ روئے زمین پر کھاد بنیں گی .... کیونکہ
سب چھوٹے سے بڑے تک لالچی ہیں اور نبی سے کاہن تک ہر
ایک دغاباز ہے .... میں ان کو بالکل فنا کر دوں گا۔ نہ
تاک میں انگور ملیں گے اور نہ انجیر کے درخت میں انجیر بلکہ پتے
بھی سوکھ جائیں گے اور جو کچھ میں نے ان کو دیا جاتا رہے گا
..... میں یروشلم کو کھنڈر اور گیدڑوں کا مسکن بناؤں گا



A group of family members from Gilgat. Compare the Israelitish features, gown or "phiran", scull-caps, jackets etc. with those of the Jew family of modern Israel at page 44 (pp 42, 45).

اور یہوداہ کے شہروں کو ایسا ویران کردوں گا کہ کوئی باشندہ نہ رہیگا (باب ۸ آیت ۳، ۱۰، ۱۳ و باب ۹ آیت ۱۱)

اسرائیلیہ و یہودیہ کی فتح ۔ بابلیوں کے ہاتھوں یہودیوں یعنی اسرائیلیوں کی تمام سلطنتیں مثلاً اسرائیلیہ، یہوداہ، مصر (فرعون نکوہ۔ اسلئے کہ اس نے خدا کی مغضوب قوم یہودیوں کو پناہ دی تھی)۔ فلسطین، مواب، مملکت بنی عمون، ادوم، دمشق، قیدار وغیرہ برباد ہوجانے کی فرداً فرداً پیشگوئیاں حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے کی تھیں۔ جن کا تذکرہ بائبل میں موجود ہے۔ ہم بخوف طوالت انہیں درج نہیں کرسکے آخر یہ پیشگوئیاں پوری ہوئیں اور بخت نصر (نبوکدرضر شہنشاہ بابل) کے ہاتھوں تمام اسرائیلی مملکتوں کی تباہی و بربادی ہوئی۔ یروشلم کی تباہی کا حال سنئیے :۔

شاہ بابل نے صدقیاہ (بادشاہ یہوداہ) کے بیٹوں کو اس کی آنکھوں کے سامنے ذبح کیا اور یہوداہ کے سب امراء کو بھی ربلہ میں قتل کیا اور اس نے صدقیاہ کی آنکھیں نکال ڈالیں اور شاہ بابل اس کو زنجیروں سے جکڑ کر بابل لے گیا اور اس کے مرنے کے دن تک اسے قیدخانہ میں رکھا ...... اور شاہ بابل نبوکدرضر کے عہد کے انیسویں برس کے پانچویں مہینے کے دسویں دن جلوداروں کا سردار نبوزرادان جو شاہ بابل کے حضور میں کھڑا رہتا تھا یروشلم میں آیا۔ اس نے خداوند کا گھر اور بادشاہ کا قصر اور یروشلم کے سب گھر یعنی ہر ایک بڑا گھر آگ سے جلا دیا۔

اور کسدیوں کے سارے لشکر نے جو جلوداروں کے سرداروں
کے ہمراہ تھا یروشلم کی فصیل کو چاروں طرف سے گرا دیا۔ اور باقی
لوگوں اور محتاجوں کو جو شہر میں رہ گئے تھے اور ان کو جنہوں نے
اپنوں کو چھوڑ کر شاہِ بابل کی پناہ لی تھی اور عوام میں سے جتنے
باقی رہ گئے تھے اُن سب کو بنوزرادان جلوداروں کا سردار
اسیر کر کے لے گیا۔ پر جلوداروں کے سردار نبوزرادان نے ملک
کے کنگالوں کو رہنے دیا تاکہ کھیتی اور تاکستانی کی باغبانی کریں۔
اور پیتل کے اُن ستونوں کو جو خداوند کے گھر میں تھے اور کرسیوں
کو اور پیتل کے بڑے حوض کو جو خداوند کے گھر میں تھا کسدیوں
نے توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کیا اور اس کا سب پیتل بابل کو لے گئے۔ اور
دیگیں اور بیلچے اور گلگیر اور لگن اور چمچے اور پیتل کے تمام برتن
جو ہیکل کا کام آتے تھے لے گئے اور باسن اور انگیٹھیاں اور لگن
اور دیگیں اور شمعدان اور چمچے اور پیالے غرض جو سونے کے
تھے اُن کے سونے کو اور جو چاندی کے تھے اُن کی چاندی کو
جلوداروں کا سردار لے گیا۔ وہ دو ستون اور وہ بڑا حوض
اور وہ پیتل کے بارہ بیل جو کرسیوں کے نیچے تھے جنکو سلیمان
بادشاہ نے خداوند کے گھر کے لئے بنایا تھا۔ ان سب چیزوں کے
پیتل کا وزن بے حساب تھا۔ ہر ستون اٹھارہ ہاتھ اونچا تھا اور
بارہ ہاتھ کا سوت اُس کے گرداگرد آتا تھا اور وہ چار انگل موٹا
تھا۔ یہ کھوکھلا تھا۔ اور اس کے اوپر پیتل کا ایک تاج تھا اور
وہ تاج پانچ ہاتھ اونچا تھا۔ اُس تاج پر گرداگرد جالیاں اور

انار کی کلیاں سب پیتل کی بنی ہوئی تھیں اور دوسرے ستون کے لوازم بھی جالی سمیت ان ہی کی طرح تھے اور چاروں ہواؤں کے رخ انار کی کلیاں چھیانوے تھیں اور گردا گرد جالیوں پر ایک سو تھیں اور جلوداروں کے سردار نے سرایاہ سردار کاہن کو اور کاہن ثانی صفنیاہ کو اور تینوں دربانوں کو پکڑ لیا اور اس نے شہر میں سے ایک سردار کو پکڑ لیا جو جنگی مردوں پر مقرر تھا اور جو لوگ بادشاہ کے حضور رہتے تھے اُن میں سے سات آدمیوں کو جو شہر میں ملے اور لشکر کے سردار کے محرر کو جو اہل ملک کی موجودات لیتا تھا اور ملک کے آدمیوں میں سے ساٹھ آدمیوں کو جو شہر میں ملے اُن کو جلوداروں کا سردار نبوزرادان پکڑ کر شاہِ بابل کے حضور ربلہ میں لے گیا اور شاہِ بابل نے حمات کے علاقے کے ربلہ میں اُن کو قتل کیا۔ سو یہوداہ اپنے ملک سے اسیر ہو کر چلا گیا (یرمیاہ باب ۵۲ آیت ۱۰ تا ۲۸)

مملکتِ اسرائیلیہ کی تباہی کا منظر

وہ بستی جو خلقت سے معمور تھی۔ کیسی خالی پڑی ہے۔ وہ خاتونِ اقوام بیوہ سی ہو گئی۔ وہ ملکۂ ممالک باجگذار بن گئی .... یہوداہ ظلم اور سخت مشقت کے سبب سے جلا وطن ہوا۔ وہ اقوام کے درمیان سکونت پذیر ہے اور آرام نہیں پاتی ..... اُس کی اولاد کو دشمن اسیری میں ہانک کر لے گئے۔ دخترِ صیون کی سب شان و شوکت جاتی رہی۔ یروشلم سخت گناہ کر کے نجس ہو گیا۔ جو اُس کی تعظیم کرتے تھے سب اُسے حقیر جانتے ہیں

کیوں کہ اُنھوں نے اُس کی برہنگی دیکھی .... خداوند نے
یہوداہ کی کنواری بیٹی کو گویا کولھو میں کچل ڈالا۔ اس لئے میں
گریاں ہوں۔ میری آنکھیں اشکبار ہیں .... یعقوب کی
بابت خداوند نے حکم دیا ہے کہ اُس کے ارد گرد والے اُس کے دشمن
ہوں۔ یروشلم اُن کے درمیان نجاست کی مانند ہے ....
اے سب لوگو! میں منت کرتا ہوں سنو اور میرے دُکھ پر نظر
کرو۔ میری کنواریاں اور میرے جوان اسیر ہو کر چلے گئے۔ میرے
کاہن اور بزرگ اپنی جان کو تازہ کرنے کے لئے شہر میں کھانا
ڈھونڈتے ڈھونڈتے ہلاک ہو گئے .... باہر تلوار بے اولاد
کرتی ہے اور گھر میں موت کا سامنا ہے۔ خداوند نے اپنے قہر
میں دخترِ صیون کو کیسا بادل سے چھپا دیا۔ اُس نے اسرائیل
کے جمال کو آسمان سے زمین پر گرا دیا .... خداوند نے یعقوب
کے تمام گھر غارت کئے اور رحم نہ کیا۔ اُس نے اپنے قہر میں دخترِ
یہوداہ کے تمام قلعے گرا کر خاک میں ملا دئے۔ اُس نے مملکت
اور اُس کے امراء کو ناپاک ٹھہرایا .... اُس نے شعلہ زن
آگ کی طرح جو چاروں طرف بھسم کرتی ہے یعقوب کو جلا دیا۔
اُس نے دشمن کی طرح کمان کھینچی! مخالف کی طرح دہنا ہاتھ
بڑھایا اور دخترِ صیون کے خیمہ میں سب حسینوں کو قتل کیا۔ اُس
نے اپنے قہر کی آگ کو انڈیل دیا۔ خداوند دشمن کی مانند ہو گیا
وہ اسرائیل کو نگل گیا۔ وہ اس کے تمام قصروں کو نگل گیا۔ اُس نے
اُس کے قلعے مسمار کر دئے۔ خداوند نے اپنے مذبح کو رد کیا۔ اُس

نے اپنے مقدس سے نفرت کی ...... اُس کے بادشاہ اور اُمرا
بے شریعت اقوام میں ہیں۔ اُس کے نبی بھی خداوند کی طرف سے
کوئی رویا نہیں دیکھتے .... اے دختر صیون کی فصیل شب و
روز آنسو نہر کی طرح جاری رہیں تو بالکل آرام نہ لے۔ تیری
آنکھ کی پتلی آرام نہ کرے .... اپنے بچوں کی زندگی
کے لئے جو سب کوچوں میں بھوک سے بیہوش پڑے ہیں ..
...... کیا عورتیں اپنے پھل یعنی لاڈلے بچوں کو کھائیں؟ کیا
کاہن اور نبی خداوند کے مقدس میں قتل کئے جائیں؟ پیر و جوان
گلیوں میں خاک پر پڑے ہیں میری کنواریاں اور میرے جوان
تلوار سے قتل ہوئے۔ تو نے اپنے قہر کے دن ان کو قتل کیا
تو نے اُن کو کاٹ ڈالا اور رحم نہ کیا .... اُس نے میری
راہیں ٹیڑھی کر دیں۔ وہ میرے لئے گھات میں بیٹھا ہوا
ریچھ اور کمینگاہ کا شیر بر ہے۔ اُس نے میری راہیں کج کر دیں
اور مجھے ریزہ ریزہ کر کے برباد کر دیا .... اُس نے سنگریزوں
سے میرے دانت توڑے اور مجھے خاکستر میں لٹایا ...... ہم نے
خطا اور سرکشی کی۔ تو نے معاف نہیں کیا۔ تو نے ہم کو قہر سے
ڈھانپا اور رگیدا۔ تو نے قتل کیا اور رحم نہ کیا۔ تو نے ہم کو اقوام
کے درمیان کوڑے کرکٹ اور نجاست سا بنا دیا۔ ہمارے سب
دشمن ہم پر منہ پسارتے ہیں۔ خوف و دہشت اور ویرانی و
ہلاکت نے ہم کو دبایا .... سونا کیسا بے آب ہو گیا۔ کندن
کیسا بدل گیا۔ مقدس کے پتھر تمام گلی کوچوں میں پڑے ہیں ...

شیر خوار کی زبان پیاس کے مارے تالو سے جا لگی۔ بچے روٹی مانگتے ہیں لیکن اُن کو کوئی نہیں دیتا ...... جو بچپن سے ارغوان پوش تھے مزبلوں پر سرخ تھے۔ اُن کی جھلک نیلم کی سی تھی۔ اب اُن کے چہرے سیاہی سے بھی کالے ہیں۔ وہ بازار میں پہچانے نہیں جاتے۔ اُن کا چمڑا ہڈیوں سے سٹا ہے۔ وہ سوکھ کر لکڑی کا سا ہو گیا۔ تلوار سے قتل ہونے والے بھوکوں مرنے والوں سے بہتر ہیں۔ کیونکہ یہ کھیت کا حاصل نہ ملنے سے گھل گھل کر ہلاک ہوتے ہیں۔ رحمدل عورتوں کے ہاتھوں نے اپنے بچوں کو پکایا۔ میری دختر قوم کی تباہی میں وہی اُن کی خوراک ہوئے۔ خداوند نے اپنے غضب کو انجام دیا۔ اُس نے اپنے قہر شدید کو نازل کیا ...... روئے زمین کے بادشاہ اور دنیا کے باشندے باور نہیں کرتے تھے کہ مخالف اور دشمن یروشلم کے پھاٹکوں میں گھس آئیں گے۔ یہ اُس کے نبیوں کے گناہوں اور کاہنوں کی بدکاری کی وجہ سے ہوا جنہوں نے اُس میں صادقوں کا خون بہایا .... ہم کو رگیدنے والے آسمان کے عقابوں سے بھی تیز ہیں۔ اُنہوں نے پہاڑوں پر ہمارا پیچھا کیا۔ وہ بیابان میں ہماری گھات میں بیٹھے ......

اے دختر ادوم جو عوض کی سرزمین میں بستی ہے خوش و خرم ہو۔ یہ پیالہ تجھ تک بھی پہنچے گا تو مست اور برہنہ ہو جائیگی اے دختر صیون! تیری بدکاری کی سزا تمام ہوئی ....

اے خداوند جو کچھ ہم پر گذرا اُسے یاد کر۔ نظر کر اور ہماری

رسوائی کو دیکھ! ہماری میراث اجنبیوں کے حوالے کی گئی ہمارے گھر بیگانوں نے لے لئے۔ ہم یتیم ہیں ہمارے باپ نہیں ہماری مائیں بیواؤں کی مانند ہیں .... ہمارے باپ دادا گناہ کر کے چل بسے اور ہم ان کی بدکاری کی سزا پا رہے ہیں۔ غلام ہم پر حکمرانی کرتے ہیں۔ اُن کے ہاتھ سے چھڑانے والا کوئی نہیں۔ صحرا نشینوں کی تلوار کے باعث ہم جان پر کھیل کر روٹی حاصل کرتے ہیں۔ کال کی جھلسانے والی آگ کے باعث ہمارا چہرہ تنور کی مانند سیاہ ہو گیا ہے۔ اُنہوں نے صیون میں عورتوں کو بے حرمت کیا اور یہوداہ کے شہروں میں کنواری لڑکیوں کو۔ امرا کو اُن کے ہاتھوں سے لٹکا دیا .... ہمارے دلوں سے خوشی جاتی رہی۔ ہمارا رقص ماتم سے بدل گیا۔ تاج ہمارے سر پر سے گر پڑا۔ ہم پر افسوس! کہ ہم نے گناہ کیا (نوحہ باب ۱ تا ۵)

اسرائیلیوں کے تمام دنیا میں تتر بتر ہونے کے بارہ میں

۱۔ خداوند کا گلہ اسیری میں چلا گیا ...... سب بنی یہوداہ اسیر ہو گئے۔ سب کو اسیر کر کے لے گئے۔

(یرمیاہ باب ۱۳ آیت ۱۷ و ۱۹)

۲۔ اور میں اُن کو شاہ یہوداہ منسی بن حزقیاہ کے سبب سے اُس کام کے باعث جو اُس نے یروشلم میں کیا ترک کروں گا کہ زمین کی سب مملکتوں میں دھکے کھاتے پھریں۔

(یرمیاہ باب ۱۵ آیت ۴)

۳- پس میں تم کو اس ملک سے خارج کر کے ایسے ملک میں آوارہ کروں گا جسے نہ تم اور نہ تمہارے باپ دادا جانتے تھے اور وہاں تم رات دن غیر معبودوں کی عبادت کرو گے کیونکہ میں تم پر رحم نہ کروں گا (یرمیاہ باب ۱۶ آیت ۱۳)

۴- اور میں اس ملک میں جسے تو نہیں جانتا تجھ سے تیرے دشمن کی خدمت کراؤں گا کیونکہ تم نے میرے قہر کی آگ بھڑکا دی ہے جو ہمیشہ تک جلتی رہیگی (یرمیاہ باب ۱۷ آیت ۴)

۵- میں اُن کو دشمن کے سامنے گویا پوربی ہوا سے تتر بتر کرونگا اُن کی مصیبت کے وقت اُن کو منہ نہیں بلکہ پیٹھ دکھاؤں گا (یرمیاہ باب ۱۸ آیت ۱۷)

۶- مُردہ پر نہ رو - نہ نوحہ کرو - مگر اُس پر جو چلا جاتا ہے زار زار نالہ کرو - کیونکہ وہ پھر نہ آئیگا نہ اپنے وطن کو دیکھیگا (یرمیاہ باب ۲۲ آیت ۱۰)

۷- میں شاہ یہوداہ صدقیاہ کو اور اُس کے امراء کو اور یروشلم کے باقی لوگوں کو جو اس ملک میں بچ رہے ہیں اور ملک مصر میں بسے ہوئے ہیں ترک کر دوں گا۔ ہاں میں اُن کو ترک کر دوں گا کہ دنیا کی سب مملکتوں میں دھکے کھاتے پھریں تاکہ وہ ہر ایک جگہ میں جہاں جہاں میں اُن کو ہانک دوں گا ملامت اور مثل اور طعن اور لعنت کا باعث ہوں اور میں اُن میں تلوار اور کال اور وبا بھیجوں گا۔ یہاں تک کہ وہ اس ملک میں سے جو میں نے اُن کو اور اُن کے باپ دادا کو دیا نیست ہو جائیں گے۔

(یرمیاہ باب ۲۴ آیت ۸ تا ۱۰)

۸- میں تلوار اور کال اور وبا سے اُن کا پیچھا کروں گا اور میں اُن کو زمین کی سب سلطنتوں کے حوالہ کروں گا کہ دھکے کھاتے پھریں اور شائع جائیں اور سب قوموں کے درمیان جن میں میں نے اُن کو ہانک دیا ہے لعنت اور حیرت اور سسکار اور ملامت کا باعث ہوں اس لئے کہ اُنہوں نے میری باتیں نہیں سنیں۔ خداوند فرماتا ہے جب میں نے اپنے خدمت گذار نبیوں کو اُن کے پاس بھیجا ہاں میں نے اُن کو بروقت بھیجا پر تم نے نہ سنا

(یرمیاہ باب ۲۹ آیت ۱۸)

۹- اگرچہ میں سب قوموں کو جن میں میں نے تجھے تتر بتر کیا تمام کر ڈالوں گا تو بھی تجھے تمام نہ کروں گا۔ بلکہ تجھے مناسب تنبیہ کروں گا اور ہرگز بے سزا نہ چھوڑوں گا (یرمیاہ باب ۳۰ آیت ۱۱)

۱۰- میں تمکو تلوار اور وبا اور کال کے لئے آزادی کا مژدہ دیتا ہوں اور میں ایسا کروں گا کہ تم روئے زمین کی سب مملکتوں میں دھکے کھاتے پھروگے۔ (یرمیاہ باب ۳۴ آیت ۱۷)

۱۱- اور تم لعنت و حیرت اور طعن و تشنیع کا باعث ہوگے اور اس ملک کو تم پھر نہ دیکھوگے (یرمیاہ باب ۴۲ آیت ۱۸)

بابل کی تباہی اور اسرائیلیوں کا دنیا میں چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بکھر جانا

۱- بابل میں سے بھاگو اور کسدیوں کی سرزمین سے نکلو اور اُن بکروں کی مانند ہو جو گلوں کے آگے آگے چلتے ہیں کیونکہ دیکھ میں شمال کی سرزمین

سے بڑی قوموں کے انبوہ کو برپا کروں گا اور بابل پر چڑھا لاؤں گا
اور وہ اس کے مقابل صف آرا ہوں گے۔ وہاں سے اُس پر
قبضہ کریں گے۔ اُن کے ہر کار آزمودہ بہادر کے سے ہوں گے جو
خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔ کسدستان لوٹا جائیگا اُسے لوٹنے والے
سب آسودہ ہوں گے خداوند فرماتا ہے اے میری میراث کو لوٹنے
والو چونکہ تم شادمان اور خوش ہو اور داؤنے والی بچھیا
کی مانند کودتے پھاندتے اور طاقتور گھوڑوں کی مانند ہنہناتے
ہو اسی لئے تمہاری ماں نہایت شرمندہ ہوگی۔ تمہاری والدہ خجالت
اُٹھائے گی۔ دیکھو وہ قوموں میں سب سے آخری ٹھہرے گی اور
بیابان و خشک زمین اور ریگستان ہوگی۔ خداوند کے قہر کے
سبب وہ آباد نہ ہوگی بلکہ بالکل ویران ہو جائیگی۔ جو کوئی بابل
سے گذرے گا حیران ہو جائے گا اور اُس کی سب آفتوں کے
باعث سسکارے گا۔ اے سب تیرانداز و! بابل کو گھیر کر
اُس کے خلاف صف آرائی کرو۔ اُس پر تیر چلاؤ۔ تیروں کا
دریغ نہ کرو کیونکہ اُس نے خداوند کا گناہ کیا ہے۔ اُسے گھیر کر
تم اُس پر للکارو۔ اُس نے اطاعت منظور کر لی۔ اُس کی بنیادیں دھنس
گئیں۔ اُس کی دیواریں گر گئیں۔ کیونکہ یہ خداوند کا انتقام ہے
اُس سے انتقام لو۔ جیسا اُس نے کیا ویسا ہی تم اس سے کرو
بابل میں ہر ایک بونے والے کو اور اُسے جو درو کے وقت درانتی
پکڑتا ہے کاٹ ڈالو۔ ظالم کی تلوار کی ہیبت سے ہر ایک اپنے لوگوں
میں جا ملیگا اور ہر ایک اپنے وطن کو بھاگ جائیگا ...... بابل



Israelitish women of Rumania, Poland, Hungry, Western Russia etc. Compare their features, scarfs, floral embroidered dress with those of the Kashmiri women at pages 40 and 44. Also find the ornaments described at pages 150–156.

قوموں کے درمیان کیا جانے حیرت ہوا........ اُس کے انبار خانوں کو کھولو۔ اُس کو کھنڈر کر ڈالو اور اُس کو نیست کر دو۔ اُس کی کوئی چیز باقی نہ چھوڑو۔ اُس کے سب بیلوں کو ذبح کرو اُن کو مطبخ میں جانے دو۔ اُن پر افسوس کہ اُن کا دن آ گیا اُن کی سزا کا وقت آ پہنچا...... کیونکہ اُس نے خداوند اسرائیل کے قدوس کے حضور بہت تکبر کیا۔ اسلئے اُس کے جوان بازاروں میں گر جائیں گے اور سب جنگی مرد اُس دن کاٹ ڈالے جائینگے اور میں اُس کے شہروں میں آگ بھڑکاؤنگا اور وہ اُس کی تمام نواحی کو بھسم کر دیگی........ تلوار کسدیوں پر اور بابل کے باشندوں پر اور اُس کے امراء اور حکماء پر ہے۔ لاف زنوں پر تلوار ہے وہ بیوقوف ہو جائیں گے۔ اس کے بہادروں پر تلوار ہے وہ ڈر جائیں گے۔ اُس کے گھوڑوں اور رتھوں اور سب ملے جلے لوگوں پر جو اس میں ہیں تلوار ہے۔ وہ عورتیں بن جائیں گے اُس کی نہروں پر خشک سالی ہے وہ سوکھ جائیں گی۔ کیونکہ وہ تراشی ہوئی مورتوں کی مملکت ہے اور وہ بتوں پر شیفتہ ہیں اسلئے دشتی درندے گیدڑوں کے ساتھ وہاں بسیں گے اور شتر مرغ اُس میں بسیرا کریں گے۔ اور وہ پھر ابد تک آباد نہ ہوگی پشت در پشت اس میں کوئی سکونت نہ کریگا........ بابل کی شکست کے شور سے زمین کانپتی ہے اور فریاد کو قوموں نے سنا ہے۔

(یرمیاہ باب ۵۰ آیت ۸ تا ۴۶)

۲۔ اسرائیل پراگندہ بھیڑوں کی مانند ہے۔ شیروں نے

اُسے رگیدا ہے۔ پہلے شاہ اسور نے اُسے کھا لیا۔ اور پھر یہ شاہ
بابل بنوکدرضر اُس کی ہڈیاں تک چبا گیا........ میرے لوگ
بھٹکی ہوئی بھیڑوں کی مانند ہیں۔ اُن کے چرواہوں نے اُن
کو گمراہ کر دیا۔ اُنہوں نے اُن کو پہاڑوں پر لیجا کر چھوڑ دیا۔ وہ پہاڑوں
سے ٹیلوں پر گئے اور اپنے آرام کا مکان بھول گئے ہیں۔

(یرمیاہ باب ۵ آیت ۱۷ و ۶)

حضرت ایسعیاہ کی پیشین گوئی کے مطابق فارس کے شاہ سائرس
(سائیرس) نے ۵۵۰ ق م میں میڈیا کی سلطنت پر حملہ کر کے اُسے
فتح کر لیا۔ ۵۴۶ ق م میں سائرس نے لڈیا کی سلطنت پر حملہ کر کے اس
کے فرمانروا کروسس کو شکست دی اور ۵۳۹ ق م میں بابل پر حملہ
کر کے اُسے فتح کر لیا۔ اسرائیلیوں کو تو بابل اور اسیریا میں
رہتے تقریباً دو سو سال گزر چکے تھے۔ اسلئے اُنہیں یہ تصور بھی نہ
رہا تھا کہ اسرائیلیہ کوئی اُن کے آباء و اجداد کا وطن تھا
اور یہ کہ وہ واپس وہاں جائیں۔ مگر یہودیوں کو ابھی غلامی میں
چالیس پچاس سال ہی گزرے تھے اور اپنے وطن کی یاد بڑے
بوڑھوں کے دلوں میں باقی تھی۔ وہ سائرس کی خدمت میں وفد
کی صورت میں حاضر ہوئے اور سائرس کی فتح کی خوشی میں اپنے وطن واپس
جانے کی اجازت مانگی۔ سائرس نے ان کی استدعا منظور کر لی اور
اجازت ناموں پر اُن یہودی کنبوں کو واپس فلسطین جانے کی
اجازت دی جو واپس جانے کے خواہاں تھے۔ عزرا نبی تمام
کنبوں کے نام دیتا ہے جو اجازت ناموں پر ۵۳۷ ق م میں واپس



Gilgati, Ladakhi, Tibten and Turkistani women, weaving carpets. Compare the Israelitish features. scull-caps, hair-plaits and dress at pages 40–44, with Jewish women of Israel and Europe.

یروشلم گئے۔ یہ تمام کے تمام بنی یامین اور یہودہ کے قبیلے کے تھے۔ اور ان میں ایک بھی لبقایا اسرائیلی دس قبیلوں سے تعلق نہیں رکھتا تھا گویا اسرائیلی[۲] اپنے آباء واجداد کے وطن جدید میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ بالفاظ دیگر اپنے وطن سے باہر نزدیکی ممالک میں پہنچ چکے تھے۔ جب اسرائیلیوں نے دیکھا کہ یہودیوں کو اجازت ناموں پر اپنے وطن واپس جانے کی اجازت مل رہی ہے تو ممکن ہو سکتا ہے کہ ان کے وفود بھی سائرس کی خدمت میں حاضر ہوئے ہوں اور اپنی آبادکاری کی درخواست کی ہو اور انہیں مملکت کے ان علاقوں میں زمینوں کے مالک بننے اور کاشت کرنے کے لیے پھیلا دیا گیا ہو جو ابھی تک بنجر بے آباد پڑی تھیں۔ ۵۲۲ق م دارا گشتاسپ کے زمانے میں فارس کی سلطنت یونان سے لیکر ہندوستان میں دریائے جہلم تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے اسرائیلی کاریگروں اور کاشتکاروں کو (جو صدیوں سے نسلاً بعد نسلاً بابلی اور سیریا کے بادشاہوں اور حکام و امراء کی غلامی میں ان فنون میں ماہر ہو چکے تھے) بابل، سیریا، میڈیا اور عراق سے نکال کر اپنی سلطنت کے مختلف دور دراز کے گوشوں میں بے آباد علاقوں کو آباد کرنے، خزانہ بڑھانے اور جدید شہروں اور محلات کی تعمیرات کرانے کے لیے پھیلا دیا۔ کچھ اسرائیلی بیکٹریا (افغانستان) بھیج دیئے۔ کچھ بلخ بخارا۔ گلگت۔ کچھ ارزارہ یا ہزارہ یا ہزارہ۔

[۲] تاریخ ہیروڈوٹس۔ از پروفیسر سائیس صفحہ ۳۸۹۔ نیز دیکھئے کتبہ جات دارا بمقام دانغستان) دارا کی وفات کے بعد سلطنت فارس بیکٹریانوں (افغانوں) سائیتھیوں اور پارتھیوں میں منقسم ہو گئی۔ پارتھین

سلطنت ہندوستان میں دریائے جہلم سے پندرہ سو میل تک مغرب کی جانب پھیلی ہوئی تھی اور چار صد میل تک کم از کم اس کی چوڑائی تھی۔ سب سے نیچے جنوب کی جانب پارتھین سلطنت۔ درمیان میں بیکٹرین سلطنت اور شمال میں ساتھین سلطنت تھی۔ ان تینوں سلطنتوں کے قیام میں اسرائیلیوں کے ان باغی رہنماؤں کا حصہ تھا جنہوں نے صدیوں کی غلامی کے بعد داراکی وفات پر سر اٹھایا تھا۔ ملحقہ نقشہ سے اس وقت کی سیاسی حالت ظاہر ہے۔



Kashmiri women. Compare the features, scarfs or head-gear, floral embroidered dress with those of the modern Israelitish women in Israel, Rumania and elsewhere, at pages 40 and 44.

باب دوم

اسرائیلی زیادہ کن قوموں میں بکھر گئے ؟

۱۔ الغرض یہ قوم کی قوم صدیوں تک بابل، اسیریا، فارس وغیرہ بادشاہوں کی غلامی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھائی اور بسائی جاتی رہی۔ چونکہ یروشلم سے ہمیشہ کے لئے ان دس قبیلوں کا خروج کیا گیا اس لئے فلسطین و یروشلم کی تاریخ ان دس قبیلوں کے متعلق خاموش ہوگئی اور وہاں کے مورخین یہ سمجھنے میں حق بجانب تھے کہ مفقود دس قبیلے یا تو مار ڈالے گئے، یا کہیں گم ہو گئے۔ یا کہیں دور دراز ممالک میں پہاڑوں میں ڈر کر چھپ گئے اور اوجھل ہوگئے۔ چنانچہ عہد نامہ قدیم میں یوں آتا ہے "یوں آج تک اسرائیلی اپنے گھر سے اسیریا میں لے گئے ہیں"۔

(کتاب شاہان حصہ دوم باب ۱۷ آیت ۲۳)

۲۔ شاہ دارا کے جلوس کے چوتھے سال میں حضرت ذکریا نے اسرائیلیوں کے بارہ میں فرمایا کہ خدا نے انہیں تمام قوموں میں بکھیر دیا اور ان میں سے کوئی شخص اپنے وطن واپس نہیں آیا۔

(کتاب ذکریا باب ۷ آیت ۱۴)

۳۔ شالمانیسر شاہ اسیریا نے انہیں سمندروں پرے عبور کر کے

ایک اور ملک میں لے لیا تب سے وہ ایک اور دُور دراز ملک میں چلے گئے تاکہ وہ ایسے بت بنائیں جو اُنھوں نے کبھی اپنے وطن میں نہیں دیکھے تھے۔ دریائے فرات کو عبور کر کے ایک بڑا لمبا فاصلہ جاتا تھا۔ تقریباً ڈیڑھ سال کے سفر کا اور وہ علاقہ ارزارہ کہلاتا ہے۔

(کتاب الیسدراس حصّہ دوم باب ۱۳ آیت ۳۶، ۳۹)

۴- پہلی صدی عیسوی کے آخر میں شاہ ویسپیشن کے زمانے میں جوزیفس کہتا ہے کہ دس قبیلے آج تک دریائے فرات سے کہیں آگے رہتے ہیں۔ وہ لاکھوں کی تعداد میں ہیں اور اُن کی گنتی نہیں ہو سکتی۔

(تواریخ کی کتاب دوم باب ۱۵ آیت ۲۔ جنگیں کتاب دوم باب ۱۶ آیت ۴)

۵- یہ قبیلے حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانے میں بھی واپس نہیں لوٹے تھے جیسا کہ وہ بار بار کہتے رہے "گمشدہ قبائل" خاندان اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیں" خدا کے وہ بچے جو دُور ملکوں میں بکھر گئے۔"

(متی ۱۵ آیت ۲۴، ۱۰ آیت ۶۔ یوحنا ۱۱ آیت ۵۲۔ لوقا ۱۹ آیت ۱۰)

۶- حضرت مسیح کے برادر جیمس نے ایک خط اُن دس قبیلوں کے نام لکھا جو دور ملکوں میں بکھر گئے تھے (جیمس ۱ آیت ۱)

۷- پانچویں صدی عیسوی میں سینٹ جیروم بنی اسرائیل کے بارہ میں لکھتا ہے "آج دن تک دس قبیلے فارس کے بادشاہوں کی غلامی میں ہیں اور اُن کی قید ابھی ختم ہوئی ہے (تھامس باب ۶ آیت ۷، ۸۰)

۸- ڈاکٹر الفریڈ ایڈرشم لکھتا ہے "بھاری تعداد لاکھوں کے حساب سے فرات کے آگے کے ممالک میں اسرائیلیوں کی آج تک آباد ہے جیسا کہ حضرت مسیح کے زمانے میں ویسا ہی آج تک دس قبائل کی بھاری اکثریت

عبرانی قوم سے گم ہوچکے ہیں۔ (یسوع مسیح کی زندگی اور زمانہ صفحہ ۸)

۹۔ عہد نامہ قدیم کے مطابق تغلا پا نیلسر انہیں ہلا، جبر، ہرا اور دریائے غوزن کے پار لے گیا تھا" (کرانیکل کتاب اول باب ۵ آیت ۲۶)

۱۰۔ ہلا موجودہ بلخ ہے۔ جبر غیبر ہے۔ ہرا ہرات ہے اور غوزن غزنی ہے۔ دس قبیلے ایک دریا سے گزرے جو ملک کش میں بہتا ہے۔

(گمشدہ دس قبیلے از سرجارج مور صفحہ ۱۵۰-۱۴۸)

۱۱۔ مصنف طبقات ناصری کہتا ہے کہ خاندان شنسابی کے زمانے میں ایک قوم جسے بنی اسرائیل کہتے ہیں آنزارہ میں آباد اور تجارت کرتی ہے

(صفحہ ۱۰۹)

۱۲۔ تھامس لیڈلی کہتا ہے کہ انزارہ ملک ہزارہ کو اس وقت کہتے تھے۔ جو کشمیر کے جنوب مغرب میں ہے۔ (رسالہ کلکتہ ریویو جنوری ۱۸۹۸ء)

مابعد سکندر اعظم اور دیگر اقوام کے حملوں کی وجہ سے یہ دس قبیلے مجبور ہو گئے کہ شمال مشرق کی چھپی ہوئی پوشیدہ وادیوں، پہاڑوں گھاٹیوں میں روپوش ہو کر امن کی زندگی بسر کریں۔ قدرتاً نہ تو وہ کوہ ہمالیہ کی دشوار گزار برفانی سر بفلک چوٹیوں کو عبور کر سکتے تھے۔ نہ پنجاب سندھ کے تپتے ہوئے میدانوں سے آگے جا سکتے تھے۔ لامحالہ وہ ان پہاڑی مرطوب علاقوں میں ٹھہر گئے جنہیں آج کل بلخ، بخارا، افغانستان، ہرات کشمیر چترال، گلگت، لداخ، خوارزم، خراسان، قوقند، سمرقند، تبت سرحد وغیرہ کہتے ہیں۔

یہودی و عیسائی مؤرخین و سیاحان کی تصدیق

۱- چنانچہ ڈاکٹر جوزف وُولف جو ایک عیسائی یہودی النسل تھا بتاتا ہے کہ اس نے بچشم خود ایران، کردستان، خراسان، قوقند، بخارا اور سمرقند کو اسرائیلیوں سے آباد دیکھا۔ وہ حضرت یسوع کی تاریخ تکالیف اور موت سے قطعاً بے خبر تھے۔ اس سے مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ خراسان، بخارا وغیرہ کے اسرائیلی اُن دس قبیلوں سے ہیں جو اپنی بابلی قید کے بعد کبھی بھی فلسطین واپس نہیں لوٹے۔ (۱۸۴۳-۴۵ء میں بخارا میں ایک مشن کی کہانی)

۲- ہنری وی سٹارٹ (۱۷۸۸ء) رسالہ انڈین ریسرچز INDIAN RESEARCHES جلد دوم صفحہ ۶۹ پر لکھتا ہے کہ افغانیوں کا دعویٰ کہ وہ بنی اسرائیل ہیں بالکل حق بجانب ہے۔

۳- سر الیگزنڈر برنز اپنی کتاب "بخارا میں سفر" جلد دوم صفحہ ۱۴۰، ۱۳۹ میں کہتا ہے کہ افغانی شکل و شباہت سے بالکل اسرائیلی ہیں اور چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی بیوہ سے (جیسا کہ یہودیوں میں دستور ہے) شادی کرتا ہے۔

۴- جارج مور (۱۸۶۱ء) اپنی شہرۂ آفاق کتاب "گمشدہ قبائل" صفحہ ۱۵۱ میں کہتا ہے۔ اُن کے قبیلوں اور ضلعوں کے نام قدیم اور جدید جغرافیہ میں اسرائیلی ہیں۔ اور اگر ہم میڈیا سے افغانستان اور ہندوستان تک مختلف مقامات کے ناموں کو دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ اسرائیلی قبیلے

کن راستوں سے آئے، کہاں کہاں ٹھہرے۔ یہ نام اُن کے مصائب سے بھرے ہوئے سفر اور منزلوں کا پتہ دیں گے۔

سر ولیم جونز، سر جان میلکم اور چیمبر لین مکمل تحقیقات کے بعد اس رائے پر پہونچے ہیں کہ دس قبیلے افغانستان سے ہوتے ہوئے ہندوستان، تبت اور کشمیر کی طرف ہجرت کر کے آ گئے تھے۔

۵۔ سر تھامس ہولڈچ اپنی کتاب گیٹس آف انڈیا GATES OF INDIA صفحہ ۴۹ پر کہتا ہے "یہ قوم جو کش اور حام کی اولاد کہلاتی ہے۔ جنہوں نے اپنے اخلاق روایات میں عجیب موسوی شریعت امتزاج کر رکھا ہے جن کی دعوت کا طریقہ خاص طور پر عبرانی (موسوی) ہے جو یہودیوں سے ایک روایتی نفرت رکھتے ہیں اور اُن کی اصل اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں کہ وہ بنی اسرائیل ہیں اور وہ افغانستان اور کشمیر کی آبادی اکثریت ہیں۔

۶۔ ڈاکٹر برنیر مشہور فرانسیسی سیاح جو شہنشاہ شاہجہان کے زمانہ میں ہندوستان آیا تھا۔ اپنی کتاب سلطنت مغلیہ میں اسفار سفر بطرف کشمیر جنت ہند کے صفحہ ۴۳۰ سنہ ۱۶۶۴ء پر کہتا ہے "۱۔ ان قبیلوں کی نسلیں جنہیں شالمانسیر نے بے خانماں کیا تھا آج بھی ان پہاڑوں میں آباد ہیں۔ یا تو وہ کافر ہو چکی ہیں یا مسلمان۔ چین میں اُس قوم کے لوگ موجود ہیں جن میں ابھی یہودیت ہے اور عہد نامہ قدیم کی کتب اُن کے پاس موجود ہیں۔ انہیں حضرت مسیح کی موت کی کوئی خبر نہیں۔ پیر پنجال کے پہاڑوں کو عبور کرنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دیہاتوں میں یہودی آباد ہیں۔ اُن کے چہرے اور عادات

اسی قدیم قوم کے ہیں۔ زمانے گذرنے کے بعد اُن کی شریعت تباہ ہوگئی۔ وہ بُت پرستی میں مبتلا ہوگئے اور بالآخر محمدؐ کے مذہب کو قبول کرنے لگے۔

۷۔ کاترو عیسائی پادری جنہے سلطنت مغلیہ کی جنرل تاریخ ۱۷۰۸ء میں لکھی تھی۔ کہتا ہے کہ کشمیری یہودیوں کی اولاد ہیں (صفحہ ۱۹۵)

۸۔ پادری کلاڈیئس بُخانن جنہے ہندوستان بھر کے کونے کونے کا سفر کیا تھا، اپنی کتاب Christian Researches in India صفحہ ۲۲۹ کہتا ہے کہ اُس نے عبرانی میں توریت کی ایک پُرانی کتاب کشمیر سے حاصل کی تھی۔ یہ چمڑے پر لکھی ہوئی تھی جس کی لمبائی ۴۸ فٹ تھی۔

۹۔ جے بی آئرلینڈ اپنی کتاب وال سٹریٹ سے کشمیر تک (صفحہ ۳۹۲، ۴۹۵، ۱۸۵۳) اور

۱۰۔ لیڈی ہاروے اپنی کتاب تاتار، تبت، چین اور کشمیر میں ایک عورت کی سیاحت (۱۸۵۳ء جلد دوم ۲۰۱، ۲۰۰ جلد سوم ۱۵۴) اور

۱۱۔ لیفٹنٹ کرنل ایچ۔ ڈی۔ ٹورنز (۱۸۶۲ء صفحہ ۲۶۸) میں لکھتے ہیں، کشمیریوں کے چہروں میں موسویت نمایاں ہے۔ مارتنڈ کے نزدیک ہاروت و ماروت کا کنواں ہے۔ حضرت موسیٰ نے یہیں وفات پائی اور اُن کے مقبرے کی آج بھی لتش ندہی کی جاتی ہے۔ اُن کی قومیت، اُن کے لباس، اُن کے چہروں اور اُن کی داڑھیوں سے ظاہر ہے کہ وہ یہودی النسل ہیں اور یہ عقیدہ عام پایا جاتا ہے کہ کشمیر کے دارالخلافہ کے نزدیک حضرت موسیٰ نے وفات پائی تھی اور وہ

وہیں مدفون ہیں۔

۱۲- سکاوسلے لیمبرٹ اپنی کتاب کشمیر اور لداخ میں ٹرپ (۱۸۷۷ء صفحہ ۱۴۲) پر لکھتا ہے: "عورتیں وہی ڈھیلا فرن پہنتی ہیں جو مردوں کے فرن سے ذرا لمبا ہوتا ہے اور اپنے سر پر کپڑے کی ایک چوڑی ٹوپی یہودی وضع قطع کی رکھتی ہیں۔"

۱۳- سر والٹر لارنس اپنی کتاب "وادی کشمیر" (۱۸۹۵ء صفحہ ۳۱۸) میں کہتا ہے: "کشمیریوں کی اکثریت واضح طور پر عبرانی قوم کی ہے" "سیاح کو اکثر دلکش خوبصورت عورتیں نظر آئیں گی جن کے نقش نین تیکھے لمبی سیاہ آنکھیں، کمان دار بھویں اور عام اسرائیلی وضع قطع ہوگی ..... یہاں اسرائیلی گڈریا اپنے ریوڑوں کو چراتا ہوا اکثر نظر آئیگا۔ یہ کشمیری اسرائیل کے گمشدہ قبائل ہیں اور یقیناً کشمیر میں ہر جگہ اصلی بائبل کے نشانات ملیں گے۔"

(سر فرانسس ینگ ہسبنڈ۔ کتاب کشمیر صفحہ ۱۱۲)

۱۴- کشمیری پنڈت ایسے دکھائی دیتے ہیں گویا جرمن زبان میں چھپی ہوئی کسی بائبل کی تصویریں ہوں۔

(کشمیر کی دلچسپیاں از سکاٹ او کانر صفحہ ۱۸)

۱۴- یہ لوگ صحیح النسل یہودیوں سے بھی زیادہ اسرائیلی معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ وہ بائبل میں متذکرہ کی طرح فرن پہنتے ہیں بلکہ اس لئے کہ اُن کے چہروں کے نقوش بالکل اسرائیلی ہیں اور اسی لئے کہ اُن کے اسرائیلی ہونے کی زبردست روایات ہیں۔

(کشمیر کی بلند برفانی آسمانی چوٹیاں۔ رسالہ ایشیاء میگزین۔ نیویارک ۱۹۳۰ء اکتوبر)

باب سوم

مسلمان و ہندو سیاحوں و مؤرخین کی تصدیق کہ اہل کشمیر کون ہیں

۱۔ ابو سلیمان داؤد بن ابو الفضل محمد البناکتی نے ۷۱۷ھ میں
اپنی مشہور تاریخ "روضۃ الالباب تواریخ الاکابر والانساب" کے
پہلے باب میں حضرت یعقوب (اسرائیل) کی مفصل تاریخ اور باب دوم
میں بیٹوں کے شجرہ ہائے نسب شاہ طالوت تک گننے کے علاوہ
بتایا ہے کہ کس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت سے صعوبتیں
برداشت کرتے ہوئے قوم بنی اسرائیل مختلف ممالک عراق
ایران، افغانستان، ہزارہ گلگت، کشمیر اور صوبہ سرحد میں پہ
۲۔ بختاور خان اپنی تاریخ دنیا "مرآۃ العالم" میں فلسطین
ایران، غور، غزنی، شمال اور افغانستان کے دوسرے علاق
میں بنی اسرائیل کے سفروں کا حال بتاتا ہے۔
۳۔ حافظ رحمت بن شاہ عالم اپنی تاریخ "خلاصۃ الانسا
۴۔ مسٹر نعمت اللہ (جنہوں نے ہندوستان، کشمیر، افغانستا
ترکستان کا کثرت سے سفر کیا تھا) اپنی کتاب "تاریخ افغانان" (بـ

برنارڈ ڈورک نے ۱۸۲۹ء میں ترجمہ کیا) اور

۵- حافظ محمد صدیق نے اپنی کتاب تاریخ حافظ رحمت خانی۔ سید جلال الدین افغانی نے کتاب تاریخ افغانان اور سید عبدالجبار شاہ نے اپنی کتاب "منعائین بنی اسرائیل" میں بشرح ثابت کیا ہے کہ کس طرح بنی اسرائیل کے قبائل نے فلسطین سے نکلنے اور صدیوں کی تکالیف سہتے، مختلف بادشاہوں کی غلامی میں زندگی بسر کرنے اور زندگی آرام سے بسر کرنے کی اغراض سے جابجا دربدر پھرنے کے بعد بالآخر افغانستان صوبہ سرحد، ترکستان، ہندوکش کے دونوں طرف کشمیر اور تبت ولداخ میں پناہ لی۔ ان کتب میں بنی اسرائیل کے خاندانوں کے شجرۂ نسب، ذاتیں اور جگہوں کے نام بھی دئے ہیں

۶- کشمیری مؤرخین میں ملا نادری نے اپنی تاریخ کشمیر (جسے اسنے سلطان سکندر کے زمانہ (۱۳۷۸-۱۴۰۶ء) سے لکھنا شروع کیا تھا اور سلطان زین العابدین کے دور حکومت میں ختم کیا اور

۷- ملا احمد نے اپنی تاریخ "واقعات کشمیر" (جو سلطان زین العابدین کے زمانہ میں لکھی گئی) بصراحت اس امر کا تذکرہ کیا ہے کہ کشمیری قوم بنی اسرائیل سے ہیں۔

۸- عبدالقادر بن قاضی القضات واصل علی خان ۱۸۳۰ء میں اپنی مشہور تاریخ "حشمت کشمیر" (مسودہ ۴۲ رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال صـ ۶۸) میں بیان کرتا ہے کہ اہل کشمیر بنی اسرائیل ہیں اور فلسطین سے آئے تھے۔

۹- ملا محمد خلیل ۱۸۶۶ء میں اپنی کتاب تاریخ خلیل (مسودہ

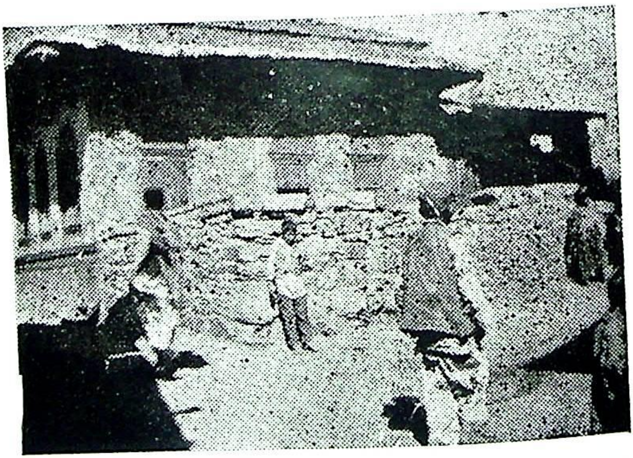
فولیو ۲۳ رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال) میں لکھتا ہے کہ راجہ ڈسوکولہ کے زمانہ میں مسلم ایک دور دراز ملک سے آکر یہاں آباد ہوگئے تھے۔

۱۰- ایچ ایچ ولسن "ہسٹری آف کشمیر" میں راجہ ڈسوکولہ کا دورِ حکومت ۲۱۸ سنہ قبل مسیح بتاتا ہے۔ لامحالہ اس وقت مسلمان تو تھے نہیں۔ الّا اس وقت عربی میں حضرت موسیٰؑ کے پیروؤں کو ہی مسلمان کہا جاتا تھا کیونکہ وہ شریعت موسوی کے ماننے والے تھے اور قرآن میں ہر صاحب شریعت پیغمبر کی امت کو دوسرے صاحب شریعت پیغمبر کے آنے تک مسلمان کہا گیا ہے۔ کیونکہ مسلمان کے معانی ہیں وہ شخص جو احکام خداوندی پر عمل کرے۔ پس اسی اسلامی عقیدہ و نکتہ نظر سے مورخ نے ان اسرائیلیوں کو مسلمان کہا۔ اس پیرا کا ترجمہ یہ ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس وقت جبکہ ابھی خاتم النبیین حضرت محمدﷺ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ یہ مسلمان پہلے پیغمبروں کی امت تھے۔ اہل کتاب تھے۔ قرآن کریم میں اہل کتاب یہودیوں یا عیسائیوں کو کہا گیا ہے۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔

مُلّا نادری نے بھی کشمیریوں کے بارہ میں چھ سو سال قبل مسیح اہل کتاب کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مُلّا محمد خلیل نے مُلّا نادری سے اس پیرے کو نقل کیا ہے (جو اوپر بیان کیا جا چکا ہے) ثابت ہوا کہ دونوں مؤرخ اہل کتاب سے مراد بنی اسرائیل لیتے تھے۔



Pure ancient Israelitish features and dress as depicted in a German Bible. Ladies walking in Habba-Kadal Bazar, Srinagar. (pp. 22 to 55)



Two thousand years old tomb of Jesus Prophet in Mohalla Khanyar, Anzmara, Srinagar, renowned as tomb of Yus Asaf, or Yesu Sahib. (p. 295)

۱۱۔ پنڈت نرائن کول (جو کشمیری پنڈت ہے) نے ۱۸۸۴ء میں اپنی تاریخ "گلدستہ کشمیر" میں کشمیری مسلمانوں اور پنڈتوں دونوں کو اسرائیلی نسل سے بتایا ہے۔ (گلدستہ کشمیر جلد اول صفحہ ۳)

۱۲۔ پنڈت رام چند کاک جو کشمیر کے پرائم منسٹر تھے اور محکمہ آثارِ قدیمہ کشمیر کے سپرنٹنڈنٹ رہ چکے تھے اپنی کتاب "کشمیر کی قدیم یادگاریں" (مطبوعہ ۱۹۳۳ء صفحہ ۲۵) میں لکھتے ہیں کہ بعض قدیم یادگاریں انہیں (کشمیریوں کو) بنی اسرائیل کی نسل ثابت کرتی ہیں۔ مثلاً ایک مندر پہاڑی پر ایک عمارت کے کھنڈرات کو آج تک تختِ سلیمان کے نام سے پکارتے ہیں۔

کشمیریوں کی شکل وشباہت سے ثبوت

۱۔ ڈکشنری آف جغرافی (۱۸۶۷ء) مصنفہ ڈاکٹر کائیتھ جانسٹن Dr. Keith Johnston (آرٹ کشمیر) میں مذکور ہے:۔
باشندگان کشمیر لمبے، مضبوط و توانا جسم کے ہوتے ہیں۔ اُن کے نقوش مردانہ، عورتیں سرو قد جوان۔ لمبی تیلی ناکیں اور نقوش یہودیوں سے ملتے جلتے۔

۲۔ جارج بل George Bell اپنی کتاب "کشمیر و ہندوستان سے خطوط" (۱۸۷۴ء صفحہ ۱۲۷) میں لکھتا ہے۔ "مذہباً خواہ ہندو ہوں خواہ مسلمان" کشمیر کے لوگ یہودیوں کی بہترین نقوش کی نسل ہیں۔ خوب صورت عورتیں اور توانا مرد ......

یہودیوں کے مکانات جس طرح گھٹے گھٹے تنگ و تاریک ہوتے ہیں
بود و باش میں بدھاپن اور گندگی جو امتیاز انہیں حاصل
ہے وہی گندگی اور بدھاپن ان مشہور کشمیری قوموں میں بھی پایا
جاتا ہے۔ ملیح بیضوی چہرے۔ لمبی بادامی آنکھیں گھنی پلکوں
سے چھپی ہوئی۔ بہترین قسم کی یہودی ناکیں۔ کلاسکی ادب کے
پتلے ہونٹ۔ موتیوں کے سے سفید دانت۔ گول بازو، نازک
اندام پتلی شیرازی انگلیاں اور پرکشش بناوٹ کے سرو قد اکثر
دیکھنے میں آتے ہیں۔

۳۔ جیمز میلن اپنی کتاب روڈ ٹو کشمیر (کشمیر کو راستہ) ۱۸۹
صفحہ ۱۳۵ پر لکھتا ہے :۔ تینوں قومیں افغان۔ آفریدی اور کشمیری
تیکھے نقشوں اور ملیح جسموں سے مزین ہیں۔ جن کے متعلق ہمیشہ
کہا گیا ہے کہ یہ مفتوحہ یہودی ہیں۔

۴۔ فریڈرک ڈریو Frederic Drew اپنی کتاب "ہندوستان
کی شمالی سرحد" (ناردان بیریئر آف انڈیا) ۱۸۷۷ء صفحہ ۴
پر لکھتا ہے۔ اُن کے ماتھے چوڑے اور سیدھے، آدمی کے
خوب صورت سر۔ بھویں مربع کی طرح نفیس بنی ہوئی ا
درمیانی عمر اور بوڑھے لوگوں کی ناکیں خوب صورت کمانی
نقش دیتی ہوئی۔ وہ بالوتی اور جھگڑالو اور بحث کرنے
پر تیار رہتے ہیں۔ دانشوری میں وہ اپنی ہمسایہ اقوام سے
برتر ہیں۔ ذہانت، فہم اور فراست میں انہوں نے اپنے حکمرانوں
کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ عادتاً وہ بالوتی، خوش مزاج اور

James Milne

زندہ دل مزاحیہ طبیعت کے مالک ہیں۔ کشمیری پنڈتوں کے بھی
ویسے ہی خوب صورت نقوش ہوتے ہیں جیسے مزارعہ طبقوں کے

۵۔ سر والٹر لارنس اپنی کتاب ویلی آف کشمیر (۱۸۹۵ء) ص ۳۱۸
میں لکھتا ہے کہ کماندار ناک کشمیریوں کی ایک خاص خصوصیت ہے
اور موجودہ کشمیری خصوصیت سے عبرانی لوگ ہیں۔

۶۔ سی، ای ٹنڈیل بسکو اپنی کتاب کشمیر دھوپ اور
چھاؤں میں (کشمیر ان سن لائٹ اینڈ شیڈ) ص ۱۵۳ پر لکھتا ہے
کشمیری بنی اسرائیل کے گمشدہ قبیلوں کی نسل ہیں۔ اکثریت
کی ناکیں عبرانی ہیں۔ پیسے سے اُن کی محبت اور اپنے ہمسائے
سے زیادہ مفاد اُٹھانا اُن کے رگ و پے میں ہے۔

۷۔ مشہور ہندوستانی مورخ وی۔ رنگ آچاریہ اپنی
تاریخ ہسٹری آف پری مسلمان انڈیا (۱۹۳۷ء جلد اول ص ۳۶۷)
صوبہ سرحد، کشمیر اور کشتواڑ کے باشندوں کے بارہ میں لکھتا ہے
کہ وہ قطعاً یہودی النسل ہیں۔

۸۔ ڈاکٹر ایس منوشی S.Manouchi جو شاہنشاہ
اورنگ زیب کے ہمراہ کشمیر آیا تھا اپنی یادگار Memoirs
میں لکھتا ہے۔ یہاں ایک پرانا واقعہ دہرایا جاتا ہے کہ وہ
یہودی جنہیں شالمنسر قیدی بنا کر لے گیا تھا کشمیر میں مابعد
آکر آباد ہو گئے اور یہ کہ اس ملک (کشمیر) کے لوگ ان ہی
یہودیوں کی اولاد ہیں۔ اگرچہ ہمیں کشمیر میں مذہب یہود کے کوئی
نشان نہیں ملتے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ چونکہ یہاں کے تمام

لوگ یا تو صرف گنتو (ہندو بت پرست) یا مسلمان ہیں اس کے
ان میں ایک ایسی نسل کے بے شمار نشانات ملتے ہیں جو اسرائیل
کی اولاد ہیں۔ موجودہ باشندگان کے نقش اور چہرے کی
بناوٹ، وہ سب کچھ موجود ہے جو یہودیوں کی خصوصیات
ہیں اور جو انہیں دیگر تمام اقوام سے مختلف کرتی ہیں۔
(دیکھئے ہسٹری آف کرسچینٹی ان انڈیا از جیمز ہوگ جلد دوم صفحہ ۲۸۷، ۲۸۸)

۹- جارج فوسٹر اپنی کتاب "بنگال سے انگلینڈ تک سفر کے
خطوط" جلد دوم صفحہ ۲ پر ۱۸۷۳ء میں لکھتا ہے۔ کشمیریوں کو پہلے
ہی اُن کو اُن کے ملک میں دیکھ کر اُن کے لباس کی وجہ سے اُن
کے چہرے کی شباہت سے جو لمبوتری اور سنجیدہ تھی اور اُن کے
قلچوں (روٹیوں) کی مختلف صورتیں دیکھ کر مجھے یہ تصور پیدا
ہو گیا کہ میں یہودیوں کی قوم میں داخل ہو گیا ہوں۔

ایچ ہنری ویلیف لکھتا ہے "جو بھی ذہین سیاح اس وادی
میں گئے وہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے کہ بناوٹ
اور شباہت کے لحاظ سے کشمیری تمام ملحقہ نسلوں سے الگ تھلگ
ہیں اور ان سب نے انہیں بالاتفاق یہودی گردانا ہے۔
(ہمالیائی صوبوں میں اسفار صفحہ ۱۲۹)

۱۰- جی۔ ٹی۔ وین VIGNE ۱۸۴۲ء میں اپنی
کتاب "کشمیر، لداخ اور اسکردو میں اسفار" صفحہ ۳۹۵ پر کہتا ہے
میں صرف شکل و شباہت دیکھ کر ہی بآسانی اندازہ لگا سکتا ہوں
کہ اکثر کشمیری ابتداءً کسی یہودی قوم کی اولاد ہیں" یہ مصنف

یہ بھی بیان کرتا ہے کہ اس زمانہ میں اس نے تختِ سلیمان کے
قریب کئی یہودی قبریں اور مقبرے بھی دیکھے تھے۔

۱۱۔ جی۔ بی آئرلینڈ کہتا ہے "کشمیری لوگ بالعموم درمیانہ قد
اور ہمارے ایسے دیہاتیوں کے جسموں سے ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ
ہمارے (انگریز) لوگوں کی طرح مضبوط نہیں ہوتے۔ جن کی شباہت
یہودی ہوتی ہے۔ لیکن ان کے چہروں پر "موسوی پن" زیادہ نمایاں
ہوتا ہے۔ عورتوں میں یہودی، یونانی اور ہندی چہروں کا امتزاج
ہے۔ (دال سٹریٹ سے کشمیر تک صفحہ ۲۹۳ و صفحہ ۲۹۵)

۱۲۔ لیفٹننٹ کرنل ایچ۔ جی۔ ٹورنز H.G. TORRENS
۱۸۶۲ء میں اپنی کتاب "لداخ، تاتاری اور کشمیر میں اسفار" صفحہ ۲۲۳ پر
لکھتا ہے:- روایات کی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ کشمیری یہودیوں کی
اولاد ہیں۔ اس مفروضہ کو ان کی نسل کی شکل و شباہت، ان کے
لباس، ان کے چہروں کی وضع اور ان کی داڑھیوں کی بناوٹ
سے تقویت ملتی ہے۔

۱۳۔ کتاب "کشمیر اور کاشغر" مطبوعہ ۱۸۸۵ء صفحہ ۶۶ پر میجر ایچ
ڈبلیو۔ بیلو H.W. Bellew کشمیری مردوں، عورتوں کے
لباسوں اور ان کے بچوں کے نقوش پر تبصرہ کرتے ہوئے اس
نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ وہ یہودیوں کی نسل ہیں۔

۱۴۔ سکاٹ ڈے لیمبرٹ اپنی کتاب "ٹرپ ٹو کشمیر اینڈ لداخ"
مطبوعہ ۱۸۷۷ء میں صفحہ ۲۴ پر کہتا ہے۔ جسمانی طور پر مرد لمبے، توانا
بنے ہوئے اور بالعموم خوش شکل ہوتے ہیں۔ ان میں بیشتر خوبصورت

سرخ کے بالوں اور آسمانی آنکھوں والے ہوتے ہیں۔ اگرچہ اکثریت نہایت سانولی رنگت والے ہوتے ہیں اور نہایت یقینی طور پر اُن کے نقوش یہودی ہوتے ہیں............ عورتیں اسی قسم کا فرن پہنتی ہیں جو مردوں سے لمبا ہوتا ہے اور اپنے سروں پر ایک چوڑی کپڑے کی ٹوپی رکھتی ہیں۔ (یعنی تصاویر یہودی عورتوں کی طرح)

۱۵- ای۔ الیف نائٹ E. F. KNIGHT کشمیریوں کی بابت کہتا ہے "یہ...... خوب صورت اور داڑھیوں والے، سفید کپڑوں میں ملبوس جن میں سے بعض کے...... چہروں کے نقوش بالکل یہودی ہیں اُن لوگوں کے بدلے تصور ہو سکتے ہیں جنہیں ہم آئیرش یہودی کہتے ہیں (جہاں تین سلطنتیں ملتی ہیں Where Three Empires Meet ص ۱۸۹۳ء)

۱۶- سر فرانسس ینگ ہسبنڈ Sir Francis Younghusband کہتا ہے "سیاح .... کو اکثر نہایت خوب صورت عورتیں نظر آئیں گی۔ جن کے عمدہ بے نہ ہوئے صاف نقوش۔ لمبی سیاہ آنکھیں۔ جھکی پلکیں اور عام یہودی شکل وشباہت ہوتی ہے۔ یہاں آپ کو قدیم نفیس یہودی چہرے ملیں گے جنہیں ہم پرانے اسرائیلی بہادروں کا تصور کرتے ہیں۔ بعض فی الحقیقت کہتے ہیں...... کہ یہ کشمیری اسرائیلیوں کے کھوئے ہوئے قبیلے ہیں اور جیسا کہ میں نے کہا ہے یقینا آپ کو کشمیر میں ہر جگہ اور خصوصاً پہاڑی دیہاتوں میں بائبلی چہرے ملیں گے۔ یہاں اسرائیلی گڈریا اپنی بھیڑوں اور ریوڑوں کو چراتا ہوا ہر روز نظر آئے گا (کشمیر ص ۱۰۷ و ص ۱۱۲)

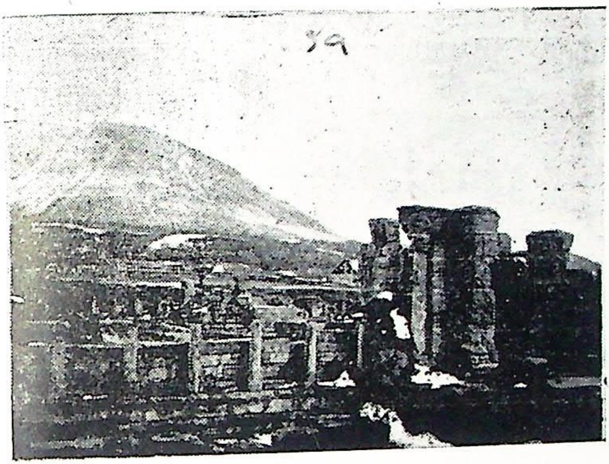
یہ صاحب کشمیر میں سالہا سال تک شہنشاہِ برطانیہ کے سرکاری نمائندے یعنی ریزیڈنٹ رہے ہیں۔

۱۷۔ ایشیا میگزین۔ نیویارک کے شمارہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء میں جان نوئل نے ایک مضمون بعنوان "کشمیر کی بلند آسمانی برفانی چوٹیاں" لکھا تھا۔ اُس میں وہ کہتا ہے:۔ یہ خوب صورت چوڑے چکلے کندھوں والے کشمیری کسان نہایت ہی مضبوط ہوتے ہیں اور ان کی عادات نہایت ڈرپوک اور حلیم ہوتی ہیں۔ ایک چیز اُن کے بارہ میں فوراً اثر انداز ہوتی ہے۔ وہ اُن خالص ترین یہودیوں سے بھی زیادہ نفیس مکمل یہودی ہیں جنہیں آپ نے کبھی زندگی میں دیکھا ہو اس لئے نہیں کہ وہ چوغے کی طرح لٹکتا ہوا لباس پہنتے ہیں جو آپ کے بائیبل کے کرداروں کے تصور کو تسکین دیتا ہے بلکہ اس لئے کہ اُن کے چہرے یہودی بناوٹ اور نقوش کے ہیں۔ عجیب اتفاق تو یہ ہے .... یا کیا یہ اتفاق ہو سکتا ہے؟ کہ کشمیر میں محکم روایت پائی جاتی ہے کہ اُن کا تعلق (نسلی) یہودیوں سے ہے۔

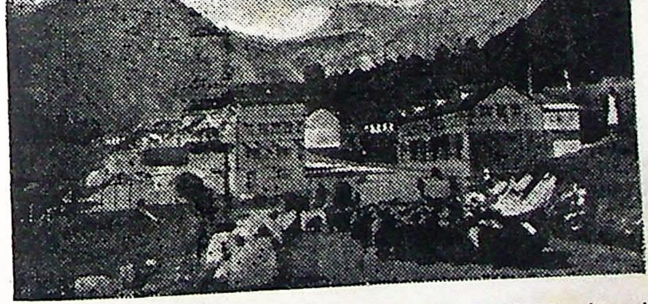
بابِ چہارم

کشمیریوں کے بنی اسرائیل ہونے میں راقم کے تاثرات

فارغ التحصیل ہونے کے بعد راقم جب کشمیر سول سروس کا م
اور صوبہ جموں و صوبہ کشمیر کے مختلف علاقہ جات کا جائزہ دورا
تو یہ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی کہ پیر پنجال کی دوسری طرف ایک
بالکل الگ تھلگ قوم آباد ہے۔ جو رہنے سہنے، عادات و اطوار، ا
و باتوں، تعمیر مکانات، لباس، اٹھنے، بیٹھنے، کھانے، پینے، رسوم
و رواج اور شکل و صورت میں اپنی جنوب مشرقی ہمسایہ اقوام
قطعاً مختلف ہے۔ جسکا تمدن، معاشرت اور زبان ایک عظیم الشان
قدیم قوم ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ پیر پنجال کے جنوب میں ج
قوم رہتی ہے وہ معاشرت، زبان اور ادب و فن تعمیر کے اعتبار سے
ایک ادنےٰ اور پست قوم معلوم ہوتی ہے۔ ماسوائے جموں شہر
اور ایک دو قصبوں کے (جہاں اب نئی روشنی کا اثر پڑ رہا ہے) صوبہ
جموں کے اندرون ضلعوں، تحصیلوں اور دیہاتوں میں اچھے ا
معززین اور باحشمت لوگوں کے مکان محض یک منزلہ مٹی دھڑ



Most original Egyptian and Babylonian style of architectrue in Martand, Kashmir (p. 210). Temple of pure Israelitish design (p. 221). Tempies of this design have nowhere been excavated in India)



Pahalgam (meaning the 'Shepherd's village, Kashmir, wher the Israelitish shepherd is still seen tending his flock. (p 4

بے ڈھنگم کوٹھے سے ہیں۔ یعنی ایک ہی لمبا چوڑا کمرہ سا ہوتا ہے۔ جو زیادہ تر مٹی کا بنا ہوا ہوتا ہے۔ جن کے ستون اور چھت کسی کارنگر نے تراشے نہیں ہوتے ہیں۔ اس ایک کمرے کے اندر ایک طرف باورچی خانہ ہوتا ہے۔ دوسری طرف گائے بھینس باندھی جاتی۔ جن کے گوبر پیشاب کی بدبو سے کمرہ متعفن ہوتا ہے۔ تیسری طرف اناج اور سامان رکھا ہوتا ہے۔ چوتھی طرف مکان کے لوگ چھوٹے بڑے، عورتیں، مرد سب یکجا سوتے ہیں۔ اس کمرے کے اندر ہی ایک طرف کچھ پتھر، لکڑی یا لوہے کے ٹکڑے پڑے ہیں جو کنبہ کے دیوتا ہوتے ہیں اور کنبے کے لوگ اُن کی پوجا کرتے ہیں۔ ان پتھروں یا لکڑیوں کی کوئی شکل و صورت کسی بت وغیرہ کی بنی نہیں ہوتی بسا اوقات یہ نا تراشیدہ ہوتے ہیں۔ ان کے کوئی نام بھی نہیں ہوتے یہ لوگ انہیں ٹھکر کہتے ہیں۔ سا تھری اندر کتے اور بلے سے اور سوتے ہیں اُن ہی برتنوں میں منہ ڈالتے اور کھاتے ہیں جن میں گھر کے افراد کھاتے پیتے ہیں۔ یہ لوگ گھر کی آرائش اور فرش و فروش سے ناواقف ہوتے ہیں۔ ہر گاؤں کی دیوی دیوتا کا اپنا مندر ہے۔ ان دیوی دیوتاؤں کے نہ کوئی نام ہیں۔ نہ کوئی تاریخ ہے نہ ان کی تعلیمات کا پتہ ہے۔ شادی بیاہ کی کوئی خاص رسومات نہیں۔ جگہ جگہ کا رواج اپنا ہے۔ مرد عورتوں کو چھوڑ بھی دیتے ہیں۔ ایک دوسرے سے بیویاں تبادلہ بھی کرتے ہیں۔ اور رقم نقدی کے معاوضہ میں عورتیں دیتے، لیتے ہیں۔ بھدرواہ کشتواڑ کے علاقہ پاڈر، دچھن، ریاسی، بسوہلی، چنینی ادھم پور

کے بعض علاقوں میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی حاکم دورہ پر جاتا تو اسے راجہ کا نمائندہ سمجھ کر گاؤں کی کوئی بھی خوب صورت لڑکی یا عورت ہر قسم کے فرائض کی انجام دہی کے لیے بدوران دورہ پیش کی جاتی تھی۔ نیوگ کی رسم عام ہے۔ یعنی عورت اولاد حاصل کرنے کی خاطر جس مرد سے چاہے مباشرت کر سکتی ہے خاوند مر جائے تو عورت کو کھلی چھٹی ہے۔ جب اور جس مرد کیساتھ چاہے اٹھے بیٹھے۔ کوئی ممانعت نہیں اور خاوند کے مرنے کے بعد بھی جو اولاد سالہا سال تک پیدا ہوتی رہتی ہیں وہ متوفی خاوند کی ہی وارثان جائز سمجھی جاتی ہیں۔ اور تھم بتر یا تھم بتری کہلاتی ہیں۔ کشتواڑ کے شمالی مشرقی، لداخ، تبت، کانگڑہ اور کوہ ہمالیہ کے دیگر پہاڑی علاقوں میں الفاظ روا جوں کے علاوہ یہ رواج بھی پایا جاتا ہے کہ کسی گھر میں کوئی شخص آ کر رہے اور کام کاج کرے تو وہ صاحب خانہ کی بیوی پر حقوق شوہریت بھی رکھ سکتا ہے۔ نیز ایک عورت جملہ بھائیوں کی مشترکہ بیوی بھی ہو سکتی ہے یا ایک عورت کئی مردوں کو حقوق زوجیت ادا کرتی ہے۔ اکثر یہ لوگ بدھ کہلاتے ہیں۔ اُن کے نام ہندوانہ ہوتے ہیں۔ اور ہندو بھی اُن کو اپناتے ہیں۔ فی الحقیقت نہ یہ لوگ بدھ ہیں نہ ہندو۔ اُن کو دونوں مذاہب کی تعلیمات کا پتہ نہیں۔ اپنے اپنے دیوی دیوتا بنائے ہیں جن کو خدا مانتے ہیں اور اپنی اپنی من گھڑت رسومات پر چلتے ہیں۔ شکل و شباہت میں یہ لوگ حسن و جمال کے مالک نہیں ہیں اور نہ کوئی قومی، علمی یا ادبی سرمایہ رکھتے ہیں۔

کشمیریوں کے رہن سہن کے طریقے

ان کے مقابلے میں پیر پنجال کے شمالی علاقوں میں داخل ہوتے ہی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ جموں و پنجاب کے تنگ و تاریک یک منزلہ مٹی کے ساتھ ملحقہ کوٹھوں کی بجائے سرسبز جنت کے موافق آپ کو کشمیر میں دیہات ملیں گے۔ ہر دیہہ کے ساتھ سیر تفریح اور مویشیوں کے چرنے کے لئے علیحدہ وسیع پلاٹ ہوتے ہیں جن میں بید، سفیدے اور چنار کے ہزاروں درخت گاؤں والوں کی مشترکہ ملکیت ہوتے ہیں۔ گاؤں کی تعمیر اس طریقہ پر کی جاتی ہے کہ گاؤں کے ہر محلہ بلکہ گلی کوچے اور مکانوں میں سے صاف شفاف دودھ کی مانند نہریں اور ندیاں گذرتی ہیں۔ کم و بیش ہر مکان کے ساتھ ایک خوب صورت چمن ملیگا جسے یہ لوگ آبی واڑی کہتے ہیں اور جس میں کنبہ کی ضرورت کے لئے سبزیاں اور پھول پیدا کئے جاتے ہیں۔ غریب سے غریب کشمیری دیہاتی کا مکان بھی دو تین منزل ہوگا۔ جہاں جموں، کانگڑہ اور پنجاب کے دیہاتیوں کو مکان کی چھت پر چڑھنے کے لئے سیڑھی تک بنانی نہیں آتی۔ وہاں کشمیری دیہاتی کا مکان ایک عمدہ ڈیزائن کا ہوتا ہے۔ ہر مکان کے ساتھ ایک اچھا خاصا کھلا صحن ہوتا ہے۔ جس میں ایک چھوٹا سا لکڑی کا بنا ہوا کمرہ سا چار پایوں پر کھڑا ہوتا ہے۔ اسے کھٹا کہتے ہیں۔ اس میں اناج رکھا جاتا ہے۔ مکان میں داخل ہونے کا دروازہ بالعموم درمیان میں ہوتا ہے۔ دروازے کے اندر داخل ہو کر ایک

گلی سی آتی ہے جس کے دونوں طرف دو دو چار چار کمرے بنے
ہوتے ہیں۔ ان نچلے کمروں میں مویشیان باندھے جاتے اور
گھاس پھوس چارہ لکڑی وغیرہ الگ الگ رکھا جاتا ہے۔ مکان کی
دوسری منزل میں اسی طرح چار پانچ الگ الگ کمرے ہوتے ہیں۔ کشمیریوں
کا باورچی خانہ ہمیشہ ایک بڑے چوڑے سالم کمرے میں ہوتا ہے
چولہے کی پشت پر دیوار میں تانبے یا مٹی کی مٹکی یا مٹکا لگا ہوتا ہے
جس میں برتن صاف کرنے، ہاتھ منہ دھونے اور نہانے کے لئے
پانی خود بخود گرم ہوتا رہتا ہے۔ مردوں کا دیوان خانہ الگ ہوتا ہے
سونے کا کمرہ الگ۔ عورتوں کے اٹھنے بیٹھنے کا الگ۔ نہانے کے لئے
گاؤں کی نہروں یا کوہلوں پر عورتوں اور مردوں کے الگ الگ غسلخانے
ہوتے ہیں۔ اس خیال سے کہ برفانی سردیوں میں ہر امیر و غریب کو
نہانے کا سامان میسر آسکے دیہاتوں کی مساجد میں پختہ عمدہ حمام اور
غسلخانے ہوتے ہیں۔ ہر متمول گھر میں کئی فالتو لحاف، توشکیں، چاندنیں
کمبل، لوئیاں مہمانوں کے لئے ہوتی ہیں جو دوسروں کو عاریتاً دی جاتی ہیں
دیہاتوں میں عالی وقار خواجگان وغیرہ کے مکانوں کو دیکھ کر آپ
دنگ رہ جائیں گے۔ بالعموم بڑے رہائشی مکان کے ملحق ایک دو
یا سہ منزلہ علیحدہ مہمان خانہ ہوتا ہے۔ جس میں بڑے بڑے ہزاروں
روپے کی قیمت کے نفیس قالین، گاؤتکیے جھاڑ اور فانوس لگے
ہوتے ہیں۔ مہمان خانے کی اوپر کی منزل میں ایک عالیشان ہال کمرا
ہوتا ہے۔ جس میں صاحب خانہ اپنے مہمانوں کے علاوہ اور بھی دس
بیس معزز آدمیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اس مہمان خانے میں غسلخانے

اور حمام علیحدہ بنے ہوتے ہیں۔ رہائشی مکان میں بھی گرمائش کا یہ سامان ہوتا ہے۔ کشمیر میں حمام کا وہ تصور نہیں جو پنجاب یا یوپی وغیرہ میں ہے۔ یہاں حمام ایک سالم مختصر کمرہ ہوتا ہے جس کا فرش خاص قسم کی پتھر کی سلوں سے بنا ہوتا ہے۔ اس فرش کے نیچے ایک تہہ خانہ ہوتا ہے جس میں باہر چھوالے کی جانب ایک کھڑکی ہوتی ہے۔ اس کھڑکی میں سے تہہ خانے میں حسب ضرورت ایندھن ڈال دیا جاتا ہے۔ آگ کو سلگا کر کھڑکی کو بند کر دیتے ہیں۔ دھواں ایک مخصوص روزن سے نکلتا ہے اور آگ کے دہکنے سے کمرے کا فرش گرم ہونا شروع ہوتا ہے۔ ان پتھر کی سلوں میں یہ تاثیر ہے کہ فوراً گرم ہوتی ہیں۔ یہ سلیں قصبہ بانڈی پورہ کے پہاڑ سے نکلتی ہیں۔ فرش کے گرم ہونے کے ساتھ کمرہ گرم ہو جاتا ہے اور ہوائی سردیوں میں لوگ لطف اور آرام سے اس گرم کمرے میں بیٹھ، اُٹھ، سو اور کھا پی سکتے ہیں۔ اسے حمام کمرہ کہا جاتا ہے۔ مہمان خانے کے صحن میں آپ کو میووں کے چند درخت اور ٹھنڈے پانی کی جو نالی ملے گی۔ شہروں میں جگہ کی قلت کی وجہ سے جہاں مہمان خانے الگ نہیں بنائے جاتے مہمانوں کے اُتارنے، ٹھہرانے اور کھانا کھانے کے لئے ایک اور طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ یہ کہ ہر کھاتے پیتے بلکہ اوسط درجہ کے مکانوں کی تیسری منزل میں ایک وسیع و عریض ہال کمرہ بنایا جاتا ہے جو حسب استطاعت گبوں، قالینوں اور نمدوں اور جھاڑ فانوسوں سے مزین ہوتا ہے۔ دیواریں اور چھتیں منقوش اور مزین ہوتی ہیں۔ یہ ہال کمرے اتنے بڑے بڑے ہوتے ہیں کہ دو تین سو سے

لے کر ایک ہزار آدمی تک بافراغت اُن میں بیٹھ سکتے اور کھانا کھا سکتے ہیں۔ کشمیر میں شاید ہی کوئی بدقسمت ہوگا جس کا اپنا مکان نہ ہو۔ ادنیٰ موچی، بھنگی، مالی، چپڑاسی، چمار، نائی، دھوبی مزدور تک کے پاس کم از کم چار چھ کمروں کا اپنا مکان ہوگا یہاں مقامی باشندہ کرایہ پر رہنا سخت توہین اور ذلت سمجھتا ہے بلکہ جب تک کسی شخص کا اپنا مکان نہ ہو اُس کو خانہ بدوش سمجھ کر شادی میں لڑکی نہیں دی جاتی۔

مہمان داری کا طریقہ اس قدر نفاست سے بھرپور اور عمدہ ہوتا ہے کہ اُس کی مثال ملحقہ ملکوں اور قوموں میں نہیں ملیگی اور اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ کشمیری کوئی سابقہ زمانے کی نہایت متمدن قوم ہے۔ عموماً گھروں میں پھولدار گبے، نمدے، قالینیں ہوتی ہیں۔ بڑے بڑے دیوان خانوں میں جھاڑ فانوس لٹکتے اور گاؤ تکیے رکھے جاتے ہیں

کشمیریوں کے کھانے

کھانا فرشی چنا جاتا ہے۔ عالیشان شاہی قسم کے آفتابے اور چلمچیوں میں مہمانوں کے ہاتھ دھلائے جاتے ہیں۔ مہمان قطاریں باندھ کر فرش پر بیٹھتے ہیں۔ چلمچی ہر ایک کے سامنے باری باری پیش کی جاتی ہے اور صراحی دار تانبے کے منقش لمبے لمبے آفتابوں سے ہاتھ دھلائے جاتے ہیں۔ مابعد قیمتی سماواروں میں قہوہ لایا جاتا ہے تاکہ کھانا کھانے سے پہلے قہوے کے چند گھونٹ پی کر حلق صاف

ہو جاتی ہے۔ پھر بڑے بڑے تھالوں میں جن پر تانبے کے سرپوش ڈھکے ہوتے ہیں ہر چار چار مہمانوں کے آگے چاول رکھے جاتے ہیں کمرہ لذیذ کھانوں کی خوشبوؤں سے مہک اٹھتا ہے۔ چاولوں کے تھال پر دو چار کباب، ایک دو گھی میں تلے ہوئے سینے کے ٹکڑے (جنہیں طبق ماس کہتے ہیں) سینہ کا موٹا تلا ہوا ٹکڑا۔ مرغ کے بھنے ہوئے قتلے یا بکرے کی ٹانگ کا اندرونی مچھلی کا حصہ۔ میٹھی قیمہ یا ایسی ہی سات چیزیں پڑی ہوتی ہیں۔ اتنی دیر میں وازہ یعنی خانساماں گرم گرم دیگچہ اٹھا کر لاتا ہے اور ہر تھال پر دس بیس رشتے (گوشت کو روئی کی طرح کوٹ کر مصالحوں اور دودھ سے کوفتے بنائے جاتے ہیں) مع شوربہ کے ڈالتا جاتا ہے۔ پھر دوسرے سالن کا دور چلتا ہے اور وازہ زعفران کا بنا ہوا گوشت کا قورمہ گرم گرم تھالوں پر ڈالتا ہے۔ پھر تیسرا دور شروع ہوتا ہے اور وازہ دودھ میں پکا ہوا گرم گرم گوشت تھالوں پر ڈالتا ہے۔ اسی طرح ایک سے ایک بڑھکر نئے سے نئے لذیذ سالنوں اور کھانوں کے آٹھ، دس، پندرہ، بیس، پچیس دور ہوتے ہیں۔ آخر میں گوشتابہ آتا ہے (گوشت کو کوٹ کوٹ کر مکھن کی طرح بنا لیتے ہیں۔ پھر اسمیں مصالحے، زعفران وغیرہ ڈال کر گھی دودھ اور دہی پر آہستہ پکاتے ہیں۔ یہ آدھ پاؤ سے ایک پاؤ تک گولا سا ہوتا ہے) گوشتابہ آنے پر کھانا ختم سمجھا جاتا ہے۔ تھال اٹھائے جاتے ہیں۔ خدا کا شکر بجا لایا جاتا ہے جس نے کھانے کو یہ نعمتیں دیں پھر چلمچیوں اور آفتابوں کے ساتھ ہاتھ دھلائے جاتے ہیں

یہ طریقہ شہروں، گاؤں اور قصبوں میں ایک ہی طرح پر یکساں پایا جاتا ہے۔ یہ طور طریقے اور عادات و اطوار کوئی اتفاقی امر نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ ساری قوم ایک عمدہ رنگ میں رنگی ہوئی اور کسی اعلیٰ تمدن کی مالک نہ ہو۔

کشمیر کے دیہات

وادی کشمیر کے دور دراز پہاڑوں اور دیہاتوں میں آپ کو کہیں کہیں جگہ بڑے بڑے عظیم الشان مکانات، دیوان خانے جن کے اندر قالینیں بچھی ہوئی گاؤ تکیے لگے ہوئے اور جھاڑ فانوس سے مزین ملیں گے جن کے ساتھ میوہ جات اور پھولوں کے پائیں باغ ہوں گے۔ مکانوں کے اندر نہریں چل رہی ہونگی۔ بسا اوقات دیہاتوں کے کھیتوں، آبجوؤں اور نہروں کے کناروں۔ سبزہ زاروں کی چراگاہوں کے ڈھلوانوں اور میدانوں میں رہنے والے کوہ بانان اور دہقانی کے ایسے لباسوں میں ملبوس چلتے پھرتے سرخ و سفید گویا برف یا سنگِ مرمر کے بنے ہوئے صنم نظر آئیں گے۔ بڑی بڑی سیاہ بادامی آنکھیں گھنیری پلکیں میخانوں کے طوفان لیے ہوئے۔ ابرو کمانوں کی طرح تنے ہوئے۔ پتلے گلابی ہونٹ، غنچہ دہن، کتابی چہرے صراحی دار گردنیں ایسی کہ پانی پئیں تو حلق میں سے گذرتا نظر آئے۔ مینڈھیاں یا پیچدار کاکلیں اور گھٹاؤں کی مانند سیاہ زلفیں۔ سرو قامت۔ چال میں قیامت۔ پتلی کمریں، شراب کے مٹکوں کی طرح بھاری کولہے۔ لمبی ٹانگیں۔ چھوٹے پاؤں۔ ابھرے سینوں

پر ملوہ جام احمریں ۔ موتیوں کی مانند سفید دانت ۔ یوں معلوم ہے کہ حضرت یعقوبؑ کی خوب صورت ترین اولاد اسرائیل کا مسکن ہے ۔ خصوصاً پنڈت عورت اور پنڈت مرد شکل و شباہت اور لباس کے اعتبار سے یہودیوں کے راہبوں اور پیروں کے گروہ معلوم ہوتے ہیں ۔ بعض دفعہ تو شکلیں ایسی حسین ہوتی ہیں کہ دیکھنے والا دل محسوس کرنے لگتا ہے یاالٰہی یہ طرحدار تو نے کس سانچے میں ڈھال دیئے ہیں کہ شیشے میں تصویریں اترتی ہیں ۔ یا برف اور گلاب کی پتیوں کی رنگت سے یہ بت پوجا کے لئے بنائے گئے ہیں ۔

کشمیری ادب و عادات

زبان شیریں، لطافت اور کشش ایسی کہ کسی دیگر ہمسایہ قوم یا ملک سے ہرگز نہیں ملتی جلتی ۔ الفاظ محاورات ، فقروں کی بناوٹ اور گرامر کے ایسے پیچیدہ اصول ہیں کہ ادیب حیرت میں کھو جاتا ہے ۔ کشمیری ادب کی نظمیں استعارہ بھری ، حقیقت سے مملو ، اور ادبی لحاظ و تخیل کے اعتبار سے بلند پایہ ہیں کہ شاید ہندوستان کی کسی اور زبان کی ایسی نہ ہوں گی ۔ کشمیری ادب میں مغ بچوں کا تصور نہیں ہے یہاں عورت ہی محبوبہ ہے اور استعارات و تشبیہات میں آپ کو پہاڑ جھیلیں ، دریا ، آبشاریں ، چشمے ، جوئبار غرض وہ سب کچھ ملے گا جو انگریزی ادب میں ورڈز ورتھ ، کولرج ، کیٹس ، شیلے ، ٹینی سن براؤننگ ۔ فرانسیسی میں وکٹر ہیوگو ۔ جرمنی میں شلر ۔ لاسنے سے یہاں ہے ۔ صرف سمندر کا تصور نہیں ہوگا اور اسکی بجائے جھیل ڈل ، ڈل

کوکرناگ ، مانسبل وغیرہ کی لہریں اٹھکیلیاں کرتی ضرور ملیں گی۔
قدیم کشمیری شاعروں کی غزلیں اور نظمیں حضرت داؤدؑ کے مزمور،
نغمات ، گیت اور حضرت سلیمانؑ کی غزل الغزلات سے بالکل ملتی
جلتی ہیں۔ جس سے ظاہر ہے کہ اسرائیلی تخیلات اور تصورات کو یہ قوم
آج تک نہیں بھولی۔ کشمیری قوم اس قدر زندہ دل ہے کہ گھر گھر
آپ کو شستہ ہنسی مذاق کے زعفران زار ہر وقت کھلتے ہوئے معلوم
ہوں گے۔ کشمیری اپنے برابر کسی کو ذہین نہیں سمجھتے ۔ اپنے آپ کو
ثابت کرنا یا دکھانا۔ بڑھا چڑھا کر باتوں کو بیان کرنا وقار اور
غرور سے باتیں کرنا گویا کہ وہ بادشاہوں کی اولاد ہیں۔ یہ اس قوم
کی خصوصیات ہیں۔ صدیوں سے غلامی میں رہنے کی وجہ سے جھوٹ
اور دغا عام ہے سچ کو بہت کم استعمال کرتے ہیں۔ چونکہ پرانے
زمانے میں غلاموں اور قیدیوں کو صاف شفاف نہیں رہنے دیا جاتا
اور رکھا جاتا تھا انہیں میلی کچیلی حالت میں رکھتے تھے تاکہ غلام بغاوت کا خیال
نہ کر بیٹھیں اسی لئے کشمیریوں میں پانی کی افراط کے باوجود گندے
کپڑے رکھنے اور میلے کچیلے رہنے کی عادات عام ہیں۔ بایں ہمہ ان
کی عورتیں اپنے آپ کو شہزادیاں سمجھتی ہیں۔ بار حسن سے ان کا ناز
و غرور اور بھی بڑھا ہوا ہے۔ کشمیری مرد و زن بہار کے ایام میں شاہی
خاندان کے افراد کی طرح ڈونگوں اور کشتیوں میں سیر و تفریح
و تماشے کے لئے نکلتے ہیں۔ گانے بجانے کا طریقہ عام ہے۔ گاؤں
گاؤں میں موسیقار موجود ہیں۔ ان تفریحات اور کشمیر کے حسن و جمال
کو دیکھنا ہو تو سیاح اپریل ، مئی کے مہینوں میں سرینگر کے نشاط

شالامار وغیرہ باغوں میں اکثر ملتی ہیں۔ ہاں تو ہاں پر جائیں کشمیر کے دیہاتوں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ جہاں دور سے آپ کو سرسبز درختوں کا جھنڈ نظر آئے۔ یا کسی عالیشان سرسبز باغ کا دھوکہ ہو۔ سمجھ لیں کہ وہ دراصل ایک گاؤں ہے۔ جونہی آپ نزدیک پہنچیں گے جابجا درختوں کے سائے میں گھرے ہوئے آپ کو دو منزلہ سہ منزلہ خاص طرز تعمیر کے مکانات ملیں گے۔ جہاں بالعموم یخ پانی کے شفاف و بلوریں چشمے محلہ محلہ میں مکانات کے ساتھ گذرتی نہریں، چمن اور آبی واڑیاں آپ کو نظر آئیں گی۔ بعض بعض دیہاتی خطے تو اسقدر حسین و جمیل اور فریب نظر ہوتے ہیں کہ رگ شعریت پھڑک اٹھتی ہے۔

باب پنجم

اہل کشمیر کے اخلاق رسم و رواج وغیرہ

۱۔ مذہبی عقائد و طریقے

توحید

الف۔ کشمیری خواہ مسلمان ہوں، خواہ ہندو پنڈت بالاتفاق خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے ہیں۔ میں نے کوئی ایسا پنڈت یا ہندو نہیں دیکھا جو یہ کہتا ہو کہ خدا ایک نہیں بلکہ دو چار۔ تین یا بیشمار یا تینتیس کروڑ وغیرہ ہیں۔ جیسا کہ ہندوستان کے مختلف مقامات میں مختلف طبقوں کے ہندوؤں کا خیال ہے۔ مثلاً متھرا، کاشی، بنارس، ہردوار وغیرہ میں جگہ بجگہ مختلف عقائد کے برہمن ہیں جو سورج یا پانی کی پرستش کرتے ہیں وہ بھی برہمن ہیں جو تینتیس کروڑ دیوتاؤں کے بتوں کو پوجتے ہیں۔ مگر کشمیر کے برہمن یا پنڈت بغیر کسی استثناء کے خدا کے واحد ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ موجودہ اسرائیلی دنیا کی قدیم قوموں میں سے واحد زندہ قوم ہیں جو خدا وحدہٗ لاشریک کی وحدت کے قائل ہیں۔

توہم تقدس

ب۔ کشمیر میں خواہ مسلمان اولیاء اللہ کے مقبرے اور زیارتیں ہوں خواہ پنڈتوں کے تیرتھ

یا اصطبل سب کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ڈیوڑھی یا اندرونی دروازے کے سر پر ایک زنجیر لٹکتی ہے۔ جس کے بیچ میں ایک گول چھوٹا سا توا ہوتا ہے۔ جس پر خدا تعالیٰ کا نام عربی یا کشمیری حروف قدیمہ میں کندہ ہوتا ہے۔ زائرین اندر داخل ہوتے وقت تبرکاً اس توے یا زنجیر کو چھوتے ہیں۔ ہندوستان بھر میں آپ کو مسلمان اولیاء اللہ کے مقابر، ہندوؤں کے تیرتھوں میں یہ چیز ملے گی۔ دراصل اسرائیلیوں میں توریت کے حکم کے مطابق اپنے گھروں یا معبدوں کے دروازوں پر خدا تعالیٰ کا نام لکھنا ضروری تھا۔ دنیا میں جہاں بھی اسرائیلی زیادہ ہیں آپ کو دروازے پر زنجیر اور توا (پلیٹ) ملے گا۔ کشمیر کے لوگوں نے آج تک اس رسم کو نہیں چھوڑا۔

طریق عبادت

ح :- کشمیر کے پنڈت باقی ماندہ ہندوستان کے ہندوؤں کی طرح اپنے مندروں میں نہ شام کے وقت ناقوس بجاتے ہیں۔ نہ نرسنگا پھونکتے ہیں، بلکہ خاموشی سے جا کر اسرائیلیوں کی طرح عبادت کرتے اور روتے ہیں۔

اسرائیلی گھنٹی

د :- کشمیر کی مسجدوں میں ایک عجیب رواج دیکھا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر مسجد میں ایک گھنٹی (پلیٹ) لٹکی ہوتی ہے۔ جسے اذان سے پہلے اور کبھی بعد بھی بجایا جاتا ہے۔ صرف دو تین مرتبہ ٹھہر ٹھہر کر ضرب دیتے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں ایسا منع ہے۔ عبادت کے وقت تو پلیٹ یعنی گھنٹی کو ایک دو مرتبہ بجانا تاکہ لوگ جمع ہو جائیں، بالکل اسرائیلی معبدوں کا طریقہ ہے۔ شہر سرینگر میں اب یہ طریقہ متروک ہوتا جا رہا ہے۔ مگر باہر کے قصبہ جات اور دیہات اور

میں ابھی تک رائج ہے۔ میں اس موضوع پر علیحدہ بحث کروں گا۔

کشمیری مندر

ہ:۔ کشمیر کے مندروں کے مندر اندرونی ہئیت اور بیرونی وضع قطع سے باقی ہندوستان کے مندروں سے ہرگز ہرگز نہیں ملتے۔ ہندوستان کے مندروں میں آپ کو جابجا دیوی دیوتاؤں کے باقاعدہ بت بنے ہوئے نظر آئیں گے۔ جن کے نام پرانے ویدوں میں درج ہوں گے۔ لیکن کشمیر کے مندروں میں آپ کو بالعموم کوئی باقاعدہ شکل کے بت نہیں ملیں گے۔ دیوی دیوتاؤں کی کوئی ویدک روایات سننے میں نہیں آئیں گی۔ ان کی بجائے کوئی ایک آدھ بے شکل گول یا لمبا صاف پتھر ہوگا اور اسی پتھر کی پوجا ہوتی ہوگی۔ یہ مندر بالکل سادہ ہوتے ہیں۔ بیرونی ہئیت سے ان کی شکل بالکل کشمیری مساجد جیسی ہوتی ہے۔ یوں کہئے کہ قطعاً اسرائیلی فلسطینی معبدوں کی سی ہوتی ہے۔

قدیم منادر یا معبد

ف:۔ تعجب ہے کہ اننت ناگ میں مندر مارتنڈ کے قدیم کھنڈرات، اونتی پورہ میں پرانے مندروں کے آثار۔ پٹن وغیرہ میں قدیم مندروں کے آثار بعینہ اسیریا، بابل اور فلسطین کے معبدوں سے ملتے جلتے ہیں۔ ویسے ہی گول ستون چاروں طرف۔ ویسے ہی نقوش سے دیواریں ویسی ہی سنگین اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان تمام قدیم مندروں کا رخ فلسطین کی جانب ہے۔ یعنی مشرق سے مغرب کی طرف۔ یہ ایک ایسی نمایاں خصوصیت ہے جو ہندوستان کے کسی بھی مندر

میں آپ کو نہیں ملے گی۔ کشمیر کے کھنڈرات پہ بالتشریح بحث
آگے آئے گی

کشمیری مائی تھالوجی

ح:- کشمیر کے پرانے پنڈت (سوائے نئی روشنی کی نسل کے) ہندوستان کے دیگر آبادیوں، ہمسایوں سے اپنی قدیم روایات، مذہبی عادات و رسوم و رواج میں قطعاً مختلف ہیں۔ من حیث القوم یہ لوگ ویدک دھرم کے دیوی دیوتاؤں اور اُن کے قصے کہانیوں سے ناآشنا ہیں۔ رام نومی، دسہرہ، دیوالی وغیرہ کے تہوار جس شان و شوکت سے ہندوستان کے باقی حصوں میں منائے جاتے ہیں کشمیری پنڈت اُس طرح اُنہیں نہیں مناتے (البتہ اب نئی نسل کے افراد ہندوستان کے باقی ہندوؤں سے میل جول اور اختلاط کی وجہ سے تھوڑا بہت منانے لگے ہیں۔ کیونکہ لادینی یا بت پرستی کی وجہ سے مسلمان تو ان پنڈتوں کو مذہبی طور اپنا نہیں سکتے اور ہندو دھرم میں ایسی کوئی قید نہیں۔ ہر وہ شخص جو کسی دیوی، دیوتا یا بت کو پوجے یا نہ پوجے ہندو ہو سکتا ہے۔ اس لیے کشمیری پنڈتوں نے اپنے آپ کو مجبوراً ہندو مذہب اور ہندوؤں سے وابستہ کیا۔) تعجب تو یہ ہے کہ کشمیر کے پنڈتوں کی اپنی کوئی قدیم ویدک Mythology نہیں ہے جیسا کہ متھرا، بنارس کاشی، ہردوار کے ہندوؤں کی ایک مخصوص ویدک مائی تھالوجی ہے۔ اس مخصوص Mythology (یعنی قدیم دیوی دیوتاؤں کی روایات) کا نہ ہونا بھی ثابت کرتا ہے کہ کشمیری پنڈتوں

کا اصلی مذہب کچھ اور تھا وہ بھول گئے ہیں اور تعصب وکی وجہ
کی وجہ سے مجبوراً اپنے آپ کو ہندوؤں کے ساتھ شامل کر رہے
ہیں ؎

میلہ کھیر

ط :- کشمیر کے پنڈت سرینگر سے چند میل دور گاندربل کی طرف کھیر بھوانی کے مقام پر ہر سال کھیر کا میلہ پانی کے قریب بالکل اسی تاریخ پر۔ اسی دن اور اسی طریقے سے مناتے ہیں۔ جس طرح آج بھی یہودی لوگ کھیر کا تہوار Feast of Tabernacles مناتے ہیں ؎

اسرائیلی نوروز

ی :- ایران اور کشمیر میں ہر سال موسم بہار کے شروع میں نوروز کا جشن منایا جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ ایرانیوں نے بھی یہ رسم بنی اسرائیل سے لی ہے۔ کیونکہ اہل یہود کے مذہب میں جشن نوروز کا ایک دن منایا جاتا ہے۔ آج کل یہودی یہ جشن دو دن مناتے ہیں۔ مگر کشمیر کے پنڈت قدیم اسرائیلیوں کی طرح نوروز کا جشن ایک ہی دن مناتے ہیں ؎

کشمیری برادری

ک :- کشمیری پنڈت ہندوستان کے دیگر ہندوؤں کی طرح مسلمانوں کو ملیچھ اور اچھوت نہیں سمجھتے جن کے ساتھ چھونا یا کھانا پینا منع ہو۔ بلکہ کشمیر کے پنڈت و مسلمان ایک دوسرے کے مذہبی تہوار و دن اور رسومات کو عزت و تکریم کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ اکٹھے کھاتے پیتے ہیں۔ شادی بیاہ اور غم کے موقعوں پر شریک



modern Jew of Israel, blowing horn. See his skull-



The late

ہوتے ہیں۔ یہاں تک کشمیری پنڈت شوق سے اپنے بچے کو دودھ پلانے کے لیے مسلمان دایہ رکھتے ہیں۔

کشمیری پنڈت جھٹکہ یا مردار نہیں کھاتے

کشمیری پنڈت من حیث القوم

کبھی بھی جھٹکہ یا مردار یا حرام نہیں کھاتے۔ بلکہ ہمیشہ مسلمانوں کے ہاتھ سے ذبح کیا ہوا حلال کھاتے ہیں۔ کشمیری پنڈتوں سے جب حلال کھانے کی وجہ پوچھو تو نہیں بتا سکتے۔ لیکن جھٹکہ۔ سور یا مردار سے انہیں سخت نفرت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ توریت میں اسرائیلیوں کو حلال (یعنی اسلامی طریقہ پر شاہ رگ کو کاٹ کر تمام خون ضائع کر دینے کو حلال کہتے ہیں۔ جھٹکہ کے فوری صدمہ سے خون اندر ہی بند ہو کر منجمد ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے) کھانے کا حکم دیا گیا تھا۔ اب توریت تو بھول گئی مگر نسلی عادات بدستور قائم ہیں۔ انہی قدیم عادات کی وجہ سے کشمیری پنڈت حلال کھاتے ہیں۔ چنانچہ عبرانی زبان میں کشر حلال گوشت کو کہتے ہیں اور کاشر خدا کے نام پر حلال کیے ہوئے گوشت کو کھانے والے۔

پیشہ ور نوحہ خوان

ہم ہے۔ پرانی وضع قطع کے کشمیری پنڈتوں اور مسلمانوں میں آج تک یہ دستور چلا آتا ہے کہ جب کوئی مر جائے تو "نوحہ خوانوں" کو بلاتے ہیں۔ یہ professional mourners پیشہ ور نوحہ خوان ہوتے ہیں جو پیسے لیکر باضابطہ بین کرتے اور

روتے ہیں۔ یہودیوں میں آج تک یہ طریقہ ہے کہ مردہ کے جنازے پر پیشہ ور نوحہ خوانوں کو بلا کر ماتم کرایا جاتا ہے۔ ہندوستان بھر میں یہ رسم نہ ہندوؤں میں ہے نہ مسلمانوں میں۔

کشمیری تابوت

س :۔ کشمیری لوگ اپنے مردہ کو یہودیوں کی طرح صندوق میں بند کر کے قبرستان تک لیجاتے ہیں۔ حالانکہ ہندوستان بھر میں مردہ کو قبرستان یا مرگھٹ تک چارپائی یا ارتھی پر ڈال کر لیجانے کا رواج ہے۔ کشمیریوں کا تابوت بالکل یہودیوں کے تابوت جیسا ہوتا ہے اور نیچے سے چار چھوٹے چھوٹے پائے ہوتے ہیں جو یہودی تابوتوں کی خصوصیت ہے۔

کشمیری موسائی قبریں

ع :۔ کشمیری قبریں بالکل یہودی قبروں کی طرح بنائی جاتی ہیں آج بھی ان پڑھ لوگ تک انہیں موسائی قبریں کہتے ہیں۔ یہودی مقبروں کی طرح ایک کھڑکی مغرب کی جانب رکھی جاتی ہے جس کی کوئی وجہ تسمیہ نہیں بتائی جاتی۔ مسلمان اور یہودی قبروں میں فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی قبریں شمالاً جنوباً ہوتی ہیں (سر شمال کی جانب اور پاؤں جنوب کی جانب) یہودی قبریں شرقاً غرباً۔ سر مشرق کی جانب اور پاؤں مغرب کی جانب) ہوتی ہیں چنانچہ سرینگر میں روضہ بل محلہ خانیار میں پہاڑ تل کے دامن میں پرانے قبرستان میں۔ راجپورہ بہروپی (سرینگر میں) صوف شالی (اسلام آباد) محلہ خانیار

میں سامری نے سمجھائے سے بچھڑا بنا کر اس کی پوجا شروع کر دی تھی جس پر حضرت موسیٰ واپسی پر آ کر سامری پر غضبناک ہوئے تھے - قوم اسرائیل کی تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ اسرائیلی بار بار وحدانیت کو چھوڑ کر گائے کی پوجا کی طرف مائل ہوتے تھے - چنانچہ یربعام نے جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیٹے رحبعام سے بغاوت کر کے سلطنت چھین لی تھی تو دان اور بیت ایل کے مقامات پر گائے کی پوجا کے لیے اس نے عالیشان مندر تعمیر کروائے تھے - اسی طرح شاہ عمری کے وقت میں اسرائیل کے دارالخلافہ سمریا میں اور شاہ اخی اب کے وقت میں سمریا میں جابجا گائے کی پرستش کے لیے مندر بنے ہوئے تھے - چونکہ حضرت محمد رسول اللہ سے قبل حضرت موسیٰ کی امت گائے کی عزت و تکریم اور پرستش کی وجہ سے جادۂ مستقیم سے بھٹک گئی تھی - اسی لیے اس خطرہ عظیم سے آگاہ کرنے کے لیے قرآن مجید میں سب سے پہلی سورت بقر (یعنی گائے) کے عنوان سے رکھی گئی - یہی وجہ ہے کہ کشمیری پنڈتوں میں گائے کی عزت اور پوجا اسرائیلی لادی کی نشانی ہے - کشمیر میں آج بھی گائے ذبح کرنے پر عمر قید کی سنگین ترین سزا دی جاتی ہے - حالانکہ ہندوستان میں متھرا بنارس، دہلی، الٰہ آباد، ہردوار، کلکتہ اور پٹنہ جیسے اکثریت کے ہندو شہروں میں گائے کا گوشت سر بازار بکتا ہے اور ویدک دھرم والے اس پر معترض نہیں ہیں جو کشمیر کے پنڈتوں کی گائے ذبح کرنے پر اس قدر سختی کرنے کا یہ رواج سامری

اسرائیلی لاندہبیت کی نشانی ہے۔

کشمیری وعظ جمعہ

اگر آپ کبھی جمعہ کے دن کسی جامع مسجد میں جائیں تو آپ کو یہ محسوس ہوگا کہ آپ مسلمانوں کے نہیں بلکہ اسرائیلیوں کے کسی مذہبی اجتماع میں شامل ہوگئے ہیں۔ جب جمعہ کا وعظ مولوی کہہ رہا ہو تو ازروئے شرع مجمع کو خاموشی سے سننا چاہیے۔ جیسا کہ ہندوستان کی عام مساجد میں آپ دیکھتے ہیں مگر کشمیر کی مسجدوں میں بالکل نرالا طریقہ اور رواج ملیگا۔ جو شاید ہندوستان یا پاکستان میں آپ کو کہیں بھی نظر نہیں آئیگا۔ کشمیر کے وعظ نسلوں سے چند مخصوص آیات، واقعات، فقرات اور دعاؤں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ہر مسجد میں ہر وقت ایک ہی قسم کا وعظ سنتے سنتے ناخواندہ یہاں تک کہ سامعین بھی وعظ کو ازبر یاد کرلیتے ہیں۔ اور مولوی صاحب کے ساتھ ساتھ انہی آیات، فقرات، دعاؤں کو دہرائے جاتے ہیں۔ مثلاً مولوی صاحب کہتے ہیں۔ "آنحضرت ؐ نے فرمایا" سامعین بھی کہتے ہیں "آنحضرت ؐ نے فرمایا" مولوی صاحب کہتے ہیں کیا فرمایا؟ سامعین دہراتے ہیں "کیا فرمایا؟" مولوی صاحب کہتے ہیں "انہوں نے فرمایا نیکی اختیار کرو" سامعین کہتے ہیں "انہوں نے فرمایا نیکی اختیار کرو" علیٰ ھذا القیاس پھر بیچ بیچ میں مولوی صاحب رونے لگتے ہیں۔ سامعین بھی رونے لگتے ہیں۔ پھر بیچ بیچ میں مولوی صاحب دعائیں مانگتے ہیں۔ سامعین بھی انہی الفاظ اور آیات کو دہراتے اور دعائیں مانگتے ہیں۔ الغرض سارا وعظ اسی طرح ختم ہوتا ہے۔ وعظ کے دوران میں الفاظ، فقرات و آیات کو

دہرانا۔ دُعا مانگنا اور رونا یہ تمام یہودی وعظوں کا طریقہ ہے اگر آپ کبھی یروشلم جائیں۔ تو یہودیوں کے معبدوں میں آپ کو یہی نظارہ ملے گا۔

کشمیر میں چاہِ ہاروت ماروت

ش ہے۔ اسرائیلی عقاید کی یہ انتہا ہے کہ کشمیر میں اننت ناگ کے قریب مارتنڈ کے معبد کے پاس کشمیریوں کے آباؤ اجداد نے ایک بڑا گہرا کنواں کھود رکھا ہے جسے آج بھی مقامی لوگ ہاروت ماروت کا کنواں کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں دو فرشتوں کو خدا تعالےٰ نے قید کیا تھا۔ صبح اٹھ کر یہ مقامی لوگ کنوئیں کے پاس آکر ان فرشتوں سے دُعائیں مانگتے ہیں۔ دراصل یہ عقیدہ اسرائیلیوں نے بابل کے لوگوں سے لیا۔ جب وہ قیدی بنا کر ایک عرصہ دراز تک بابل میں رکھے گئے تھے۔ بابل کے لوگوں میں ایک عقیدہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے دو فرشتے (ہاروت و ماروت) دنیا میں بھیجے وہ بابل کی ایک حسینہ "زہرہ" پر عاشق ہو گئے اور سزا کے طور پر خدا نے انہیں ایک کنوئیں میں ڈال دیا جسے چاہِ بابل کہتے تھے۔ قیدی اسرائیلیوں نے نسلاً بعد نسلاً ان باتوں کو سن کر اپنا لیا۔ جب وہ کشمیر چلے آئے تو اپنے آباؤ اجداد کی ان روایتی عقائد کو نہیں بھولے اور بابل کی یادگار کے طور پر بابل کے معبدوں کی وضع قطع جیسا ایک مارتنڈ معبد بنا ڈالا اور اس کے قریب ہی ایک چاہِ بابل بھی بنا ڈالا اور صدیوں سے مسلمان ہونے اور قرآن کریم کی واضح تردید کے باوجود ہاروت ماروت کے اس قصے کو نہیں بھولے جو وہ اپنے بزرگوں سے سنتے آئے تھے۔

ہندوستان کے باقی مسلمانوں میں نہ کوئی ایسا عقیدہ پایا جاتا ہے نہ کسی نے ہاروت و ماروت کا کنواں بنایا ہے۔ اگر کشمیر کے لوگ بنی اسرائیل سے نہیں ہیں تو کس طرح ان میں ایسے عقائد پیدا ہو گئے۔؟

باب ششم

مزاروں پر مقدس درخت کی تاریخی وجہ تسمیہ

درختوں کی قسمیں

قدیم اسرائیلیوں میں چند درختان نہایت مقدس سمجھے جاتے تھے اُن میں ایک تارپین دوسرے بلوط تیسرے زیتون۔ چوتھے پر بھی دغیرہ تھا۔ یہ درخت ایک دوسرے سے بدرجہ کمال مماثلت رکھتے ہیں اور جس سرزمین میں اُن میں سے کوئی بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ عبرانی لوگ اسے اپنا لیتے ہیں۔ عہد نامہ قدیم میں جب ان مقدس درختوں کا ذکر آتا ہے تو یہ سمجھنا مشکل ہوتا ہے کہ کس درخت کی طرف اشارہ ہے؟

آج کل بھی فلسطین میں بلوط کی تین قسمیں ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ سدا بہار خاردار بلوط اُگتا ہے۔ اُس کے پتے خاردار ہوتے ہیں۔ یعنی اُن کے کنارے کٹے ہوئے چبھنے والے ہوتے ہیں۔ فلسطین اور شام میں تمام چٹانوں اور پہاڑیوں پر یہی درخت دیکھنے میں آتا ہے۔ یہ دس بارہ فٹ اونچا ہوتا ہے اس

کی شاخیں جھاڑیوں کی مانند گنجان ہوتی ہیں۔ کارمل کی چوٹی دریا میں سے نوچتے اِسی سے معمور ہے۔ لبنان کی کئی وادیوں اور ڈھلوانوں میں آپ کو کثرت سے یہی درخت ملیگا۔ اُن آبادیوں میں جہاں لوگ اسے نہیں اگاتے اگر زمین کو کھودا جائے تو اس کی جڑیں برآمد ہوں گی۔

فلسطین میں ایک دوسری قسم بلوط پایا جاتا ہے یہ جھاڑی دار نہیں ہوتا۔ اس کا تنا عموماً تین سے سات فٹ لپیٹ کا اور اونچائی بیس سے تیس فٹ تک ہوتی ہے۔ اس کے پتے گنجان اور درخت عالیشان ہوتا ہے یہ کارمل کی چوٹیوں پر اور کوہ تبور کے شمالی حصے میں بستی جنگل موجود ہے۔ لبنان کی وادیوں میں یہ قسم نہایت خوبصورت اور پُر تمکنت ہوتی ہے۔ اسے عراقی علماء دیکھا سمجھتے ہیں کہ یہ فخر اور قوت کی نشانی ہے۔ اس کے پتے پائیدار ہوتے ہیں۔

بلوط کی تیسری پائیدار پتوں کی قسم بھی فلسطین میں پائی جاتی ہے اس کے پتے نچلی سطح پر نہایت سفید ہوتے ہیں۔ یہ باقی دو قسموں کی طرح بکثرت نہیں پایا جاتا۔ لیکن کارمل اور کیڈس کے نزدیک کافی پیدا ہوتا ہے۔ کیڈس KEDESH کو توریت میں کیدیش نافتالی Kedesh Naphtali لکھا گیا ہے۔ اس پر گہرے خاکی رنگ کے گول گول نشان ہوتے ہیں۔ اس کے تنے کی سطح چمکیلی ہوتی ہے۔ سیاح کنان ٹرسٹرم Canon Tristram کہتا ہے کہ آجے یہ قسم نہایت قلیل التعداد اور سمریا میں بالکل ہے ہی نہیں۔

سدا بہار بلوط یا بر مجی کے تقدس کی ایک وجہ اور غالباً سب سے بڑی یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ یہی درخت تھا جس پر خدا نے اپنا نور ڈالا اور جس میں سے حضرت موسیٰؑ کو خدا کی آواز آئی یعنی درخت کے پردے سے خدا نے حضرت موسیٰ سے پہلے کلام فرمایا تھا

فلسطین کے خاص درخت

یہ درخت آج بھی فلسطین میں نہایت عزت وتکریم کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ فلسطین کے شمال میں ایک دفعہ جھیل فیالہ Phiala کے پاس ان بلوطوں کے جھنڈ کے قریب بیٹھے ہوئے تھامسن نے کہا "ان بلوطوں کے بارہ میں جن کے نیچے ہم اس وقت بیٹھے ہیں کہا جاتا ہے کہ ان میں جناّت اور دوسری روحیں رہتی ہیں۔ ان وادیوں اور پہاڑوں کے تقریباً ہر گاؤں میں ایسے مقدس درختوں میں سے ایک آدھ الیاس ضرور ہوتا ہے۔ اس خطہ میں کئی ایک کے بارہ میں یہ عقیدہ ہے کہ ان میں کچھ روحیں رہتی ہیں جنہیں "بناتِ یعقوبؑ" (دخترانِ یعقوبؑ) کہتے ہیں۔ ڈاکٹر فریزر کہتے ہیں کہ مجھے آج تک کوئی نہ بتا سکا کہ انہیں کیوں بناتِ یعقوبؑ کہتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی قدیم عبرانیوں کی بت پرستی کی نشانی ہیں جسے آنحضرت صلعم کے قوانین فطریہ نے عملاً ختم تو کردیا مگر عوام کے دلوں میں اس نام کی یاد باقی رہ گئی۔ مگر حیرت ہے کہ اسرائیلی مسلمانوں میں بھی یہ توہمات پائے جاتے ہیں۔ غالباً انہی توہمات کے زیر اثر وہ آج بھی اپنے بزرگوں اور اولیاء اللہ کے مقبروں پر یہ درخت لگاتے ہیں۔ یا ان درختوں کے پاس انہیں دفناتے

ہیں۔ اسلام لانے کے بعد بھی یہاں کے اسرائیلی باشندوں نے تصرف ان اعتقادات کو قائم رکھا بلکہ اپنا اثر دوسری نسلوں اور قبائل کو بھی دیدیا کہ وہ ان درختوں کو محبت سے اپنے بزرگوں کے مزاروں پر لگائیں (عہدنامہ قدیم کا علم از ڈاکٹر فریزر صفحہ ۳۴۴)

میرے خیال میں ان درختوں کی تقدیس کی یہ وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ کو خدا تعالیٰ نے اپنا نور ایک درخت کے ذریعہ دکھایا تھا۔ وہ غالباً سدا بہار یعنی کانٹے دار درخت تھا جس میں سے روشنی نکلی اور حضرت موسیٰ نے خدا کے کلام کو سنا جیسا کہ قرآن مجید میں سورہ … ذکر آتا ہے۔ اگرچہ قرآن نے درخت کا نام نہیں بتایا۔ مگر اسرائیلی روایات نے اسے محفوظ رکھا ہے۔

بلوداں کے گاؤں میں جہاں دمشق کے لوگ اکثر شدت کی گرمیوں میں تفریح کے لئے آتے ہیں۔ ایک پہاڑ کے بال کے مندر کے کھنڈرات ہیں۔ اس کے نیچے پرانے بلوط کے درختوں کا ایک جھنڈ ہے دیہاتی اس جگہ کو بڑے خوف اور عزت کی نظروں سے دیکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے آباء و اجداد یہودی مذہب کے پیرو تھے دمشق کے قریب مغربی پہاڑوں میں مسلمان ابھی تک کچھ ایام جاہلیت کے تہوار مناتے ہیں۔ یہاں سدا بہار بلوطوں کے دو جھنڈ ہیں۔ جہاں دیہاتی آ کر خوشیاں مناتے رہیں اور کسی کسی وقت سال میں یہاں آ کر کوئی میلہ وغیرہ منعقد کرتے ہیں۔ اسی طرح شمالی سیریا میں بمقام … مقدس درختوں کا ایک جھنڈ ہے۔ درختوں کے مابین ایک پرانے معبد کے کھنڈرات ہیں۔ شمالی سیریا کے ترکوں کے ایک گاؤں

ہیں بھی ایک بہت بڑا پرانا برنجی کا درخت ہے جسے مقدس سمجھا جاتا ہے۔ لوگ اس پر خوشبوئیں جلاتے ہیں اور جس طرح کسی زیارت میں نذریں لیجاتے ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی نذریں لاتے ہیں۔ اس کے گرد و نواح میں کسی بزرگ کا کوئی مقبرہ نہیں۔ لیکن لوگ مسلمان ہونے کے باوجود اس درخت کی تقدیس کرتے ہیں۔ تحقیقات پر یہ معلوم ہوا کہ ان کے آباء و اجداد یہودی تھے۔

شام میں خاص درخت

ملک شام میں ہر جگہ اولیاء اللہ کے مزاروں پر آپ کو بلوط یا برنجی کے درختوں کا جھنڈ یا ایک آدھ درخت ضرور ملیگا۔ پہاڑیوں کی چوٹیوں اور ڈھلوانوں پر سفید گنبد اور سدا بہار بلوط آگے دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے کہ دریافت کیا جائے کہ کب کیسے اور کس وجہ سے یہ مقدس زیارتیں بنیں۔ مگر آج تک ان کی تاریخ معلوم نہ ہو سکی۔ ان میں سے بہت سے آستانے ہیں جن کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ اسرائیلی بادشاہوں، راہبوں اور نبیوں کے ہیں۔ کچھ ان میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے حواریوں کی طرف منسوب ہیں۔ بعض تاریخی بہادروں کے نام سے معروف ہیں۔ یہ اونچے مقامات غالباً قدیم زمانوں سے چلے آتے ہیں۔ آج تک نسلاً بعد نسلاً اور مذاہب کے بدلتے ہوئے ہمیں اس سے بھی زیادہ یقین ہوتا ہے کہ ملک کے قدیم ترین اور ایک دوسرے کے مخالف فرقوں کے لوگ آج تک ان مزاروں پر مشترکہ طور پر آتے ہیں۔ مثلاً عرب، مسلمان، متاولی، دروز، عیسائی اور یہودی ہمیں ان اونچی جگہوں، پہاڑوں اور ٹیلوں پر نہ

صرف قدیم ترین تہذیب کے نظارے ملیں گے بلکہ سدا بہار برمی بلوط کے درخت اور انسان کے دیرینہ توہمات بھی۔ اگر ہمارے دلوں میں انہیں دیکھ کر احساس عزت پیدا نہ ہو تو بھی شوقِ تحقیق تو ضرور پیدا ہوگا

درختوں سے مذہبی عقائد کی وابستگی

فلسطین میں سیاح کو اکثر درختوں کا جھنڈ نظر آئیگا اور سیاہی مائل سبز پتوں کے اندر ایک پست پتھر کی بنی ہوئی عمارت کا سفید گنبد دکھائی دیگا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوگا کہ یہ کسی ولی یا بزرگ کا مشہور مقبرہ ہے۔ یہ عمارتیں پہاڑیوں کی چوٹیوں پر ہوتی ہیں اور کئی میلوں سے نظر آنے کی وجہ سے سنگ میل کا کام دیتی ہیں۔ یہ اولیاء کون تھے؟ اس بارہ میں کچھ معلوم نہیں ہوتا ہے۔ لیکن مقامات دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ یہ وہی قدیم کنعانی جگہیں تھیں۔ جن کے بارہ میں عہدنامۂ قدیم اور توریت میں کئی ابواب میں ذکر آیا ہے۔ اسرائیلیوں نے جب اس سرزمین پر قبضہ کیا تو انہیں نہیں مٹایا ایسے ولی کے مقبرہ کے پاس ہمیشہ کوئی نہ کوئی مقدس درخت ہوتا ہے جیسا کہ بائبل کے زمانہ میں تھا۔ آج بھی بلوط خصوصاً پہاڑی علاقے میں مزاروں پر پایا جاتا ہے۔ سدا بہار بلوط کے علاوہ ان قدیم اسرائیلی بزرگوں کے مزاروں پر اور بھی درختوں کی اقسام پائی جاتی ہیں۔ اس جھنڈ میں ایک درخت سب سے نمایاں ہوتا ہے جس کے نیچے ولی آرام کرتا ہے۔ مقبرہ بالعموم ایک سادہ پتھر کی عمارت کا ہوتا ہے جس میں

کھڑکی وغیرہ کوئی نہیں ہوتی۔ وقتاً فوقتاً اسے اندر اور باہر سے قلعی کی جاتی ہے۔ قبر گنبد کے نیچے عمارت کے اندر ہوتی ہے۔ اس کی اونچائی تین فٹ تک ہوتی ہے۔ اس پر بڑا لمبا پتھر پڑا ہوتا ہے (اور بعض بعض اسرائیلی قبریں حد سے زیادہ لمبی ہوتی ہیں) مثلاً یارڈن کے شرق کی جانب ایس سالیت کے پاس حضرت یشوع Joshua کی قبر تیس فٹ سے بھی لمبی بتائی گئی ہے۔ کیپٹن کونڈر Capt. C. Conder آج کل کے شامی دیہاتیوں کا اصلی مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے "ملک کا اصلی مذہب تو اسلام ہے۔ یعنی سادہ مذہب ایک خدا اور خدا کا ایک رسول۔ تاہم اگر آپ فلسطین کے بیرونی خطوں میں کئی مہینے بھی رہیں تو نہ تو آپ کو کوئی مسجد نظر آئے گی نہ موذن کی اذان سنائی دے گی۔ پھر بھی لوگوں کا اصلی زندگی میں ایک مذہب ہے ...... تقریباً ملک کے ہر گاؤں میں سفید گنبد کی ایک چھوٹی عمارت ملے گی۔ جو کہ اس جگہ کی مقدس عبادت گاہ ہوگی اسے قبہ (گنبد) مزار یا مقام بھی کہتے ہیں۔ مقام Makam عبرانی لفظ ہے۔ بائیبل میں یہ لفظ ان کنعانی جگہوں کے لئے استعمال ہوا ہے جن کے بارہ میں اسرائیلیوں کو حکم تھا کہ انہیں اونچے پہاڑوں، ٹیلوں اور ہر سایہ دار درخت کے نیچے توڑ پھوڑ دیں (کیونکہ یہ اسرائیلیوں کے مذہب سے بھی پہلے کے تھے) (ڈیٹرانومی باب ۱۲ آیت ۲) مگر اسرائیلیوں نے تباہ کرنے کی بجائے انہیں مقدس سمجھا اور ان کی ویسی ہی عزت و تکریم کی جیسے کنعانی کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کی طرح "مقام" آج بھی نظر آتا ہے ٹیلوں کی چوٹیوں پر۔ کونوں پر سفید گنبد دھوپ میں چمکتا نظر آتا ہے۔

جس کے گرد بلوط یا دیگر کوئی سدا بہار درخت کھڑا ہے۔ کسی چشمے کے پر انے کنول کے پتوں کے قریب۔ کسی پرانی کھجور کے پاس یا کسی چھوٹے سے قبرستان میں آپ کو یہ "مقام" ملیگا۔ مقاموں کے ملحقہ درختوں کو ہمیشہ مقدس سمجھا جاتا ہے اور ہر وہ شئی جو گرجاتی ہے اسے مزار کے اندر محفوظ رکھدیا جاتا ہے۔

"مقام" کئی قسم کی اہمیت کے ہوتے ہیں مثلاً بعض پر صرف ایک زمین کا مختصر ٹکڑا ہے جس کے ارد گرد چند پتھر رکھے ہیں

یبناہ کے پاس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مسجد فن عمارت کا اعلے نمونہ ہے۔ اسمیں قطعات اور پتھروں پر مصوری ونقاشی کے بہترین نمونے ہیں۔ عام "مقام" کی ہیئت یہ ہوتی ہے۔ دس فٹ لمبائی دس فٹ چوڑائی کے اوپر ایک گول گنبد جسے سفید قلعی کیا ہوتا ہے۔ اور ایک محراب یا عبادت کا کونہ ہوتا ہے۔ درمیان میں کسی بزرگ کی قبر ہوتی ہے۔ جسکا چہرہ آج کل مکہ کی جانب ہوتا ہے۔ فرش پر کچھ پرانی چٹائیاں پڑی ہوتی ہیں .... "مقام" دیہاتیوں کے اصلی مذہب کا علمبردار ہے۔ انکا خیال ہے کہ ولی کا روحانی اثر چاروں طرف گاؤں میں پھیلتا ہے۔ اگر شیخ بڑا طاقتور ہو تو اس کا روحانی فیض ارد گرد بیس میل تک پھیل سکتا ہے شیخ اپنے زائرین پر خوش بختی، صحت اور دیگر نعمات برساتا ہے۔ اگر ناراض ہو تو مصائب نازل ہو سکتی ہیں۔ اگر کوئی شخص پریشان نظر آئے تو اس کے ساتھی دیہاتی کہتے ہیں " آہ! شیخ اس پر غضبناک ہے" یہ کہنا درست ہے کہ دیہاتی قتل کا اقرار کریگا لیکن کسی نامور شیخ کے مزار پر غلط بیانی یا

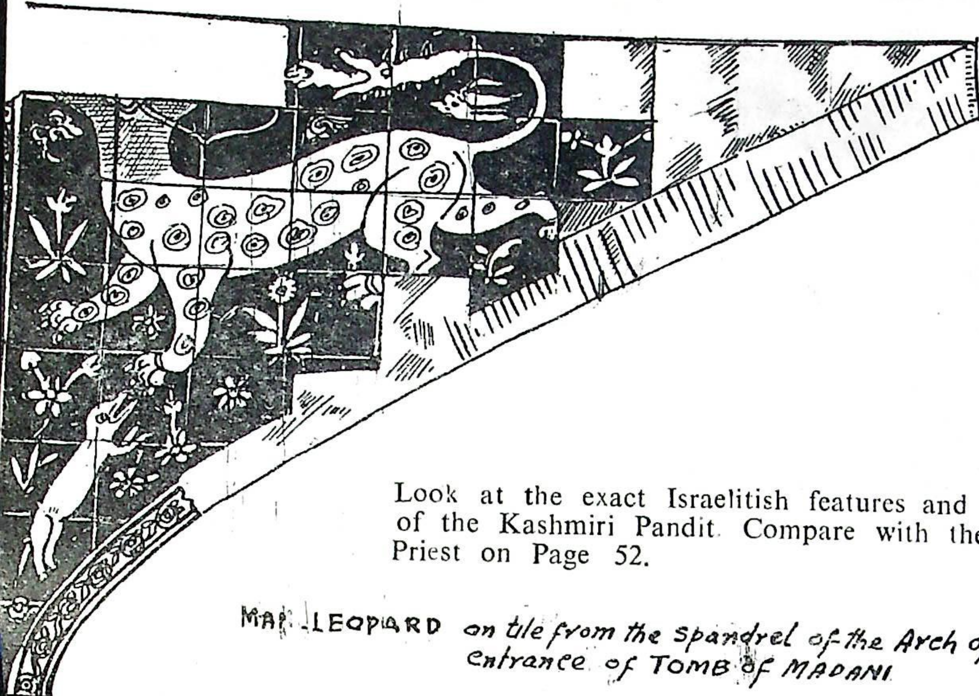
یا جھوٹ نہیں بولے گا۔ کوئی درویش یا شیخ یہاں محافظ ہوتا ہے وہ زائرین کو پانی پلاتا ہے اور ایک بڑا سا مٹی کا مٹکا مقام کے پاس رکھا رہتا ہے جس میں ٹھنڈا پانی ہوتا ہے۔ وہاں یہاں قربانیاں دیتے ہیں۔ نذر چڑھاتے ہیں۔ مقدس درخت جو مقام میں اُگے ہوتے ہیں اُن کی شاخیں جلائی نہیں جاتیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ ایسے مقاصد کے لیے اگر ان مقدس شاخوں کو استعمال کیا جائے تو شیخ کی ناراضگی اُن پر نازل ہو گی۔ یہ اسرائیلی مسلمان ان مقاموں سے مرادیں مانگتے ہیں ہر خوشی انہی سے طلب کرتے ہیں اور ہر مصیبت کے وقت انہی کے آگے دست سوال دراز کرتے ہیں کہ وہ ٹال دیں جب شیخ کے اعزاز میں کوئی تہوار ہو یا شیخ کی برسی ہو تو یہ اسرائیلی مسلمان اُن مقدس شاخوں کو جلانے کی جرأت کرتے ہیں جن مقاموں (مزاروں) اور سدا بہار درختوں کی پرستش ہزاروں سال قبل اسرائیلی پیغمبروں نے شدت سے منع کی تھی انہی جگہوں پر آج بھی یہ نظارہ بدستور دیکھنے میں آتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطنتوں اور قوموں کی تباہی خود ہی اسرائیل کی ہلاکت اور اخلاقی اور روحانی انقلابات جنہوں نے تاریخ انسانی کو بدل دیا ان کا اثر ان مسلمان اسرائیلیوں پر کچھ نہیں ہوا۔

چند ایسے اسرائیلی مقابر کا حال سنیئے۔ فلسطین کے شمال میں جھیل خیالہ کے پاس بلوط کے درختوں کا ایک جھنڈ ہے جس میں ایک ولی شیخ عثمان حضوری کا مقبرہ ہے یہ ایک ٹیلہ ہے۔ اس کے نیچے اسی نام کا ایک چشمہ ہے۔ یہ عام مقبرہ ہے۔ اب جبلید

GILEAD کے مقامی بلند ترین پہاڑ کی چوٹی جبل اوشع Jebel Osha پر حضرت ہوسیع علیہ السلام HOSEA کا معروف مقبرہ ہے جس کے سرہانے ایک عظیم الشان سدا بہار بلوط کھڑا ہے مسلمان عیسائی اور یہودی سب اس مقبرہ کی یکساں طور پر تقدیس کرتے ہیں۔ لوگ یہاں قربانیاں دینے، دعائیں مانگنے اور تہوار منانے کے لئے آتے ہیں۔ اس چوٹی سے تمام فلسطین کا عمدہ نظارا نظر آتا ہے۔

لبنان میں دریائے آبانہ کے پاس ایک چٹان کی چوٹی پر حضرت ہابیل ABEK کا مشہور مقبرہ ہے جس کے پاس بلوط کے درخت لگے ہیں۔ اس پر بھی گنبد ہے اور یہ یہاں کے اسرائیلی مسلمانوں کی زیارت ہے۔ اسی طرح تل ال قاضی TEL EL KADI کے مقام پر (جو قدیم زمانے میں ڈان کہلاتا تھا) اور جہاں سے عبارڈن کے نچلے چشمے نکلتے ہیں) آپ کو ایسے بےشمار مقبرے ملیں گے جن میں کوئی نہ کوئی سدا بہار مقدس درخت ضرور لگا ہوگا

ان تمام اسرائیلی مقابر پر آپ کو ایک اور چیز خصوصیت سے جو نظر آئے گی وہ رنگا رنگ کے پرانے چیتھڑے، دھجیاں اور دھاگے ہوں گے جو ان درختوں کے ساتھ بندھے یا لٹکتے ہوں گے اور ولی کی قبر کے گرد چبوترے پر بھی بندھے یا لگے ہوں گے۔ یہ اُن زائرین نے بطور نشانی لگائے ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً یہاں آتے رہتے ہیں۔ اور کچھ مرادیں رکھتے تھے۔ بعض دفعہ یہ چیتھڑے اور دھاگے ہزاروں لاکھوں کی تعداد تک پہنچ جاتے ہیں اور خود ہی بوسیدہ ہو کر معدوم ہوتے یا





پنڈت مہانند جودر

Look at the exact Israelitish features and beard of the Kashmiri Pandit. Compare with the Jew Priest on Page 52.

MAN-LEOPARD on tile from the spandrel of the Arch of entrance of TOMB OF MADANI

گر جاتے ہیں۔ کئی جگہ دیکھا گیا ہے کہ جہاں پرانے بلوط کھو کھلے ہو کر کھڑے ہوں اور کسی ولی یا شیخ کی قبر وہاں نہ بھی ہو تو بھی ان درختوں پر دہاگے اور چیتھڑے لٹکے نظر آئیں گے۔ مثلاً پرانے شہر شلوہ SHILOH کے مقام پر جسے آج کل سیلون SEILUN کہتے ہیں ایک بڑا کھوکھلا عالیشان بلوط کھڑا ہے جسے "بلوط ابراہیم" کہتے ہیں (یعنی حضرت ابراہیم کا بلوط) کہتے ہیں۔ یہ "آباد درختوں" میں سے ایک ہے یعنی اس میں غیر مرئی مخلوق یا روحیں آباد ہیں۔ مریض دیہاتی دہاگے اور دھجیاں اسے باندھتے ہیں۔ کئی پرانے درختوں کے بارہ میں ان لوگوں کا خیال ہے کہ ان میں بدروحیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا اُن پر مختلف قسموں کے کپڑوں کی دھجیاں وغیرہ لٹکا دیتے ہیں۔ تاکہ آنے جانے والوں کو معلوم ہو کہ ان میں بدروحیں آباد ہیں اور وہ ان کے نیچے نہ ٹھہریں۔ ایسا ہی بدروحوں والا ایک پرانا درخت قدیم بیروت میں نظر آئیگا۔ یہ سدا بہار ہے اور ایک چٹان کی دیوار کے قریب اُگا ہوا ہے۔ لوگ اپنے کپڑے اس کی ٹہنیوں پر ڈالتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ اس میں بیماریاں دور کرنے کی طاقت ہے۔ اس کی ایک جڑ زمین کے اوپر کمان کی شکل بناتی ہوئی نکلتی ہے۔ گنٹھیا وغیرہ کے مریض صحت یاب ہونے کے لئے اس کے نیچے سے گذرتے ہیں۔ حاملہ عورتیں بھی اس کے نیچے سے دردِ زہ سے بچنے کیلئے گذرتی ہیں۔ اکیس ستمبر کو عورتیں اور مرد علیحدہ علیحدہ اس درخت کے پاس رقص کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ درخت اس قدر مقدس ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے اس کی ایک ٹہنی توڑنے کی کوشش کی تو اسکا بازو سوکھ گیا

اُردن اور لبنان کے درخت

(اُردن) جبار ٹون کی بالائی وادی میں ایسے بلوط اور زیارتیں ہیں جنہیں حضرت یعقوب کی دختران سے منسوب کیا گیا ہے۔ ایسی ہی ایک زیارت قصبہ سفید SAFED میں ہے۔ یہ ایک چھوٹی مسجد اور مقبرہ ہے کہتے ہیں اس میں حسین ترین دوشیزائیں رہتی ہیں۔ مقبرے کے دروازے پہ خوشبو جلائی جاتی ہے۔ ایام جاہلیت میں اسرائیلیوں کا یہ تصور تھا کہ بلوط کی پریاں ہوتی ہیں۔ شاید انہی قریبی پریوں کو دختران یعقوب کہتے ہوں گے۔ جہاں قدیم موآب اور اموریوں کے شہر آباد تھے اور جہاں حشبون کا خطہ تھا اس کے اردگرد اور جبک کے جنوبی چند غاروں میں آپ کو ایسے درخت ملیں گے۔ یہ درخت کسی چشمے کے کنارے پہاڑی یا پہاڑ کی چوٹی پر تن تنہا اُگے ہوتے ہیں کیرک KERAK کے جنوب مغرب میں ہنزریا HNZRIEH سے نزدیک طیبہ TAIBEH کے قریب گہرے سبز پتوں سے لدا ہوا ایسا ہی ایک پرانا درخت تن تنہا کھڑا ہے جسے یہاں کے باشندے بڑی تقدس کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ یہاں کسی بزرگ کی قبر نہیں ہے تاہم لوگ یہاں آکر نماز پڑھتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ اس درخت میں کسی بزرگ کی روح رہتی ہے۔ ایسے ہی موآب کے علاقہ میں ایک قلعہ کے کھنڈرات ہیں جسے رومسید کہتے ہیں۔ یہاں کی ایک قدیم سدا بہار بلوط کا درخت ہے جس کے بارہ میں خیال ہے کہ کسی ولی کی روح اس میں آباد ہے۔ پادری جوسین موآب کے ان علاقوں میں گھوما ہے وہ کہتا ہے کہ یہاں کے باشندوں کا خیال

ہے کہ بزرگ کی روح ایسے درخت میں رہائش رکھتی ہے اور اپنی جگہ کو وہ نہیں چھوڑتی۔ جیسے کوئی مقید ہو۔ جب بیماری سے نجات پانے کے لئے کوئی بدو ایسے درخت کے نیچے سوتا ہے تو بزرگ کی روح اکثر اُسے رات کو خواب میں آکر قربانی دینے کے لئے کہتی ہے اور پھر اُس کے حکم کی متابعت میں قربانی دی جاتی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایام جاہلیت کے توہمات اسلامی توحید کی اتنی صدیوں کے بعد بھی ابھی تک کسی نہ کسی شکل میں پائے جاتے ہیں۔ ایام جاہلیت میں سمجھا جاتا تھا کہ ہر ایسے قدیم درخت کی ایک دیوی ہوتی ہے جو فوائد بہم پہنچاتی ہے۔ آج دیوی کی جگہ کسی بزرگ یا ولی نے لے لی ہے بکیرک کے جنوب میں ملنے درختوں کا ایک جھنڈ مقیسا کہلاتا ہے۔ اسی طرح اید وال تھکا درخت ہے یہ سب مقدس درخت ہیں۔ کوئی شخص اُن کی شاخ یا ٹہنی یا پتے کاٹنے کی جرأت نہیں کرسکتا ورنہ درخت کی روح فوراً اسے سزا دے گی۔ کہتے ہیں ایک بدو نے جو کی ایک بوری ان ملنا درختوں کے نیچے رکھی تھی۔ اتفاق سے دو بکریاں اُدھر آنکلیں اور جو کو کھا گئیں۔ درخت نے ایک بھیڑیا اُن کے پیچھے بھیجا اور وہ انہیں کھا گیا۔ معیسا اور اید ندا کل کے مقام پر ہر باشندہ ان درختوں کے پاس گذرتے ہوئے اُن کے سبز پتوں کو چھوتا اور ٹہنی کو اپنے بغل میں سے گذارتا ہے تاکہ بیماری سے نجات ملے اور قوت حاصل ہو۔

ایام جاہلیت میں درختوں کا تقدس :۔ آج تک درختوں کے

اس تقدس کا چلا آنا ثابت کرتا ہے کہ ایام جاہلیت میں عبرانی دیگر بتوں کی پوجا کیساتھ بلوط یا برمجی کی بھی پوجا کرتے تھے۔ اس بات کا ثبوت ہمیں اسرائیلی پیغمبروں کے اُن احکامات سے ملتا ہے جو اُنہوں نے بت پرستی کے خلاف وقتاً فوقتاً دیئے۔ مثلاً حضرت ہوسیاؑ کہتے ہیں۔ "وہ پہاڑوں پر بلوطوں، تارپین، اور سفیدوں کے درختوں کے نیچے قربانیاں کرتے اور خوشبوئیں جلاتے ہیں۔ کیونکہ اُن کا سایہ عمدہ ہے۔ اسی واسطے تمہاری بیٹیاں زنا کا پیشہ کراتی ہیں۔ تمہاری دلہنیں بدکاری میں مبتلا ہوتی ہیں۔ میں تمہاری لڑکیوں کو سزا نہیں دوں گا جب وہ پیشہ کرا رہی ہوں نہ تمہاری دلہنوں کو سزا دوں گا جب وہ بدکاری میں مشغول ہوں اسی لئے کہ وہ خود ہی پیشہ وروں کے ساتھ چلی گئی ہیں اور کنجروں کے ساتھ اُنہوں نے اپنے آپ کو قربان کر دیا ہے۔"

ان سطور میں یہ پیغمبر اُس رسم کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس میں ان درختوں کو مقدس بیان کر اُن کے سایہ کے نیچے یہ کفار ایک قسم کی مذہبی بدکاری میں مبتلا ہوتے تھے۔ لیے کافر عبادتیں کے مقدس درختوں کے جھنڈ کے بارہ میں حضرت حزقیل کہتے ہیں:-

"تمہیں پتہ چلے گا کہ میں تمہارا مالک ہوں۔ جب ہر اونچی پہاڑی پہ تمام پہاڑوں کی چوٹیوں پہ ہر سبز درخت اور ہر گھنے بلوط کے نیچے جہاں وہ اپنے بتوں کے آگے نذریں پیش کرتے ہیں میں اُن کی قربان گاہوں کے بتوں کے پاس اُن کے آدمیوں کو قتل کر کے

لاؤں گا"

حضرت الیسعؑ اُن کے بارہ میں جنہوں نے خدا کو چھوڑ دیا ہے کہتے ہیں کہ
"وہ ان بلوط کے درختوں کی وجہ سے شرمندہ ہوں گے۔ جن کی
وہ تکریم کرتے تھے اور اُن باغوں کے لیے جو تم نے منتخب کیے
ہیں تمہیں پشیمان کیا جائیگا۔"

اپنے زمانے کی بت پرستی کو ملعون کرتے ہوئے حضرت الیسع
کہتے ہیں :۔

"اے لوگو! جو ہر سبز درخت اور بلوطوں کے درمیان عیش
مناتے ہو۔ جو وادیوں اور چٹانوں میں بچوں کی قربانیاں دیتے ہو"
یہاں قربانیوں سے مراد اسرائیلیوں کی وہ رسم تھی جس میں وہ اپنے
دیوتا مولک کے آگے بچوں کو ذبح کرتے تھے۔ حضرت یرمیاہ بھی گنہگار
اسرائیلیوں کی اس مکروہ رسم کا ذکر کرتے ہیں :۔

"تمہاری قمیصوں پر معصوم بچوں کو ذبح کرنے کا خون لگا ہوا
ہے۔ میں نے اسے ہر بلوط کے درخت پر پایا ہے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معصوم بچوں کو ذبح کر کے اُن کا
خون مقدس بلوطوں پر گرایا جاتا تھا۔ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل
ہے کہ آگ میں جلانے سے قبل ان بچوں کو ذبح کیا جاتا تھا تاکہ
اُن کا خون درختوں کی جڑوں میں گرایا جاسکے۔

(عہدنامہ قدیم کا علم باب ۷ صفحہ ۳۲۲ تا ۳۳۲ از ڈاکٹر فریزر)

ایام جاہلیت سے قبل بھی ہم دیکھتے ہیں کہ عبرانی بلوط یا تارپین
یا برجی وغیرہ کے سدا بہار درخت مقدس جانتے تھے۔ ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ بائبل کا خدا شاید ان درختوں کو مقدس جانتا ہے۔ کئی مرتبہ خدا یا اس کا فرشتہ اپنے پیغمبروں کے سامنے درختوں میں سے ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً پہلی مرتبہ یہوواہ خدا شیکم کے بلوط کے پاس حضرت ابراہیمؑ کو دکھائی دیا SHECHEM پس حضرت ابراہیم نے اس بلوط کے پاس ایک قربان گاہ بنائی ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ ہبرون HEBRON کے پاس مارے کے سدا بہار بلوط کے نیچے حضرت ابراہیمؑ نے رہائش کی تھی اور وہاں خدا کی یاد میں ایک قربان گاہ بنائی تھی۔ ایک دن جب مارے کے بلوط کے پاس دھوپ میں بیٹھے تھے تو خدا نے انہیں وہاں اپنا جلوہ دکھایا۔ اسی طرح حضرت یدونؑ نے افرا کے بلوط کے پاس خدا کے فرشتے سے ملاقات کی۔ حضرت یدون نے ما بعد وہاں قربان گاہ بنائی جہاں فرشتہ دیکھا تھا۔ حضرت موسے اجب آگ لینے گئے اور دور سے آگ کے شعلے نظر آئے تو قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ درخت میں سے روشنی نکل رہی ہے۔ اس سے آواز آئی کہ میں تیرا خدا ہوں اور تجھے منصب پیغمبری دے رہا ہوں۔ گویا خدا نے خود ایک درخت کے ذریعے حضرت موسیٰ کو اپنا جلوہ دکھایا۔

کشمیر میں مقدس درخت

ان تمام واقعات سے معلوم ہوا کہ سدا بہار درخت خواہ بلوط ہو یا برمجی یا تارچین یا کوئی اور اسرائیلیوں میں مقدس سمجھا جاتا ہے اور مسلمان ہو جانے کے باوجود بھی وہ اس

ان روایات کو نہیں بھولے۔ اسلام لانے سے قبل یا مابعد وہ جہاں کہیں گئے انہی روایات کو ساتھ لے گئے کہ عراق اور شام میں ان درختوں کو مقدس سمجھا جاتا اُن اسرائیلی نسلوں کی وجہ سے ہے جو فلسطین، اُردن اور موآب سے وہاں جاکر آباد ہوئیں۔ اگر کشمیر میں بھی یہ درخت انہی رسوم و رواج اور روایات کے ساتھ پائے جائیں تو ثابت ہوگا کہ یہاں کے باشندے یا تو اسرائیلی مذہب رکھتے تھے یا اسرائیلی نسل سے ہیں۔ میں نے کشمیر میں بے شمار مقامات پر بلوط اور برجی کے سدا بہار درخت دیکھے ہیں۔ درخت دو نوں اقسام پر مشتمل ہیں۔ اُن کے پتے نوکدار یا خاردار گہرے سبز خاکی مائل اور پتے خاکی سبز شفاف ہوتے ہیں۔ یعنی تنوں پر چھال نہیں ہوتی۔ یہ درخت دس بارہ فٹ تک اونچے ہوتے ہیں دوسری قسم نہایت تن آور پانچ سات فٹ گھیرے کے تنوں کی ہے۔ ان پر چھال ہوتی ہے ——— اور اونچائی چالیس پچاس فٹ تک ہوتی ہے۔ یہ درخت زیادہ تر قدیم آستانوں یا سید صاحبان کے مزاروں پر پائی جاتی ہے کشمیر میں ہر پرانے بے نام بزرگ کو سید صاحب کہتے ہیں۔ موضع ہاروں نزد سرینگر کے قبرستان میں دو قدیم پرانے کھوکھلے تن آور بلوط یا برجی کے درخت موجود ہیں۔ ہاروں سے اوپر میو تھید کے پاس ایک بے چراغ گاؤں راجپورہ کے نام سے ہے کہتے ہیں وہاں ایک تین ہزار سال پرانا مقبرہ کسی سید صاحب کا ہے۔ اس مقبرے کے وسط میں چبوترے پر قبروں کے ارد گرد

دیرینہ برمچی کے سدا بہار درخت کھڑے ہیں مینج ہارون کے بلوط بھی ایک مقبرے کے سرہانے ہیں۔ ہارون کے پہاڑی دامن میں جنگل کے اندر ایک اور بے چراغ گاؤں بنج گرام کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں کسی سید صاحب کا پرانا مقبرہ اور اس کے ملحقہ عبادت گاہ اور ایک چشمہ ہے۔ مقبرہ نیز برمچی کے سدا بہار درخت اور چشمہ کے کنارے بلوط کے قدآور پرانے درخت کھڑے ہیں۔ اس مقبرہ کے بارہ میں مقامی باشندوں کا خیال ہے کہ اڑھائی ہزار سال پرانا ہے۔ کسی سید صاحب کا ہے۔ اس مقبرہ میں برمچی کے سدا بہار درخت لگے ہوئے ہیں میں نے ——— بارہ مولہ میں حضرت جانباز رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے کے باہر اور جنیلی سڑک پر برمچی کے سدا بہار درخت لگے ہوئے دیکھے ہیں۔ سڑک کے درختوں کے گرد ایک چاردیواری ہے۔ مگر اندر کوئی قبر نہیں۔ موضع بوٹھہ (بوٹھو) قصبہ بانڈی پورا (پرانا تاریخی نام بیت پور) سے دو تین میل اوپر پہاڑی پر حضرت سنگ بی بی عارفہ کا مقبرہ ہے۔ اس مقبرے کے ایک طرف صحن میں بلوط کے بڑے بڑے اور برمچی کے درختوں کا ایک جھنڈ ہے۔ مقامی لوگ کہتے ہیں کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آرام گاہ ہے اور درخت انہی کے مقبرے پر لگے ہیں۔ سرینگر میں گورنمنٹ کے بڑے ہسپتال کے اندر برمچی کے درختوں کا ایک جھنڈ ہے۔ جس کے ارد گرد جنگلہ لگا ہوا ہے۔ ٹراوٹ ہیچری ہارون کے ملحقہ پہاڑی کے اوپر وسط میں ایک گاؤں کے

چند مکانات ہیں۔ وہیں ایک سیّد صاحب کا آستانہ ہے۔ اُس آستانے کی چار دیواری کے اندر چھوٹے بلوط (برہجی) کے درخت لگے نظر آئیں گے۔ سرینگر میں جھیل ڈل کے کنارے چشمہ شاہی سے نشاط باغ تک جو جرنیلی سڑک جاتی ہے۔ اُس سڑک کے کنارے چشمہ شاہی سے ذرا آگے ایک نہایت دیرینہ چبوترہ نظر آئے گا اس چبوترے پر برہجی کے درختوں کا ایک جھنڈ کھڑا ہے۔ چبوترے پر ان درختوں کے جھنڈ کا ہونا ثابت کرتا ہے کہ چبوترہ مسمی پیرا نے اسرائیلی سیّد کا مزار ہے۔ ٹین اور سرینگر کے مابین جرنیلی سڑک پر ایسا ہی ایک قدیم چبوترہ ہے جس کے سرہانے دو بڑے بڑے بلوط کھڑے ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے ستورہ نارستان علاقہ ترال تحصیل پلوامہ کشمیر میں ایک سیّد صاحب کے مزار میں ایسے دو بڑے پرانے بلوط میں نے دیکھے جن پر دھجیاں اور دھاگے باندھے گئے تھے۔ جو لوگ یہاں آکر منتیں مانتے ہیں وہ یادداشت کے طور پر درخت کی ٹہنیوں وغیرہ کے ساتھ دھاگے یا دھجیاں باندھ دیتے ہیں۔ اونچ پورہ کے قبرستان میں پہاڑی کے دامن میں، موضع صوف شالی تحصیل آننت ناگ، قصبہ نیچ ہارہ کے پرانے قبرستانوں میں۔ قصبہ مٹن کے کریوہ پر جہاں ہاروت و ماروت کا کنواں ہے وہاں اور وادی کشمیر میں ہر اُس جگہ پر جہاں کسی گمنام دیرینہ سیّد صاحب کا مزار ہے یا کوئی پرانا قبرستان ہے۔ آپ کو برہجی (بلوط) کے سدابہار درخت ملیں گے۔ کئی جگہ ان درختوں پر دھاگے اور دھجیاں لپٹے نظر آئیں گے۔ ایسے درختوں

کو کوئی نہیں کاٹتا۔ مگر اب رفتہ رفتہ کشمیر کے لوگوں کو اس بات
کا احساس ہو چلا ہے کہ اسلام میں ایسے درختوں کے لئے کوئی جگہ
نہیں اور مسلمان اولیاء اللہ کے مزاروں پر آپ کو یہ درخت نہیں
ملیں گے۔ اگر کہیں تھے تو کاٹ ڈالے گئے۔ لیکن یہ عجیب اسرائیلی توہمات
تو بدستور پائے جاتے ہیں۔ مثلاً لوگ ان اولیاء اللہ کے مزاروں
پر جاتے ہیں۔ وہاں قبروں سے اونچی اونچی آوازیں باتیں
کرتے ہیں، اپنا دکھڑا سناتے ہیں، نالہ و شیون کرتے ہیں اور
پکار پکار کر قبر میں مدفون بزرگ کو کہتے ہیں کہ وہ ان کی مدد کرے
انہیں بیٹا یا بیٹی دے۔ انہیں بیماری سے شفا دے۔ انہیں ظلم
ستم سے نجات دے۔ ان کا رزق بڑھا دے۔ ان کی دیگر مرادیں
بر لائے۔ آستانوں پر جو علمائے کرام اور پیر عظام بیٹھے ہوتے ہیں
وہ بھی زائرین کے ساتھ مل کر اونچی اونچی آواز سے اسی طرح صاحب
تربت سے مرادیں مانگتے اور دعائیں کرتے ہیں۔ قبر کے گرد سات
مرتبہ یا گیارہ مرتبہ طواف کرتے ہیں۔ پھر دعا کرنے کے عوض میں
زائر سے پیسے مانگتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ زائر جتنے زیادہ
پیسے یا روپے دے اتنی ہی لمبی دعا اس کے لئے کی جاتی ہے
اکثر مرتبہ یہ پیر زائر کی جیبوں اور بٹوے سے خود ہی پیسے
روپے نکال لیتے ہیں اور اسے کہتے ہیں۔ دیکھو! تم مانتے ہو
یہ حضرت زندہ ہیں۔ وہ کہتا ہے "ہاں" پھر کہتے ہیں "ہم ایسے ولی اللہ
کے سامنے اور موجودگی میں مت جھوٹ بول سکتے یا بے ایمانی
کر سکتے ہیں؟" وہ کہتا ہے "نہیں"۔ پھر کہتے ہیں "اولیں

یقین جانو کہ جس قدر روپیہ پیسہ یا ساری رقم تم ہمارے حوالے
کر دوگے اُتنی ہی جلدی تمہاری مراد پوری ہو جائے گی کیونکہ
ہم ان حضرت صاحب اور تمہارے درمیان بطور واسطہ اور وسیلہ
کے کھڑے ہیں۔ ان پڑھ نادار غریب سادہ لوح دیہاتی یا
عقیدت مند شہری کچھ نہیں کماتا اور جو کچھ اُس کے پاس ہوتا ہے
ان پیروں کے حوالے کر دیتا ہے۔ کشمیر میں اس طرح روزگار کمانا
پیر صاحبان کا عام پیشہ اور تجارت ہے۔ کشمیر میں آپ کو یہ نظارہ
عام زیارتوں اور آستانوں پر دیکھنے میں آئے گا۔ مثلاً سرینگر
میں حضرت شیخ حمزہ سلطان مخدومؒ۔ حضرت بٹہ مالوؒ۔ حضرت امیر
کبیرؒ ہمدانی۔ حضرت شیخ دستگیرؒ صاحب وغیرہ۔ چرار شریف میں
حضرت شیخ نورالدینؒ ولی سلطان العالم۔ اننت ناگ میں حضرت
بابا حیدرؒ ریشی۔ عیش مقام میں حضرت زین الدینؒ۔ بڈگام
میں حضرت خانؒ صاحب۔ بارہ مولا میں حضرت جانبازؒ صاحب
گلمرگ میں حضرت ریشیؒ صاحب وغیرہ وغیرہ کے آستانوں پر کشمیر
کے مسلمان اسی طرح نذریں، نیازیں دیتے، بھیڑ بکریوں، مرغوں کی
قربانیاں کرتے اور دیگر تمام طریقے بجا لاتے دیکھیں گے جو اُن کے
بچھڑے ہوئے اسرائیلی بھائی اُنہیں کی طرح مسلمان ہو چکنے
کے باوجود اور قرآن کریم واحادیث کے احکامات کے خلاف عراق
اردن، شام، فلسطین، غازہ، سینا وغیرہ میں کرتے ہیں۔

باب ہفتم

بے شکل پتھر کی پرستش

کشمیر میں پنڈتوں کے منادر میں ہر جگہ آپ کو ایک مقدس پتھر ملے گا۔ جس کی شکل نہ تو کسی مورتی یا جانور یا پرندہ وغیرہ کی ہوتی ہے۔ نہ یہ اور کوئی تصوراتی شکل ہوتی ہے پرانے مندروں اور بلند پہاڑی مقامات کے مندروں میں جہاں نئی تہذیب کی روشنی ابھی پوری نہیں پہونچی آپ کو یہ پتھر بالعموم مبوترہ، بے ڈھبا اور بے ڈول سا ملے گا۔ یہ لوگ اسی پتھر کی پوجا کرتے ہیں۔ اور مختلف مقامات پر اس کا مختلف نام بتاتے ہیں۔ چونکہ بمقابلہ مذاہب اسلام یا عیسائیت، یہودیت تو انہیں تسلیم نہیں کرتے اسی لئے یہ لوگ لامحالہ اپنے آپ کو اہل ہنود کے ساتھ منسلک کرتے ہیں۔ کیونکہ ہر وہ شخص جو کسی بھی مورتی، عقیدہ، تصور یا خیال کی پوجا کرے خواہ وہ ویدوں کو مانے یا نہ مانے اور خواہ ویدک دھرم پر چلے یا نہ چلے ہندویت کے دامن اسے خوشی سے قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ

ہندومت کی متابعت میں پنڈت صاحبان پوجا کے ان پتھروں کو شوجی اور لنگ کہتے ہیں۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ اس بے ڈول پتھر کو سوائے اس نام کے دینے کے شوجی مہاراج اور لنگ سے جو روایات ویدک مذہب میں مروج ہیں۔ پنڈت لوگ ان روایات کے پابند نہیں ہیں۔ بلکہ بسا اوقات جانتے تک بھی نہیں ہیں۔ کشمیر کے پنڈتوں کو آپ دسہرہ، دیوالی رام نومی وغیرہ کے تہواروں کو مناتے نہیں دیکھیں گے۔ اب ہندوستان سے آئے ہوئے اہل ہنود کے کہنے سننے پر نئی روشنی کے پنڈت ان تہواروں کو تھوڑا بہت منانے لگے ہیں۔ مگر پرانے اور بزرگ پنڈت صاحبان ان میں گرمجوشی نہیں دکھاتے۔ یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہندوستان کے مندروں میں شوجی اور لنگ کی جس طرح خوب صورت بنی ہوئی مورتیاں (یعنی خاص بناوٹ کے ستون نما لمبے پتھر) ہوتی ہیں۔ ویسی کشمیر میں ہرگز نہیں ہوتیں۔ بلکہ یہاں ناتراشیدہ، یا معمولی تراشیدہ لمبوترہ یا گول سا ایک پتھر ہوتا ہے۔ دوسرے یہ حقیقت بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہندوستان میں شوجی اور لنگ کے پجاری وحدانیت اور توحید کے قائل نہیں ہیں اور نہ اصولاً وہ ہو سکتے ہیں۔ مگر کشمیر کے پنڈت صاحبان وحدانیت اور توحید کے سختی سے قائل ہیں اور ایک ان پڑھ دیہاتی پنڈت بھی آپ کو ایسا نہیں ملے گا جو اس عقیدہ سے منحرف ہو۔ توحید اور شوجی کی پوجا۔ یہ دونوں بعد المشرقین عقائد ہیں پس معلوم ہوا کہ کشمیر کے پنڈت وحدانیت کے عقیدہ کو رکھتے ہوئے اس پتھر سے کسی دیوتا کے بت کی پوجا نہیں کرتے

بلکہ اس پتھر کی ایکائی کی پوجا کرتے ہیں۔ نام وہ خواہ کچھ رکھ لیں
یہودیوں میں بھی اسی قسم کے ایک پتھر کو مقدس سمجھا
جاتا ہے۔ یہ پتھر بھی لمبوترہ یا نا تراشیدہ ہے۔ بھدا اور
بے ڈول یا ستون نما گول ہوتا ہے کسی کسی جگہ تو یہ ایک
بے ہنگم پتھر ہی ہوتا ہے اور کسی کسی جگہ معمولی طور پہ تراشا ہوا
ہے۔ یہ پتھر معبد کے اندرونی کمرہ میں رکھا جاتا ہے اور اسے
نہایت مقدس سمجھا جاتا ہے۔ بہت سے یہودی تو اسی پتھر
کی پوجا کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ خدا کی وحدانیت یعنی اکائی
کو ظاہر کرتا ہے اور بعض یہودی اس پتھر کے گرد بیٹھ کر خدائے
وحدہٗ لاشریک کی پوجا کرتے ہیں۔

ہندوؤں اور یہودیوں کے طریقِ عبادت میں مماثلت کی وجہ

کشمیری ہندوؤں اور یہودیوں کے خاص طریقِ عبادت میں
یہ حیرت انگیز مماثلت کیوں اور کس طرح ہے؟ قدیم عبرانی
کلدانی، سریانی اور آرامی کتابوں میں اسماعیلیوں کے مذہب کو
"دینِ سنگ" (پتھر کا مذہب) لکھا گیا ہے اور یہ کہ حضرت ابراہیم
علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ نے مکہ میں حضرت اسحاق
اور حضرت یعقوبؑ نے کنعان میں اور ان کی اولادوں نے مواب
اور دوسرے مقامات پر اس مذہب کو پھیلایا تھا۔ دینِ سنگ سے
مراد پتھروں کی پوجا یا بت پرستی نہیں تھی بلکہ اس کا مطلب
کسی خاص پتھر پر خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنا۔ اس قدیم

زمانے میں جبکہ شہر اور قصبے نہیں تھے انسان خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے تو کوئی اس قسم کا مکان بنانے کی حاجت نہیں تھی جو خدا کی عبادت کے لئے وقف ہو چنانچہ ایک بڑا سا پتھر کسی نمایاں جگہ پر کھڑا کر دیا جاتا اور اس کے گرد خدا کی یاد میں جج کیا جاتا۔ دور سے یہ پتھر اس نشان کا کام دیتا کہ یہ جگہ عبادت کے لئے مخصوص ہے۔ لفظ حج (یعنی طواف کرنا یعنی سات دفعہ چکر لگانا) عبرانی اور سامی زبانوں میں عام مستعمل ہے۔ عربی زبان میں لفظ حجاج (HAJAJ) ہے تو عبرانی زبان میں حگاگ (HAGAG) ہے۔ لفظ ایک ہی ہے صرف تلفظ میں فرق ہے۔ عبرانی اور سامی زبانوں میں "ج" کا حرف نہیں ہے۔ وہ "ج" کی بجائے "گ" بولتے ہیں اور عربی زبان میں "گ" نہیں ہے۔ لہذا جہاں "گ" کا حرف آئے عرب لوگ "ج" استعمال کرتے ہیں۔ آرامی میں بھی "ج" نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ کی شریعت میں اسی لفظ حجاج کو "حگاگ" "خغاغ" لکھا گیا ہے۔ حجاج یا حگاگ کے معنی ہوتے ہیں کوئی پتھر یا قربان گاہ یا عمارت جس کے گرد مخصوص انداز سے دوڑ کر مذہبی خوشی کے تہوار کو منایا جائے۔

مصفا کی تاریخ حضرت ابراہیم علیہ السلام صحرا میں اپنے سفروں میں خاص خاص موقعوں پر جگہ بہ جگہ عبادت کے لئے پتھر کھڑا کر کے قربان گاہ بناتے تھے حضرت یعقوب جب پدّن آرم جارہے تھے اور حیرت کن زینہ کا خواب دیکھا تو

وہیں ایک پتھر کھڑا کیا اور تیل ڈالا اور بیتھل (یعنی خانہ خدا) کا نام دیا۔ بیس سال کے بعد وہ پھر جب ادھر سے گذرے تو تیل اور خالص شراب اُس پر ڈالی۔

(پیدائش باب ۲۸ آیت ۱۰،۲۲ باب ۳۵)

حضرت یعقوبؑ اور اُن کے سُسر نے پتھروں کے ڈھیر کے اوپر ایک بڑا پتھر کھڑا کیا۔ جسے عبرانی میں گلیعد اور لابان نے آرامی میں "یگر سہادوتھا" (گواہوں کا انبارہ) کہا۔ لیکن توریت میں اسے مِصپا MISPA کے اسمِ خاص سے یاد کیا گیا ہے۔

(پیدائش باب ۳۱ آیت ۴۵، ۵۵)

عبرانی زبان میں P (پ) کو F (ف) پڑھا جاتا ہے۔ اسلئے اس کا صحیح تلفظ مِصفا ہے۔ اسی واسطے عبرانی P (پ) کو انگریزی میں ترجمہ کرتے وقت PH (ف) لکھا جانا چاہیئے اور لکھا جاتا ہے۔ جیسے PHRASE (فریز۔ جملہ) PHAROAH (فرو۔ فرعون) PROPHET (پرافٹ۔ پیشگوئی کرنیوالا نبی، رسول) PHILOSOPHY (فلاسفی۔ منطق۔ فلسفہ وغیرہ وغیرہ۔ اسرائیلیوں کی تاریخ میں رفتہ رفتہ مِصفا نے نہایت اہمیت حاصل کرلی۔ یوں تو ہر مِصفا مقامی اجتماع و عبادت کا سنٹر ہوا کرتا تھا۔ مگر خصوصاً وہ مِصفا جن کی بڑے بڑے بزرگوں یا پیغمبروں نے بنیاد رکھی تھی لامحالہ سب سے زیادہ اہم پوزیشن حاصل تھی۔ لوگ ان جگہوں کو زیادہ متبرک اور قبولیت کے مقام سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایسے ہی ایک مِصفا پہ ایک مرتبہ

FIG.





ornament for the neck.



اسرائیل کے گیارہ قبیلوں کے چار لاکھ سپاہیوں نے خدا کے سامنے قسم کھائی کہ وہ قبیلہ بنی یامین مقیم گیبا کو شرع کے ایک مکروہ جرم کی پاداش میں قتل کر ڈالیں گے چنانچہ وہ اپنی قسم میں کامیاب ہوئے (کتاب جحان باب ۲۰ آیت ۲۱)

سموئیل پیغمبر نے ایک مصفا پر اسرائیلیوں کو جمع کر کے خدا کے سامنے قسم لی کہ وہ اپنے تمام بتوں کو توڑ ڈالیں گے اور پھر فلسطینیوں کے ظلم سے وہ بچ گئے

(کتاب سموئیل باب ۱ آیت ۷)

ایسے ہی مصفا کوں پر لوگ جمع ہوتے اور اپنے امیر چنتے چنانچہ سموئیل کو اسرائیل نے ایک مصفا پر اپنا بادشاہ چنا (سموئیل باب ۱ آیت ۱۰) ہر قوی اہمیت کا بڑا فیصلہ کسی اہم مصفا پر ہی طے پاتا۔ مصفا کو کسی کسی جگہ بیت ایل بھی لکھتے ہیں۔ (BETHEL)

یہ مصفا یا عبادت گاہیں کسی اونچی جگہ یا بلند کرسی (پلیٹ فارم) جنہیں راموتھ RAMOTH کہتے تھے بنائی جاتی تھیں۔ حتیٰ کہ جب حضرت سلیمان نے اپنا عظیم الشان معبد یوروشلم میں بنایا تو بھی پرانے مصفا بڑی تقدس کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ کلدانیوں نے جب یوروشلم کے معبد کو مسمار کر دیا تو بھی مصفاؤں کا تقدس بدستور رہا۔ اگرچہ مکابیوں (MACCABEES) کے بادشاہ انیتی اوکس ANTIOCHUS کے زمانے تک مصفا ایسے ہی

احترام میں رہے مگر اسرائیلیوں نے اپنے پیغمبروں اور دیگر بزرگوں کے بتوں سے انہیں ارد گرد بھر دیا تھا۔ مکہ کے مصفا کا بھی یہی حال ہوا جس کی بنیاد حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیلؑ نے رکھی تھی۔ چونکہ مکہ کے قرب و جوار میں اب تک کوئی پیغمبر نہ ہوا اس واسطے وہاں کے اسمٰعیلیوں نے اپنے بزرگوں اور وہاں کے دیگر بتوں سے مکہ کے مصفا کو بھر دیا۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے مصفا کا لفظ قدیم سامی زبانوں کے اسماء ظرف سے متعلق ہے۔ یعنی اسماء ظرف اس چیز سے بنتے تھے جو ان کے اندر ہوتی تھی یا جسے وہ احاطہ کئے ہوئے ہوتے تھے۔ لفظ مصفا سامی زبان کے ایک قدیم لفظ صفا سے نکلا ہے۔ صفا کے معنی پتھر کے ہیں اور مصفا اس اونچی جگہ کو کہتے ہیں جس پر چڑھ کر دیکھا جا سکے جو مینار اور دیکھ بھال کا کام دے۔ جس پر گرد و پیش کے لوگوں کو بٹھایا جا سکے جو اپنے ارد گرد کے لوگوں کو دیکھ سکے۔ جو لوگوں پر نظر رکھنے کا کام دے۔ اگرچہ عبرانی میں پتھر کے لئے ان ممالک کی ہر زبان کی طرح الگ لفظ وضع کیا گیا مگر مصفا کا مفہوم رفتہ رفتہ یہ ہو گیا وہ جگہ جہاں لوگ عبادت کے لئے جمع ہوں اور اس عبادت گاہ کی نشان دہی کے لئے کوئی پتھر رکھا ہوا تھا۔ پتھر بالعموم پتھروں کے ڈھیر کے اوپر رکھ دیا جاتا تھا کھلے میدان یا لق و دق صحرا میں دور سے نظر آ سکے اس کے اوپر یا ارد گرد کوئی عمارت نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ

جہاں بڑا صفا (پتھر) رکھا جاتا ہے صفا کہلاتی تھی۔

پتھر کا مذہب

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں اور حضرت ابراہیمؑ کی اولادوں نے ایک پتھر کے کھمبے یا پتھر کو نشان رکھ کر رب العالمین کی عبادت کرنا کیوں شروع کیا اِسی خاص پتھر کو صفا کیوں کہا جاتا تھا؟

ہم حضرت موسےٰؑ کی شریعت میں پڑھتے ہیں کہ صفا کو گھڑنے بنانے یا اُس پر کچھ لکھنے یا کندہ کرنے کی سخت ممانعت تھی یہ پتھر قدرتی شکل میں سیدھا سادے ڈھب، بے ڈول ہونا چاہیئے کیونکہ گھڑنے، بنانے یا اُس پر کچھ لکھنے سے یہ خطرہ تھا کہ کوئی نادان شخص اسے مقدس سمجھ کر اسکی پوجا نہ شروع کر دے پتھر سے زیادہ دنیا میں کوئی دوسری چیز یا دہات دیرپا، سستی اور سادہ و مضبوط نہیں ہو سکتی۔ ایک بے ڈھب پتھر کو کسی صحرا یا جنگل میں رکھدو۔ کوئی اُسے چرا کر نہیں لیجائیگا نہ کوئی ایسی فضول اور بیہودہ کوئی حکمی چیز سے چھیڑ چھاڑ کرے گا۔ آندھی، بارش، طوفان، زلزلے اُس پر کچھ اثر نہیں کرتے۔ یہ برسوں نہیں صدیوں بلکہ قرنوں اپنی حالت میں پڑا رہ سکتا ہے۔ کسی کا لالچ یا دشمنی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ پھر لق و دق صحرا، جنگل یا آبادی سے باہر کُھلے میدان یا ویرانہ میں عبادت گاہ کا کوئی نشان بھی ہونا چاہیئے تاکہ ہر انجان اور گمشدہ آدمی وہاں پہنچ سکے۔ پس عبادت گاہ کی نشاندہی کے لئے ایک سادہ بے ڈول پتھر سے

زیادہ عمدہ کوئی چیز نہیں۔ سونے، چاندی، تلنبے، سکے، لوہے
لکڑی الغرض کسی چیز میں بھی ایک بہت بڑے پیمانے پر پتھر کی سی
خوبیاں نہیں ہیں۔ مضبوطی، پاکیزگی، صفائی، محفوظیت، سادگی
عمدگی اور سستاپن میں کسی جگہ کے نشان کے لیے بے صورت
پتھر کا مقابلہ کوئی دوسری چیز نہیں کر سکتی۔ پس وہ لوگ
جو خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں اس کی عبادت
کے نشان کے طور پر پتھر سے بہتر ان کے لیے کوئی چیز نہیں
تاکہ وہ اپنی جگہ کو پہچان سکیں اور وہیں بیٹھ کر خدا کی عبادت
کریں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور اس زمانے کے مسلمانوں
نے جس جس جگہ صفا رکھا وہ ان کی عبادت گاہ کا نشان تھا۔
عبادت گاہ کا نشان ہونے کی وجہ سے پتھر (صفا)، پتھر کی کرسی
(پلیٹ فارم۔ مِصفا) اور اس کے گرداگرد کا دائرہ بھی واجب
الاحترام سمجھا جانے لگا۔ بنا بریں اسرائیلی عین اس کرسی
یا عمارت کے گرد حجگا HIGGA یا اسلامی حج (HAJJ)
کرتے تھے جہاں بطور نشان مقدس پتھر نصب کیا ہوتا تھا۔ جب
کرامطی (KARAMATIANS) کعبہ سے حجر اسود اٹھا
لے گئے اور اپنے ملک میں اسے بیس سال رکھا تو بھی وہ حاجیوں
کو اپنے ملک میں نہ کھینچ سکے بلکہ حج بدستور بیس سال کعبہ میں ہی
ہوتا رہا۔ ان کا خیال تھا (جیسا کہ اب بھی مسلمانوں کی تاریخ میں
بعض غیر مسلموں کا خیال ہے کہ مسلمان حجر اسود کی پوجا کرتے
ہیں۔ خدانخواستہ اس کا طواف کرتے اور اسی کی طرف

کر کے نماز پڑھتے ہیں، کہ مسلمان حجر اسود کے پجاری ہیں وہ اسی کا طواف کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ مجبوراً ہمارے ملک میں آ کر حجر اسود کا طواف کریں گے اور حج کریں گے اور ہماری طرف منہ کر کے نماز پڑھیں گے۔ مگر مسلمانوں نے ایسا نہ کیا۔ قرامطیوں کا وہم غلط ثابت ہوا۔ مسلمان بدستور کعبہ کی طرف ہی منہ کر کے نماز پڑھتے اور کعبہ میں ہی جا کر حج کرتے رہے۔ حجر اسود تو قدیم زمانے سے عبادت گاہ کے نشان کے طور پر تھا۔ عبادت گاہ موجود تھی۔ انہیں خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت گاہ میں ہی عبادت کرنا تھی اور وہیں حج کرنا تھا۔ چنانچہ وہ کرتے رہے انہیں حجر اسود کی طرف منہ کر کے نماز نہیں پڑھنا تھی۔ دوسری اقوام و مذاہب سے اپنے آپ کی تخصیص کرنے کے لئے خدا کے حکم سے انہوں نے عبادت کرنے کا اپنا ایک رخ مقرر کر لیا۔ انہیں حجر اسود سے کوئی غرض نہیں تھی۔ وہ وہاں تھا یا نہیں تھا۔ بیس سال تک قرامطی دیکھا کئے۔ اپنی حماقت کو انہوں نے بری طرح محسوس کیا اور آخر اسے ایک ناکارہ پتھر تسلیم کرتے ہوئے بیس سال کے بعد واپس لا کر چھوڑ گئے۔ اگر یہ نشان عبادت گاہ کعبہ (یعنی حجر اسود) سونے یا کسی اور دھات کا ہوتا تو کس طرح ممکن تھا کہ یہ کم از کم پانچ چھ ہزار سال تک اپنی جگہ پر پڑا رہتا۔ اگر اس پر کوئی نشان ہوتا یا اس کی کوئی شکل ہوتی یا اس پر کوئی تحریر ہوتی تب بھی یہ محفوظ نہ رہ سکتا تھا اور خود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہ باقی بتوں

کی طرح اسے تھوڑ چھوڑ دیتے تھے۔

صفا کی لسانی تحقیق اور اسپرٹائیگی رسومات

صفا عبرانی میں "صادی"۔ "فی" اور "ی" سے بطور فعل و اسم کے مل کر بنا ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں۔ پاکیزہ کرنا۔ تزکیہ کرنا۔ بغور دیکھنا بھالنا۔ فاصلے سے نگاہ رکھنا۔ منتخب کرنا چننا۔ انتخاب عمل میں لانا۔ وغیرہ وغیرہ چونکہ ایسی نشان عبادت یعنی صفا یا پتھر کے پاس بیٹھ کر انسان خدا کو یاد کرتا اور اپنے نفس کا تزکیہ کرتا تھا۔ اسی لئے رفتہ رفتہ پتھر کو بھی مُقدّس سمجھا جانے لگا اور لامحالہ کمزور دلوں میں یہ خیال آیا کہ پتھر کی ایکائی سے خدا کی ایکائی پیدا ہوتی ہے اور پتھر ہی ہمیں بغور دیکھتا اور ہمارے دلوں کو مانجھتا ہے۔ چونکہ ان میں اکثر بڑے بڑے صفاؤں کے صفا جلیل القدر بزرگوں کے رکھے ہوئے تھے پس اُن بزرگوں کی بزرگی کے تصوّر سے بھی ان پتھروں سے عقیدت پیدا ہو گئی۔ اسی عقیدت کی بنا پر لوگوں نے مناسب سمجھا ہوگا کہ پتھر کو خوب صورت تراش کر رکھا جائے۔ چونکہ توریت میں قربانی کے وقت خون بوٹیں اور صندل اور لوبان جلانے کا حکم ہے اور پھولوں کے عرق اور عطریات چھڑکنے کا حکم ہے اور قربانی صفا (مقدس پتھر) کے پاس کی جاتی تھی اسی لئے مقدس پتھر کو بھی ان چیزوں میں حصہ ملنے لگا۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے (جیسا کہ اوپر

حوالہ دیا گیا ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیت ایل کے پتھر پر تیل اور شربت ڈالا تھا۔ یہ رسم بالعموم یہودیوں میں عام ہو گئی کہ مقدس پتھر پر تیل اور خوشبوئیں نیز عطریات چھڑکتے تھے اور لبان وصندل و اسپند کی دھونی ضرور دیتے تھے۔ مگر ان تمام رسوم کو بجا لانے کے باوجود اور ان پتھروں کی پوجا کرنے کے باوجود وہ عقیدۂ خدائی وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت اور توحید سے منکر نہیں ہوئے اور انہوں نے کبھی بھی ان ایسے گول پتھر کو گھڑ کر کسی دیوی، دیوتا یا جانور کی شکل نہیں بنائی۔ کسی کسی جگہ بت پرستی ہو جانے کے باوجود بھی ہیکل کا یہ بے شکل پتھر ان کے معبدوں میں بدستور موجود رہا۔ اور آج بھی ہے۔ اب بتائیے کشمیری پنڈتوں اور یہودی راہبوں میں عقیدہ کے لحاظ سے کونسا فرق رہا ہے۔ یہودیوں کے مصفا یا مصفا اور پنڈتوں کے شولنگ میں کونسا فرق ہے؟ اور طریقۂ عبادت میں کونسا اختلاف نظر آتا ہے؟ جب شکل صورت، لباس، طریقۂ عبادت مذہبی رسوم سب یکجہتی لئے ہے تو بتائیے کہ کشمیری پنڈت قدیم اسرائیلی راہب نہیں تو کون ہیں؟

ڈاکٹر فریزر کا خیال ہے کہ پتھروں کی پوجا کی رسم عام ہے اور یہودیوں سے تمام دنیا میں پھیلی ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ وسطِ افریقہ جھیل وکٹوریا نیانزہ کے شمال میں ضلع بسوگا (BUSOGA) کے ہر چٹان اور بڑے پتھر کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ اس کی روح ہوتی ہے

جو ہر علاقہ میں اچھا اور بُرا کام کرتی رہتی ہے۔ جب کسی
شخص کو بیماری یا پلیگ وغیرہ لاحق ہوتی ہے تو وہ بیمار
اس چٹان یا پتھر پر چڑھ کر لوگوں کو پکارتا ہے۔ سردار اور
حکیم لوگوں کو جمع کرتے ہیں۔ دیوی کو بکرے یا مرغے
کی قربانی دی جاتی ہے اور لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ کس طرح
بیماری کو روکا جائے۔ یہ کہنے کے بعد روح یا دیوی واپس
چٹان یا پتھر میں چلی جاتی ہے اور وہ بیمار واپس اپنے گھر
آجاتا ہے"۔ فرانسیسی سوڈان کے منکیاری لوگ جو نائجیریا
کے جنوب میں رہتے ہیں۔ چٹانوں اور پتھروں کو قربانیاں
پیش کرتے ہیں۔ قصبہ سپو (SAPO) کے سردار کے
مکان کے باہر دروازے پر ایک بڑا پتھر پڑا ہے۔ جس شخص
کو بیوی میسر نہیں آتی یا بچہ نہیں ہوتا وہ اس پتھر کو ایک
مرغا پیش کرتا ہے اور امید کرتا ہے کہ وہ پتھر اسے بیوی
یا بچہ دیدیگا۔ وہ مرغے کو فی الحقیقت سردار کے حوالہ کرتا ہے
جو اسے ذبح کرکے اپنا عیش مناتا ہے۔ اگر اس کی تمنا پوری
ہو جائے تو وہ آدمی شکریہ کے طور پر ایک اور مرغا پتھر کو
دیتا ہے۔ منڈان انڈین لوگ ایک سفید مدور پتھر میں
ایمان رکھتے ہیں۔ جو کئی معجزنما کام کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔
ہر بہار یا گرمیوں راہبوں اور لوگوں کا ایک گروہ پتھر کے
پاس شام کو جاتا ہے اور باری باری تمباکو کا ایک کش خود لگاتا
اور ایک پتھر کو پیش کرتا ہے۔ رات کو لوگ ملحقہ جنگل میں

چلے جاتے اور پتھر کو سورج بچار کرنے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔
اگلے دن صبح پتھر پر کچھ سفید نشان نظر آتے ہیں اِن کی تعبیر
راہب بتا دیتے ہیں کیونکہ رات کے اندھیرے میں انھوں نے
یہ نشان لگائے ہوتے ہیں جبکہ وہ سمجھ جنگلی سوئے ہوتے ہیں
کوٹہ انڈین لوگوں میں کوئی شخص کسی قسم کا ایک گول سا پتھر اٹھا
تا ہے۔ اس پہ رنگ لگاتا ہے۔ چند قدم اپنے گھر سے چلتا ہے۔ گھاس
کاٹتا ہے یہی دو تین گز تک پتھر یا اپنے دیوتا کو وہاں رکھ دیتا
اور کچھ تمباکو اور پتھر کو پیش کر کے دعا مانگتا ہے.....
دے میں پتھروں پہ تیل ملا جاتا ہے اس سے ہمیں حضرت یعقوبؑ کا
واقعہ یاد آتا ہے جب انہوں نے بیت ایل پہ اپنے خواب کی یادگار
پتھر پہ تیل ڈالا تھا۔ پتھر کو مقدس سمجھنے کا یہ بہترین ثبوت ہے
ہمیں اُس قدیم رسم کی یاد دلاتا ہے جب معبد کے مقدس پتھر
پر تیل ڈالا جاتا تھا۔ یقیناً پتھروں پہ تیل ڈالنے کی رسم عالمگیر تھی
پ لولی مس کے مقبرے کے پاس دلفی میں ایک چھوٹا پتھر تھا جس
پر روز تیل ڈالا جاتا تھا اور ہر تہوار پہ بالکنا اُون اُس پہ ڈالا
جاتا تھا۔ تھیوفراسٹس (THEOPHRASTUS) کے بقول
یونانیوں میں ایک مذہبی جنون کی یہ ایک نشانی تھی کہ جب وہ
سڑک میں صاف پتھروں کو دیکھتا وہ ایک بوتل میں سے اُن پر
تیل ڈالتا اور پھر دو زانو ہو کر اُن کی پوجا کرتا اور بت کے آگے چلتا۔
اسی طرح لوسین LUCIAN ایک رومی جس کا نام رتی لانس
(RUTILLIANUS) تھا۔ جب کسی تیل والے پتھر کو دیکھتا وہ

اپنے گھٹنوں پر اس کے سامنے جھک جاتا اور اس کی پوجا کر
بعد کافی دیر اس کے پاس کھڑا ہو کر دعا کرتا تھا اور معاف
یہی مورخ نفرت سے تیل والے اور رنگ والے پتھروں کا
ہے جن کے بارہ میں فرض کیا جاتا تھا کہ وہ باتیں کرتے ہیں۔ ا
کے زمانہ کی اندھی بت پرستی کے بارہ میں عیسائی مورخ آرنوبیئ
(ARNOBIUS) کہتا ہے۔ اگر میں کبھی کسی رنگ وا
والے پتھر کو دیکھ لیتا میں اس کی پرستش کرتا گویا کہ اس میں
مافوق قوت ہو۔ میں اس کی تمجید کرتا، اس سے باتیں کرتا اور
بے حس پتھر سے منافع مانگتا۔

صوبہ بمبئی کے شمالی کونکن کے جنگلوں میں ایک قبیلہ
جنہیں ورالی کہتے ہیں جو چیتوں کے خدا واگھیا کی پرستش
ہیں۔ یہ محض ایک بے شکل پتھر ہوتا ہے جس پر سرخ سند
اور صاف گھی ڈالا جاتا ہے۔ وہ اسے مرغیاں، بکرے
اس پر ناریل توڑتے ہیں اور اس پر تیل ڈالتے ہیں۔ اس
عوض میں وہ انہیں شیروں سے بچاتا، اچھی فصلیں دیتا
سے محفوظ رکھتا ہے...... ہر گاؤں میں ایسے پتھر
آتے ہیں۔ ان کو ہمیشہ مرغیاں، بکرے اور ناریل وغیرہ
ایام میں دیتے ہیں...... پونا میں ایک ایسا ہی پتھر
پر سرخ رنگ اور تیل ڈالا گیا ہے۔ جنوبی ہند کی تیلگو
میں ٹوڈا قبیلے کے لوگ جب بھینس سرائے گرا میں ایک جگہ
جا کر لیجاتے ہیں تو جہاں دودھ دوھا جاتا ہے وہاں

رکھے ہوتے ہیں۔ جن پر مال مویشی لیجانے یا ان سے پیشتر دودھ ڈالا اور مکھن رگڑا جاتا ہے۔ مثلاً موورے گاؤں میں ایسے چار پتھر ہیں اور گول اور بالکل شفاف ہیں ......

تیموگیں کے جنوب مغرب کی جانب سماٹی کے جزائر میں ہر مالک مکان اپنے سرہانے ایک سیاہ پتھر رکھتا ہے اور جب وہ باہر سفر یا تجارت یا جنگ کے لئے جاتا ہے تو کامیابی حاصل کرنے کی خاطر پتھر پر تیل ڈالتا ہے۔ وسطی مڈغاسکر میں بتسیلیو کے قبیلہ کے بارہ میں ہمیں بتایا جاتا ہے کہ آپ کو ہر جگہ بڑے بڑے پتھر نظر آئیں گے جن پر چربی یا تیل خوب ملا ہوا ہوگا۔ ان کے بارہ میں بھی ایسے توہمات ہمیں بتائے جاتے ہیں ...... برٹش ایسٹ افریقہ کے اکمبا کے قبیلہ کے لوگوں کے پاس ایسے ہی مقدس پتھر ہوتے ہیں جن پر مکھن یا چربی ملی ہوتی ہے۔

(عہد نامہ قدیم کا دیہاتی علم - از ڈاکٹر فریزر ص ۲۳۵، ص ۲۳۶)

ان واقعات سے ڈاکٹر فریزر اندازہ لگاتے ہیں کہ اسرائیلیوں میں بھی پتھر کی پرستش کی رسم قدیم سے تھی حالانکہ جیسا کہ ہم نے حقائق اور قدیم سامی قبالوں کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے۔ ڈاکٹر فریزر کا یہ خیال غلط ہے۔ ڈاکٹر فریزر کے ان تمام حوالوں میں ہمیں ایک بات مشترک نظر آتی ہے وہ یہ کہ مذکورہ تمام وحشی قبیلے اور لوگ ان پتھروں کو دیوتا اور خدا مانتے ہیں۔ ان سے مرادیں طلب کرتے ہیں اور شرک و بت پرستی میں اس حد تک مبتلا ہیں کہ انہیں خدائے واحد لاشریک کا کوئی تصور تک

ہیں۔ لیکن اسرائیلیوں میں یہ بات نہیں۔ اُن کا مقدس پتھر صرف
مذہبی عبادت گاہ کے نشان کے طور پر تھا اور وہ خواہ یہودی
ہوں خواہ پنڈت۔ خدا تعالیٰ کو ایک مانتے ہیں اس کی ہستی کے
کے قائل ہیں اور کبھی بھی اس گول پتھر سے اپنی مراد لیا نہیں بلکہ
وہ اسے مقدس سمجھتے ہیں کیونکہ ابتداً بزرگوں نے انہیں
نصب کیا۔ اُن کے مقدس ہاتھوں نے ان پتھروں کو چھوا اور
خدا کی عبادت گاہ کے نشان کے طور پر یہ پتھر استعمال ہوتے
تھے۔ وحشیوں اور اسرائیلیوں (خواہ یہودی ہوں خواہ پنڈت) کا کام
بظاہر تو وہی ہے لیکن عقائد میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اور
جیسا کہ ہم نے ثابت کر دیا۔ یہی فرق ثابت کر دیتا ہے کہ یہودیوں
اور پنڈتوں کے بنیادی طور پر توحید کے بارہ میں اور عبادت کے
کے بارہ میں ایک سے عقائد آج تک مروّج ہیں ۔

باب ہشتم

اسرائیلی مقدس مقامات اونچی جگہوں پر

عہدنامہ قدیم میں ہمیں کئی جگہ ثبوت ملتا ہے کہ اسرائیلیوں کے مقدس مقامات اونچی جگہوں پر ہوا کرتے تھے یعنی بلند ٹیلوں اور پہاڑیوں پر سدا بہار درختوں کے سایہ میں وہ اپنی مقدس زیارتوں معبدوں اور آستانوں کو تعمیر کرتے تھے۔ بالعموم یہ زیارتیں بغیر چار دیواری کے اور چھت یا گنبد کے بغیر ہوا کرتی تھیں۔ ایک لکڑی کا لمبا سا ڈنڈا یا پتھر کا ستون یا کوئی لمبا سا پتھر ایسے آستانوں پر بطور نشان کے ہوتا تھا۔ لکڑی کے ڈنڈے پر کوئی رنگین کپڑا وغیرہ لگا دیتے تھے۔ جب اسرائیلی فلسطین میں مصر سے آکر آباد ہو گئے تو کئی قرنوں تک انہوں نے قربانیاں دینا شروع کیں۔ ان کے بادشاہ اور پیغمبر انہی مقامات پر وعظ کہتے اور دعائیں مانگتے تھے زمانے کے گذرنے کے ساتھ یہ آستانے تعداد میں بڑھتے گئے اور سادہ لوح پجاریوں میں رفتہ رفتہ یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ان کے علاقے یا گاؤں کا آستانہ ہی ان کا محافظ

ہے۔ وہ اُن کے کھیتوں کو ہرا بھرا رکھتا یا اُنہیں تباہ کرتا ہے۔ وہ اُن کی مرادیں پوری کرسکتا ہے۔ اُنہیں دکھوں اور مصائب سے نجات دلا سکتا ہے۔ پس خدائے واحد لاشریک کی وحدانیت کا اسرائیلی مذہب رفتہ رفتہ پہلے خفی اور پھر جلی شرک میں مبتلا ہوگیا۔ اور ایک وقت آیا کہ یہ آستانے پہلے بزرگوں کی فرضی تصویروں اور پھر بتوں سے معمور ہو گئے۔ اسرائیلی پیغمبروں نے جب اپنی قوم کا یہ حال دیکھا تو وہ سمجھ گئے کہ وہ خدائے قدوس جو اُنہیں مصریوں کے مظالم سے چھڑا کر لایا اب اُن پر قہر ناک ہوگا اور اُنہیں تباہ و برباد کردیگا۔ اُنہوں نے اسرائیلیوں کی تباہی کی پیش گوئیاں کیں۔ اسیریا اور بابل کی سلطنتوں نے عروج پکڑا پھر نینوا اور اسرائیلیوں پر پل پڑے جو کچھ اسرائیلیوں کا حشر ہوا وہ ہم نے سابقہ صفحات میں مختصراً بیان کردیا ہے۔

یہ کہ اولین اسرائیلی اپنے آستانے اونچی جگہوں اور سایہ دار درختوں کے درمیان بناتے تھے۔ اس بات کا علم ہمیں اسرائیلی تاریخ میں اُن فقروں سے ملتا ہے جو پیغمبران اسرائیل نے اپنی قوم کو مطعون کرتے ہوئے کہے تھے۔ مثلاً حضرت یرمیاہ اسرائیلیوں کے گناہ کے سلسلہ میں کہتے ہیں "اُن کی اولادوں کو اپنی قربان گاہیں اور اپنے مقدس کھمبے (آشریم) اونچی پہاڑیوں پر سبز درختوں کے درمیان یاد آتے ہیں" اور پھر شاہ یوشیا کے زمانے میں خدا نے مجھے کہا۔ کیا تو نے دیکھا اس برگزیدہ اسرائیل نے کیا کیا ہے؟ یہ (قوم) ہر اونچے پہاڑ اور ہر سبز درخت کے نیچے گئی اور وہاں زنا کاری

...ی" اور عزاکیل (Ezikiel) خدا کی جانب سے بولتے ہوئے
...تے ہیں:۔ "جب میں انہیں اس سرزمین میں لایا جس کے بارہ
...ں میں نے انہیں دینے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ تب انہوں نے ہر اونچی
...پہاڑی اور ہر گھنے درخت کو دیکھا اور وہاں اپنی قربانیاں دیں
...وہاں انہوں نے اپنی نیازوں کو نذر چڑھا کر دیا۔ وہاں انہوں نے
...ا میٹھا شربت بنایا اور وہاں انہوں نے اپنے شہر تبحور کی نیازیں
...یں۔ ڈٹرالوجی یا کتاب احکام و قانون میں (جس کی بنا پر شاہ
...شیا نے اپنی اصلاحات کی تھیں) اونچی جگہوں اور ان کی بت
...پرستی کی نوعیت اور ان کا انجام ان الفاظ میں بیان کیا ہے:۔
"تم یقیناً ان تمام جگہوں کو برباد کرو گے جہاں تمہاری مفتوحہ
...میں اونچے پہاڑوں پر پہاڑیوں پر اور ہر سبز درخت کے
...نیچے اپنے خداؤں کی پرستش کرتی تھیں تم ان کی قربان گاہوں کو
...توڑ ڈالو گے ان کے ستونوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دو گے ان کے
...کھمبوں کو جلا کر راکھ کر دو گے۔ ان کے پتھر کے خداؤں کے
...ٹکڑے اڑا دو گے اور اس ملک سے تم ان کا نام و نشان
...مٹا دو گے" (یعنی بابلیوں کو مخاطب کرتے ہوئے خدا کہتا ہے)
...ب ٹیلوں کی یہ چوٹیاں بدنام نہیں ہوئی تھیں تو ہم شاہ سول
...کے بارہ میں پڑھتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ ایک ایسے ہی درخت کے
...نیچے ایک پہاڑی پر اپنی برچھی وفاداری کے نشان کے طور پر تھام کر
...بیٹھا تھا اور اردگرد اس کے درباری اور مشیران تھے۔
ہم نے دیکھا ہے کہ آج بھی فلسطین میں دیہاتی ٹیلوں پر

سدا بہار درختوں (برمچی بلوط وغیرہ) کو مقدس جانا
اور کوئی تربت نہ بھی ہونے کے باوجود یہ کہتا ہے کہ یہا
کسی بزرگ ولی کی روح سوتی ہے۔ غالباً ایام جاہلیت کے
پرستی کے توہمات ابھی اس کے دل سے نہیں گئے۔ وہ لوگ جن
نے فلسطین کی سرزمین میں جا بجا سفر کیا ہے یا وہاں لمبا عر
ہیں اس بات کی تصدیق کریں گے یہ سر سبز مقدس جگہیں
پر وہی ہیں جہاں پہلے زمانے یہودی اپنی قربانیاں دیا کرتے
اور خوشبوئیں جلاتے تھے۔ اگرچہ زراعتی زمینیں حاصل کر
کے لئے جنگلوں کو کاٹ ڈالا گیا ہے۔ لیکن یہ مقدس جگہیں ا
توہمات کے زیر اثر اسی طرح چلی آتی ہیں اور فلسطینی دہقان
انہیں ختم کرنے کی جرأت نہیں کی مثلاً یہودیوں کی ایک
"آکی کویو" (برٹش ایسٹ افریقہ) بر عکس فلسطین تھی۔ یہاں
پیشہ لوگ رہتے ہیں جن کے پاس مویشی تو کم لیکن بھیڑ
کافی ہیں۔ انہوں نے زمینیں حاصل کرنے کے لئے بڑے
جنگلوں کو یا تو کاٹ ڈالا یا آگیں لگا دی تھیں۔ کسی وقت کی
جنگلات ابر ڈیر تک جاتے تھے۔ اب ان جنگلات کی بجا
جا بجا پہاڑوں اور ٹیلوں پر درختوں کے چھوٹے چھوٹے
ہیں۔ یہ ٹیلے مقدس ہیں اور ان کے درخت نہیں کاٹے جا
مثلاً کاہمبو کی پہاڑی اسی وجہ سے مقدس ہے۔ یہاں
کی چوٹی پر ایک قطعہ ہے جو قربانی کی جگہ ہے۔ جب کبھی
باراں کی وجہ سے قحط ہوتا ہے تو قربانی دینے کا فیصلہ کیا

Israelitish ornaments
Page 150—155

TIKA.

Ornaments worn on the forehead.





TIKA

Ornaments worn on the forehead.



Israel, Gilgit, Kashmir, Afghanistan etc. etc.
(pp. 150—155)

سوائے چودہ بوڑھوں کے باقی سب اپنے گھروں کے اندر بند
ہو جاتے ہیں۔ انہیں باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ یہ چودہ
بوڑھے ایک بھیڑ پہاڑی پر لیجاتے ہیں وہاں وہ آگ جلاتے ہیں
اور گلہ گھونٹ کر بھیڑ کو مار دیتے ہیں۔ اس کا چمڑا اتار کر بھیڑ کو
بھونتے ہیں۔ ایک ٹہنی کاٹ کر بھیڑ کی چربی میں گھولی جاتی ہے
اور پھر اس چربی کو درختوں کے پتوں پر چھڑکا جاتا ہے۔ بوڑھے
تب گوشت کو کھا لیتے ہیں اور کچھ گوشت آگ میں پھینک دیا جاتا
ہے۔ جوں ہی بوڑھے واپس آنا شروع کرتے ہیں بارش کا
اترنا شروع ہوتا ہے۔ بائیبل میں ہم اسی طرح پڑھتے ہیں کہ
مونٹ کارمل کی سرسبز چوٹی پر حضرت ایلیاہ نے اسی طرح
قلت باران کا ازالہ کیا تھا جس کی وجہ سے سرزمین اسرائیل
میں قحط پڑ گیا تھا۔ جوں ہی قربانی کی رسم انہوں نے ختم کی
سمندر سے ایک سیاہ بادل اٹھا آسمان پر چھا گیا اور بت پرست
بادشاہ جس نے جھوٹے کاہنوں کی پیش گوئیوں کو آزمایا تھا
اور بے خوف ہو گیا تھا فوراً اپنی بگھی میں بیٹھ کر پہاڑی سے
نیچے میدان کی طرف بھاگا تاکہ اپنے آپ کو اس طوفانی بارش سے
بچا لے جو غضبناک آسمان سے بشارت کی صورت میں برس رہی تھی۔
جیسا کہ ہم نے بتایا ہے کشمیر کی پرانی منہدم زیارتوں
آستانوں اور چبوتروں کے کھنڈراتوں پر بھی (خاص چھوٹے
بلوط) کے سدا بہار خودرو درخت ابھی تک پائے جاتے ہیں اور
لوگ انہیں مقدس سمجھتے ہیں حالانکہ ہندو دھرم کے مطابق

برمجی (بلوط) کا درخت منحوس سمجھا جاتا ہے۔ عہد اسلام میں تقدس اعمال کی بناء پر شمار ہوتا ہے نہ کہ سرسبز درخت لگانے پر۔ اسی طرح کشمیر میں پرانے مزار، زیارتیں اور آستانے پہاڑوں اور پہاڑیوں کی چوٹیوں، ٹیلوں اور اونچے مقامات پر نظر آئیں گے۔ وہیں پر قدیم معبدوں کے کھنڈرات بھی ملیں گے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے۔ ہندوستان، ایران، عرب وغیرہ کے مسلمان لوگ کبھی بھی اونچے ٹیلے اپنے بزرگوں کو دفنانے یا عبادت گاہیں یا مسجدیں بنانے کے لئے نہیں ڈھونڈتے۔ لیکن کشمیر میں دیکھا گیا ہے کہ مسلمان ہونے کے باوجود اولیاء اللہ کو دفنانے اور عبادت گاہیں بنانے کے لئے کسی وقت مسلمان بھی اونچی جگہوں کو تلاش کرتے ہیں۔ چنانچہ قدیم معبد اور اسلامی زمانہ وسط کے مقابر و مساجد اونچی جگہوں پر بنائی جاتی تھیں۔ اگرچہ اب یہ وہم دور ہوتا جا رہا ہے مثلاً مٹن میں کریوہ (پہاڑی کا ہموار ٹیلہ یا بلند اونچی زمین۔ یعنی ایسی اونچی زمین جو پہاڑی کے برابر سینکڑوں فٹ بلند ہو) پر مارتنڈ کے معبد کے کھنڈرات ہیں۔ اونتی پورہ میں بلندی پر دو معبدوں کے کھنڈرات ہیں۔ راجپورہ (ہاروَن سے اوپر سرینگر سے ۸ میل کے فاصلے پر) کے کھنڈرات ایک ٹیلے پر ہیں۔ پنج گام (یعنی ہارون جنگل) اور ٹراوٹ ہیچری ہارون TROUT HATCHERY HARWAN سے سینکڑوں فٹ بلند پہاڑی کے اوپر ایک معبد کے کھنڈرات برآمد ہوئے ہیں۔ پنج بہاڑہ میں کریوہ طنطنہ شاہ کے اوپر

دو ہزار سال پُرانے ایک سید صاحب حضرت طظلخ کا مقبرہ ہے
جس کے اوپر کوئی گنبد اور تعمیر نہیں۔ صرف وسطی زمانہ کی ایک
چار دیواری ہے۔ موضع بُوتھر (بوتھو) قصبہ بیت پُور
Bohatho (موجودہ نام بانڈی پھرہ) کے اوپر ٹیلے پر حضرت
موسیٰ علیہ السلام کا مقبرہ بتایا جاتا ہے۔ جو کھلا اور بلوط و
برمجی کے درختوں سے گھرا ہوا ہے۔ بارہ مُولا اور پن یار کے
پُرانے معبد ٹیلوں پر بنے ہوئے ہیں۔ سرینگر میں تختِ سلیمان
یا شنکر آچاریہ کا معبد ایک پہاڑی کے اوپر ہے۔ تعجب خیز
امر ان سب معبدوں کے متعلق یہ ہے کہ ان سب کا رُخ شرقاً
غرباً ہے یعنی ان سب کا رُخ بیت المقدس کی جانب ہے۔ اگر یہ
اہلِ ہنود کے مندر اور معبد ہوتے تو اُن کا رُخ بیت المقدس
کی جانب کیوں ہوتا؟ دوم ان سب کا سٹائل بابلی اور
اور مصری مشترکہ ہے۔ کسی ہیئت سے بھی یہ مندر اُن مندروں
سے نہیں ملتے جلتے جو ہم متھرا، بنارس، کاسی وغیرہ ہندوستان
میں دیکھتے ہیں۔ ان کے سٹائل پر ہم انشاء اللہ علیحدہ بحث
کریں گے۔ وسطی زمانہ کے اسلامی مقدس مقامات جو اونچی پہاڑیوں
اور ٹیلوں وغیرہ پر کشمیر میں بنائے گئے ہیں۔ ہمیں عیش مقام
میں حضرت زین الدین کا مزار نظر آتا ہے جو ایک بلند ٹیلے پر پہاڑ
کی ایک لمبی غار کھود کر بنایا گیا ہے۔ ایک تربت بنا ڈالی اندر غار میں ہے
اصلی آستانے کی عمارت میں ہے۔ آننت ناگ میں بمقام وامیتو ایک
اور بندگ کی زیارت ایک پہاڑی پر بنی ہوئی ہے۔ حضرت سلطان

العالم شیخ نورالدین ولی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک مسجد و عبادت گاہ چرار شریف میں ٹیلہ کے اوپر واقع ہے۔ زگی پورہ پٹھ کھلر میں ایک اور ولی اللہ کا آستانہ پہاڑی پر ہے۔ ہاردون میں ایک مسلمان سید صاحب کا مقبرہ ٹیلے کے اوپر ہے جبکہ مالی بڑا قبرستان نیچے میدان میں ہے۔ حضرت ملک بی بی عارفہ کا مقبرہ نوگام پہاڑی پر قصبہ اڈی پورا نزد بستی نام بیت پوسا کے پاس ہے۔ سرینگر میں حضرت سلطان مخدوم رح کا مقبرہ اور عبادت گاہ مع مسجد و عبادت گاہ ہری پربت کی پہاڑی کے اوپر ہے۔ بڈگام میں حضرت خان صاحب کا مقبرہ مسجد و عبادت گاہ بلند ٹیلہ کے اوپر ہے۔ آن کی عبادت کا حجرہ پہاڑی کی ایک غار کے اندر ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ اونچی جگہوں پر عبادت گاہیں اور مقبرے بنانا تو مسلمانوں کی کوئی مذہبی رسم یا رواج ہے اور نہ اہل ہنود کی۔ کیوں کہ اگر ویدک دھرم میں ایسا ہوتا ہے تو آج مشہر اینارس، کاشی، پشکر، وغیرہ کی بجائے اہل ہنود کے منادر اور مقدس مقامات کوہ ہمالیہ کی پہاڑیوں اور ایسے ہی بلند ٹیلوں پر نظر آتے مگر ایسا نہیں ہے۔ نہ ہی اسلام کو اس امر سے کوئی تخصیص ہے۔ اگر ہے تو اہل کشمیر (خواہ وہ مسلمان ہوں خواہ پنڈت) اہل افغانستان، اہل صوبہ سرحد، اہل فلسطین کو جو اس بات میں ہزاروں سالوں سے دیدہ و نادیدہ طور پر متفق و ہم خیال چلے آتے ہیں کہ اپنے بزرگوں کے معبدوں اور عبادت گاہوں کو بلند ٹیلوں اور پہاڑیوں پر بنائیں۔ سماشلی عقاید کے لحاظ سے ایک ہی ہیں خواہ وہ فلسطین میں ہوں یا عراق، اردن اور شام میں۔ خواہ افغانستان اور سرحد میں اور خواہ کشمیر میں ہوں۔

باب نہم

کشمیر میں مقدس گھنٹیاں

کشمیر میں مقدس گھنٹیوں کا ابھی تک عام رواج ہے۔ ان کی شکلیں، بجانے کے اوقات اور ترکیبیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ہم نے ذکر کیا ہے کہ کشمیر کے آستانوں، زیارتوں اور مسجدوں میں گول پتلی توے کی مانند پیتل یا تانبے کی ایک گھنٹی لٹکتی ہے۔ پانچوں وقت اذان سے قبل یا بعد اور آستانے میں کسی بڑی نیاز یا تقریب کے وقت اس گھنٹی کو بجایا جاتا ہے۔ ایک اجنبی کو مسجدوں کے اندر یہ طریق بالکل ہندوانہ نظر آئیگا اور یہ ہے بھی خلافِ شرع اور بدعت مگر بدعت یہ تبھی ہے جب اسلام کے بعد اس کا اجرا کیا گیا ہو۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ کشمیر میں اسلام سے بہت پہلے سے یہ چیز ہے اور ہندؤں اور مسلمانوں دونوں میں مشترک ہے۔ گھنٹی بجانے کا رواج کچھ ایسا وہم دلوں میں پکڑ گیا ہے کہ اسلام لانے کے بعد بھی اسرائیلی راہب اسے نہ بھول سکا۔ میں نے پرانے خیال کے پنڈت پجاریوں کو دیکھا ہے کہ نہ صرف اُن کا پیرن (چوغہ) اسرائیلی ہے بلکہ اُن کے

العالم شیخ نورالدین ولی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک مسجد و عبادت گاہ چرار شریف
میں ٹیلہ کے اوپر واقع ہے۔ زگی پورہ پٹن علاقہ میں ایک اور ولی اللہ کا آستانہ پہاڑ
پر ہے۔ ہاروں میں ایک مسلمان سید صاحب کا مقبرہ ٹیلے کے اوپر ہے۔ مالا
بڑا قبرستان نیچے میدان میں ہے۔ حضرت ملک بی بی عارفہ کا مقبرہ ایک
پہاڑی پر قصبہ بانڈی پورہ نزد بستی نام بیت پورہ کے پاس ہے۔ سرینگر میں حضرت
سلطان مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ اور عبادت گاہ معہ مسجد و عبادت گاہ ہری پربت کی
کے اوپر ہے۔ بڈگام میں حضرت خانصاحب کا مقبرہ مسجد و عبادت گاہ بلند
ٹیلہ کے اوپر ہے۔ آن کی عبادت کا حجرہ پہاڑی کی ایک غار کے اندر ہے
ہم جانتے ہیں کہ اونچی جگہوں پر عبادت گاہیں اور مقبرے بنانا نہ
تو مسلمانوں کی کوئی مذہبی رسم یا رواج ہے اور نہ اہل ہنود کی۔
کیونکہ اگر ویدک دھرم میں ایسا ہوتا ہے تو آج متھرا، بنارس، کا
ہندوا یا وغیرہ کی بجائے اہل ہنود کے مندر اور مقدس مقامات کوہ ہمالیہ
کی پہاڑیوں اور ایسے ہی بلند ٹیلوں پر نظر آتے مگر ایسا نہیں ہے۔ نہ ہی
کو اس امر سے کوئی تخصیص ہے۔ اگر ہے تو اہل کشمیر (خواہ وہ مسلمان ہوں
خواہ پنڈت) اہل افغانستان، اہل صوبہ سرحد و اہل فلسطین کو جو
بات میں ہزاروں سالوں سے دیدہ و نادیدہ طور پر متفق و ہم خیال
چلے آتے ہیں کہ اپنے بزرگوں کے معبدوں اور عبادت گاہوں کو بلند ٹیلوں
اور پہاڑیوں پر بنائیں۔ سامی عقاید کے لحاظ سے ایک ہی ہیں
خواہ وہ فلسطین میں ہوں یا عراق، اردن اور شام میں۔ خواہ افغانستان
اور سرحد میں اور خواہ کشمیر میں ہوں۔

باب ۹ نہم

کشمیر میں مقدس گھنٹیاں

کشمیر میں مقدس گھنٹیوں کا ابھی تک عام رواج ہے۔ ان کی شکلیں، بجانے کے اوقات اور ترکیبیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ہم نے ذکر کیا ہے کہ کشمیر کے آستانوں، زیارتوں اور مسجدوں میں گول پتلی توے کی مانند پیتل یا تانبے کی ایک گھنٹی لٹکتی ہے۔ پانچوں وقت اذان دینے سے قبل یا بعد اور آستانے میں کسی بڑی نیاز یا تقریب کے وقت اس گھنٹی کو بجایا جاتا ہے۔ ایک اجنبی کو مسجدوں کے اندر یہ طریق بالکل ہندوانہ نظر آئیگا اور یہ ہے بھی خلاف شرع اور بدعت مگر بدعت یہ تبھی ہے جب اسلام کے بعد اس کا اجرا کیا گیا ہو۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ کشمیر میں اسلام سے بہت پہلے سے یہ چیز ہے اور پنڈتوں اور مسلمانوں دونوں میں مشترکہ ہے۔ گھنٹی بجانے کا رواج کچھ ایسا وہم دلوں میں پکڑ گیا ہے کہ اسلام لانے کے بعد بھی اسرائیلی راہب اسے نہ بھول سکا۔ میں نے پرانے خیال کے پنڈت پجاریوں کو دیکھا ہے کہ نہ صرف ان کا پھرن (چوغہ) اسرائیلی ہے بلکہ ان کے

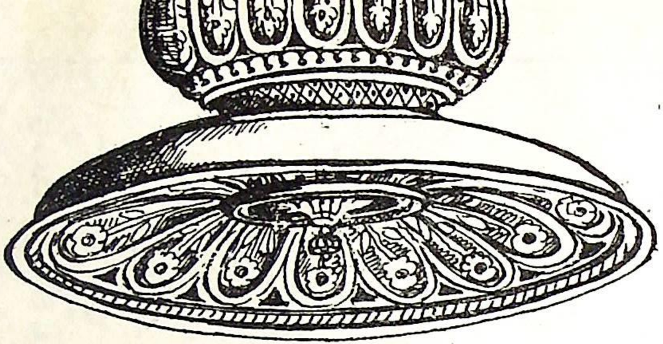
ساتھ سونے یا پیتل کی گھنٹیاں جو لٹکائی جاتی ہیں وہ بھی اسرائیلی ہیں
پرانی پنڈت عورتوں نے ان گھنٹیوں کی شکل کو ذرا بدل لیا ہے۔ میں
انہیں دیکھا ہوا اور آتے ہوئے دیکھتی ہیں۔ یہ ششکل یا ہشت پہلو بیضوی
اندر سے کھوکھلی خوب صورت سونے یا پیتل کی گھنٹیاں سی ہوتی ہیں
قدیم اسرائیلیوں میں بلوغت کے بعد راہبوں کی لڑکیوں کو یہ پہنائی
جاتی تھیں۔ پنڈتوں میں سہاگ کے بعد (یعنی شادی ہونے پر
اور شادی تو بلوغت کا اصل ثبوت ہے) پہنائی جاتی ہیں۔ ان
گھنٹیوں کو دیکھ کر میں اکثر سوچتا ہوں کہ کشمیر کے پنڈت کہیں
دراصل اسرائیلی راہبوں کا تو فرقہ نہیں۔ جو اسرائیلیوں میں بڑا مقدس
سمجھا جاتا تھا اور آج بھی ہزاروں انقلابات گذر جانے کے باوجود
وضع قطع اور شان و شوکت کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ سرینگر میں
حبہ کدل کے بازار میں صبح و شام اگر آپ کھڑے ہو کر دیکھیں تو آپ
میری اس بات کا یقین ہو جائیگا کہ یہ قدیم حضرت اسرائیل کا خاندان
کی وہی مائیں اور بہنیں ہیں جو سنہری گھنٹیاں لٹکائے ہوئے فرن پہنے
پٹکے باندھے بازار میں نظر آتی ہیں اور بجلیاں گراتی ہوئی یہ وہی
پری پیکر ہیں جن کی فرقت میں آج بھی شام، اردن و فلسطین کی
سرسبز وادیاں اور بلوطوں کے جھنڈ اشکبار ہیں۔ دمشق کے مندر
کے چند بندگی پنڈتوں کو جو گھنٹیاں لٹکائے تھے ایک دفعہ میں نے
پوچھا کہ ان کی ذات کیا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ کشمیر کے تمام پنڈتوں
سے افضل ترین۔ میں نے پوچھا۔ پھر بھی کیا؟ کہنے لگے۔ ہم موسیٰ ہیں
میں نے بار بار ان سے یہ لفظ دہرایا انہوں نے موسیٰ ہی بولا۔ میں

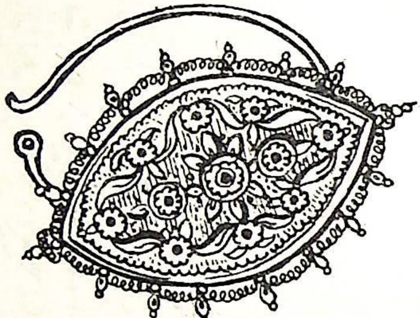
نے دیگر لوگوں سے تصدیق کی۔ انہوں نے کہا کہ پنڈتوں کے سب سے
اعلیٰ پروہت یہاں "موسیٰ" ہیں۔ مابعد میں نے ۱۹۵۲ء کے موسم
گرما میں مٹن میں ہی چند جائیداد و لیکے فیصلے کئے اور انتقالات
تصدیق کئے۔ ان پر ان معزز پروہتوں کے بطور گواہان دستخط
لئے۔ انہوں نے اپنے دستخطوں کے ساتھ اپنی ذات "موسیٰ" لکھی۔ یہ
دستاویزات انتقالات آج بھی تحصیل انت ناگ کے محافظ خانہ
محکمہ مال میں پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے ان سے لفظ "موسیٰ" کی وجہ تسمیہ
پوچھی۔ وہ زیادہ کچھ نہ بتا سکے اتنا کہا کہ جب گنگا و جمنا کے میدان
میں آریا لوگ پوری طرح آباد نہیں ہوئے تھے۔ ان کے آباؤ اجداد
کسی غیر ملک سے آئے تھے۔ ان کے مورث اعلیٰ کا نام "موسیٰ" تھا
اور ہم انہی کی اولاد ہیں۔

اسرائیلی مقدس گھنٹیاں

ضابطہ راہبان PRIESTLY CODE میں حکم دیا گیا ہے کہ کاہن
کا سارا لباس آسمانی رنگ کا ہو۔ اس کے کناروں پر اناروں
کی شکل بنی ہو جو سرخ اور آسمانی رنگ کی ہو۔ اناروں کی دو
بوٹیوں کے درمیان ایک سنہری گھنٹی ہو۔ کاہن یہ شاندار لباس
پہنے معبد میں داخل ہوا کرے جب مقدس کے اندر یہ گھنٹیاں
بجتی ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ کاہن مر جائے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ
کاہن کیوں مر جائے گا۔ اگر گھنٹیاں اس کے معبد میں داخل ہونے
اور باہر نکلنے کے وقت نہیں بجیں گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ
مقدس گھنٹیوں کی آواز آسمانی اور بدروحوں کو بھگا دیتی ہے

جو معبد کے اردگرد ہر وقت اس غرض سے منڈلاتی رہتی ہیں کہ جونہی
پرستشگاہ کا کاہن معبد کی دہلیز کیلئے فرائض کی بجا آوری کے لئے
باہر کرنے لگے وہ اس پر جھپٹا مار کر اس کی روح کو قبض کر لیں۔
قدیم الایام سے یہ خیال چلا آتا ہے کہ دھات کی آواز سے بد روحیں اور
بھوت چڑیلیں بھاگ جاتے ہیں خواہ یہ آواز ننھی منھی گھنٹیوں
کی سی موسیقانہ ہو۔ یا بڑے گھنٹوں کا شور۔ یا گھنگھرؤں کا غوغا
یا ٹھوس دھات کی آپس میں رگڑ یا توے کی کھانک کھینک یا کسی
دھات کی کوئی خفیف سی آواز پس رفتہ رفتہ راہب یا کاہن معبد
کے لیے یہ ضروری ہو گیا کہ عبادت شروع کرنے سے پیشتر یا تو وہ کسی
لٹکتی ہوئی گھنٹی کو بجائے یا اپنے لباس پر کوئی ایسی دھات کی
چیزیں پہن لے کہ اس کے چلنے پھرنے سے وہ آپس میں رگڑ کھائیں
اور بد روحیں وغیرہ دھات کی آواز کو سن کر بھاگ جائیں۔ غالباً اسی
خیال کے پیش نظر پہلے پہل عورتوں کو ننھی منھی گھنٹیاں اور بعض
دیگر چیزیں پہنائی جانے لگیں تاکہ جن، بھوت اور بد روحیں عورتوں
پر حملہ نہ کریں۔ کیونکہ عورت حسن و جمال اور نزاکت کا مرقع ہے
اور بد روحیں فوراً اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ رفتہ
رفتہ دھات کی ان گھنٹیوں اور دیگر نشانات نے خوشنما زیورات کی
شکل اختیار کر لی۔ پھر عورت کے حسن و جمال نے تقاضا کیا کہ ان
زیورات کو سب سے قیمتی دھاتوں چاندی، سونے اور ہیرے جواہرات
سے بنایا جائے۔ اسرائیلیوں اور زمانہ دہات کے انسان کی یہ رسم
دنیا میں مقبول ہو گئی اور آج بھی متمدن عورت اس وہم سے آزاد





KANA.VAJI
ornaments for
the ear.



A SURAHI
A typical Israelitish water-jug, used in Russia, Europe and Kashmir alike by jew families p 175)

Page 150—155

نہ ہو سکی۔

مقدس گھنٹیوں کی وجہ تسمیہ

لوسین (LUCIAN) ہمیں بتاتا ہے کہ لوہے اور تانبے کی آواز سے روحیں بھاگ جاتی ہیں۔ وہ اس آواز کا مقابلہ چاندی کے ریوؤں کی اس آواز سے کرتا ہے جو خاص قسم کی عورتوں پر اثر پیدا کرتی ہے۔ روم میں یہ رسم تھی کہ مئی کے مہینے میں مُردوں کی روحیں اپنے سابقہ گھروں میں آتیں۔ ماش کے دانوں سے اُن کی تواضع کی جاتی۔ پھر مالک مکان گھر کا دروازہ کھولتا اور کہتا میرے باپ دادا کی روحو! چلی جاؤ اور سنگھے کی دھات کو بجاتا۔ زمانۂ متوسط میں بھی ایسی رسوم پائی جاتی تھیں۔ عیسائی عالم جان زیٹسیس JOHN TZETZES کہتا ہے کہ جس طرح کتے کے بھونکنے سے بلی بھاگتی ہے اسی طرح دھات کے بجنے سے روحیں بھاگتی ہیں۔ چنانچہ کولون کی اولین پروونشل کونسل Provincial Council of Cologne میں عیسائی پادریوں نے فیصلہ کیا کہ جب گھنٹیاں بجتی ہیں تو شیطان اور چڑیلوں کے کان انہیں برداشت نہیں کر سکتے۔ بھوت اور بدروحیں خوفزدہ ہو کر بھاگ جاتی ہیں اور طوفانوں کی روحیں اور ہوا کی طاقتیں دھیمی پڑ جاتی ہیں۔ رومن پونٹی فیکل Roman Pontifical کی کتاب عبادات تسلیم کرتی ہے کہ معبد کی گھنٹی کی آواز شیطانی طاقتوں، مُردوں کی آوارہ روحوں اور طوفانوں کی قوتوں کو دور کر دیتی ہے۔ نیز صدیا

صدی کا ایک مشہور شارع ڈرنڈس (DURANDUS اپنے مشہور اور ہردلعزیز مقالے میں جو اُس نے عبادات پر لکھا ہے کہتا ہے کہ جلوسوں میں اسی لئے گھنٹیاں بجائی جاتی ہیں کہ چڑیلیں ڈر کر بھاگ جائیں۔ یہ بعینہ اسی طرح ہوتا ہے جس طرح کوئی ظالم اپنے ملک میں کسی طاقتور بادشاہ کے ڈھول ڈھاکوں کی آواز سُن کر خوفزدہ ہوتا ہے اور بھاگ جاتا ہے۔ چڑیلیں معبد کے گھنٹوں کی آواز سُن کر بھاگ جاتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آندھی، طوفان کے وقت معبد کی گھنٹیاں بجائی جاتی ہیں۔ تاکہ بھوت ابدی بادشاہوں کے بگل کی آواز سُن کر خوفزدہ ہو کر بھاگ جائیں اور طوفان تھم جائے" اسی مضمون پہ ایک انگریز فاضل کیپٹن فرانسس گروز Captain Francis Grose جو کہ مشہور شاعر برنز BURNS کا دوست تھا کہتا ہے قدیم زمانے میں موت کی گھنٹیاں دو اغراض سے بجائی جاتی تھیں ایک تو اس واسطے کہ ان تمام عزیزوں کی دعاؤں کا ساتھ دیں جو کسی مرنے والے کے لئے وہ کہتے تھے اور دوسرے اُن روحوں کو بھگا دیں جو مرنے والے کی چارپائی کی پائینتی کھڑی ہوتی تھیں تاکہ نکلتی ہوئی روح کا شکار کریں یا اُسے راستے میں خوفزدہ کریں۔ لیکن گھنٹی کے بجنے سے وہ بھاگ جاتی ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ہیکل کے سب سے بڑے گھڑیال کو بجانے کے لئے سب سے زیادہ محنتانہ مانگا جاتا تھا۔ کیوں کہ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ جتنی دور تک گھڑیال کی آواز جائے گی اُسی نسبت سے بدروحیں



Alka-hor

ORNAMENT FOR THE EAR
Hanging over the ear on either side of the head connected by a chain running over the head.

Israelitish ornaments

Page 150—155

دور چلی جائیں گی۔ ڈبلیو، ڈی، ووڈ (W. D. Wood) سکاٹ لینڈ کا مصنف "سنہرا افسانہ" Golden Legend میں گھنٹی کی اس طاقت کا تذکرہ کرتا ہے۔ لانگ فیلو مشہور امریکن شاعر نے گولڈن لی جنڈ کو منظوم کیا ہے۔ سٹراس برگ کیتھیڈرل (سٹراسبرگ کا گرجا) کی گھنٹیوں کی اسی کرامات کو وہ خوب بیان کرتا ہے۔ سٹبز STUBBES اپنی کتاب برائیوں کا تجزیہ Analysis of Abuses میں بتاتا ہے کہ کس طرح لنکن شائر میں ایک شخص جب مرنے لگا تو لوگوں نے بدروحوں کو بھگانے کے لیے گھنٹیاں بجانی شروع کیں۔ جب ٹاور (Tower) میں لیڈی کیتھرائن گرے بحیثیت قیدی کے تھی اور مرنے لگی تو قلعے کے گورنمنٹ مسٹر لوکم کو کہا کہ پادری کو کہو دم واپسین کی گھنٹی بجائے تاکہ بدروحیں بھاگ جائیں۔

پس آج کل عیسائی پادریوں کا یہ کہنا کہ گھنٹی اسی لیے بجائی جاتی ہے کہ لوگ عبادت کے لیے اکٹھے ہوں پرانی کتب اور قدیم توہمات سے غلط ثابت ہوتا ہے اور یہ واضح ہو جاتا ہے کہ بدروحوں کو بھگانے کے لیے دیرینہ گھنٹیاں بجانے کا طریقہ کسی نہ کسی شکل میں آج بھی چلا آتا ہے۔ خصوصاً جب ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیوں کی مقدس ابتدائی کتب اناجیل میں گھنٹیاں بجانے کا کہیں بھی حکم نہ دیا گیا ہے نہ ایسا کوئی اشارہ تک پایا جاتا ہے۔ پھر عیسائیوں میں یہ رسم کہاں سے آئی؟ چونکہ عیسائیت یہودیت کی ایک جز رہی ہے لامحالہ یہ باور کرنا پڑے گا کہ گرجوں میں مرتے

وقت شادی، خوشی اور فتح کے وقت اور کپڑوں پر بطور
گھنٹیوں کے دھاتوں کے نشان لٹکانا سب اسرائیلی طریقہ
ہے انٹیش پرشیا کے ایک ضلع آمغل میں یہودی عیسائی کسی کے
مرنے پر ہاتھ میں پکڑ کر ایک گول چھوٹی گھنٹی بجاتے ہیں اور
ہیں کہ بدروحوں کو مرنے والے سے دور رکھنے کے لئے وہ ایسا
کرتے ہیں۔ شمالی ہنگری کے نیوسوہل کے علاقہ میں کسی کے
مرنے پر ایک دستی گھنٹی بجائی جاتی ہے تاکہ روح جسم کے قریب
تھوڑی دیر ٹھہرے۔ پھر گھنٹی کو بجاتے بجاتے دروازے تک اور
مکان کے باہر تک جاتے ہیں تاکہ روح اس کی آواز پر چلتی ہوئی
باہر چلی جائے، پھر پادری کو اطلاع بھیجی جاتی ہے اور محلہ
گاؤں کے گرجا کا گھنٹہ بجایا جاتا ہے تاکہ روح دور چلی جائے
ایسی ہی رسم بوہیم والڈ کے پہاڑوں میں پائی جاتی ہے جو لوگ
اور بوہیمیا کے ہیں۔ ایسی ہزاروں مثالیں ہیں۔ جن
جانا ہم تو تضیع اوقات سمجھتے ہیں۔ میں نے تذکرہ اسی لئے کیا
ثابت ہو جائے کہ عیسائیوں میں گھنٹیاں بجانے کی رسم اسرائیلی
سے نکلی ہے اور ان ہی توہمات کے تابع ہے جو اسرائیلیوں
میں پائے جاتے ہیں خصوصاً یورپ کے ان علاقوں میں جہاں
یہودیوں نے عیسائیت قبول کر لی ہے۔ یہ رسم اپنے پہلے توہم
کے مطابق جاری ہے۔

کشمیر کے پنڈتوں میں بھی گھنٹیاں بجانے کا طریقہ بالکل
ہے۔ اگرچہ ہندوستان کے اہل ہنود بھی مندروں میں گھنٹیاں

ہیں۔ مگر اُن اہلِ ہنود کے گھروں میں اور ویدک دھرم پر چلنے
والوں میں آپ یہ نہیں دیکھیں گے اُن میں ہر شخص کے پاس
گھنٹی نہیں ہوتی وہ ہر صبح شام اُٹھ کر نہیں بجاتا وہ لوگ اپنے کپڑوں کے ساتھ گھنٹے کے نشان لگا کر نہیں پھرتے
اُن کی مستورات گھنٹیوں کے سے زیورات نہیں پہنتیں اور گھنٹیوں
کے ساتھ اُن کے وہ عقائد وابستہ نہیں ہیں جو کشمیری پنڈتوں کے
ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ کشمیر کی ایک بے تحاشہ اکثریت یعنی مسلمان
بھی تو اپنی مساجد آستانوں اور زیارتوں میں گھنٹیوں کا استعمال
کرتے ہیں حالانکہ ہندوستان، ایران، عرب، مصر وغیرہ کسی بھی ملک کے
مسلمان ایسا نہیں کرتے اور اسلام میں مساجد وغیرہ میں گھنٹے
بجانا سخت منع قرار دیا گیا ہے۔ پھر سوائے اس کے کہ کشمیری لوگ اپنے
دیرینہ اسرائیلی توہمات کو نہیں چھوڑ سکتے ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں

باب دہم

اسرائیلی عادات وسماجی رسومات

اسرائیلی رسومات بوقتِ ولادتِ بچہ

ا:- جس عورت کو بچہ پیدا ہو جائے۔ تالمود (اسرائیلیوں کی شر
کے مطابق اسے لڑکے کی صورت میں تینتیس ۳۳ دن اور ل
کی صورت میں ساٹھ دن تک ناپاک سمجھا جاتا ہے
کشمیری گھرانوں میں بھی یہی رواج ہے۔ مگر اب بالعموم ناپاکی چالیس
دن تک ہی سمجھی جاتی ہے۔ بعض پرانے عقیدہ کے پنڈ
لوگ زچہ کے کمرے میں اول تو جاتے نہیں اور اگر جاتے ہیں
باہر نکل کر نہاتے اور تب کھاتے پیتے ہیں۔

ب:- اسرائیلی لوگ حاملہ کو بوقت دردِ زہ زمین پر یا فرش پر
بٹھاتے ہیں اور بچہ پیدا ہونے کے بعد زچہ کو ساگ یا اسی قسم
کوئی بالکل ہلکی غذا دیتے ہیں۔ کشمیری بعینہٖ اسی طرح کرتے ہیں

ج:- تالمود کے مطابق زچہ کو ساتویں دن نہانے کا حکم
کشمیری زچہ بھی خواہ مسلمان ہو خواہ پنڈت ساتویں دن نہاتی

د:- ساتویں دن کے بعد نوزائیدہ بچے کے سر کو تالمود



talaraz

حکم کے مطابق منڈایا جاتا ہے اور خیرات کرنے کا حکم ہے۔ کشمیری لوگ مسلمان اور پنڈت دونوں نوزائیدہ کو ساتویں دن کے بعد منڈن کراتے (یعنی سر کو منڈاتے) ہیں اور عزیز و اقارب کو دعوت دیتے ہیں

جدائی کے بعد عزیز و اقارب کے ملنے پر رونا

رپٹر اسنے کشمیری پنڈتوں اور پرانی وضع کے مسلمان گھرانوں میں کشمیر کے دیہاتوں اور پہاڑی علاقوں میں ایک رسم پائی جاتی ہے۔ وہ یہ کہ جب لمبے عرصہ کی جدائی کے بعد عزیز و اقارب اور دوست ملتے ہیں تو ایک دوسرے سے گلے مل کر روتے ہیں۔ مرد تو خاموشی سے رو لیتے ہیں۔ لیکن عورتیں خصوصاً بڑی بوڑھی تو باضابطہ آہیں بھرتی، اونچی آواز سے نالہ و شیون کرتی اور آنے والے عزیز کے ساتھ گلے مل کر خوب روتی ہیں اور آنسو بہاتی ہیں۔ میں نے جب چند ایک جگہ اس رسم کو دیکھا تو بڑی حیرت ہوئی۔ پہلے خیال کیا کہ شاید کوئی حادثہ یا غم پیش آگیا مگر مابعد دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ملنے کی خوشی میں وفور محبت سے آنسو بہائے جاتے ہیں۔ اور یہاں کشمیریوں میں یہ رسم ہے۔ یہ بھی میں نے دیکھا کہ جب کوئی عزیز، دوست یا رشتہ دار دور سفر پر جانے لگے تو بڑے بوڑھے اور بہ گرچہ جانے والے اس کے ساتھ گلے مل کر روتے ہیں۔ اگرچہ نئی روشنی کے گھرانوں میں آج یہ رسم مفقود ہوتی جا رہی ہے۔ مگر عام لوگوں میں بدستور موجود ہے

خصوصاً کشمیری عورتوں میں یہ رسم بالکل عام ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جدائی کے بعد ملنے پر یا جدا ہوتے وقت رونے کی رسم محض اتفاقی امر ہے اور دنیا کے کئی قبائل میں پائی جاتی ہے۔ مثلاً نیوزی لینڈ کے ماؤریوں MAORIS میں محبت کا یہ ایک ثبوت ہے کہ جب کوئی عزیز خواہ تھوڑی دور ہی اپنے ملک کے اندر مثلاً بندرگاہ جیکسن یا وان ڈیمن لینڈ کو جانے لگے۔ تو خارجی طور پر بڑے جذبات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ مثلاً پہلے چہروں کو لمبا کرتے ہیں پھر سنجیدہ ہو جاتے ہیں۔ پھر رونی سی صورت بناتے ہیں۔ پھر آنکھوں میں آنسو نظر آتا ہے۔ پھر اس عزیز کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ اس کے گلے میں بانہیں حمائل کر دیتے ہیں پھر سیدھے ہی دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیتے ہیں یہ سب کچھ مصنوعی ہوتا ہے۔ لیکن حیرت تو یہ ہے کہ وہ آنکھوں میں آنسو یکدم کس طرح لے آتے ہیں۔ جزائر انڈیمان کے اصلی باشندوں میں یہ طریقہ ہے کہ کسی عزیز کے عرصہ کے بعد ملنے یا جدا ہونے پر تین تین چار چار آدمی اکٹھے بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال دیتے ہیں اور زن و مرد اسقدر چیخ چیخ کر رونا شروع کرتے ہیں کہ اجنبی سمجھے کہ ماتم ہو گیا یہ لوگ اکٹھے بیٹھ کر بین کرتے ہیں۔ عورتیں بین کو شروع کرتی ہیں۔ پھر مرد شامل ہو جاتے ہیں اور اس قدر چیخ دھاڑ کرتے ہیں کہ جانوں کو ہلکان کر دیتے ہیں اور بے دم ہو کر بس کرتے ہیں۔ الغرض اُن کے ماتم کرنے اور دوست کے ملنے پر خوشی

منانے میں کوئی فرق نہیں نظر آتا۔ ضلع بلاسپور کی تحصیل مونگیلی کے لوگوں میں یہ ضروری رسم ہے کہ جب رشتہ دار عرصہ کے بعد ملنے آتے ہیں تو عورتیں اونچی آواز سے رونا اور بین کرنا شروع کرتی ہیں۔ مثلاً بیٹا اگر عرصہ کے بعد تعلیم سے فارغ ہو کر آئے تو وہ پہلے اپنے ماں باپ کے پاؤں کو چھوتا ہے پھر کسی چارپائی وغیرہ پر بیٹھ جاتا ہے۔ ماں اور بہنیں باری باری آکر اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر رونا اور بین کرنا اور بین کرتے کرتے اُن تمام اہم واقعات کو دہرانا شروع کرتی ہیں جو اُس کی عدم موجودگی میں گھر میں ہوئے۔ صوبجات متوسط کے چوہانوں میں اخلاق و ادب کا تقاضا ہے کہ جب عورتیں دور سے رشتہ داروں کو آتے دیکھتی ہیں تو رونا شروع کرتی ہیں۔ ایک عورت دوسری عورت کے کندھوں پر اپنا سر رکھ دیتی ہے۔ اور بانہیں ایک دوسرے کی کمر کے گرد ڈال کر رونا شروع کر دیتی ہے روتے روتے وہ اپنے سروں کو ایک دوسرے کندھے پر دو تین مرتبہ بدلتی رہتی ہیں۔ اگر دوسرا شخص مرد ہو تو عورت اپنا سر اس کی چھاتی پر رکھتی ہے اور کھڑے کھڑے روتی رہتی ہے۔ یہ تمیز میں داخل ہے کہ بڑی عورت پہلے رونا بس کرے اور پھر چھوٹی سے کہے کہ وہ بس کرے۔ اگر دونوں ہم عمر ہوں تو پھر کوئی تیسرا شخص انہیں چپ کرائے۔ جنوبی اور شمالی امریکہ کے اصلی باشندوں میں بھی خوش آمدید کے وقت رونے کی رسم عام ہے ہا یوڈی جنیرو کے قرب و جوار میں برازیل کے ٹیپیوں (TUPIS)

یں یہ طریقہ ہے کہ جب مہمان گھر میں داخل ہوتا ہے تو پہلے خاموشی سے ایک طرف بیٹھ جاتا ہے پھر گھر کی عورت یا عورتیں آتی ہیں اور اپنے چہرے کو اپنے ہاتھوں سے ڈھانپ کر رونا شروع کر دیتی ہیں۔ اور روتے روتے ہی اسے خوش آمدید کہتی اور مبارکباد دیتی ہیں۔ مہمان پر بھی اخلاقاً یہ فرض ہے کہ وہ مصنوعی آنسو بہائے۔ اگر آنسو نہ آئیں تو رونی صورت بنا کر دو چار آہیں ہی بھرے۔ جب یہ رسم ادا ہوتی ہے تو گھر کا مالک جو اتنے عرصہ لاپرواہ ہو کر یہ منظر دیکھتا رہا آگے بڑھتا ہے اور مہمان کے ساتھ بات چیت شروع کرتا ہے۔ چاکو کے قبیلہ لینگوا میں یہ رسم ہے کہ عرصے بعد ملنے کے وقت دونوں آدمی آنسو بہاتے ہیں۔ اگر کوئی ایک بھی آنسو نہ بہائے تو سمجھا جاتا ہے کہ ملنے سے خوشی نہیں ہوئی۔ سولہویں صدی عیسوی کا ہسپانوی سیاح کیبادے واکا CABACA de VACA ساحل ٹیکساس (TEXAS) کے پاس دو جزیروں کے باشندوں کی ایک ایسی ہی رسم بیان کرتا ہے۔ ان میں ایک قبیلہ کہوتیر اور دوسرا ہان کہلاتا ہے۔ ان میں یہ رسم ہے کہ عرصہ کے بعد جب دوست یا رشتہ دار ملتے ہیں تو بات چیت کرنے سے قبل تقریباً آدھ گھنٹے تک روتے رہتے ہیں۔ ایک فرانسیسی نکولس پیرو NICOLAS PERROT جو سترھویں صدی کے آخر میں انڈینز میں ایک عرصہ تک رہا بیان کرتا ہے کہ کس طرح چند ادتاوی دوست قبیلہ سی اوکس SIOUS

ایک گاؤں میں آئے اور یہ دکھانے کے لئے کہ اُنہیں اُن کے آنے سے کس قدر خوشی ہوتی ہے ۔ سی او کس سب مل کر رونے لگے ۔ اسی فرانسیسی کو ایک مرتبہ نیو فرانس کے گورنر نے دریائے مسسیپی کے پار انڈین قبائل سے ملنے کے لئے بھیجا۔ دریا کے پاس وہ قبائل آئیوس AYEOS اور سی او کس کے ایک وفد سے ملا جن کے گاؤں وہاں سے چند یوم کے فاصلے پر تھے اور جو فرانسیسیوں سے دوستانہ تعلقات رکھنا چاہتے تھے۔ ایک فرانسیسی مؤرّخ اس وفد کے افراد کی نکولس پیرو سے ملاقات کا ذکر کرتا ہے۔ وہ اس غریب پیرو سے چمٹ گئے اُس کے کپڑوں کو آنسوؤں سے تر کر ڈالا۔ جو جھاگ اور گندیلا اُن کے منہوں اور ناکوں سے نکل آئے اُنہوں نے اُس کے سر، چہرے اور اُس کے کپڑوں پر مل دیا اور چیخ چیخ اور رو رو کر آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ آخر چند چاقو بطور تحفہ دے کر بیچارے پیرو نے اپنی جان اُن سے چھڑائی۔ چوں کہ اُن کے ساتھ کوئی مترجم نہیں تھا وہ غریب بھی اپنا مقصد بیان کئے بغیر اپنے راستے چلے گئے۔ چند دنوں کے بعد چار انڈین آئے جن میں ایک ایسی زبان بولتا تھا جسے پیرو سمجھتا تھا۔ اُس نے بتایا کہ اُن کا گاؤں بالائی دریا پر نو لیگ کے فاصلہ پر ہے اور اُس نے پیرو کو وہاں آنے کی دعوت دی۔ پیرو نے منظور کیا۔ جب وہ آبادی میں داخل ہوا تو عورتیں جنگل اور پہاڑی گھاٹیوں میں بھاگ گئیں اور بازو اوپر اُٹھا اُٹھا کر رونا شروع کیا۔ آخر بعض بڑے آدمی

آئے۔ انہوں نے پیرو کو پاپ اپنی پینے کو دیا اور ایک قسطین پر سوار کر کے بڑے سردار کے جھونپڑے میں لے گئے۔ بڑا سردار اور اس کے امراء و زرار پیرو سے لپٹ گئے اور رونا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اس کے سر کو آنسوؤں کے پانی، منہ کی جھاگ اور ناکوں کی غلاظت سے مل دیا۔ اس رسم سے فارغ ہو کر انہوں نے اپنی آنکھوں، ناکوں اور منہوں کو صاف کیا اور دوبارہ پیرو کو اس کا پائپ پینے کو دیا۔ فرانسیسی مورخ کہتا ہے۔ دنیا میں رونے کے لحاظ سے ان کے مقابلے کی کوئی قوم نہیں۔ ان کی ملاقاتوں میں آنسو ہوتے ہیں اور ان کی جدائی کے وقت بھی آنسو ہوتے ہیں۔ (عہد نامہ قدیم میں دیہاتی علوم ص ۲۳۳، ۲۳۱)

کشمیر میں رونے کی رسم جدائی یا لمبے عرصہ کے بعد ملاقات کے وقت اس طرح ہوتی ہے کہ اگر عورتیں ہوں تو دونوں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ایک دوسرے کے کندھوں پر سر رکھتی ہیں۔ بازو ایک دوسرے کی کمر میں ڈال دیتی ہیں اور رونا شروع کرتی ہیں۔ بڑی عورت چھوٹی کے ماتھے کو چومتی ہے اگر دونوں مرد ہوں تو بھی اسی طرح کرتے ہیں۔ اگر ایک مرد اور ایک عورت ہو تو عورت مرد کے سینہ پر اپنا سر رکھ کر روتی ہے۔ مگر اس رونے میں شیون نالہ اور بین نہیں ہوتا۔ خاموشی سے آنسو بہائے جاتے ہیں۔

میں نے جہاں تک غور کیا اور تحقیق کیا ہے۔ دنیا میں اس طرح کسی کسی جگہ رونے کی یہ رسم اتفاقی نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے بلکہ اس کے پیچھے ایک مذہبی روایاتی تاریخ ہے۔ یہ عین ممکن

ہو سکتا ہے کہ اُن ایام میں جب دنیا کی آبادی نہایت قلیل تھی اور آج سے چار پانچ ہزار سال قبل اولاد آدم وسط ایشیا سے نکل کر کرۂ ارض پر پھیل رہی تھی۔ ممکن ہو سکتا ہے کہ سامی لوگ جس طرح یورپ، ایشیا اور افریقہ میں نئی زمینیں تلاش کرنے اور رہنے لگے اُسی طرح نیوزی لینڈ اور شمالی وجنوبی امریکہ میں بھی پہنچے ہوں۔ زمانہ گذرنے پر یہ لوگ ہر جگہ اپنے آباؤ اجداد اور اُن کی روایات کو بھول گئے۔ مگر کسی نہ کسی طرح کوئی نہ کوئی رسم باقی رہ گئی۔

اسرائیلی عقائد میں آنسو بہانا ہمیں اس کا ثبوت توریت سے ملتا ہے۔ مثلاً کتاب پیدائش میں ہم پڑھتے ہیں کہ جب یعقوبؑ نے اپنے ماموں کی لڑکی راحلہ کو (عرصہ دراز کے بعد یا پہلی مرتبہ) دیکھا تو وہ وفورِ محبت سے زار و قطار رو پڑے اور اس طرح اپنے آنسوؤں سے اپنی محبت کا ثبوت دیا۔ اسی طرح مصر میں جب حضرت یوسفؑ نے اپنے آپ کو اپنے بھائیوں پر ظاہر کیا (جو کہ کنعان سے آئے تھے) تو اس قدر اونچا اونچا روئے کہ مکان کے دوسرے کمروں میں لوگوں نے حضرت یوسفؑ کے رونے کی آواز سنی۔ مگر یہ آنسو رسمی نہیں تھے۔ حقیقی خوشی کے تھے۔ اسی طرح جب وہ اپنے بھائی بن یامین سے ایک لمبی جدائی کے بعد ملے تو اپنے اس پیارے اور بچھڑے ہوئے بھائی کو دیکھ کر وہ اپنے آپ کو ضبط نہیں کر سکے۔ اور لوگوں سے بھاگ کر اپنے کمرے میں علیحدہ جا کر تنہائی میں روتے

رہے۔ جب ذرا ہلکے ہوئے تو اپنی سُرخ آنکھوں اور آنسوؤں سے
تر رخساروں کو دھویا اور پھر اپنے بھائیوں کے پاس واپس
آ گئے۔ اسی طرح جب گوشن کے مقام پر حضرت یوسف اپنے
بوڑھے بچھڑے ہوئے باپ یعقوبؑ سے ملے وہ اپنے باپ کے
گلے سے لپٹ گئے اور کافی دیر روتے رہے۔ اس موقع پر
اُن کے آنسو اُن کے دل سے نکلے۔ کیونکہ اپنے سفید ریش باپ
کو غلط فہمی میں اپنے سامنے جھکا ہوا دیکھا (حضرت یعقوبؑ کو خیال
تھا کہ یہ مصر کا حاکم ہے؟ اُنہیں پتہ نہیں تھا کہ اُن کا بیٹا یوسف
ہے۔ اسی لئے اُنہوں نے ادب سے سر جھکایا) اسی طرح جب حضرت
داؤد اور جوناتھن جُدا ہوتے وقت ملے تو ایک دوسرے
کو چوما اور لپٹ کر روتے رہے۔ ہم کتاب طوبیت BOOK OF
TOBIT میں پڑھتے ہیں کہ جب ایکباتنا ECBATANA
میں راگل RAGUEL کے پاس طوبیا آیا اور اپنے میزبان
بتایا کہ وہ کون ہے؟ تو راگل نے چھلانگ لگائی اور اسے چوما
اور رونے لگا۔ یقیناً یہ مسرت کے آنسو تھے۔

ان واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا کی اس قدیم ترین
نسل میں جدائی اور لمبے عرصہ کے بعد ملاقات کے وقت آنسو
بہائے جاتے تھے۔ جدائی میں تو خیر آنسو بہانا کوئی بڑی بات
نہیں لیکن خوشی کے وقت آنسو بہانا یقیناً گہرے جذبات کا
اور مسرت بے پایاں کا ثبوت ہے۔ ممکن ہو سکتا ہے۔ آ
لوگوں کی نسلوں میں بات روایت پا گئی اور مابعد ایک

سی بن گئی۔ پھر جہاں جہاں یہ لوگ گئے اپنے ساتھ ان رسموں کو لیتے گئے۔ یہ ختنہ ذرا فیہ مسئلہ ہے جس میں ہم نہیں جانا چاہتے۔ لیکن کشمیر کے لوگوں میں ایک نہایت مہذب طریق پر اس رسم کا پایا جانا ثابت کرتا ہے کہ اسرائیلیوں کا ہی یہ اثر ہے اور انہی کی رسم ہے کیونکہ آج بھی دنیا میں جہاں کہیں یہودی آباد ہیں اور اپنے مذہب پر چلتے ہیں وہ باضابطہ اپنے بزرگوں اور پیغمبروں کی طرح اس رسم کے پابند ہیں۔ کشمیری پنڈت اور پراسنے خواجگان بھی ویسے ہی پابند ہیں۔

اسرائیلی خنجر زلف

کنواری اسرائیلی لڑکیاں اپنے ماتھے پر بالوں کا چاند نما ایک گچھا سا رکھتی ہیں۔ کشمیر میں کنواری لڑکیاں بھی ماتھے پر بالوں کا ایک چاند نما گچھا یا جھومر رکھتی ہیں جسے خنجر کہتے ہیں۔

اسرائیلی غنچۂ کاکل

۵۔ روس کے شمال مغربی علاقوں پولینڈ، ناروے، سویڈن، شمالی افریقہ اور فلسطین میں جہاں کم تہذیب یافتہ یہودی کہیں کہیں نظر آتے ہیں وہاں پرانی وضع کی یہودی عورتوں کو آپ اپنے سر کے بالوں کی مینڈیاں گئے ہوئے دیکھیں گے۔ یعنی دونوں کانوں کے اوپر تھوڑے تھوڑے بالوں کی لٹیں لیکر انہیں غنچوں کی شکل میں گوندھا جاتا ہے۔ پھر یہ زنجیر نما یا غنچہ نما گندھی ہوئی بالوں کی رسیاں گردن کی پشت پر اکٹھی کرکے اسی طرح زنجیروں کے حلقوں یا بڑے بڑے غنچوں کی شکل

میں گوندھ دی جاتی ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح بالوں کی گندھی ہوئی
لٹیں یا مینڈھیاں آپ کو کشمیر، افغانستان، گلگت، لداخ اور
قبائیلی گوجروں میں ملیں گی۔ بالوں کو اس طریقہ پہ گوندھ
کا فیشن آپ کو ایشیا بھر میں اور کہیں نہیں ملیگا۔ کشمیری
اسے "غنچۂ کاکل" کہتے ہیں ۔

کشمیر میں گنجاپن

ز ۔ یرمیا نبی کی کتاب (باب VIII
آیت ۲۲) میں اسرائیلیوں کو اُن
کمزوری ایمان کی وجہ سے بد دعا دی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ سر
گنجے رہیں۔ کشمیری من حیث القوم گنجے ہوتے ہیں

اسرائیلی پت مہارازہ

ح ۔ اسرائیلیوں میں تالمود کے مطا
دولہا کے ساتھ بوقت شادی
نیک شگون ایک چھوٹا لڑکا ہونا ضروری ہے۔ کشمیری ہند
اور مسلمان دولہا کے ساتھ برات میں "پت مہارازہ" ضرو
ہے۔ جو دولہا کی مانند سجا بنا ہوتا ہے۔

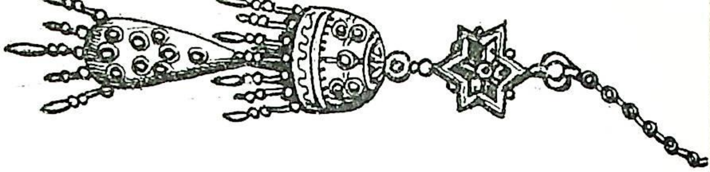
غیر قبیلوں میں شادی ممنوع

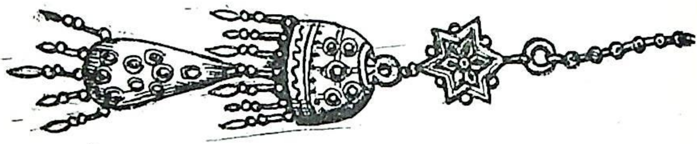
ط ۔ توریت میں
ہے کہ ایک قبیلہ دوسرے
قبیلے کے ساتھ شادی نہ کرے۔ بسا اوقات کشمیری غیر کشمیر
سے شادی نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ کشمیری پنڈت بنارس، متھ
ہردوار کے برہمنوں سے بھی شادی کرنے پر تیار نہیں ہو

بڑے بھائی کی بیوہ سے شادی

ی ۔ موسوی فقہ
میں حکم ہے

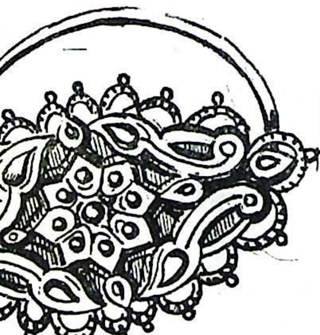
DURA-HOR.





A typical Israelitish tea-kettle, or Samawa
in Russia, Europe and Kashmir. (p. 174

An Israelitish basin, used in Russia, Europe and Kashmir by Jew families. (p. 174





KANA-VAJI.
ornament for
the ear

9. Samawar for tea or water

Page 150—155

بڑے بھائی کی اگر بیوہ رہ جائے تو چھوٹا بھائی اس سے شادی کرے۔ کشمیری لوگوں میں یہ عام دستور ہے کہ بڑے بھائی کی بیوہ کو گھر سے باہر نہیں جانے دیتے اور چھوٹا بھائی اُس سے شادی کر لیتا ہے۔

رسم خانہ نشینی وخانہ دامادی

ک :- اسرائیلیوں میں لڑکیوں کو خانہ نشین بنانے اور اُن کے لئے گھروں میں خانہ داماد لانے کا ایک مقبول عام رواج ہے اور تالمود (یعنی موسوی شریعت) میں اس کے احکام موجود ہیں بیوی حاصل کرنے کے شکریہ میں داماد کو اپنی بیوی کے والدین کی کچھ نہ کچھ خدمتگذاری کرنا ضروری ہوتا تھا۔ یہ خدمتگذاری دو تین طریقوں پر ہوتی تھی۔ ایک تو یہ کہ لڑکی کے والدین کے کھیتوں میں یا کاروبار میں چند سال مفت کام کرنا ہوتا تھا یا ہمیشہ کے لئے لڑکی کے والدین کو دیکھ بھال کرنا ہوتا تھا یا اپنی ذاتی خدمات کی بجائے داماد کچھ نقدی ادا کرتا تھا تاکہ لڑکی کے والدین اُس رقم سے کسی غلام کو خرید لیں یا کوئی نوکر چند سالوں کے لئے رکھ سکیں تاکہ وہ اُس کی بجائے خدمت گذاری کرے۔ چنانچہ توریت میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت یعقوب نے اپنے سسر لبان کی سات سال تک خدمت کی GENESIS XXX—20 اور حضرت شعیب JETHRO علیہ السلام نے اپنے مویشان کے ریوڑ چرانے اور کھیتی باڑی کرنے کے عوض میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی اپنی لڑکی سے کر کے انہیں اپنے گھر میں خانہ داماد

رکھا تھا (ENCO DUS II — جیوش انسائیکلوپیڈیا
میں حضرت موسیٰ پر مقالہ) بائبل میں اس قسم کی اور
موجود ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ خانہ دامادی کا رواج
قوم میں عام تھا۔ آج بھی دنیا میں جہاں کہیں اسرائیل موجود
اُن میں یہ رواج آپ کو ملیگا۔ بالعموم جس شخص کی واحد لڑکی
اُسے گھر میں خانہ نشین رکھتا اور خانہ داماد لاتا ہے۔ لڑکی
باپ کی جائیداد کی وارث جائز سمجھی جاتی ہے۔ اور مانند
کے نہ صرف اس کے حقوق ہوتے ہیں بلکہ اُس کی اولاد بھی
کی نسل سمجھی جاتی ہے نہ کہ باپ کی۔ یہ بعینہ ایسی مثال ہے
لڑکیاں سسرال جاکر اپنی ذات، قومیت وغیرہ کھو دیتی ہیں ا
باپ کی نسل سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح لڑکے بعض صورتوں
خانہ داماد بن کر اپنے سسرال چلے جاتے ہیں اور اُن کی اولاد
کی نسل سے شمار ہوتی ہے نہ کہ باپ کی نسل سے۔ یہ عجیب و غ
رواج سوائے اسرائیلیوں کے غالباً دنیا کی کسی اور قوم
پایا جاتا مثلاً افغانوں کے قبیلہ یوسف زئی میں خدمات کے
میں داماد اپنے سسرال کو نقدی ادا کرتا ہے یمند اور وزیر
میں چند سال خدمتگزاری داماد اپنے سسرال کی کرتا ہے
جس شخص کو خواہش ہو کہ اپنی کسی لڑکی کو خانہ نشین ر
اس کے داماد کا ڈولا اُس کے گھر آتا ہے۔ دختر خانہ نشین کو
وراثت میں حصہ دیا جاتا ہے اور خانہ داماد اپنے سسرال
بیٹولہ خدمتگزاری کرتا ہے۔ جو اولاد پیدا ہوتی ہے

نسل ماں سے شمار ہوتی ہے۔ مثلاً خانہ داماد کا نام اگر رحیم بخش ہے۔ لڑکی کا نام فاطمہ ہے۔ اور اُن سے جو لڑکا پیدا ہوا اُس کا نام بشیر ہے۔ تو بشیر ولد رحیم بخش نہیں کہلائیگا بلکہ بشیر پسر مسماۃ فاطمہ یا بشیر ابن فاطمہ کہلائے گا۔ یہ رسم آپ کو کثرت سے پشاور، کوہاٹ، مردان، افغانستان کے بعض دیہات، فلسطین پولینڈ، کشمیر، گلگت، لداخ، بلخ، بخارا، ترکستان اور دنیا کے ہر اُس کونے میں ملے گی جہاں اسرائیلی یا یہودی آباد ہیں۔
کشمیر کے فاضل سیشن اور ہائیکورٹ کے جج صاحبان کے مابین یہ مسئلہ ہمیشہ متنازعہ فیہ رہا ہے کہ دختر خانہ نشین کی رسم کشمیر میں کہاں سے آئی؟ بعض فاضل ججوں نے تو اپنے فیصلہ جات میں واضح طور پر لکھدیا کہ دختر خانہ نشین کی رسم نہ ہندو دھرم سے تعلق رکھتی ہے نہ اسلام سے اور صرف کشمیر کے خطہ سے مخصوص ہے، کشمیر کی پیداوار ہے۔ مگر کشمیر میں یہ رسم کیسے کب اور کہاں سے پیدا ہوئی؟ اس کا کوئی ثبوت فاضل جج صاحبان کبھی نہ دے سکے۔ یہ درست ہے کہ دھرم شاستر کے مذہب سے رسم خانہ نشینی کو کوئی تعلق نہیں۔ مگر اسلام کے متعلق یہ کہنا کہ اسلام عورتوں کو ملکیت وراثت نہیں دیتا مذہب اسلام کے بنیادی اصولوں سے ناواقفیت ہے۔ اسلام دنیا میں غالباً پہلا اور آخری باضابطہ مذہب ہے جس نے مستورات کو وراثت میں مردوں کے ساتھ مناسب حصہ دیا۔ دختران کو تو دیا ہی۔ مگر ماؤں، دادیوں، نانیوں، پھوپھیوں وغیرہ تک کو بھی محروم نہیں رکھا بلکہ اہل تشیع میں تو واحد دختر

ہی وراثت پدری کی وارث جائز ہوتی ہے۔ اسلام نے اسرائیلی
کے پرانے دختر خانہ نشینی کے رواج کو ایک Refined Shape
(منجھی ہوئی شکل) دی۔ اگرچہ اسلام میں دختر وراثتِ پدری
میں سے حصہ لیتی اور اس حصہ (جائیداد منقولہ و غیر منقولہ)
کی وارث بن جاتی ہے۔ لیکن اس کی اولاد اپنے باپ کے نام
بعموم نسل جاری رکھتی ہے نہ کہ ماں کے نام سے۔ اسلام نے
تاہم اس بارہ میں کوئی سختی یا پابندی روا نہیں رکھی کہ ضرور بالضرور
اولاد کی نسل باپ سے چلے۔ یہی وجہ ہے کہ اسرائیلیوں نے
جب اسلام قبول کیا تو اپنی دیرینہ خانہ نشینی کی رسم کو بدستور
جاری رکھا۔ شریعت کی رو سے جو حصہ دختران کو وراثت میں
ہے اور رسم خانہ نشینی کی رو سے جو حصہ وراثت دختران کو ملتا ہے
ان دونوں میں فرق اتنا ہی ہے کہ شرعی طریقہ سے ماں کے نام
سے اولاد نہیں چلتی اور رسم خانہ نشینی کے طریقہ سے ماں کے
نام سے اولاد چلتی ہے جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے۔ اگر اس فرق
کو اٹھایا جائے تو دونوں طریقوں میں دختران کے حصولِ وراثت
میں نمایاں فرق نہیں رہتا۔ اگر فاضل جج صاحبان نے اسلامیات اور
تاریخ کا مطالعہ کیا ہوتا تو اپنے فیصلہ جات میں وہ اس قسم
آراء کا اظہار نہ کرتے۔ تاریخ سے ناواقفیت کی بنا پر انہوں
نے یہ رسم کشمیر سے مخصوص کر دی اور یہ نہ سوچا کہ کشمیر
ملحقہ علاقہ ہزارہ، سرحد، افغانستان، گلگت، بلخ، بخارا
میں بھی یہ رسم شاذ و نادر پائی جاتی ہے٭ اور آگے بڑھیں تو فلسطین

٭ جسے کم از کم مسلسل گیارہ پشت تک اپنے خاندان میں ثابت کرنا ضروری ہوتا ہے کابل۔ قندھار
ہرات، بخارا و بلخ بڑے شہر و (...) ابتدائے اسلام سے شریعت نافذ العمل ہے۔



ALKA - HOR.
ornament for the ear

Israelitish ornaments
Page 150—155

عراق، شام، سسلی، اٹلی، پولینڈ، جرمنی، ناروے، سویڈن
میں بھی ان گھرانوں اور علاقوں میں یہ رسم ملے گی۔ جہاں یہودی
آباد ہیں۔ تھوڑا سا سوچئے تو معلوم ہو جاتا کہ بنی اسرائیل کا ایک
عظیم الشان پیغمبر اپنی ماں کے نام سے ہی مشہور ہے یعنی حضرت عیسیٰ
ابن مریم علیہ السلام۔ جن کی والدہ حضرت مریم کو اُن کے باپ ذکریا
علیہ السلام نے اپنے معبد کی خدمتگذاری کے لئے بطور دختر خانہ
نشین رکھ کر یوسف نجار کو گھر میں اپنا خانہ داماد لایا تھا۔ بمطابق رواج
حضرت عیسیٰ اُس کے فرزند نے اپنے باپ کا نام نہ پایا بلکہ خانہ نشین
ماں کے نام سے "ابن مریم" مشہور ہوئے۔ کشمیر میں پرانے بندوبست
کے ریکارڈ کا غذات پٹوار، جمعبندی ہاد، رجسٹرات گرداوری
واجب العرض، تنقیح حقوق مزارعان۔ دیرینہ کتابوں استملام
ڈوگرہ کی مشہور کتاب "کشمیر کے قبائلی رسومات" پنڈت نیل کنٹھ
گنجو کی کتاب کسٹمری لاء ان کشمیر) میں آپ کو ہر شہر، تحصیل
حلقہ اور گاؤں میں ایک دو نہیں، ہزاروں، لاکھوں اندراجات
ایسے ملیں گے لوگوں کے نام کے ساتھ باپوں کا نام نہیں ہوگا صرف
ماؤں کے نام ہوں گے حتیٰ کہ وہ لوگ خود اپنے باپ داداؤں
کے ناموں سے ناواقف ہوں گے۔ صرف ماؤں، دادیوں، پڑدادیوں
کے نام جانتے ہوں گے۔ کیونکہ وہ خانہ نشین دختران تھیں
راقم نے خود سینکڑوں، ہزاروں فیصلے آج تک ایسے دیئے ہیں
جن میں رواج کے مطابق اور فریقین کی خواہش کے مطابق جب
ماں کی وراثتا اُس کی اولاد (لڑکا یا لڑکی) کے نام پر منتقل کرکے

تسدیق کی۔ تو فیصلہ میں لکھا:۔ حقیت فلاں بنام رمضان لیسر مس
راحتی منظور ہے" حقیت فلاں بنام رسول ابن مسماۃ خطیجہ
ہے" حقیقت فلاں بنام مسماۃ زیبہ بنت و دختر، مسماۃ جانی
ہے" کشمیری پنڈتوں اور مسلمانوں کا یہ مشترکہ مقبول عام رواج
ایسا محکم ہے کہ صرف اسی کی بناء پر اگر ہم انہیں بنی اسرائیل کہیں تو
نہ ہوگا۔ اگر کشمیری آریہ یا کوئی دیگر قوم ہوتے تو ہندوستان
بقایا آریاؤں وغیرہ میں بھی یہ رسم کہیں نہ کہیں پائی جاتی۔ مگر
ہندوستان کے دیگر آریاؤں میں اس رسم کا نہ پایا جانا ثابت
کرتا ہے کہ کشمیری ہرگز آریہ نہیں ہیں اور پنڈتوں اور مسلمانوں
میں یکساں طور پر اس رسم کا پایا جانا ثابت کرتا ہے کہ کشمیریوں
نے یہ رسم اسلام سے نہیں لی بلکہ اسلام لانے سے پہلے ان میں
رائج تھی اور اسلام لانے کے بعد بھی ان میں جاری رہی۔ کیونکہ
احکام دختران کے حق میں جائیداد منتقل ہونے کا مؤید تو تھا
ولدیت بھی اُن کے نام سے چلنے کا مخالف نہیں تھا۔

کشمیر میں اسرائیلی زیورات

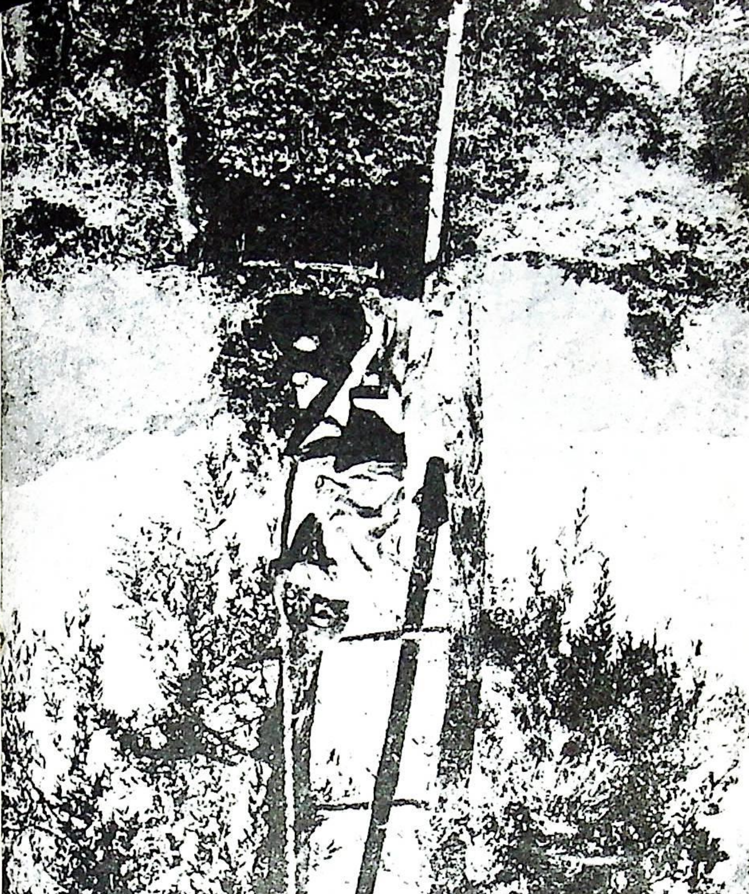
آپ کشمیری مستورات کو مخصوص وضع قطع کے
زیورات پہنے ہوئے اکثر دیکھیں گے۔ یہ زیورات آپ کو ملک
ممالک پنجاب، یوپی، بنگال، بمبئی، مدراس وغیرہ میں نہیں
نظر آئیں گے۔ یہ زیورات کیوں کشمیر سے ہی مخصوص ہیں؟
کی کوئی وجہ تسمیہ مؤرخین بیان نہیں کر سکے بلکہ مؤرخین نے
اس پہلو پر غور ہی نہیں کیا۔ یہودیوں کی کتاب سلاطین

داؤد علیہ السلام کی زبور، حضرت ایسعؑ، حضرت یرمیاہ کی کتاب
اور حضرت سلیمانؑ کی غزل الغزلات وغیرہ میں مخصوص اسرائیلی
زیورات کے نام کہیں کہیں ملتے ہیں۔ لیکن یہ نام کچھ اس طرح
بدل چکے ہیں کہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا۔ کشمیری زیورات وہی
اسرائیلی ہیں یا ان میں کچھ تغیر و تبدل ہو چکا ہے۔ اگر ان زیورات
کا مقابلہ ان عورتوں کے زیورات سے کیا جائے جو فلسطین
اُردن اور شام میں رہنے والی ہیں اور عرب کہلاتی ہیں (لیکن
وہ نسلاً عرب نہیں، اسرائیلی ہیں) اُن کے آباؤ اجداد آج سے
تیرہ سو سال قبل اسلام لا چکے تھے) تو آپ یک رنگی اور وضع
قطع میں مماثلت دیکھ کر حیران رہ جائیں گے۔ تمام ہندوستان
کی عورتیں خواہ وہ پنجاب کی رہنے والی ہوں۔ خواہ یوپی کی
خواہ راجپوتانہ یا بمبئی اور خواہ بہار و بنگال کی فاصلہ کی
دوری اور زبانوں کے اختلافات کے باوجود بہت حد تک
ملتے جلتے زیورات پہنتی ہیں۔ لیکن کشمیر کی عورت باوصف پنجاب
سے کمال نزدیکی کے اپنی زیبائش و آرائش میں سب سے
الگ تھلگ ہے۔ کیوں؟ اسی لئے کہ وہ ہزاروں سال گذرنے کے
باوجود اپنی اسرائیلی روایات اور تمدن کو نہیں بھولی
جہاں اس کا لباس انوکھا اور الگ تھلگ ہے وہاں اس کے
چند زیورات بھی مخصوص ہیں مثلاً:-

۱۔ ڈیکلا۔ یہ تین چار اقسام کا ہوتا ہے۔ ایک مثلث شکل کا
دوسرا بھنوی۔ تیسرا کلہاڑی شکل۔ چوتھا گول۔ آخر الذکر

ٹِکّا پنجاب اور یوپی سے آیا ہے۔ پہلی تینوں قسمیں کشمیر کے
مخصوص ہیں۔ یہ ڈیڑھ انچ سے اڑھائی انچ تک لمبا اور ڈ
انچ تک چوڑا ہوتا ہے۔ بالعموم سونے یا چاندی کا بنا ہوتا
اور اُبھرے ہوئے بیل بوٹوں سے منقش ہوتا ہے۔ اس
نچلی طرف موتیوں اور قیمتی آویزوں کی جھالر لٹکتی ہے
آدھ یا پون انچ چوڑی ہوتی ہے۔ اس کی اوپر کی طرف س
موٹا دھاگہ یا سونے کی زنجیر ہوتی ہے۔ جسے سر کے پیچھے
کے گچھے کیساتھ باندھ دیا جاتا ہے اور ٹکا چودھویں کے چا
کی طرح ماتھے پر ڈھلک کر جگمگاتا ہے۔ تمام ٹکے کے
بوٹے موتیوں اور قیمتی پتھروں سے جڑاؤ کئے ہوتے ہ

۲- مالا :- اس کی بھی تین چار قسمیں ہیں۔ ایک قسم ت
کہ مرغی کے چھوٹے انڈے کے برابر سونے کا ٹکا بنایا جاتا
جس کی نچلی طرف موتیوں کی جھالر ہوتی ہے۔ اوپر کی طرف د
کُنڈے ہوتے ہیں جن میں سے ایک موٹا سنہرا دھاگہ گذار
گلے کے پیچھے لیجاکر دھاگے کے دونوں سروں کو باندھ دیے
ہیں اور سونے کا ٹِکّا گردن کے نیچے لٹکتا ہے۔ دوسری قس
یہ ہے کہ چاندی کا ایک بڑا کپڑا گلے کی چوڑائی کے برابر بنا
اس کے وسط میں نچلی طرف کبوتر کے انڈے کے برابر ایک
بنا کر لٹکاتے ہیں اور اردگرد تمام بیل دار چاندی کی جھالر بنا
ہیں۔ بعض دفعہ بڑا کڑا چوڑا سا ہوتا ہے اور اس میں کھدے
ہوئے بیل بوٹے بنائے جاتے ہیں۔ اس کڑے کے اوپر د



(p. 270)



HALQA-BAND
ornament for the neck.

Page 150—155

کنڈے ہوتے ہیں۔ جن میں سے چاندی کی پتلی ایک گول سلاخ گذاری جاتی ہے اور ایک کنڈے میں سے یہ سلاخ نکالی اور بند کی جا سکتی ہے۔ اسے عورتیں گلے میں پہن لیتی ہیں تیسری قسم کی مالا اصولاً پہلی قسم جیسی ہوتی ہے مگر اس کے دیا سگر کے ساتھ ٹکے کے دائیں اور بائیں طرف تین تین بادام یا کھجور کھجور جتنے بڑے دانے بنا کر لٹکاتے ہیں۔ اسے "خزر ڈولنا مال" (لٹکتی ہوئی کھجوروں کی مالا) کہتے ہیں۔ یہ کھجوریں بیل بوٹے دار، جڑاو اور منقش ہوتی ہیں۔

۳۔ حلقہ بند۔ یہ مخصوص کشمیری زیور ہے۔ عام طور پر چھ انچ لمبی تین چار جڑاو سونے یا چاندی کی زنجیریں ایک دوسرے سے ذرا ذرا فاصلے پر رکھ کر انہیں درمیان میں ایک سونے کے پھول سے وابستہ کرتے ہیں اور کناروں پر ڈیڑھ انچ لمبے اور زنجیروں کے فاصلے کے برابر ایک سے ڈیڑھ انچ تک چوڑے سونے کے سرے بناتے ہیں جو کھدے ہوئے منقش ہوتے ہیں اور اسے گلے کے گرد باندھتے ہیں۔ بعض دفعہ سونے کی کھدی ہوئی لچکدار پتریوں سے حلقہ بند بنایا جاتا ہے۔

۴۔ کنہ واجی۔ یہ دوسرا مخصوص کشمیری زیور ہے۔ آنکھ کی شکل کا ہوتا ہے۔ اڑھائی انچ لمبا اور ڈیڑھ انچ چوڑا کماندار پترا ہوتا ہے۔ جو کھدا ہوا، جڑاؤ اور موتیوں سے مزین ہوتا ہے۔ اس کے دونوں سروں کو ملانے والا ایک

گول پتلی سلاخ ہوتی ہے جو کان کے چھید میں سے گذار کر دوسرے سرے پر بند کی جاتی ہے۔

۴- آلقہ ہور۔ یہ کانوں کے لیے ایک مخصوص کشمیری زیور ہے۔ ایک نصف خالی انڈا سونے یا چاندی کا منقش جڑاؤ ہوتا ہے۔ اس کی گولائی میں نیچے ایک جھالر موتیوں کی لٹکتی ہے اور وسط میں سے ایک بڑا بندا نچلی طرف لٹکایا جاتا ہے اور بندے کے ساتھ وابستہ موتی لٹکتے ہیں۔ خول کی اوپر کی طرف ایک پتی دار سونے کا پھول اور اس سے اوپر دو تین بادام جڑے ہوتے ہیں۔ دونوں کانوں پر آلقہ ہور لٹکائے جاتے ہیں اور ان دونوں کو ایک زنجیر سر سے اوپر گذرتی ہوئی آپس میں جوڑتی ہے۔

۵- تالہ سہر (تالو کی رسی) ایک جڑاؤ سنہری زنجیر ہوتی ہے جو سر کے تالو کے اوپر سے گذرتی ہے۔ دونوں طرف کنواجی کو اس سے ملا لیتے ہیں۔ یہ بھی خاص کشمیری زیور ہے۔

۶- آتہ ہور۔ کھجور جتنا بڑا منقش اندر سے خالی زیور ہوتا ہے۔ اس میں لمبائی کی طرف چار سوراخ آر پار ہوتے ہیں۔ جن میں سے سنہری دھاگے گذار کر نچلی طرف ایک جھالر لٹکائی جاتی ہے۔

۷- ڈیجی ہور۔ یہ بھی آتہ ہور کی مانند ہوتے ہیں ان کی لمبائی اور موٹائی زیادہ ہوتی ہے۔ لمبائی اڑھائی انچ تک اور موٹائی یا گولائی سوا پانچ تک۔ یہ تینوں زیور تالہ بند آتہ ہور اور ڈیجی ہور پنڈت عورتیں سہاگ کے نشان کے

طور پر شادی کے بعد پہنتی ہیں۔ مسلمان عورتوں میں آپ کو یہ زیورات نہیں ملیں گے۔ یہی زیورات ہیں جو گھنٹیوں کی مانند لٹکتے نظر آتے ہیں۔ اسرائیلی مقدس کاہن اور راہب اپنی عورتوں کو یہ گھنٹیاں اس لئے پہناتے تھے کہ جن بھوت، چڑیلیں اور بدروحیں اُن سے دُور رہیں۔

۸۔ گنس۔ کلائی پر پہننے کے لئے سونے یا چاندی کی ایک گول ٹھوس سلاخ سی ہوتی ہے۔ اس کے دونوں سرے مچھلی کی شکل کے یا اژدہا کی شکل کے ہوتے ہیں۔

اسرائیلی کھوپڑی نما ٹوپی

ہندوستان بھر میں کشمیری ایک نمایاں حصّہ لباس سے پہچانا جاتا ہے وہ اس کی کھوپڑی نما ٹوپی ہوتی ہے جسے انگریزی میں SCULL CAP کہتے ہیں۔ یہ بالکل کھوپڑی کی شکل کی کپڑے کی بنی ہوتی ہے۔ اور سر پر اسقدر فٹ آتی ہے کہ اس بات کا امکان نہیں رہتا کہ ذرا بھر ہوا سر کی کھوپڑی کو لگ سکے گی۔ میں پہلے سمجھتا تھا کہ شاید سردی کی وجہ سے اہل کشمیر نے یہ ٹوپی اپنے لئے ایجاد کی ہے۔ اس ٹوپی کے پہننے میں پنڈت اور مسلمان دونوں مشترک ہیں۔ مگر کچھ عرصہ ہوا فلسطین سے مجھے ایک رسالہ آیا۔ اس میں ایک بڑے یہودی کاہن کا فوٹو دیا تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ اُس یہودی کاہن نے بالکل کشمیری تنگ کھوپڑی نما ٹوپی پہن رکھی تھی اور اپنے چہرے کے ہڈیوں کی بناوٹ اور شکل و شباہت سے

بالکل کشمیری گوجر معلوم ہوتا تھا۔ یہ مماثلت اس قدر زیادہ تھی کہ مجھے شک ہوا۔ کیا سچ مچ کوئی کشمیری گوجر تو فلسطین میں جا کر کاہن نہیں بن گیا۔ بالعبد اس پر شیخ آفی ڈ کہ ایسا کس طرح ہو سکتا ہے؟ ہو نہ ہو کشمیر کا گوجر ہی فلسطین سے بھاگا ہوا اسرائیلی کاہن ہے جس نے اس زمانے میں جبکہ وسائل آمدورفت نہ تھے کشمیر کے دور دراز پہاڑوں میں آکر پناہ لی۔

اسرائیلی چوبی کھڑاویں

کشمیری پنڈتوں میں لکڑی کی کھڑاویں پہننے کا عام رواج ہے۔ مٹن۔ اننت ناگ۔ اُترماچھی پورہ۔ سنوپور۔ بارہ مولا بڈگام۔ اوتر سو۔ بیرواہ۔ ناگام۔ کولگام۔ سرینگر شہر میں شنکر آچاریہ اور حبہ کدل کے مندروں میں آپ پروہتوں کو لکڑی کی شاندار اونچی اونچی کھڑاویں پہنے دیکھیں گے۔ یہ لکڑی کے جوتے ہوتے ہیں جن کی ایڑیاں لکڑی کی ہوتی ہیں اور اوپر پاؤں کے انگوٹھے اور بڑی انگلی کے درمیانی سوراخ کو پھنسانے کے لئے ایک لکڑی کی کیل لگی ہوئی ہے۔ جس کا بالائی سرا چوڑا اور گول ہوتا ہے تاکہ سوراخ بالکل نہ جلے اول تو اس کیل کے ساتھ اور کچھ نہیں ہوتا اور اسی کے سہارے لکڑی کے اس جوتے کو پہنایا جاتا ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ پاؤں کی انگلیوں کو اٹکانے کے لئے رسی کا ایک ٹکڑا آگے لگا ہوتا ہے۔ پہلے میں نے سمجھا کہ شاید سردیوں میں کیچڑ کی وجہ

سے یہ کھڑاویں پہنتے ہیں۔ مگر بابعد دیکھا کہ ایسا نہیں۔ گرمیوں میں اور خزاں کے خشک موسم میں بھی یہ کھڑاویں پہنی جاتی ہیں۔ یہ پنڈت پروہت اپنی اس عادت کی وجہ تسمیہ نہ بیان کر سکے۔ دیہاتوں میں مسلمان بھی سردیوں میں کھڑاویں پہنتے ہیں مگر ان کے پہننے پر خاص توجہ اور زور نہیں دیتے آخر ایک عرصہ کے بعد مجھے پتہ چلا اسرائیلی راہب اور کاہن بھی لکڑی کی کھڑاویں پہنا کرتے تھے کیونکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ مقدس ہیکل کے اندر چمڑے کی جوتیاں نہ لائیں۔ پس ان راہبوں نے خوشبودار صندل کی خوبصورت کھڑاویں بنائیں اور انہیں پہن کر ہیکل کے اندر ادھر ادھر پھرا کرتے تھے۔ آج بھی فلسطین میں یہودی معبدوں کے راہب اور کاہن لکڑی کی کھڑاویں ہی معبد کے اندر استعمال کرتے ہیں۔ کشمیری پنڈت نے کھڑاوں کو تو بدستور رکھا مگر افسوس اسے بھول گیا کہ یہ اس کے آباء و اجداد کا ورثہ ہے۔

اسرائیلی وراثت میں سب سے چھوٹے کا حق فائق

RIGHT OF ULTIMOGENITURE

رسم خانہ نشینی کے متوازی اور ملتی جلتی ایک اور اسرائیلی رسم کے مٹتے ہوئے آثار آپ کو کشمیر میں ملیں گے۔ مٹتے ہوئے اسی لئے کہ اسلام کے مساوی حقوق وراثت کی وجہ

سے یہ رسم غیر منصفانہ اور جابرانہ دکھائی دیتی ہے اور مسلمانوں نے اسے تقریباً ترک کردیا ہے۔ اُن کی دیکھی داکھی اور یورپی رسوم قبول کرنے کی وجہ سے اہلِ ہنود نے بھی اسے چھوڑ دیا ہے مگر کبھی کبھی تو اس کا مظاہرہ دیکھنے میں آتا ہے جس طرح انگلینڈ یا اور کئی ممالک میں یہ رسم ہے کہ سب سے بڑے لڑکے کو باپ کی وراثت سالم ملجاتی ہے اور باقی بھائیوں اور بہنوں کو محروم کردیا جاتا ہے۔ جسے وراثت میں بڑے کا حق فائق کہتے ہیں[1] RIGHT OF PRIMOGENITURE

اسی طرح اسرائیلیوں میں حضرت یعقوب علیہ السلام سے ایک رسم چلی آتی ہے جسے چھوٹے کا حقِ فائق کہتے ہیں یعنی سب سے چھوٹی اور آخری اولاد کو سالم وراثت باپ کی مل جاتی ہے اور باقی بڑے بھائی اور بہن محروم ہوجاتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ نے چھوٹے کو وراثت دینے کی اس عادت پر سختی سے عمل کیا۔ اپنی اولاد میں سے پہلے انہوں نے بڑے بیٹوں کو چھوڑ کر سب سے چھوٹے بیٹے حضرت یوسفؑ کو بچپن سے ہی ترجیحی سلوک میں رکھا خاص لباس، خاص کھانا، پینا اور خاص شفقت اُن پر روا رکھی۔ جس سے بڑے بھائی جلے اور انہوں نے حضرت یوسفؑ کو ایک گڑھے میں پھینک دیا۔ جہاں سے ایک اسماعیلی قافلے نے انہیں اٹھا کر مصر میں لیجا کر فروخت کردیا۔ بعد میں بنیامین حضرت یعقوب کے ہاں پیدا ہوئے تو انہیں خلیفہ

[1] RIGHT OF PRIMOGENITURE

پیغمبری کا حقدار قرار دیا گیا۔ کتاب پیدائش میں یہ بھی آیا ہے کہ ایک مدت مدید کے بعد جب حضرت یعقوب کی کھوئے ہوئے بیٹے سے مصر میں ملاقات ہوئی تو حضرت یوسف نے اپنے دو لڑکوں مناسے اور افریم کو اُن کے دادا حضرت یعقوب کے آگے برکت حاصل کرنے کے لیے کیا۔ مناسے بڑا تھا اور افریم چھوٹا۔ ان دونوں کو اس ترکیب سے آگے کیا کہ قدرتاً حضرت یعقوب کا دایاں ہاتھ بڑے کے سر پر اور بایاں ہاتھ چھوٹے کے سر پر پڑنا چاہیئے تھا۔ حضرت یعقوب کو بصارت نہیں تھی مگر انہوں نے اپنے نور قلبی سے معلوم کر لیا کہ چھوٹا کون ہے پس انہوں نے اپنے بازوؤں کو اس طرح کراس کیا (✕) کہ دایاں بازو بائیں طرف کھڑے ہوئے چھوٹے لڑکے افریم کے سر پر رکھا اور بایاں بازو دائیں طرف کھڑے ہوئے بڑے لڑکے مناسے کے سر پر رکھا اور اس طرح اپنی روحانی وراثت کا چھوٹے کو حقدار قرار دیا اسی طرح سموئیل نے اپنے سب سے چھوٹے لڑکے داؤدؑ کو تاج و تخت کا وارث بنایا اور بڑے فرزندوں کو چھوڑ دیا۔ حضرت داؤدؑ نے اپنے بڑے لڑکے ادونیا (جو وراثت تخت کا دعویدار تھا) کو چھوڑ کر اپنے سب سے چھوٹے لڑکے حضرت سلیمانؑ کو وارث بنایا۔

دیگر ممالک میں یہ رسم کیسے پھیلی؟

سب سے چھوٹے کو وراثت دینے

سی یہ رسم آج بھی ہمیں دنیا کے اُن ممالک اور علاقوں
میں ملتی ہے جہاں یہودی لوگ یا اسرائیلی نسلیں (اسلام
لائے بغیر) آباد ہیں۔ مثلاً انگلستان کے ایڈورڈ سوم
تک کے زمانے میں علاقہ نوٹنگھم میں وراثت کے دو طریقے
رائج تھے ایک کو برو انگلش (BOROUGH ENGLISH)
دوسرے کو برو فرنچ (BOROUGH FRENCH) کہتے
تھے۔ نوٹنگھم میں اکثریت یہودیوں کی تھی۔ یہ یہودی
اصلی الانگلیسیہ کہلاتے تھے۔ ان کے ہاں برو انگلش رسم کے
تحت تمام وراثت سب سے چھوٹے لڑکے کو ملتی تھی اور
دوسرے وہ لوگ جو یہودی النسل نہیں تھے اور برو فرنچ
رسم کے تحت چلتے تھے۔ اُن کے ہاں وراثت سب سے بڑے
لڑکے کو ملتی تھی۔ ۱۷۱۳ء تک سرکاری کاغذات اور
قانون میں ان دونوں رسموں پر سختی سے عمل ہوتا رہا اور
آج بھی نوٹنگھم کے یہودی النسل خاندانوں اور قرب و جوار
میں برو انگلش رسم پر چلا جاتا ہے۔ تمام سیکسن ساحل کے
کے ساتھ ساتھ واش (WASH) سے لیکر سولنٹ
(SOLENT) تک جملہ جنوب مشرقی علاقوں میں
یہ رسم عام تھی۔ یوں سمجھ لیجئے کہ کنٹ (KENT)
سسکس (SUSSEX) اور سرے (SURREY)
سے لے کر پرانے لنڈن تک اور کسی حد تک (ESSEX)
اور الیسٹ انگلین بادشاہت میں پھیلی ہوئی تھی۔

سسکس میں بیٹوں کی زمینوں پر اسے لا، آف لینڈ (یعنی قانون مملکت) کا درجہ حاصل ہے۔ ایپ آف لیوس Rape of Lewes کے علاقہ میں یہ رسم عام ہے۔ ہمپشائر اور سامرسیٹ کے علاقے میں بھی اس کی مثالیں مل سکتی ہیں۔ ڈینش مرشیا Danish Mercia یعنی ڈربی سٹوفورڈ۔ لائی سیسٹر اور گلوسیسٹر کے بعض دیہی خاندانوں میں یہ رسم عام ہے۔ ویلز کے قوانین میں لکھا ہے کہ سب سے چھوٹے کو وراثت میں تین چیزیں ملنا ضروری ہیں۔ تمام عمارتیں۔ آٹھ ایکڑ زمین۔ پھاوڑہ۔ کدال اور کلہاڑی کیونکہ ان تینوں کا وارث سوائے سب سے چھوٹے کے اور کوئی نہیں ہو سکتا اور اگر وہ رہن بھی ہوں تو وہ ضبط نہیں ہو سکتے۔

مرحوم پروفیسر ایف ڈبلیو میٹ لینڈ F.W. MAITLAND نے انگلستان میں اس رسم پر دلچسپ باتیں لکھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ رسم تیرہویں صدی کے انگریزی دستاویزات میں عام پائی جاتی ہے اور موروثی مزارعت کی نشانی ہے یعنی اگرچہ موروثی مزارعوں کی کوئی عدالت نہیں ہوتی اور وہ بعض نسلی غلام ہوتے ہیں لیکن رواج یہ ہے کہ مالک کو مرحوم مزارعہ کے کنبہ میں سے ایک شخص اپنا مزارعہ لینا ضروری ہوتا ہے اور قدرتاً سب سے چھوٹے کو منتخب کیا جاتا ہے۔ کوئی جائیداد غیر منقولہ حقیقتاً تو دینا نہیں ہوتی (وہ تو مالک کی ملکیت ہوتی ہے) جوں جوں بچے جوان ہوتے ہیں انہیں اپنی دنیا بنانے کے لئے باہر بھیجا جاتا ہے اور جب باپ مرتا ہے تو سب سے چھوٹا انگیٹھی کے پاس

نظر آتا ہے۔ بہت سے رواج ہیں جن میں اگرچہ وراثت تم
بیٹوں میں برابر تقسیم بھی کر دی جاتی تھی تو بھی مکان اور
کا مالک سب سے چھوٹا ہی ہوتا ہے ...... تیرھویں صد
میں سب سے چھوٹے کو بطور نسلی غلام کے سمجھا جاتا تھا
زمین کے یہ الفاظ عام ہوتے "تم میرے غلام ہو کیونکہ
تمہاری پرورش کی ہے۔ تم نے اپنی لڑکی کی شادی پر مجھے
دیا ہے تم اپنے باپ کے سب سے چھوٹے لڑکے ہو اور اس کی مور
تم نے سنبھالی ہے"

(عہد نامہ قدیم کا علم از ڈاکٹر سر جیمس فریزر صفحہ ۱۶۸)

فرانس کے یہودی النسل لغا رالوں میں بھی یہ رسم عام
مثلاً نیمنیٹ MAINETE اور مادل سٹیڈ DELSTAD
کے ناموں کے تحت پکارڈی PICARDY آرٹوا ARTOIS
ہینول HAINAULT ایمنس AMIENS لیئر LLE
کاسل CASSEL سینٹ عمر ST. OMER اور صوبہ ES
فرنیس لینڈ LAND میں حق وراثت سب سے چھوٹے کو دیا
ہے۔ ویسٹ فیلیا WEST PHALIA رائن RHINE
اور مینڈن MINDEN کے علاقوں میں سیکسن لارڈ کے نا
ایک قانون ہے جس کے تحت جملہ بڑے بچے چھوٹے کے حق
اپنا حق وراثت ترک کر دیتے ہیں۔ اگر باپ نے وصیت نہ بھی
تو بھی وہ بخوشی اپنا حق چھوٹے کو دیتے ہیں اور کبھی
کا تصور بھی نہیں کرتے انہیں ترکہ پدری میں سے کچھ ملے

ONTHIEU پونتھیو VIMER ویمر دی دی
ARRAS ...

سیلشیا SILESIA اور وبرٹم برگ WÜRTEMBERG میں تو یہ حال ہے کہ حکومت کے مروجہ قوانین اس رسم کو نہ مٹا سکے۔ یہاں یہودی النسل لوگوں نے سختی سے اپنی رسم کو قائم رکھا۔

جنوب مغربی روس کے بارہ میں (جہاں کسی زمانہ میں یہودیوں کی سلطنت تھی) مس ایم۔ اے زیپلیکا جو پولینڈ کی ماہر نسلیات ہیں (Miss. M. A. CZAPLICA) کہتی ہیں کہ یارسلوف اعظم کے زمانے میں پہلا روسی قانون تیار ہوا جسے رُوسکا یا پراودا RUSSKAYA PRAVADA کہتے ہیں۔ اس میں اور آج کے کسٹمری نبندارہ لاء میں کوئی خاص فرق نہیں۔ چھوٹے کا حق کوئی خاص مہربانی نہیں بلکہ قدرتی امر ہے کیونکہ بڑے لڑکے عام طور سے باپ سے جدا ہو جاتے ہیں بلکہ اپنے گھروں سے بھی۔ اور سب سے چھوٹا باپ کی جڑ کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ اگر باپ کے مکان کے علاوہ چھوٹا دیگر جائیداد بھی حاصل کر لیتا ہے تو اُس کے کچھ فرائض بھی ہوتے ہیں۔ یعنی اپنے بوڑھے والدین اور غیر شادی شدہ بہنوں کا کفیل بھی وہی ہوتا ہے۔ اگر بڑے بیٹے باپ کی وفات سے قبل گھر سے نہ نکل جائیں تو بھی جائیداد چھوٹے کو ہی ملتی ہے۔ مگر اُس کا یہ فرض ہے کہ اپنے بڑے بھائیوں کو نئے گھر بنانے میں مدد دے۔ ہنگری میں یہ آج تک قانون تھا کہ باپ کا مکان سب سے چھوٹے لڑکے کو ہی ملنا چاہیئے۔

ڈاکٹر فریزر کا خیال ہے کہ یورپ کے آریانسل کے لوگوں میں مذہباً یہ رسم پائی جاتی ہے۔ مگر اُن کا یہ خیال حقائق اور واقعات

نظر آتا ہے ۔ بہت سے رواج ہیں جن میں اگرچہ وراثت ت
بیٹوں میں برابر تقسیم بھی کر دی جاتی تھی تو بھی مکان اور
کا مالک سب سے چھوٹا ہی ہوتا ہے ...... تیرھویں صد
میں سب سے چھوٹے کو بطور نسلی غلام کے سمجھا جاتا تھا
زمین کے یہ الفاظ عام ہوتے "تم میرے غلام ہو کیونکہ
تمہاری پرورش کی ہے۔ تم نے اپنی لڑکی کی شادی پہ مجھ
دیا ہے تم اپنے باپ کے سب سے چھوٹے لڑکے ہو اور اس کی مو
تم نے سنبھالی ہے"

(عہد نامہ قدیم کا علم الانسان ڈاکٹر سر جیمس فریزر ص ۱۷۸)

فرانس کے یہودی النسل کفازالوں میں بھی یہ رسم عام
مثلاً نمینیٹ MAINETE اور ماول سٹیڈ DELSTAD
کے ناموں کے تحت پکاردی PICARDY آرٹوا ARTOIS
ہینول HAINAULT ایمنس AMIENS لیٹر LLE
کاسل CASSEL سینٹ عمر ST. OMER اور صوبہ IES
فریس لینڈ LAND میں حق وراثت سب سے چھوٹے کو دیا
ہے۔ ویسٹ فیلیا WEST PHALIA رائن RHINE
اور میبنڈن MINDEN کے علاقوں میں سیکسن لارڈ کے نا
ایک قانون ہے جس کے تحت جملہ بڑے بچے چھوٹے کے حق
اپنا حق وراثت ترک کر دیتے ہیں ۔ اگر باپ نے وصیت نہ بھی
تو بھی وہ بخوشی اپنا حق چھوٹے کو دیدیتے ہیں اور کبھی ا
کا تصور بھی نہیں کرتے انہیں ترکہ پدری میں سے کچھ لے

دی دی VIMERI پونتھیو PONTHIEU
ARRAS ... DOUAI ...

سیشیا SILESIA اور وبرٹم برگ WÜRTEMBERG میں تو یہ حال ہے کہ حکومت کے مروجہ قوانین اس رسم کو نہ مٹا سکے۔ یہاں یہودی النسل لوگوں نے سختی سے اپنی رسم کو قائم رکھا۔

جنوب مغربی روس کے بارہ میں (جہاں کسی زمانہ میں یہودیوں کی سلطنتیں تھیں) مس ایم۔ اے زپلیکا جو پولینڈ کی ماہر نسلیات ہیں ([illegible] M. A. CZAPLICA) لکھتی ہیں کہ یارسلوف اعظم کے زمانے میں پہلا روسی قانون تیار ہوا جسے رُوسکایا پراودا RUSSKAYA PRAVADA کہتے ہیں۔ اسمیں اور آج کے کسٹمری زمیندارہ لاء میں کوئی خاص فرق نہیں۔ چھوٹے کا حق کوئی خاص مہربانی نہیں بلکہ قدرتی امر ہے کیونکہ بڑے لڑکے عام طور سے باپ سے جدا ہو جاتے ہیں بلکہ اپنے گھروں سے بھی۔ اور سب سے چھوٹا باپ کی جڑ کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ اگر باپ کے مکان کے علاوہ چھوٹا دیگر جائیداد بھی حاصل کر لیتا ہے تو اس کے کچھ فرائض بھی ہوتے ہیں۔ یعنی اپنے بوڑھے والدین اور غیر شادی شدہ بہنوں کا کفیل بھی وہی ہوتا ہے۔ اگر بڑے باپ کی وفات سے قبل گھر سے نہ نکل جائیں تو بھی جائیداد چھوٹے کو ہی ملتی ہے۔ مگر اس کا یہ فرض ہے کہ اپنے بڑے بھائیوں کو نئے گھر بنانے میں مدد دے۔ ہنگری میں یہ آج تک قانون تھا کہ باپ کا مکان سب سے چھوٹے لڑکے کو ہی ملنا چاہیئے۔

ڈاکٹر فریزر کا خیال ہے کہ یورپ کے آریا نسل کے لوگوں میں مذہباً یہ رسم پائی جاتی ہے۔ مگر ان کا یہ خیال حقائق اور واقعات

کی رو سے درست نہیں۔ کیونکہ اول تو آریاؤں کے مذہب
اس کا کوئی نام و نشان نہیں اور ہم جانتے ہیں کہ آریہ
کی سب سے قدیم مذہبی کتب رگ وید (سنسکرت زبان میں)
ژند اوستا (پہلوی زبان میں) دنیا میں موجود ہیں بلکہ حال
ان میں کہیں بھی سب سے چھوٹے کو وراثت دینے کا کوئی
نہیں ملتا۔ دوم دنیا میں جہاں کہیں بھی آریہ لوگ ہیں مثلاً ہند
(گنگا و سندھ کے میدانوں کے باشندے) ایران، آ
جرمنی وغیرہ اُن کی مائی تھالوجی (قدیم مذہبی داستانیں)
کہیں بھی اس کا شائبہ تک نہیں ملتا کہ کسی رشی، مُنی او
یا پیغمبر نے اپنی وراثت سب بڑے لڑکوں کو محروم کر کے سب
چھوٹے لڑکے کو دیدی ہو۔ سوم یہ رسم آج بھی آریہ لوگوں
کہیں نہیں پائی جاتی۔ چونکہ اس رسم کا ثبوت ہمیں سامی نسل
پیغمبروں اور اُن کی تواریخ میں گزشتہ سے ملتا ہے جیسا کہ او
ثابت کیا جا چکا ہے اور آج بھی یہودی النسل لوگو
میں خواہ وہ دنیا کے کسی ملک میں آباد ہوں پایا جاتا ہے۔ اس
لئے ثابت ہوا کہ یہ اسرائیلی رسم ہے۔

کشمیر میں یہ رسم کیسے بجالائی جاتی ہے؟

وادی سینائی۔ صحرائے غازہ۔ فلسطین۔ شام و عراق وغیرہ
کے اسرائیلی النسل بدوؤں اور گوجروں میں یہ رسم عام ملے گی۔
حتیٰ کہ ——— ترکستان۔ گلگت۔ کشمیر اور صوبہ سرحد

میں بھی اس کے نشانات پائے جاتے ہیں۔ مثلاً کشمیر میں دختر خانہ نشین کو وراثت دینے کا جہاں عام رواج ہے وہاں یہ بھی ہے کہ جب کسی شخص کا لڑکا پیدا نہیں ہوتا اور صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوتی ہیں تو جملہ بڑی لڑکیوں کو محروم کرکے سب سے چھوٹی لڑکی کو تمام غیر منقولہ جائیداد دی جاتی ہے اور اسی کو خانہ نشین قرار دیا جاتا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ ۱۹۴۳ء میں تحصیل اننت ناگ کے علاقہ برنگ مقام (کنیلام) میں میں انتقالات تصدیق کر رہا تھا۔ ایک شخص کی وراثت کا کیس سامنے آگیا جو بلا وصیت مر گیا تھا اور جس کے لڑکے نہیں تھے صرف چار لڑکیاں تھیں۔ سب سے چھوٹی لڑکی نے حاضر ہو کر کہا کہ وراثت پر اس کا حق ہے اور وہی خانہ نشین ہے۔ میں نے اس کی بات کو رد نہیں کیا اور کہا کہ باقی بہنیں بھی حاضر ہو کر کہیں۔ وہ آگئیں اور انہوں نے بتایا کہ ان کے ہاں قدیم سے یہ رواج ہے کہ سب سے چھوٹی لڑکی ہی خانہ نشین ہوتی ہے اور تمام منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کی وارث وہی ہوتی ہے، خواہ باپ وصیت کرے یا نہ کرے۔ کیونکہ بڑی لڑکیاں شادی کرکے اپنا اپنا گھر بسا لیتی ہیں۔ سب سے چھوٹی ہی ماں باپ کی خدمت کرتی ہے اور اس خدمت کا صلہ یہ ہے کہ وہ وراثت کی مالک ہو۔ چنانچہ وراثت بڑی لڑکیوں کو محروم کرکے سب سے چھوٹی کو دیدی گئی۔ مابعد میں نے اس رسم کو علاقہ شاہ آباد، علاقہ دسلو وغیرہ، تمام تحصیل بڈگام میں چرار شریف، بیروہ، لیسوع میدان کے

دیہاتوں، ترال، تحصیل پلوامہ، گاندربل، سرینگر، بارہ مولا
بندواڑہ، سوپور، کشتواڑ کا علاقہ مڑوہ واڑون ا
چھاترو اور تحصیل ریاسی کے اُن علاقوں میں جو کشمیر کے ملحق
اور جہاں زیادہ تر کشمیری آباد ہیں عام پایا اور سرکا
دستاویزات، کاغذات میں نہ صرف ایسے اندراجات دیکھے جا
میں بڑی لڑکیوں کو محروم کر کے وراثت سب سے چھوٹی لڑکی
دیدی جاتی ہے بلکہ خود بھی ایسے لاتعداد فیصلہ جات فریقین
کی خواہش کے مطابق اور رواج کے تحت صادر کئے۔ یہ رو
قانون کا درجہ رکھتا ہے اور مسلمانوں اور پنڈتوں میں یکساں ط
پایا جاتا ہے۔

ہمیں کشمیر میں وراثت کی ایسی رسوم دیکھ کر تعجب ہوتا ہے
لیکن اگر ان کی تاریخ اور حقائق پر غور کیا جائے تو تعجب
جاتا رہتا ہے۔ بائبل میں تو لکھا ہے کہ حضرت یعقوب نے با
کو دھوکہ دے کر وراثت لے لی درست نہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے
ہیں کہ حضرت یعقوب کے والد ماجد حضرت اسحاق علیہ السلام
بھی چھوٹے ہونے کے باوجود حضرت ابراہیم کی وراثت جائیداد
حاصل کی تھی۔ حضرت اسماعیل بڑے تھے اور حضرت ابراہیم نے
انہیں مکہ میں جا کر ماں سمیت چھوڑ دیا تھا۔ وہاں انہوں نے خو
اپنا گھر بنایا اور بسایا۔ دراصل اُس قدیم زمانے میں زندگی
رہن سہن کے طریقے اور حالات ہی ایسے تھے کہ چھوٹے کے
میں بڑے بیٹوں کو محروم کر دینا پڑتا تھا۔ یہ قدیم سامی لوگ

خیموں میں رہتے اور صحرا بہ صحرا جنگل بہ جنگل پھرا کرتے تھے۔
خیموں میں زیادہ آدمیوں کے لئے گنجائش نہیں ہوسکتی تھی
اور باپ میں اتنی قدرت نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ جوان بیٹوں
اور بہوؤں کو بھی خیمے میں بسا سکے۔ پس جونہی لڑکا بڑا اور
جوان ہوا، باپ اسے خیمے سے اپنا گھر بسانے کے لئے رخصت
کردیتا تھا۔ آج بھی پٹھانوں اور بعض خانہ بدوش سرحدی اور
کشمیری قبائلیوں میں یہ رواج ہے کہ پانچ سات سال
تک باپ بیٹوں کو دسترخوان پر اپنے ساتھ بٹھاتا ہے۔ بعد
میں نہیں۔ اور جوں ہی لڑکا بالغ ہو جائے یا خودسری کا ثبوت دے
باپ اسے ہدایت کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی خود جاکر بنالے۔ اب
اس کے ٹھہرنے کے لئے خیمہ میں جگہ نہیں۔ نیز اتنے مال مویشی
نہیں کہ سب کو خوراک میسر آسکے۔ لامحالہ یہ لڑکے اور
لڑکیاں جوں جوں جوان ہوتے رہیں خیمہ سے نکلتے چلے جاتے
ہیں۔ آخر میں خیمہ میں آخری لڑکا یا لڑکی اور بوڑھے والدین
رہ جاتے ہیں۔ وہی بچہ ناتوانی اور بڑھاپے میں ان کی خدمتگذاری
کرتا ہے۔ پس جب حضرت ابراہیم نے اپنے بڑے لڑکے اسمٰعیل
اور اس کی والدہ کو مکہ میں جاکر چھوڑا تو یہ کسی کے اکسانے پر
نہیں تھا بلکہ یہ اس وقت کی رسم اور حالات زندگی کے مطابق
تھا۔ اور حضرت اسحٰق درست طور پر ان کی جائیداد کے وارث
ہوئے کیونکہ چھوٹے ہونے کی حیثیت سے وہ خیمہ میں والدین
کی خدمت گذاری کے لئے ٹھہرے رہے۔ اس طرح بائبل میں

یہ بھی ایک افسانہ بنایا گیا ہے کہ حضرت اسحٰق نے حضرت عیسو
کو محروم رکھا اور وراثت دھوکہ اور غلطی سے چھوٹے لڑکے
یعقوب کو دیدی گئی۔ حالانکہ پیغمبر دھوکہ کرنے اور غلطی کرنے
سے بالا ہوتا ہے۔ آپ کے ہر قدم پر خدائے وحدہٗ لاشریک
راہنمائی و ہدایت ہوتی ہے۔ حضرت عیسوؑ بڑے تھے۔ اس
رواج کے مطابق ضروری تھا کہ وہ اپنے باپ کے خیمہ سے
گھر بسائیں۔ خصوصاً جبکہ انہوں نے دو شادیاں بھی کر لی ہو
تھیں۔ حضرت یعقوب نے کوئی دھوکہ نہیں کیا بلکہ باپ نے
رواج کے مطابق خدمت گزاری کے لئے انہیں خیمہ میں اپنے
ساتھ رکھا اور رواج کے مطابق جائیداد کی وراثت دی۔ اسی
طرح یہ کہنا کہ حضرت یعقوب نے اپنا دایاں ہاتھ حضرت یوسف
کے فرزندوں میں سے افرائیم کے سر پر رکھا اور بایاں منسّی کے
سر پر کسی دیگر تاریخ یا مذہبی کتاب سے ثابت نہیں ہوتا۔ سا
میں چھوٹوں کو وراثت دینے کی اس رسم نے خانہ بدوشی کی
زندگی کے حالات سے رواج پایا اور مابعد بھی یہ رسم کسی نہ کسی
شکل میں آج تک سامی النسل یا اسرائیلی لوگوں میں چلی آتی ہے

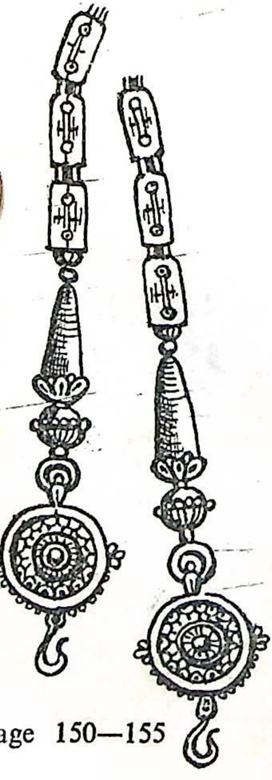
اسرائیلی رقص

کشمیر میں عورتوں کے گانے کا ایک خاص طریقہ ہے جو سوائے
یہودی عورتوں کے اور کسی قوم میں نہیں پایا جاتا۔ چھوٹی
بڑی جوان لڑکیاں ایک زمین میں کھڑی ہو جاتی ہیں سب
سے بڑی یا قد میں لمبی بیچ میں کھڑی ہوتی ہے۔ ایک دوسر



GUNUS
...aments for the wrist

Page 150—155



...age 150—155

Page 158



کے گلے میں بانہیں ڈال لیتی ہیں۔ پہلے دائیں طرف کی ٹولی ایک شعر گاتی ہے اور دونوں ٹولیاں اسی حالت میں آگے دو قدم بڑھتی ہیں۔ پھر دوسری ٹولی اس شعر کا جواب دیتی ہے اور دونوں ٹولیاں دو قدم پیچھے ہٹتی ہیں گاتے وقت لڑکیاں ایک دوسرے کی طرف اپنا چہرہ کرتی اور آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی اور مسکراتی ہیں۔ اس خاص طرز کے گانے کو روح یا رُوف کہتے ہیں۔

کشمیر میں تاجر پیشہ عورتیں عام

چونکہ اسرائیلی صدیوں غیر قوموں کے غلام رہے اسی لئے آقا مرد و زن دونوں سے محنت و مشقت کا کام مشترکہ لیتے تھے جس کا نتیجہ ہوا کہ اسرائیلی عورتیں زندگی کے ہر میدان عمل میں مردوں کے ساتھ برابر کی شریک ہو گئیں یہی وجہ ہے کہ کشمیر میں آپ عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ پائیں گے۔ مثلاً عورتوں کو آپ معمولی قسم کی تجارت اور دکانداری کرتے دیکھیں گے۔ نانبائیوں کی دکانیں، سبزی فروشوں کی دکانیں، دودھ دہی بیچنے کی دکانیں، میوہ کی دکانیں اور چھوٹی موٹی پنساری کی دکانیں آپ کشمیر میں عورتوں کے ذریعہ چلتی ہوئی جابجا دیکھیں گے۔ اگرچہ یہ رواج اب رفتہ رفتہ ترک ہو رہا ہے۔ مگر پھر بھی آپ کو بہ وجہ ان عورتیں دکانداری کرتے نظر آئیں گی۔ جامع مسجدوں اور نماز کی پچھلی صفوں میں آپ کو عورتیں ملیں گی۔ کھیتوں میں

مردوں کے شانہ بشانہ عورتیں سب کام کرتی ہیں۔ مردوں سے بڑھ کر عورتیں کشتیاں چلانے کا کاروبار کرتی ہیں۔

نسلی پیری مریدی

کشمیر میں مذہبی رسوم کی ادائیگی کے لئے پنڈتوں اور مسلمانوں میں ایک خاص گروہ یا جماعت ہوتی ہے جس طرح کہ بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ مقدس (معبد یا خیمہ جس میں سونے چاندی کے صندوقوں میں مقدس توریت کا ایک نسخہ ہوتا تھا) اور قربان گاہ کے فرائض کی انجام دہی کے لئے مقدس لوگوں کا ایک خاص گروہ ہونا چاہئے۔ پنڈتوں میں یہ لوگ پروہت اور مسلمانوں میں پیر کہلاتے ہیں۔ کشمیر میں کوئی بھی مذہبی فریضہ ہو ان پیروں کے بغیر انجام نہیں پاتا۔ حتیٰ کہ گھر میں فاتحہ دلانے اور درود شریف پڑھوانے کے لئے بھی پیروں کو بلایا جاتا ہے۔ مساجد میں سوائے پیروں کے نہ کوئی خطبہ دیتا ہے نہ نماز پڑھاتا ہے۔ پیر کی اولاد بھی پیر ہی ہوتی ہے خواہ وہ مذہبی فرائض سے کس قدر ناواقف اور جاہل کیوں نہ ہو۔ نیز پیری مریدی ایک اچھا پیشہ سمجھا جاتا ہے۔

ایک دفعہ بارہ مولا کے ایک معتبر پیر صاحب نے راقم کو بتایا کہ وہ چار قسم کی تجارت کرتے ہیں۔ راقم نے حیرت سے پوچھا۔ کون کون سی؟ کہنے لگے۔ تجارت اول پیری مریدی۔ سال میں دو چار مرتبہ مختلف اطراف میں مریدوں کے پاس جاتا ہوں۔ جن کے باپ دادا ہمارے باپ دادا کے مرید تھے اور فی چولہا دو دو چار چار روپے مریدی

سے وصول کرتا ہوں۔ تجارت دوم یہ کہ تعویذ لکھتا ہوں اور پیسے لیتا ہوں۔ تجارت سوئم یہ کہ لوگ جو مسائل پوچھتے ہیں اور فتوے لیتے ہیں وہ بھی کچھ نہ کچھ دیتے ہیں۔ اور تجارت چہارم یہ کہ کبھی کبھی لوگ تقریر کرنے، وعظ کہنے، فاتحہ خوانی مولود شریف یا جنازہ پڑھانے کے لئے بلاتے ہیں تو کچھ نہ کچھ دیتے ہیں۔ یہ چار قسم کی تجارت ہمارا پیشہ ہے۔ میں حیران رہ گیا۔ بہر حال پیر صاحب کے اس جواب سے واضح ہے کہ کشمیری اور یہودی لوگوں میں اس سلسلہ میں کسقدر مماثلت ہے

گندہ رہنے کی عادتیں

بس ہے۔ صدیوں کی غلامی کا اثر کشمیری قوم پر یہ پڑا ہے کہ ماسوائے معدودے نئی روشنی سے آشنا لوگوں یا حکام و تاجروں کے کشمیری من حیث القوم لباس و عادات کے غلیظ واقع ہوئے ہیں۔ مرد و زن ہندو ہوں خواہ مسلم اپنے چوغہ یا فرن کو ہفتوں بلکہ مہینوں نہیں دھوتے۔ نہ نہاتے اور نہ بدن کو صاف رکھتے ہیں۔ قمیض و شلوار کو بھی ہفتوں تک پہنے رہتے ہیں حالانکہ قدم قدم پر کشمیر میں شفاف میٹھے پانی کی بہتات ہے۔ ان کے باورچی خانے، غسل خانے وغیرہ گندے رہتے ہیں حتیٰ کہ دعوتوں کے دسترخوان کئی کئی مہینے نہیں دھوئے جاتے۔ یہ اسی لئے لکھا کہ بنی اسرائیل کا گندہ رہنا قومی حیثیت سے دنیا بھر میں ضرب المثل ہے اور کشمیریوں کو یہودیوں کے ساتھ اس جہت سے خوب مماثلت ہے ☆

اسرائیلی کھچو

۷- دریائے جہلم، جھیل ڈل، جھیل آنچار، جھیل وُلر وغیرہ میں آپ کو جابجا وہ عجیب و غریب کشتیاں نظر آئیں گی جو آپ دنیا میں صرف دریائے دجلہ و فرات اور فلسطین میں دیکھیں گے۔ اس کشتی کی تہہ ایک چوڑے تختے کی سی ہوتی ہے۔ اوپر نصف حصہ خالی ہوتا ہے اور نصف حصہ پہ ایک دو کمرے بنا کر اس پر چھت ہوتی ہے۔ انہیں کھچو کہتے ہیں۔ اس کھچو یا اسرائیلی کشتی میں کشمیری ہانجی عمریں بسر کر دیتے ہیں۔ وہیں پیدا ہوتے، کھاتے پیتے، کھیلتے، کودتے اور مرتے ہیں۔ کشمیر کے ہزاروں لوگ صرف کشتیوں میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ کھچو کا اگلا یا حصہ نصف جس پر چھت نہیں ہوتی تجارت کے کام آتا ہے۔ اس میں ہانجی لوگ اینٹیں، ایندھن، پتھر، مٹی، چونا، اناج وغیرہ دو دو تین تین سو من کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے اور مزدوری حاصل کر کے گذر اوقات کرتے ہیں۔ گویا کھچو ان کا مکان، زمین جائداد، کارخانہ، دفتر، دوکان سبھی کچھ ہے۔

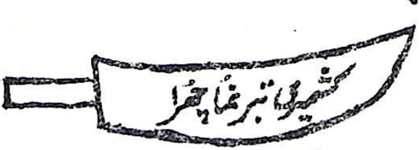
اسرائیلی چپو

۸- کشمیری ہانجی کا چپو خاص اسرائیلی کہلاتا ہے۔ یہ دل کی شکل کا ہوتا ہے۔ ایسا چپو آپ کو سوائے فلسطین، دجلہ و فرات کے اور کہیں دنیا میں نہیں ملے گا۔

کشمیر میں اولادِ نوحؑ میں سے سینکڑوں، ہزاروں سال سے کشتیاں چلانے والے اور کشتیوں میں پیدا ہوتے اور

کرنے والے ہانجی یا مانجی اپنے آپ کو نوح علیہ السلام کی اولاد
بتاتے ہیں اور کہتے ہیں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی بالکل
کچھو کی مانند بنائی گئی تھی۔ گنجھا، جمنا اور برہم پتر کے اسپاؤں
کے پاس نہ ایسا چپو ہے نہ ایسی کشتی اور نہ دریاؤں میں زندگیاں
بسر کر دینے کی ان کی روایات ہیں۔ حضرت نوح کا ایک مشہور
لڑکا کشتی اور پوتا حام تھا۔ بنی حام یا بنی حامہ کے گاؤں اور
کشمیر کا شمالی پہاڑ کشتی آج بھی مشہور ہیں۔

اسرائیلی قصائی قاعدہ۔ کشمیری قصائی پنجاب یا ہندوستان
کے قصائیوں کی طرح چھرا ہاتھوں میں پکڑ کر
کبھی گوشت نہیں کاٹتا۔ نہ اس کا چھرا لمبا خنجر کی طرح ہوتا ہے
بلکہ کشمیری قصائی کا چھرا بہت چھوٹا، وزنی اور تبر جیسا ہوتا
ہے۔ اور وہ ہمیشہ ہاتھ سے لکڑی پر رکھ کر گوشت کو کاٹتا ہے
بعینہ اسی شکل کا چھرا آپ کو فلسطین میں یہودی قصائیوں
کے پاس ملے گا۔



پنجابی یا ہندی خنجر نما چھرا



اسرائیلی برتن ایک دفعہ ایک کشمیری نے مجھے کہا کشمیر
میں چند چیزیں خاص ہیں۔ جو ہندوستان بھر میں کہیں نہیں

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کشمیری قوم بالکل الگ ایک قوم ہے
میں نے پوچھا کونسی چیزیں؟ کہا۔ کشمیر کی سماوار (جس میں
چائے بنتی ہے) چلمچی (جس میں ہاتھ دھلاتے ہیں) آفتابہ
(لوٹے کی قسم کا برتن) ترامی جہ سرپوش۔ گشتابہ۔ طبق ماس
اور رستے (گوشت کے کھانے)

سماوار:۔ یہ خوب صورت گول اونچا برتن ہوتا ہے
اونچائی ایک فٹ سے دو اڑھائی فٹ اور گولائی آٹھ انچ سے
ڈیڑھ فٹ تک ہوتی ہے۔ اس کے وسط میں ایک گول نالی ہو
ہے۔ جس میں آگ ڈالی جاتی ہے۔ نچلے حصہ یا سٹینڈ پر ایک
جالی لگی ہوتی ہے جس میں سے ہوا اندر جاتی ہے۔ اندرونی
نالی اور بیرونی سطح کے مابین خالی جگہ میں پانی ڈالا جاتا ہے
جس سے چائے تیار ہوتی ہے۔ سائز کے مطابق سماوار میں
چھ سے تیس چالیس آدمیوں تک کے لئے چائے تیار ہوتی ہے
بیرونی سطح کے بالائی حصہ پر ٹونٹی لگی ہوتی ہے۔ جس میں سے
چائے نکلتی ہے۔ دوسری طرف سماوار کو پکڑنے کا دستہ لگا
ہوتا ہے۔ سماوار کے اوپر خوبصورت ڈھکنا لگا ہوتا ہے
سماوار کی خوبی یہ ہے کہ اس میں سے حسب خواہش گرم چائے
نکلتی ہے۔ عام چینی کی چینکوں میں یہ خوبی نہیں ہوتی۔

۲۔ چلمچی:۔ یہ ایک فٹ اونچا دیگچی کی طرح برتن ہوتا ہے
فرق یہ ہے کہ اس کا منہ بہت چوڑا ہوتا ہے اور منہ کا جھکاؤ
اندر کی طرف ہوتا ہے۔ چلمچی ایک فٹ اونچی اور منہ پر ا

بھی چوڑائی ڈیڑھ دو فٹ تک ہوتی ہے۔ یعنی قطر ڈیڑھ دو فٹ ہوتا ہے۔ اس کے اوپر لوہے یا تانبے کا ایک کنڈا لگا ہوتا ہے جس سے چلمچی کو پکڑتے ہیں اور فرش پر بیٹھے ہوئے ہر مہمان کے سامنے رکھتے اور اس کے ہاتھ دھلائے جاتے ہیں۔ بڑی چلمچیوں میں پندرہ بیس آدمی ہاتھ دھو سکتے ہیں۔ چلمچی کے بالائی کنارے پر صابن دانی بنی ہوئی ہوتی ہے

۳۔ آفتابے کئی قسم کے ہوتے ہیں اور ان کے ڈیزائن بھی ایک سے ایک بڑھ کر ہوتے ہیں۔ آفتابے میں دو تین سیر سے لیکر پندرہ سیر تک پانی آسکتا ہے۔ اس کے اوپر بھی ڈھکنا ہوتا ہے۔ تاکہ گرم پانی جلدی ٹھنڈا نہ ہو جائے۔

۴۔ ترامی عرف سرپوش۔ ترامی ایک بہت بڑی رکابی یا تھالی ہوتی ہے۔ بالعموم اس میں چار آدمیوں کی بھوک کے برابر چاول آسکتے ہیں۔ اس کے اوپر ایک گول بڑا سا ڈھکنا رکھ دیا جاتا ہے تاکہ چاول ٹھنڈے نہ ہوں۔ ترامی میں سادہ ابلے ہوئے چاول بھر کر ان پر ایک دو طبق ماس کے ٹکڑے (تین انچ چوڑے اور پانچ چھ انچ لمبے سینے کے گوشت کے گھی اور مصالحوں میں بھنے ہوئے ٹکڑے ہوتے ہیں)، بکرے کی پنڈلی کا ہڈی سمیت ایسا بھنا ہوا ٹکڑا جو بہت بڑے مرغ کی ٹانگ جیسا ہو (کبھی کبھی ایسی دو ٹانگیں) میٹھی قیمہ اور انڈوں کے بھجیا کی دو تین ڈھیریں۔ مرغ کے دو تین گھی میں بھنے ہوئے ٹکڑے، تین چار لمبے کباب۔ موٹے سینہ کے چرب دو تین گھی میں بھنے ہوئے

ٹکڑے اور اسی طرح کی ایک دو چیزیں تورائی کے چاولوں پر رکھی جاتی ہیں۔ اُن پر سرپوش رکھ کر مہمانوں کے سامنے رکھتے ہیں۔ چار چار آدمی ایک تورائی پر بیٹھتے ہیں۔ بسم اللہ (خدا کے نام سے شروع کریں) میزبان کے کہنے پر سرپوش اُٹھائے جاتے ہیں۔ اور گرم گرم دیگچے اٹھانے والے (خانساماں) کمرے میں داخل ہوتے ہیں۔ پہلے ہر آدمی پر دس دس پندرہ پندرہ پیسے (گوشت کو لکڑی سے کوٹ کر ملائی کی طرح ملائم کر کے اس میں مصالح ڈال کر گھی، دہی اور دودھ سے سالن تیار کرتے ہیں) معہ سالن کے ڈالتے جاتے ہیں پھر دوسرا دور آتا ہے اور دوسرا سالن ڈالتا ہے۔ پھر تیسرا، پھر چوتھا۔ اسی طرح دس دس پندرہ پندرہ بیس بیس دور سالنوں کے چلتے ہیں اور آخیر میں سب کھانوں کا سرتاج یعنی گشتابہ ڈالا جاتا ہے۔ (گوشت کو کوٹ کر ملائی کی طرح ملائم کر کے اس میں گھی، مصالحے ڈال کر خام دودھ میں تیار کرتے ہیں۔ ایک گشتابہ پاؤ سے آدھ سیر وزن تک ہوتا ہے)

یہ تمام برتن بابل، اسیریا اور ایران کے بادشاہوں کی یادگار
ہیں۔ معزز کشمیری لوگ وہاں سے آتے وقت اپنے ساتھ یادگاریں
لائے تھے اور آج تک انہیں محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ گشتابہ، طبق ناس
اندر سے بھی شاہان بابل کے دسترخوانوں کی یاد دلاتے ہیں۔

اسرائیلی لباس ہیں:۔ کشمیری، پشاوری، سرحدی، کابلی اور
گلگتی عورتوں کے قصابہ (کپڑے کی چوڑی گول
ٹوپی جس کی دیواریں چار پانچ انگل سیدھی سخت کھڑی ہوتی ہیں)
پنڈتوں، پیروں اور طاؤس کی لکڑی کی اونچی کھڑاؤں (پاؤں میں
پہننے کا لکڑی کا جوتا) اور مخصوص طرز کی مردوں کی پگڑی جس کا
پلّا گردن اور پشت پر گرنے کی بجائے پیچھے سے الٹا کر پگڑی کے
اندر ہی بند کر دیا جاتا ہے۔ اگر آپ (لباس کی ان جملہ اشیاء کو) دیکھنا
چاہیں تو فلسطین، میسوپٹیمیا، عراق، آذربیجان، روس، پولینڈ
ناروے، جرمنی وغیرہ کی یہودی عورتوں کی ٹوپی۔ یہودیوں کے
پروہتوں کی لکڑی کی کھڑاؤں اور یہودی علماء کی پگڑیوں کو دیکھیں
تو پھر ایک ہی بناوٹ، وضع قطع اور طرز سے معلوم ہوگا کہ یا تو کشمیری
اہل یہود سے نقل کر آئے ہیں یا یہودی کشمیر سے نقل کر گئے ہیں۔
اور تاریخ سے ثابت ہے کہ یہودی تو کشمیر سے نکلے نہیں۔ البتہ کشمیری
ضرور باہر کے ممالک سے آئے ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ لباس
کی باقیماندہ نشانیاں بتاتی ہیں کہ فلسطین سے آئے ہیں۔

اسرائیلی براتیں ت:۔ کشمیر میں بخلاف جملہ ہندوستان کے
باقی حصوں وصوبوں کے، شادیوں کی براتیں

ٹکڑے اور اسی طرح کی ایک دو چیزیں ترائی کے چاولوں پر رکھی جاتی ہیں۔ اُن پر سرپوش رکھ کر مہمانوں کے سامنے رکھتے ہیں۔ چار چار آدمی ایک ترائی پر بیٹھتے ہیں۔ بسم اللہ (خدا کے نام سے شروع کریں) میزبان کے کہنے پر سرپوش اُٹھائے جاتے ہیں اور گرم گرم دیگچے اٹھانے والے (خانساماں) کمرے میں داخل ہوتے ہیں۔ پہلے ہر آدمی پر دس دس پندرہ پندرہ رستے (گوشت کو لکڑی سے کوٹ کر ملائی کی طرح ملایم کرکے اس میں مصالح ڈال کر گھی، دہی اور دودھ سے سالن تیار کرتے ہیں) مع سالن کے ڈالے جاتے ہیں پھر دوسرا دور آتا ہے اور دوسرا سالن ڈالتا ہے۔ پھر تیسرا، پھر چوتھا۔ اسی طرح دس دس پندرہ پندرہ بیس بیس دور سالنوں کے چلتے ہیں اور آخیر میں سب کھانوں کا سرتاج یعنی گشتابہ ڈالا جاتا ہے۔ (گوشت کو کوٹ کر ملائی کی طرح ملایم کرکے اس میں گھی مصالحے ڈال کر خام دودھ میں تیار کرتے ہیں۔ ایک گشتابہ پاؤ سے آدھ سیر وزن تک ہوتا ہے)

یہ تمام برتن بابل، اسیریا اور ایران کے بادشاہوں کی یادگار ہیں۔ معزز کشمیری لوگ وہاں سے آتے وقت اپنے ساتھ یادگاریں لائے تھے اور آج تک انہیں محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ گشتابہ طبق باس اور سے بھی شاہان بابل کے دسترخوانوں کی یاد دلاتے ہیں۔

اسرائیلی لباس: کشمیری، پشاوری، سرحدی، کابلی اور مغلئی عورتوں کے قصابہ (کپڑے کی چوڑی گول ٹوپی جس کی دیواریں چار پانچ انچ اونچی سیدھی سخت کھڑی ہوتی ہیں) پٹلون، پیرن اور طاؤس کی لکڑی کی اونچی کھڑاؤں (پاؤں میں پہننے کا لکڑی کا جوتا) اور مخصوص طرز کی مردوں کی پگڑی جس کا پلّا گردن اور پشت پر گرنے کی بجائے پیچھے سے الٹا کر پگڑی کے اندر ہی بند کر دیا جاتا ہے۔ اگر آپ (لباس کی از جملہ اشیاء کو) دیکھنا چاہیں تو فلسطین، میسوپوٹیمیا، عراق، آذربیجان، روس، پولینڈ ناروے، جرمنی وغیرہ کی یہودی عورتوں کی ٹوپی۔ یہودیوں کے پیروں کی لکڑی کی کھڑاؤں اور یہودی علماء کی پگڑیوں کو دیکھیں تو پھر ایک ہی بناوٹ، وضع قطع اور طرز سے معلوم ہوگا کہ یا تو کشمیری اہل یہود سے نقل کر آئے ہیں یا یہودی کشمیر سے نقل کر گئے ہیں۔ اور تاریخ سے ثابت ہے کہ یہودی تو کشمیر سے نکلے نہیں۔ البتہ کشمیری ضرور باہر کے ممالک سے آئے ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ لباس کی باقیماندہ نشانیاں بتاتی ہیں کہ فلسطین سے آئے ہیں۔

اسرائیلی براتیں: کشمیر میں بخلاف (جملہ ہندوستان کے باقی حصوں و صوبوں کے) شادیوں کی براتیں

رات کے وقت عظیم الشان رنگ برنگی بڑے بڑے کاغذ کے فانوس وغبارے ۔ مشعلیں اور شمعیں جلاکر آتشبازی چھوڑتے ہوئے نکلتے ہیں اور آدھی رات کے وقت دعوت کھائی جاتی ہے ۔ آدھی رات کے وقت دعوت کا کھایا جانا اور آدھی رات کے وقت مشعلوں کی روشنی میں بارات کا نکلنا اسرائیلی رواج وطریقہ ہے جو ہنودوں اور مسلمانوں دونوں میں مقبول عام ہے اور ہندوستان میں ابھی ہیں پایا جاتا ۔

موسائی قبریں

کہ کشمیر کی قبریں بالکل اسی طرز کی ہوتی ہیں ۔ زمین میں ایک چھوٹا سا کمرہ بنایا جاتا ہے اور اس میں مُردہ کو رکھ کر اوپر مٹی ڈال دیتے ہیں ۔ مٹی کے اوپر ایک مختصر سا پتھر رکھ دیا جاتا ہے ۔ جس پر کبھی کبھی عبارت کندہ ہوتی ہے اسے "موسائی قبر" یا "موسوی لحد" کہتے ہیں ۔ اس نام سے صاف ظاہر ہے کہ اس قسم کی قبریں بنانا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت میں تھا ۔ اسلامی قبر اس طرح ہوتی ہے کہ پہلے ایک مستطیل کمرہ بنایا جاتا ہے ... پھر اس مستطیل کمرے کی دائیں طرف کھدائی کر کے اس سے دو تین فٹ نیچے دوسرا کمرہ مستطیل بنایا جاتا ہے ۔ اس دوسرے کمرے میں لاش رکھی جاتی ہے ۔ پھر اوپر والے باہر کے کمرے کی دیوار کو بند کر کے اس پہلے کمرے کو مٹی سے بند کر دیتے ہیں اور دوسرے کمرے کے اوپر مٹی ڈال کر اونچا قبر نما بناتے ہیں ۔ اس تشریح سے واضح ہوا کہ اسلامی اور موسوی قبریں کتنا فرق ہے یہ لوگ بزرگوں کی قبروں کے اوپر چھوٹا سا کمرہ بناتے ہیں جس میں مغرب

کی جانب پرانے اسرائیلی دستور کے مطابق ایک کٹہری رکھتے ہیں
اس کمرے کی چھت پر نچلی قبر کی عین سیدھ پر ایک مصنوعی
قبر بناتے ہیں۔ پھر اس قبر کے اوپر قد آدم کے برابر اونچے لکڑی
کے سرپوش یا غلاف تعمیر کرتے ہیں۔ ان لکڑی کے قبوں یا غلافوں
پر کپڑے کے قیمتی غلاف چڑھاتے ہیں۔ اولیاء اللہ کی زیارتوں یا
مقبروں کا یہ تمام طریقہ اسرائیلی ہے اور اسرائیلی اولیاء اللہ اور
پیغمبروں کی زیارتیں بالکل اسی طرح دنیا میں ہوتی تھیں اور آج
بھی کہیں کہیں موجود ہوں گی۔ ہندوستان میں کسی بھی جگہ آپ
کسی ولی اللہ کی زیارت اس طریقہ پر بنی ہوئی نہیں دیکھیں گے
ان قبروں کا رخ مسلمانوں کی قبروں کے برعکس یعنی شرقاً غرباً
ہوتا ہے۔ یعنی سر مشرق کی طرف اور پاؤں قبلہ کی طرف ہوتے
ہیں۔ یہ پرانی قبریں کشمیر میں آج تک کئی جگہوں پر ملتی ہیں۔

اسرائیلی سچورو، لواس اور قہوے

کشمیر میں پرانے زمانے میں
قہوہ اور آج کل چائے پینے کا عام رواج ہی نہیں بلکہ چائے
زندگی کی اہم ترین ضروریات میں سے ہو گئی ہے۔ کشمیری خواہ امیر
ہو خواہ غریب، مسلمان ہو یا پنڈت، شہری ہو یا دیہاتی دو
وقت چائے کے بغیر ایک دن بسر نہیں کر سکتا۔ کھیتوں میں، دکانوں
پر، کارخانوں میں، دفاتر میں، سیرگاہوں میں، دریا پر، کشتیوں
میں، جھیل پر تیرتے شکاروں میں غرض صبح اور شام دونوں وقت
اس کو جا بجا خوب صورت بڑے بڑے سماوار، مجمعے اور مخصوص

کشمیری پیالیاں عام نظر آئیں گی۔ چائے بنانے کے یہاں کئی طریقے ہیں جو ہندوستان، یورپ یا امریکہ میں کہیں نہیں ملیں گے۔ اسی طرح چائے کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً لپٹن چائے کے علاوہ ہلکی سبز چائے، جسے وہ قہوہ کہتے ہیں۔ تلخ چائے یا دم ٹھٹھو ایک خاص قسم کی چائے کھانا کھانے کے بعد پیتے ہیں۔ نمکین چائے کی کئی قسم کی پتی بازار میں بکتی ہے۔ سب سے اعلیٰ پتی "سرنم" چائے کہلاتی ہے۔ اگر آپ نمکین چائے کی پتی سے میٹھی یا میٹھی سے نمکین یا قہوہ پتی سے دم ٹھٹھو بنانا چاہیں گے تو نہیں بنے گی۔ ہر قسم کے لئے خاص قسم کی پتی مخصوص ہے۔ پھر لذت پیدا کرنے کے لئے دیگر تجاویز بھی عمل میں لائی جاتی ہیں۔ مثلاً بادام چائے (بادام کی گریاں پیس کر میٹھی اور نمکین چائے میں ڈالتے ہیں) زعفران چائے (زعفران کی ڈریاں کبھی کبھی میٹھی چائے میں ڈالتے ہیں) خوبانی چائے (سوکھی ہوئی خوبانی میٹھی چائے میں ڈالتے ہیں) سونٹھ چائے (سیب کی قاشیں میٹھی چائے میں ڈالتے ہیں) وغیرہ وغیرہ۔ چائے سوائے دم ٹھٹھو کے خالی نہیں پی جاتی۔ ایک خاص قسم کی روٹی چائے کے ساتھ ضرور کھائی جاتی ہے۔ اس روٹی کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ مثلاً کلچے، لواس، گردے، سچورو وغیرہ۔ روٹیوں کی یہ قسمیں آپ کو ہندوستان بھر میں کہیں اور نہیں ملیں گی۔ لیکن لواس سچورو اور کلچے وہی ہیں جو یہودی ممالک میں آپ کو نظر آئیں گے۔ یا عراق، عرب، شام، گلگت، ترکستان، افغانستان میں ملیں گے۔ انگریز یہودی لواس کو [illegible] بریڈ کہتے ہیں۔ یہودی کلچوں، لواسوں اور سچوروؤں سے کشمیری لوگوں کی مماثلت بنی اسرائیل سے ثابت ہے۔

اسرائیلی برہنگی

ط ۸. آنحضرت صلعم نے حدیث شریف میں فرمایا
ہے کہ اسرائیلیوں کی طرح ننگے ہو کر ایک
دوسرے کے سامنے مت نہاؤ۔ سوائے کشمیر کے آپ ہندوستان
بھر میں یہ نہیں دیکھیں گے کہ ایک دوسرے کے سامنے اور اکٹھے برہنہ
ہو کر نہاتے ہیں اور ذرا بھر بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔ حتی کہ
عورتیں بھی نہ صرف ایک دوسرے کے سامنے بلکہ مردوں کے
سامنے بھی ننگی نہاتی ہیں اور حجاب محسوس نہیں کرتیں۔ شہر
سرینگر میں دریا اور جھیل کے کناروں پر ایسے نظارے آپ کو
کئی مرتبہ دیکھنے میں ملیں گے۔ اس عادت میں پنڈت اور مسلمان
دونوں شامل ہیں۔ مگر اب کچھ مذہبی خیال کے مسلمان باز آنے
لگے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ قدیمی اسرائیلی عادت ہے۔ جو ابھی تک
نہیں جاتی۔ بلکہ مسجدوں میں تالابوں یا حوضوں کے کنارے ایک
دوسرے کے سامنے ننگے ہو کر استنجا کرتے ہیں۔ ایک دفعہ
دریا کے کنارے پر ایک مکان میں بیٹھا دریا کا نظارہ کر رہا تھا
کچھ عورتیں گھاٹ پر جمع تھیں۔ ان میں سے ایک نے چلا کر کہا۔
تحصیلدار صاحب دیکھ رہے ہیں (میں ان دنوں تحصیلدار ہوتا تھا)
دوسری عورتیں ہنس پڑیں اور اسے جھڑک کر کہا۔ پھر کیا ہوا
وہ بھی تو انسان ہی ہے۔ اور بالکل برہنہ ہو کر دونوں نے دریا میں
چھلانگ لگائی اور کنارے پر سطح آب پر تیرنے لگیں۔ اتنا ہی
نہیں کشمیری لوگ عام طور پر کپڑے اتار کر رات کو سوتے
ہیں۔ یعنی رضائی میں بالکل برہنہ ہو کر۔ اب تعلیم یافتہ اور روشن

خیال لوگوں میں یہ عادت کم ہونے لگی ہے۔

کشمیری اسرائیلیوں کی طرح چربی گھی نہیں کھاتے

اب۔ ایک دفعہ جب یہودیوں کے سامنے کسی نے کہا کہ کشمیری بھی اسرائیلی ہیں۔ تو انہوں نے دریافت کیا۔ کیا کشمیری گھی یا چربی کھانے میں استعمال کرتے ہیں یا نہیں؟ تو انہیں جواب دیا گیا کہ نہیں کشمیری لوگ کھانے میں تیل استعمال کرتے ہیں۔ دعوتوں اور ضیافتوں میں بھی تیل استعمال کیا جاتا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ پھر وہ بیشک اسرائیلی ہیں۔ کیونکہ توریت میں چربی کے استعمال سے منع کیا گیا ہے اور کھانے پکانے میں تیل کا حکم ہے۔ کشمیری لوگ من حیث القوم، امیر غریب پنڈت، مسلمان سب کھانے میں تیل کو برتتے ہیں۔

اسرائیلی پیمانہ وزن

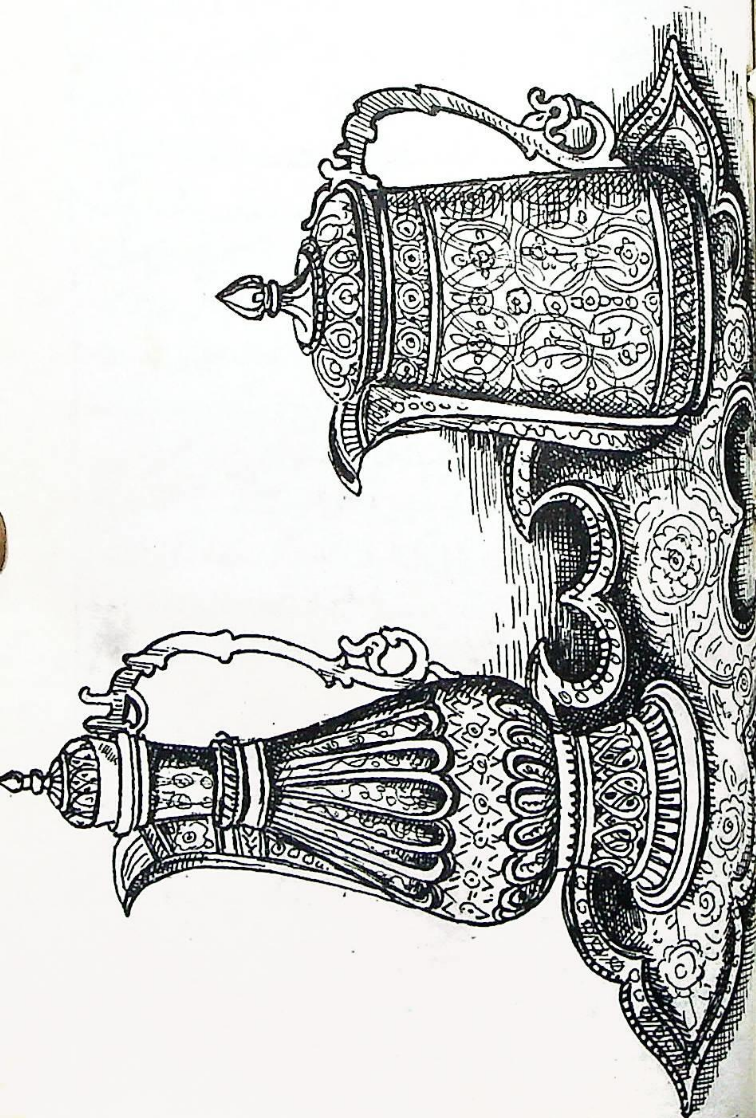
ج۔ د:۔ یہودیوں میں وزن کا بڑا پیمانہ گدھے کا بوجھ یعنی خروار ہے۔ یعنی جس طرح ہندوستان میں وزن کا پیمانہ من ہے۔ انگریزی میں ٹن یا ہنڈرڈ ویٹ ہے اسی طرح یہودیوں میں "گدھے کا بوجھ" (جس قدر کہ بالعموم گدھا اُٹھا سکتا ہے) یعنی تقریباً دو من۔ کشمیر میں بھی پیمانہ مثلاً ٹن یا ہنڈرڈ ویٹ یا من نہیں بلکہ خروار (خر گدھا۔ وار۔ بوجھ) گدھے کا بوجھ ہے۔ ایک خروار سولہ ترک کا ہوتا ہے۔ ایک ترک پانچ سیر تین چھٹانک کا۔ ایک خروار گویا دو من چار سیر

کے برابر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ زمینوں کی مقدار پر بھی خروار کا
ہی لفظ بولا جاتا ہے۔ ایک خروار زمین اسقدر ٹکڑہ زمین
ہوتا ہے جس پر دو من چار سیر یا ایک خروار بیج صرف آئے
یا بویا جائے۔ اندازاً ایک خروار بیج بتیس کنال میں بویا جاتا
ہے۔ پس ایک خروار زمین بتیس کنال ہوتی ہے۔ ایک ترک زمین
دو کنال ٹکڑے کے برابر ہوتی ہے۔ کیونکہ دو کنال زمین میں
سوا پانچ سیر بیج شالی بویا جاتا ہے۔

باب یازدہم

اسرائیلیوں کے تقدس

پانی کی تقدیس کشمیری پنڈتوں میں آپ عام دستور دیکھیں گے کہ پانی کی تقدیس کرتے ہیں اور اپنے اہم ترین رسومات پانی کی پوجا سے شروع کرتے ہیں ان کے مشہور مندر چشموں، دریاؤں، جھیلوں اور ندی نالوں کے کناروں پر ہوتے ہیں مثلاً مٹن، آننت ناگ، ویری ناگ، شنکر آچاریہ، زیج بہاڑہ، امر ناتھ وغیرہ جو کہ کشمیر کے مشہور تیرتھ ہیں اور ہزاروں، لاکھوں یاتری ہر سال یہاں پوجا کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ سب پانیوں کے کناروں پر واقع ہیں۔ مٹن آننت ناگ اور ویری ناگ دلکش اور عالیشان چشموں پر ہیں۔ شنکر آچاریہ یا تختِ سلیمان جھیل ڈل کے کنارے ہے زیج بہاڑہ دریائے جہلم کے کنارے ہے۔ امر ناتھ بنات خود پانی کا نفیس جھرنا یا چشمہ ہے۔ اتنا ہی نہیں کشمیری پنڈتوں کا کوئی میلہ یا تہوار ایسا نہیں جو دریاؤں کے کناروں اور



جھیلوں اور چشموں کے کناروں پر نہ منایا جاتا ہو۔ کھیر بھوانی کا مشہور میلہ بھی گاندربل میں دریا اور چشمے کے کنارے پر منایا جاتا ہے۔ کشمیر میں کوئی ایسا چشمہ یا جھیل نہیں ہوگی جس کے کنارے پر ہندو لوگوں نے پوجا پاٹ کے لئے جگہ مخصوص نہ کر رکھی ہو۔ میں نے دیکھا ہے کہ برہمن اور ہندو پنڈت لوگ جب کسی دریا یا بڑی جھیل کو عبور کرتے ہیں تو مصری، پھول اور پیسے وغیرہ پانی میں پھینکتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ پانی کی ارواح یا دیوتا یا دیویاں اس قربانی اور عقیدت سے خوش ہو کر انہیں سلامتی سے پار پہنچا دیں گے۔ یہ رسم پرانے خیال کے کشمیری، گوجر اور پہاڑی مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ آپ کو ہر مندر کے باہر یا کسی بھی چشمے کے کنارے صبح سویرے پنڈت لوگ پانی کی طرف منہ کرکے۔ آلتی پالتی مار آنکھیں بند کئے تپسیا کرتے ہوئے ملیں گے۔ عبادت کے بعد وہ پانی میں پھول ڈالتے۔ پانی کی دیوی کی حمد گاتے اور چلو بھر پانی پیتے ملیں گے۔

یہودیوں کا خیال ہے کہ پانی پر بھی خدا نے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔ ان فرشتوں کو خوش کرنے سے انسان کو فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ قوم اسرائیل کو لیکر مصر سے بھاگے تو دریائے نیل کے فرشتوں نے اُن کی مدد کی۔ انہیں نکلنے کے لئے دریا نے راستہ دیا اور جب فرعون کی فوجیں اسی راستہ کو عبور کرنے ..... کے لئے دریا میں داخل ہوئیں تو

ان فرشتوں نے طوفانی لہریں لاکر انہیں غرق کر دیا۔ اس سے پہلے بھی دریا نے حضرت موسیٰ کی جان بچائی تھی جب وہ ابھی نوزائیدہ ہی تھے۔ انہیں ان کی والدہ نے فرعون کے قانون سے خوف زدہ ہو کر (جس کے مطابق ہر ذکور اسرائیلی بچے کو قتل کر ڈالا جاتا تھا) ایک ٹوکرے میں بند کر کے انہیں دریا میں بہا دیا تھا۔ عرب کے تپتے صحرا میں آب زمزم کے چشمے نے حضرت اسمٰعیل کی جان بچائی تھی۔ حضرت سلیمان نے ملکہ بلقیس کی آزمائش پانی پر شیشے کا ایک پل بنا کر کی تھی۔ اس قسم کی بے شمار روایات کی بنا پر یہودیوں نے پانی کی تقدیس شروع کی۔ اپنے معبد اور ہیکل پانیوں کے کنارے بنانے شروع کئے۔ صبح اٹھ کر شفاف پانی کے چشمے یا دریا کو دیکھنا نیک شگون سمجھا جانے لگا اور رفتہ رفتہ جب یہودی قوم خدائے وحدہٗ لاشریک کی پرستش سے منحرف ہوئی۔ تو دیگر خداؤں کے علاوہ انہوں نے پانی کا بھی ایک خدا بنایا اور اس کی پرستش شروع کی۔ ایسے منحرف اسرائیلیوں اور پنڈتوں میں پانی کی تقدیس مشترک ہے۔

ارواح کا اجسام بدلنا۔ ارواح بد کا نکالنا وغیرہ

کشمیر کے عام پنڈتوں میں یہ خیال پایا جاتا ہے کہ روحیں جسموں کو بدلتی ہیں یعنی TRANSMIGRATION OF SOULS کا عمل دنیا میں بھی ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص جنتر منتر کا عامل کامل ہو تو وہ نہ صرف اپنی بلکہ دوسرے کی روح کو بھی دوسر

کسی شکل میں بدل سکتا ہے مثلاً جنتر منتر کی مدد سے ایک شخص کی روح سانپ، پرندہ، درندہ وغیرہ کا قالب اختیار کر سکتی ہے کشتواڑ کے علاقہ جات پاڈر، دچھن، پتناڑی تحصیل، بسوہلی، ڈوڈہ، رام بن، بھدرواہ، چھنی، ریاسی کے علاقہ بھاگ، گول وغیرہ میں یہ عام سننے میں آتا ہے کہ اُن جنگلوں اور پہاڑوں میں چڑیلیں ہوتی ہیں جو انسانوں کی روحوں کو قبض کرتی ہیں۔ مگر روحیں قبض ہونے کے بعد بھی انسان نہیں مرتا۔ بلکہ تپ کی طرح بیمار پڑ جاتا ہے۔ روح واپس لانے پر وہ تندرست ہو جاتا ہے۔ اگر روح زیادہ عرصہ واپس نہ آئے تو مر جاتا ہے۔ کہتے ہیں یہ چڑیلیں رات کو جنگلوں میں نکلتی ہیں، مشعلیں جلاتی ہیں، مجالس منعقد کرتی ہیں اور ناچتی گاتی ہیں۔ یہ چڑیلیں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک وہ جو قدرتاً چڑیل ہی پیدا ہوتی ہیں۔ ان کی شکلیں بھیانک اور ہاتھ اور پاؤں اُلٹے جڑے ہوتے ہیں۔ یہ چلتی بھی اُلٹا ہیں یعنی جس طرف منہ ہوتا ہے اُس طرف نہیں بلکہ پیچھے کی طرف چلتی ہیں۔ دوسرے وہ چڑیلیں ہوتی ہیں جو جادو منتر کرتی ہیں اور ان چڑیلوں میں شامل ہو جاتی ہیں۔ اگر رات کے وقت کوئی انسان ان کی مجلس کے پاس سے گذرے تو اُس کا کلیجہ نکال کر کھا جاتی ہیں۔ اور کچھ نہیں تو اس کی روح بدن سے نکال کر اُسے دربدر کرتی ہیں۔ میں جب ان علاقوں میں متعین تھا تو میں نے بہت کوشش کی کہ کسی قسم کی کوئی چڑیل مجھے نظر آئے تاکہ اُس سے دو دو ہاتھ کروں۔ کئی دفعہ رات کو ایسے

جنگلوں میں تن تنہا نکلا جن کے بارہ میں مشہور تھا کہ وہاں چڑیلیں ضرور جمع ہوتی ہیں۔ مگر بدقسمتی سے مجھے کبھی کوئی ایسی مجلس نظر نہ آئی۔ البتہ ایک دو بوڑھی عورتیں دکھائی دیں جن کے بارہ میں کہا جاتا تھا کہ وہ جادو ٹونہ کرتی ہیں۔ مگر میں نے اُن بوڑھی عورتوں میں کوئی خاص بات نہ پائی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بابل اور اسیریا میں وہاں کے باشندوں کے ساتھ مل کر اسرائیلیوں نے بھی جادو ٹونہ سیکھا ہوگا تاکہ سیکھنے والے اپنے دشمن کو نقصان پہنچا سکیں کہتے ہیں کہ بابل کے کنوئیں میں ہاروت و ماروت (دو راندۂ درگاہ فرشتوں) نے لوگوں کو جادو کا علم سکھایا تھا وہ زہرہ نامی ایک عورت پر فریفتہ تھے۔ اور اسی عورت نے یہ علم پہلے اُن سے سیکھا اور مابعد دوسری عورتوں کو سکھایا۔ گویا جادو ٹونہ کرنے والوں میں پہلے عورتیں ہی ہوا کرتی تھیں۔ اسی واسطے حضرت ایزیکیل نے اس کالے علم کے خلاف آواز اُٹھائی اور کہا "اے بنی آدم اپنے لوگوں کی لڑکیوں کو دیکھ جو اپنے من سے بنا کر پیش گوئی کرتی ہیں اور تو اُن کے خلاف پیش گوئی کرتا ہے۔ خداتعالیٰ کہتا ہے۔ لعنت ہے اُن عورتوں پر جو کہنیوں پر تکیلیاں سیتی ہیں اور ہر سائز کے لوگوں کے سروں کے لئے رومال بناتی ہیں تاکہ روحوں کو پکڑیں کیا تم میری قوم کی روحوں کو پکڑو گی اور اپنے لئے اُن روحوں کو زندہ رکھو گی۔ اور تم نے مجھے اپنی قوم میں شرمندہ کیا ہے یہ جَو کے چند دانوں اور روٹی کے چند ٹکڑوں کے لئے تم ہم اُن

روحوں کو قتل کرو جو نہیں مریں گی اور اُن روحوں کو زندہ رکھو جو مرجائیں گی۔ تم میرے لوگوں سے جھوٹ بولتی ہو اور وہ جھوٹ میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ پس خدا تعالےٰ کہتا ہے۔ دیکھو! میں تمہاری اُن تھیلیوں کا دشمن ہوں جن سے تم روحوں کا شکار کرتی ہو۔ میں اُنہیں تمہارے بازوؤں سے نوچ ڈالوں گا اور میں اُن روحوں کو پرندوں کی طرح آزاد چھوڑ دوں گا جنہیں تم شکار کرتی ہو۔ تمہارے رومالوں کو بھی میں پھاڑ ڈالوں گا اور تمہارے ہاتھ سے اپنے لوگوں کو آزاد کر دوں گا اور تمہارے اختیار میں نہیں ہوگا کہ تم اُن کا شکار کر سکو اور تمہیں پتہ چلے گا کہ میں خداوند خدا ہوں

(ایزاکیل باب ۱۳۔ آیت ۲۱،۱۷)

حضرت ایزاکیل نے ان عورتوں کے غالباً اس ناپاک عمل پر لعنت کی ہے جس سے وہ تھیلیوں اور کپڑوں میں آوارہ روحوں کو پکڑتی تھیں .... تاکہ بعض لوگوں کی روحوں کو قید کرکے اُنہیں مار ڈالا جائے اور بعض بیمار لوگوں کی روحوں میں واپس ڈالکر اُنہیں مرنے سے بچا لیا جائے۔

یہودیوں کے عملیات کا یہ طریقہ دُنیا کے دوسرے حصّوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً جزائر فجی کے سردار مجرموں کی روحوں کو دستوں میں قید کر لیتے تھے اور وہ غریب اپنے جسموں کے اس اہم حصّہ کی جدائی برداشت نہ کرکے مرجاتے تھے۔ بحرالکاہل کے جزیرہ ڈانگر میں جادوگر بیمار لوگوں کی روحوں کو جالوں میں پکڑتے اُنہیں اُن کے گھروں کے نزدیک لٹکا دیتے۔ اور

انتظار کرتے کہ کب کوئی آوارہ تندرست روح اُن میں آکر پھنستی ہے (اُس تندرست روح کو بیمار کے جسم میں داخل کر کے اُسے بچا لیا جاتا تھا) یا اُس روح کے پھنسنے کے بعد بیمار کی موت یقینی ہو جاتی۔ مغربی افریقہ کے جادوگرنیاں ہمیشہ روحوں کو پکڑنے کے جال لگائے رکھتی ہیں۔ تاکہ اُن آوارہ روحوں کو پکڑا جا سکے جو سوتے میں انسان سے جدا ہو جاتی ہیں۔ ایسی روحوں کو پکڑنے کے بعد وہ انہیں جھولوں کے اوپر لٹکا دیتی ہیں اور بعض جوں روح جلتی یا سکڑتی ہے اُن کے مالک تکالیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔ یہ سارا کاروبار کا باضابطہ سلسلہ ہوتا ہے اور کوئی ذاتی رنجش یا انتقام کا معاملہ نہیں ہوتا۔ جادوگرنی کو اس کی پرواہ نہیں کہ کس کی روح وہ پکڑتی ہے وہ معاوضہ لینے کے بعد ہی اسے واپس کرتی ہے۔ اسی طرح جادوگر ڈاکٹر جن کا پیشہ نہایت معزز سمجھا جاتا ہے گمشدہ روحوں کے لئے قید خانے رکھتے ہیں .... ڈاکٹر ان مریضوں کو یہ روحیں دیتے ہیں جن کے پاس نہیں ہوتیں۔ آئیوری کوسٹ IVORY COAST کے قبیلہ باؤل کے ایک مرد کی روح کسی دشمن نے جادو سے پکڑ کر ایک صندوق میں بند کر دی۔ اسے واپس لانے کے لئے ڈوم دمیونے مریض کا ایک کپڑا اتارا اور ایک جادوگرنی نے کچھ منتر پڑھے۔ کچھ دیر کے بعد اس نے کہا کہ روح کپڑے میں آ گئی ہے۔ اس کپڑے کو فوراً لپیٹ کر سردار کے جسم پر منڈھ دیا گیا تاکہ روح جسم

میں داخل ہو جائے۔ علاوہ ازیں جادوگر ان عورتوں کی روحوں کو جن سے انہیں عشق ہو جائے اپنی پگڑیوں کی تہوں میں بند کر دیتے ہیں اور ان پیاری روحوں کو ساتھ لئے دن کو کاروبار کرتے ہیں اور رات کو انہیں تکیہ بنا کر سرہانے رکھ کر سوتے ہیں...... ان چند عملیات سے واضح ہو گا کہ کیوں حضرت اینا تھیل نے اسرائیلی جادوگرنیوں کو جادو سیکھنے اور جنتر منتر کرنے سے منع کیا تھا...... اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عبرانی لوگ تاریخی زمانے تک یہ سمجھتے تھے کہ روح جدا کی جانے والی چیز ہے۔ ایک ایسی چیز جو آدمی کی زندگی میں ہی اس کے جسم سے بذریعہ کالا علم یا جادوگران جدا کی جا سکتی ہے۔ یا انسان خود بھی اسے علیحدہ کر سکتا ہے تاکہ اسے کسی محفوظ جگہ میں رکھ سکے۔ چنانچہ حضرت المسیح علیہ السلام ہمیں بتاتے ہیں کہ کس طرح یروشلم کی ایک خوب صورت عورت اپنی ہی روح کو ایک چھوٹی سی ٹوکری میں لئے جا رہی تھی۔ نہایت پاکیزہ اور ناصحانہ نفرت کا اظہار کرنے کے بعد وہ بتاتے ہیں کہ کیسے نبی آن ۵۸۱ ق م کی مغرور لڑکیاں جو ناز و انداز سے چلتی ہوئی اپنی شبنمیں آنکھوں کو مٹکاتی۔ خراماں، خراماں پر تمکنت قدم اٹھائے چلی جاتی ہیں۔ وہ جواہرات، زیورات، ملبوسات، شالوں برقعوں، دوپٹوں اور ان فیشن ایبل اور امیر عورتوں کے تمام حسن و جمال کا ذکر کرتے ہیں اور نسوانی آرائش کی اس فہرست میں وہ روحوں کے مکانوں کا بھی ذکر کرتے ہیں

روحوں کے مکانوں سے کیا مراد ہے؟ بعض مفسرین اور شارح کہتے ہیں کہ ان سے مراد عطروں کی شیشیاں ہیں جو ان عورتوں کے پاس ہوتی تھیں اور جنہیں سونگھتے ہی اُن کی روحیں اک عالم نشاط میں چلی جاتی تھیں۔ ڈاکٹر سر جیمس کا خیال ہے کہ یہ وہی جادو کی ٹوکریاں یا تھیلیاں تو نہیں تھیں جن میں اُس زمانے کے عقیدے کے مطابق جادوگرنیاں محبوبوں کی روحوں کو مقید کرکے اُن حسین عورتوں کے حوالہ کرتی تھیں اور وہ انہیں ساتھ اٹھائے پھرتی تھیں۔

(عہدنامۂ قدیم دیہاتی علم صفحہ ۲۸۸ تا ۲۹۰)

توحید اور وحدانیت کے عقیدہ کے باوجود پنڈتوں میں اور کشمیر کے بیشتر خطوں میں انتقال ارواح اور جادو ٹونے کا پایا جانا کیا اسرائیلی عقیدہ نہیں ہے؟

دہلیز کی تقدیس اور اس کے پہرہ دار

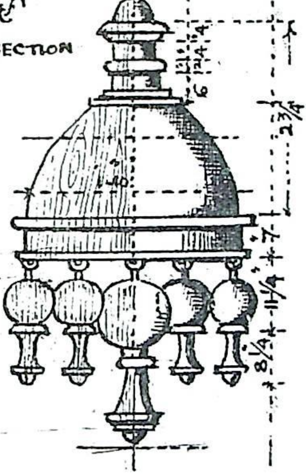
کشمیر کے مندروں

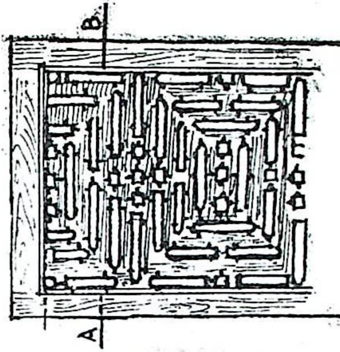
زیارتوں اور آستانوں کی آپ کو ایک خصوصیت نظر آئے گی۔ وہ یہ کہ اصل مندر یا آستانہ کی عمارت کے بیرونی دروازہ پر دو چار پہرہ دار یا پروہت یا کاہن یا پیر ضرور بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہ دہلیز آستانہ کے محافظ ہوتے ہیں۔ آستانہ کا اصلی پروہت یا گدی نشین کوئی اور شخص ہوتا ہے۔ یہ لوگ پجاری یا زائر کو اندر لیجاتے ہیں۔ اگر انہیں اپنے فرائض کا احساس ہو تو وہ آپ کو آستانہ کی دہلیز پر قدم نہیں رکھنے دیں گے

Page 256—265

DETAIL OF PENDENT

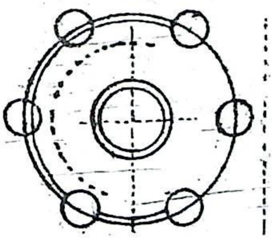
HALF ELEVATION & HALF SECTION

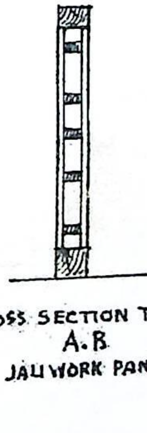




DETAIL OF JALI WORK
FRONT ELEVATION OF A PANE[L]

TOP PLAN OF PENDENT.





CROSS SECTION THROUGH
A. B.
JALI WORK PANEL



A Samawar

Another Israelitish tea pot
Page 174

بچپن سے آپ کی عادت بھی ایسی بن چکی ہے کہ آپ بھی دہلیز پہ قدم نہیں رکھیں گے بلکہ اسے پھلانگ کر اندر جائیں گے۔ کشمیر میں دہلیز کا تقدس اس قدر ہے کہ کئی مسجدوں اور مندروں کی دہلیزوں پہ آپ کو ایک فٹ چوڑا تختہ لگا ہوا نظر آئیگا تاکہ اُس "تختے" کی وجہ سے آپ اپنا قدم اُٹھا کر اندر داخل ہوں اور دہلیز کو اپنے قدموں سے ناپاک نہ کریں۔ دہلیز کی اس پاکیزگی کا احساس آپ کو ہندوستان میں سوائے کشمیر کے اور کہیں نظر نہیں آئیگا۔ یہ احساس پنڈتوں اور مسلمانوں میں مشترکہ ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

یوروشلم کے معبد میں دہلیز کا تقدس

یوروشلم کے معبد میں تین عہدیدار راہب ہوتے تھے جنہیں محافظانِ دہلیز کہا جاتا تھا (یرمیاہ باب ۵۲ آیت ۲۴ و سلاطین باب ۱۲ آیت ۹ و باب ۲۲ آیت ۴ و باب ۲۳ آیت ۴ و باب ۲۵ آیت ۱۸) ان سب حوالوں میں انگریزی بائیبل میں "دہلیز" کی بجائے "دروازہ" ترجمہ کیا گیا ہے) ان کی حیثیت دروازوں کے محافظان سے کہیں زیادہ تھی کیونکہ پرانے اور موجودہ زمانے میں بھی دہلیز سے وابستہ کئی توہمات ہیں۔ صفانیا پیشگو یہوواہ کی زبان سے کہتا ہے "اُس دن میں اُن سب کو سزا دونگا جو دہلیزوں پر سے گذرتے ہیں۔ جس سے اُن کے آقا میں قہر آجاتا ہے"

(ZEPHANIAH I:9 صفانیا باب ۱ آیت ۹)

اشداد کے مقام پر فلسطینی دیوتا داگون اس طرح چلنے کو گناہ قرار دیتا ہے۔ اس کے راہب اور پوجاری اس کے مندر میں داخل ہوتے وقت بڑے محتاط ہوتے تھے کہ کہیں ان کے پاؤں دہلیز سے نہ لگیں۔ کیپٹن کونڈر ایک شامی عقیدہ بتاتا ہے کہ دہلیز پر قدم رکھ کر چلنا نحوست ہے۔ تمام مسجدوں میں دروازے پر ایک لکڑی کی سلاخ لگا دی جاتی ہے تاکہ داخل ہونے والے سلاخ کو پھلانگ کر داخل ہوں اور ایسی ہی رسم دیہاتی آستانوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ یہ دیہاتی آستانے بزرگوں کے مقبرے ہوتے ہیں جو شام کے تقریباً ہر گاؤں میں پائے جاتے ہیں اور دہقان کے مذہب کا اصل مرکز ہوتے ہیں۔ مقبرے کی انتہائی عزت کی جاتی ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ نادیدہ طور پر بزرگ کی روح وہاں پر موجود ہے۔ دہقان داخل ہونے سے پہلے اپنی جوتیوں کو اتار دیتا ہے اور نہایت محتاط ہوتا ہے کہ دہلیز پر قدم رکھے بغیر اندر داخل ہو جائے۔ ملک شام میں آج کے زمانے تک اس رسم کا پایا جانا ثابت کرتا ہے کہ یروشلم کے معبد میں محافظان دہلیز ہر اس شخص کو دہلیز پر قدم رکھنے سے منع کرتے تھے جو معبد کے اندر داخل ہوتے تھے۔ پیکنگ میں جب مارکوپولو نے شہنشاہ کبلہ خان کے محل کو دیکھا تو اس نے ہر ہال کے دروازے پر دو دیو ہیکل ڈنڈوں سے مسلح پہرہ داروں کو کھڑا پایا۔ ان کا فرض تھا کہ وہ دیکھیں کہ کوئی شخص دہلیز

کے اوپر قدم نہ رکھنے پائے۔ اگر کوئی غلطی سے ایسا کرتا تو
پہرہ دار اُس کے کپڑے اُتار لیتے اور جب تک وہ جرمانہ ادا
کرتا اُسے واپس نہ دیتے۔ یا کپڑے اُتارنے کی بجائے وہ اُسے
دھڑا دھڑ گھونسے اور لاتیں رسید کرتے۔ اگر وہ اس قانون سے
ناواقف اجنبی ہوں تو پھر اُن کے ساتھ بیشکار ہوتے جو
نہیں سمجھاتے۔ اُن کا خیال تھا کہ جو کوئی دہلیز پر قدم
رکھے اُس سے نحوست پیدا ہوتی ہے۔ فرائر اوڈوارک
FRIAR ODORIC نے تیرھویں ابتدائی صدی
عیسوی میں مشرق میں سفر کیا۔ اُس کا بیان ہے کہ یہ قماقطان
دہلیز پیکن میں کسی شخص سے کوئی رعایت نہ کرتے اور جوں ہی
بدقسمتی سے کسی کے پاؤں دہلیز کو چھوتے وہ فوراً اُسے
پکڑ کر ڈنڈوں سے پیٹنا شروع کر دیتے۔ جب لوئی نہم
کی جانب سے پادری دوبرک ڈی RUBRUQUIS DE
چین میں منگو خان کے دربار میں بطور سفیر گیا۔ تو
ایسا اتفاق ہوا کہ باہر نکلتے وقت اُس کا ایک ساتھی دہلیز
سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ اُسی وقت محافظوں نے پکڑ کر اسے
بلگائی (یعنی سیکرٹری دربار یا چانسلر) کے سامنے پیش کیا کہ وہ
اُس کی موت وحیات پر فیصلہ دے۔ اگرچہ یہ جاننے کے بعد
کہ وہ اجنبی اور رسم سے ناواقف تھا چانسلر نے مجرم
کو چھوڑ دیا۔ لیکن اُس کے بعد اسے کبھی بھی منگو خان کے
شاہی محلات میں داخلے کی اجازت نہ ملی۔ سفیر کی چھڑی

خوش قسمتی سے بچ گئی۔ دنیا کے اس خطے میں ایسے حالات
اگر ہڈیاں بھی بچ جائیں تو غنیمت ہے۔ تیرہویں صدی
کے وسط میں پلانو کارپینی نے
PLANO CARPINI
تاتاری ملک میں سفر کیا۔ وہ بتاتا ہے کہ اگر کوئی غلطی سے
کسی تاتاری شہزادے یا سردار کے خیمے یا مکان کی دہلیز
پر پاؤں رکھ دیتا تو اسے فوراً پکڑ کر اس سوراخ کے اندر
سے گھسیٹا جاتا جو اسی غرض کے لیے مکان کے پاس بنا ہوتا
اور پھر بے رحمی سے قتل کر دیا جاتا۔

دہلیز کے لئے تقدس کی یہ رسم تاتاری یا منگول لوگوں
تک ہی محدود نہ تھی۔ بغداد کے بعض خلفا ان سب لوگوں
کو مجبور کرتے جو ان کے محل میں داخل ہوتے کہ پھاٹک کی
دہلیز پر سجدہ کریں۔ اس دہلیز پر انہوں نے خانہ کعبہ کے
حجرِ اسود کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا لا کر رکھا ہوتا تاکہ اس حجرِ
اسود کی تقدس کی وجہ سے ہر شخص بخوشی سجدہ کرے۔
دہلیز تھوڑی اونچی ہوتی تھی اور اس پر قدم رکھنا جرم ہوتا
تھا۔ سترہویں صدی کے شروع میں جب اطالوی سیاح پیٹرو
ڈیلا ویلا PIETRO DELLA VALLE اصفہان میں
ایرانی بادشاہوں کے محل میں گیا تو اس نے دیکھا کہ داخل ہونے
کی پھاٹک کی انتہائی عزت کی جاتی ہے یہاں تک کہ لوگ
اس اونچی دہلیز پر قدم رکھنے کا تصور تک نہیں کر سکتے۔
بلکہ اس کے برعکس لوگ اکثر اسے کوئی قیمتی اور مقدس

جان کر چومتے ہیں۔ کوئی مجرم اگر اس دہلیز کے اندر محل میں چلا جائے تو گویا وہ پناہ گاہ میں داخل ہو گیا اور اسے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ جب پیٹرو ڈیلا ویلے اصفہان میں تھا تو محل میں ایک ایسا مجرم شخص رہتا تھا جسے بادشاہ قتل کر دینا چاہتا تھا۔ لیکن یہ مجرم دہلیز کو پھلانگ کر محل کے اندر داخل ہو گیا اگر وہ ایک قدم بھی باہر رہتا تو اسے کاٹ ڈالا جاتا۔ کسی شخص کو بھی محل میں جانے کی ممانعت نہیں۔ لیکن جوں ہی وہ دہلیز کو چوم کر عبور کرے۔ اسے حفاظت کا پورا حق حاصل ہے۔ الغرض اس دہلیز کی اس قدر عزت کی جاتی ہے کہ اس کا نام آستانہ ہی محل اور دربار کا مترادف ہے۔ اسی طرح آج بھی مراکو میں کسی شخص کو اجازت نہیں ہے کہ اپنے مکان کی دہلیز پر بیٹھے۔ اگر کوئی ایسا کرے تو سمجھا جاتا ہے کہ اس پر کوئی مصیبت آئے گی۔ تنجیر یا میں جب کوئی شخص مکہ سے حج کر کے آتا ہے تو اس کے دوست اسے اٹھا کر دہلیز پر سے اندر گھر میں لیجاتے ہیں۔ مراکو میں یہ بھی رسم ہے کہ دلھن جب اپنے دلہا کے مکان میں داخل ہوتی ہے تو اسے اٹھا کر دہلیز کے اندر لیجاتے ہیں۔ رشتہ دار اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ وہ دہلیز کو چھونے نہ پائے۔ دلھن کو اس طرح اٹھا کر دلہا کے مکان میں لیجانے کی رسم دنیا کے کئی حصوں میں ہے اور اس رسم پر ہر جگہ عمل ہوتی رہی ہے۔ آج بھی فلسطین کے یہودیوں میں اس بات کی سخت پابندی ہے کہ دلھن کو اٹھا کر خاوند کے مکان کے اندر اس طرح لیجایا جائے کہ اس کے پاؤں دہلیز کو چھونے نہ پائیں۔

ورنہ یہ بدقسمتی سمجھی جاتی ہے۔ کشمیر کے پنڈتوں اور مسلمانوں
میں بھی اس امر کی احتیاط رکھی جاتی ہے کہ دلہن کو اٹھا کر دلہا
کے مکان میں چھوڑا جائے اور اس کے پاؤں دہلیز کو چھونے نہ
پائیں یا یہ کہ وہ دہلیز کو پھلانگ کر اندر داخل ہو۔

دلہن کو دہلیز سے اٹھا کر اندر لیجانے کی رسم

آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ

دُلہن کو اُٹھا کر دہلیز کے اندر دلہا کے مکان میں لیجاتے ہیں؟
یونانی عالم پلوٹارچ PLUTARCH کا خیال ہے کہ قدیم
زمانے میں جب عورتوں کو جنگوں میں گرفتار کر کے لاتے تھے تو
زبردستی فاتح انہیں اُٹھا کر اپنے مکانوں میں لیجاتے تھے۔ یہ رسم
وہیں سے نکلی ہوگی۔ اول تو یہ نامعقول سی دلیل معلوم ہوتی ہے
کیونکہ جب عورت کو رضا مندی، اخراجات اور اہتمام سے بیاہ کر
لایا جائے تو پھر اسے کیوں اُٹھا کر دلہا کے مکان میں داخل کیا جا
اور اس کا کیا جواب ہے کہ دُلہن خود بخود اپنی رضا مندی سے
دہلیز کو پھلانگ کر دلہا کے مکان میں داخل ہوتی ہے۔ رومی عالم
وارو VARRO کہتا ہے کہ دُلہن اسی لئے قدم اٹھا کر دہلیز
اندر داخل ہوتی ہے کہ وہ اس چیز پر قدم نہ رکھے جو وستا دیوی کو
مقدس ہے۔ مگر اُن لوگوں کو اس دلیل سے کیا واسطہ جو رومی دستا دیوی
کو نہیں مانتے۔ ہمیں تو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ دہلیز آستان یادہ ہے
پرستگاہ حرم ہے۔ قدیم اسرائیلیوں نے خدا کی پرستش کے لئے جو
خیمہ یا معبد بنایا اور خدا کے کلام کو انہوں نے دلہن سنا اور اس

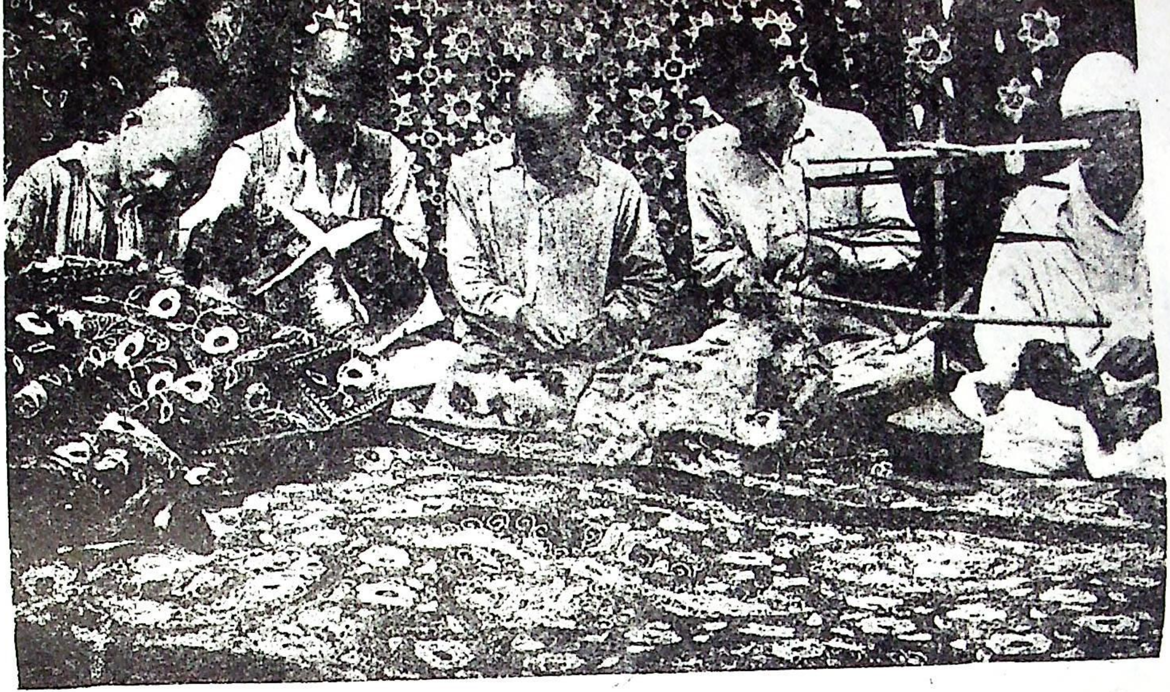
ے نور کو دیکھا۔ اُسی کے احترام کی وجہ سے دہلیز نے بھی
احترام حاصل کیا۔ آج بھی کسی بزرگ کی زیارت گاہ کی دہلیز کو
چوما جاتا ہے۔ معبد، مسجد اور مندر کی دہلیز کو چوما جاتا ہے
کیونکہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس دہلیز کے اندر حریم یار ہے۔
جس کے تصور سے ہی دل و دماغ پاکیزہ اور معطر ہوتا ہے۔ سنگِ
آستانِ یار کو سجدہ کرنے کی رسم آج بھی عاشقوں میں پائی جاتی
ہے۔ چونکہ دلھن بھی اپنے محبوب کو ملنے جا رہی ہے۔ جو رفیق زندگی
ہوتا ہے۔ اسی لئے یہ تقاضائے محبت اور احترام ہے کہ دلھن
اپنے محبوب کی دہلیز پر پاؤں نہ رکھے اور وہاں پر ٹھوکر کھا کر نہ گر جائے
یا اُسے اُٹھا کر لے جایا جائے۔ معبد یروشلم کے آستانہ
کے محافظوں نے کتنا کچھ دنیا کو دیا؟

باب دوازدہم

فنونِ لطیفہ

سنگ تراشی وغیرہ

ہندوستان میں اجنٹا اور الورا کے غاروں کے مندر۔ رامیشورم۔ بدھ گیا۔ اونچی، سومناتھ، جگن ناتھ۔ پوری، متھرا۔ بنارس۔ ہردوار وغیرہ میں قدیم ہندو آریاؤں اور دیگر مذہبوں کے مندر ایک خاص طرز تعمیر، وضع قطع ساخت اور آئیڈیولوژی (IDEOLOGY) کے حامل ہیں بالم بڑے بڑے پتھروں اور دیواروں کو تراش کر دیوی دیوتاؤں کی مختلف کہانیوں کو ظاہر کرتے ہوئے دیوی دیوتاؤں کے بت بنائے گئے ہیں۔ اگر کشمیر کے پنڈت بھی انہی کتابوں رسوم و رواج، دیوتاؤں اور آئیڈیولوژی کے ماننے والے ہوتے تو ان کے قدیم مندر بھی بالکل ہندوستان کے دیگر مندروں کی سی وضع قطع اور دیوتاؤں کے بتوں پر مشتمل ہوتے مگر یہاں صورتِ حال قطعاً برعکس ہے۔ کشمیر کے کسی بھی قدیم پرانے مندر سے دیشنو بھگوان



Kaashmir-craftsmen, sittin in their ancient style on floor and still doing their fancy embroidery work, brought from ancient

شو بھگوان، اندر دیوتا، اگنی دیوتا وغیرہ کے بت کبھی برآمد نہیں ہوئے (راقم کا اشارہ ان مشہور مندروں کی طرف ہے جو ملہ تنز، اونتی پورہ، پٹن، اٹھی، کھیر بھوانی، ہجوہ تیر، قمی مقام کشمیر میں)، اور نہ ہی یہاں کی آئیڈیولوجی (IDEAOLOGY) میں اور رسومات میں دیوی دیوتا شامل ہیں یا پائے جاتے ہیں جن کا چرچا ہندوستان کے ویدک ہندوؤں میں ہے حتیٰ کہ بڑے بڑے مندروں میں بھی کشمیر میں آپ کو رام چندر جی مہاراج۔ یا سری کرشن جی مہاراج کے بت بھی نہیں ملیں گے۔ راقم نے خود کشمیر کے مشہور مندروں میں جا کر دیکھا ہے وہاں ہندوستان کے ویدک دھرم کے بت کہیں بھی نظر نہیں آئے۔ مثلاً کھیر بھوانی، مٹن، امرناتھ وغیرہ بلکہ ان مندروں میں ایک بے صورت چبوترہ یا گول پتھر پڑا ہوتا ہے جس کے سامنے بیٹھ کر پنڈت تپسیا کرتے ہیں۔ پس کشمیر کے مندروں سے ہندوستان کے دیوی دیوتاؤں کے بتوں کا برآمد نہ ہونا۔ نہ ان مندروں کی دیواروں پر ایسے بتوں کا تراشیدہ ہونا یا شکلوں کا پایا جانا ثابت کرتا ہے کہ کشمیر کے پہلے لوگ ہندو ویدک دھرم کے پیروکار نہیں تھے بلکہ کسی اور مذہب یا مت پر چلنے والے تھے۔ چند ایک جگہوں سے بدھ دھرم کے بت ضرور نکلے ہیں۔ مگر بدھ مذہب ویدک دھرم کے بہت بعد آیا تھا۔

تواریخ سے یہ ثابت ہے کہ کسی زمانے میں بدھ مت کا بہت چرچا کشمیر میں رہا ہے۔ مٹن کے قریب مارتنڈ۔ اونتی پورہ۔ پٹن وغیرہ کے مندروں کے کھنڈرات سے واضح ہے کہ کشمیر کے لوگ ایک سادہ اور بلند پایہ فن تعمیر کے مالک گزرے ہیں جس کے نمونے مصر کے علاقہ میمفس EMPHIS بابل، نینوا اور اسیریا

میں ہی پائے جاتے ہیں۔ نہ صرف ان قدیم معبدوں کا رُخ فلسطین کی جانب ہے بلکہ بابلی طرز کے دروازے۔ خوبصورت محرابیں گول وضع دار ستون۔ سادہ بے نقوش و بلا بت دیواریں بلند بالا بڑے بڑے چوڑے پتھر کے پھاٹک جیسے بابل یا مصر کے محلات کے ہوتے تھے یا جیسے کھنڈرات وہاں اب بھی پائے جاتے ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ کشمیر کے پرانے معبدوں کے بنانے والے یہ معمار ضرور بابل و نینوا سے آئے تھے۔

نقاشی۔ چوب کاری۔ پیپر ماشی کا کام

EMBROIDERY, WOOD-CARVING, PAPIER MACHE

کشمیر کے لوگ گلکاری، نقاشی، مینا کاری، سوئی دھاگے کے بیل بوٹے بنانے۔ لکڑی میں حیرت انگیز بیل بوٹے کھودنے اور پیپر ماشی کے کام میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ کشمیر کے ایسے کامدار منقش بیل بوٹوں والے شال دوشالے۔ ڈریسنگ گاؤن۔ جیکٹیں۔ فراک۔ غرارے۔ قمیضیں۔ کوٹ۔ واسکٹیں۔ لبادے۔ چوغے۔ چادریں۔ تکیوں کے غلاف۔ سرپوش۔ رومال وغیرہ آپ کو دنیا میں کہیں نہیں ملیں گے۔ قالینوں۔ گبوں اور نمدوں پر کشمیری کا ہاتھ جادو پھیرتا نظر آئے گا۔ عجیب و غریب فرنیچر آبنوس کی میز کرسیاں۔ الماریاں۔ صندوقچیاں جن میں لکڑی کو کھود کھود کر حیرت انگیز ابھرے ہوئے بیل بوٹے۔ پھول پتے بنائے گئے ہیں۔ کشمیر کی کاریگری کی خاص سوغات ہیں اور پیپر ماشی کے کام کی تو کہیں مثال ہی نہیں۔ چیتھڑوں وغیرہ کو کوٹ کر ان کے

مالیدے سے بڑے بڑے جار۔ مرتبان۔ صراحیاں۔ گلدان۔ سندوقچیاں۔ ڈبے وغیرہ بنائے جاتے ہیں جن پر مصوری و تصویر کشی کے نادر و نایاب نمونے بنائے جاتے ہیں۔ آپ کو اس قسم کی مصوری، نقاشی اور تصویرکشی کے نمونے بابل و نینوا اور فارس کے شاہی محلات کے کھنڈرات پر صرف ملیں گے جس سے پایا جاتا ہے کہ کشمیری اصل میں بابل۔ اسیریا اور فارس میں اپنی غلامی کے زمانہ میں ان فنون کو سیکھا یا اُن غلاموں سے بادشاہوں اور امراء نے نسلاً بعد نسلاً یہی کام لئے۔ جس سے اُنہوں نے ایک بڑی مہارت ان فنون میں حاصل کر لی اور آج تک ان فنون کو اپنائے ہوئے ہیں۔ ان سکار یگریوں میں پنڈت اور مسلمان دونوں شامل ہیں۔ باقی ہندوستان کے آریاؤں میں فنون کے ان نمونوں کا نہ ملنا ثابت کرتا ہے کہ کشمیر کے لوگ کوئی دیگر الگ تھلگ قوم ہیں۔ جو باہر سے آکر یہاں آباد ہو گئے ہیں۔

کشمیری مصوری کشمیر میں اول تو بت تراشی اور مصوری کا فن (جیسا کہ ہم عام معنوں میں لیتے ہیں) بہت ہی کم۔ اور جتنا بھی ہے وہ سب کا سب ہندوستان بھر میں اپنی مثال آپ ہے۔ پرانے زمانے کی اصنام تراشی میں آپ کو زیادہ سے زیادہ مہاتما بدھ یا بادشاہوں کے بت ملیں گے۔ آپکو یہاں باقی ماندہ ہندوستان کے MYTHOLOGICAL بتوں کی طرح کئی کئی سروں والے۔ کبھی کئی ہاتھوں، پاؤں اور ٹانگوں والے۔ سروں پر سینگ۔ جسم گھوڑے، ہاتھی، سانپ، مچھلی، پرندوں

یا پرندوں کے چہرے انسانوں کے بشکل صورت سانپوں اور کیڑوں یا اژدہوں یا دیگر حشرات الارض کی۔ عورتوں کے چہرے جن کے سروں پر سینگ یا کئی ہاتھ پاؤں والی۔ مردوزن کی پرائیویٹ زندگی کے بت (جیسے کہ جگن ناتھ پوری کے مندر صوبہ اڑیسہ میں رکھے گئے ہیں) اور اسی نوعیت کے عجیب و غریب بت اڑھائی ہزار سال قبل یا دیگر مابعد کے کھنڈراتوں میں کہیں نہیں ملیں گے۔ نہ ایسی تصویریں یا مجسمے کھنڈراتوں پر نظر آئیں گی جو اس قسم کے بتوں سے مماثلت رکھتی ہوں اور ہندوستان بھر کے دیگر قدیم کھنڈروں میں دیواروں پر کندہ نظر آتی ہیں۔ کشمیر کی قدیم اور جدید مصوری میں آپکو باغات سیرگاہیں۔ دریا۔ کشتیاں۔ محلات۔ جھونپڑے۔ چنار۔ اور چشمے پہاڑ، چرند، پرند اور تمام وہ رنگین حسین و جمیل چیزیں ملیں گی جو مناظر فطرت کی جان اور روزمرہ دیکھنے میں آتی ہیں کشمیر کی قدیم بت تراشی کے نمونے ہمیں ہارل و نیغواس ملیں گے سرینگر سے چودہ میل دور جو ہزاروں سال پرانے کھنڈرات ہارون کے پاس برآمد ہوئے ہیں اور مٹی کی سلیں دستیاب ہوئی ہیں۔ ان میں ہمیں سورج چاند، ہرن، شہسوار، عورتیں بادشاہ، کسان۔ مصوروں وغیرہ کی فطری اور صحیح تصاویر ملی ہیں۔ کسی جگہ ایک بھی ایسی تصویر برآمد نہیں ہوئی جو ہمیں اجنتا یا الورا کی غاروں کی یاد دلائے یا ویدوں کی آتش ولوژی کے مطابق ہو۔ سرینگر کے جنوب گدل اور رعناواری، کشمیر کے پٹن۔ اونتی پورہ آننت ناگ۔ بارہ مولہ۔ بیج بہاڑہ۔ مٹن۔ شوپیاں۔ ترال۔ الغرض

جہاں کہیں بھی پنڈتوں کا کوئی مندر ہے۔ آپ کو کسی جگہ ہندوستان
کے دیوی دیوتا کا کوئی بت نظر نہیں آئے گا۔ نہ نیا نہ پرانا۔ میں نے
خود ان مندروں کو پھر کر اندر سے دیکھا ہے۔ صرف ایک گول سادہ
لمبوترا پتھر پڑا ہوتا ہے اور اسرائیلیوں کے اس مصفا (پتھر) کی یاد
دلاتا ہے۔ جو وہ حضرت ابراہیم کے سنگ اسود کی یاد میں
اپنے ہیکلوں میں رکھتے تھے۔ جب کشمیری اپنے پیغمبروں، کتابوں اور
مذہب کو بھول گئے اور اہل ہنود کا یہاں پر اقتدار رہا۔ تو
ہندوستان سے آنے ہوئے پروہتوں نے انہیں بتایا کہ لمبوترا
پتھر دراصل شولنگ (یعنی مہاراج شوجی کا عضو مخصوص جو وجہ
تخلیق مخلوقات و حیوانات ہے) ہے۔ اسی نام سے اسے پکارنا چاہئے
اور اس کی پوجا کرنا چاہئے کیونکہ شاستروں میں اس کا ذکر
آیا ہے۔ پس اپنے اسلاف کو بھولے ہوئے یہ لوگ بجائے اس پتھر
کو نشانِ عبادت سمجھنے کے شولنگ سمجھ کر پوجنے لگے۔ اس میں کوئی
تعجب کی بات نہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں جب ہٹلر نے اپنے
جھنڈے کا چوکور نشان (卐) بنایا تو ہندوستان کے بزرگوں
نے بھی جا بجا بازاروں اور شہروں میں اس نشان کو اپنا کر کہا کہ یہ
سواستکا نشان ہے جو شاستروں میں درج ہے۔ ہٹلر دراصل
ویدک دھرم کا ہی ماننے والا ہے (حالانکہ وہ کٹر عیسائی تھا)
پچھلے دنوں کشمیر کے بعض اہل ہنود محققوں نے فرمایا کہ مسلمان
کعبے کی طرف جو منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں تو دراصل وہ اہل ہنود کے
ایک پرانے بت کی پوجا کرتے ہیں جس کا نام جم جم اوتار تھا۔

اور وہ کعبہ میں رکھا ہے۔

راقم کو آخر ان نا اہل بزرگوں کو سمجھانے کے لئے مقامی اخبار "روشنی" سے میلا دنمبر ۶ ۱۹۵ء میں ایک مفصل مضمون لکھنا پڑا۔ جس کا خلاصہ کہیں اس کتاب میں بھی درج ہے الغرض کشمیر کی مصوری کے نمونے ایران، بابل اور سیریا کے کھنڈرات پر نظر آئیں گے۔ اس قسم کی مصوری آپ کو قدیم ہندوستان میں نہیں ملے گی؟

باب سیزدہم ۱۳

کشمیر کا فن تعمیرات

(ARCHITECTURE)

کشمیر میں فن تعمیرات و معماری کے متعلق محققین کو آپس میں بہت اختلاف رہا ہے۔ اس اختلاف کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اہل کشمیر کی نسلی روایات و امتیازات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ ان کی تحقیق کا زیادہ سے زیادہ قدیم ماخذ کلہن کی راج ترنگنی ہے اور آ جا کر ہر بات کا بوجھ وہ اسی ایک کتاب پر ڈال دیتے ہیں اور اسی سے سند حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے راج ترنگنی کشمیر کے راجوں مہاراجوں کے عہد حکومت کا ایک مختصر اور نامکمل سا تذکرہ ہے جس میں بادشاہوں کی جنگوں اور ذاتی کہانیوں کے سوا ہمیں کچھ نہیں ملتا۔ نہ اس میں عہد بہ عہد کی تمدنی ترقیوں۔ نہ اقوام کشمیر کی تہذیب۔ نہ ان کے مذہب و رسوم و رواج نہ فنون لطیفہ نہ شعر و ادب اور نہ نسلی امتیازات اور نہ ان کی ابتداء کا کوئی ذکر ہے۔ پس جب یہ کتاب اس درجہ نامکمل ہے۔ تو اس پر ان علوم کی

تاریخ دیکھنے کے لئے کس طرح بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ دوسری ٹھوکر ان محققین نے یہ کھائی کہ مسلمانوں کے ہند میں آنے سے قبل ہر چیز کو اہل ہنود کا تمدن قرار دیا۔ ہندوستان میں رہنے والے ہر ہندو کہا۔ ہر چیز کو ویدک دھرم اور رامائن و مہابھارت کی کسوٹیوں پر جانچا۔ جب مختلف مقامات پر ایک ہی فن کے اندر اختلافات کو پایا۔ تو جگہوں یا زمانوں کے نام سے انہیں موسوم کر دیا۔ مثلاً مہابھارت کے زمانے کا فن۔ موریہ زمانے کا فن۔ بکرمی زمانے کا فن وغیرہ یا پاٹلی پتر سکول۔ ٹیکسلا سکول۔ یا گندھارا سکول وغیرہ اور تمام اختلافات کے باوجود مختلف جگہوں کے ایک ہی فن کو ہندوستان کی شاخیں قرار دیا حالانکہ اگر وہ غور کرتے اور صحیح تحقیق سے کام لیتے۔ روایات پر نہ چلتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ ہندوستان میں آریاؤں کے علاوہ اور بھی بہت سی قومیں عہد بہ عہد آ کر آباد ہوتی رہی ہیں اور وہ اپنی تہذیب اور رسوم و رواج کو ساتھ لائی ہیں۔ ویدک دھرم کے علاوہ اور بھی بے شمار دھرم عقائد طور پر ہندوستان میں موجود ہیں۔ تیسری غلطی ان یورپین مفکرین نے یہ کھائی ہے کہ ہندوستان کی بیسیوں زبانوں اور مذاہب سے ناواقف ہونے کی بنا پر انہوں نے ہر راجہ مہاراجہ اور قبیلہ و قوم کے نام کو ہندو یا آریائی سمجھا۔ اس طرح ہندوستان کی تمام تاریخ خلط ملط ہو گئی اور جزئیات کا سمجھنا ناممکن ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیر میں فن تعمیرات کی تاریخ۔ ارتقاء۔ ترمیم و ترویج کو سمجھنا مشکل ہو گیا ہے۔ باقی ہندوستان کی طرح یہاں بھی یہ

اصول برتا گیا ہے کہ آنکھیں بند کر کے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ مسلمانوں سے
قبل کشمیر میں اہل ہنود آباد تھے اور وہ آریہ تھے۔ پس ایک آریاؤں کا
زمانہ ہے۔ دوسرا مسلمانوں کا۔ اسی لحاظ سے معماری کی تاریخ کو دو حصوں
میں تقسیم کر دیا گیا۔ پہلے حصے کے دو جزو بنائے گئے ایک کو ویدک زمانے
کا جزو سمجھا گیا۔ دوسرے کو بدھ زمانہ یا گندھارا سکول کا نام دیا گیا۔
مسلمانوں کا زمانہ وہ قرار دیا گیا۔ جب مساجد اور آستانے بنے۔ تعمیرات
میں یا قسم کا اختلاف نمودار ہوا۔ بدھ مذہب کے زمانے کو تعمیرات کے لحاظ سے
گندھارا سکول اس لئے کہا گیا کہ گندھارا (غالباً قندہار) اور پشاور میں
بھی اسی نوعیت کا فن تعمیر پایا جاتا تھا۔ ویدک یا اہل ہنود (قبل از بدھ)
کے زمانہ کی چونکہ کوئی عمارت کشمیر میں ان لوگوں کو نہیں معلوم ہوئی۔ اس
لئے آسانی سے اُس زمانے کو چھوڑ دیا گیا۔ مابعد دو ہی زمانے رہ گئے۔
ایک وہ جب کہ کشمیر میں بدھ مت کا رواج تھا اور دوسرا اسلام کے
آنے کے بعد کا۔

جہاں تک میں نے تحقیقات کیا ہے آج تک یہ مورخین اندھیرے
میں ٹھوکریں کھاتے رہے ہیں۔ میری ناچیز رائے میں کشمیر میں فن
تعمیرات کے مندرجہ ذیل ادوار گذرے ہیں:۔

۱۔ قدیم مصری و بابلی دور۔ (جسے غلطی سے مورخ یونانی آمیزش کا دور کہتے ہیں)

۲۔ خالص اسرائیلی دور (جس میں بابل و شام کے فن کے اصول پائے جاتے ہیں۔

۳۔ بدھ مت کا دور۔

۴۔ مورتی پرستوں کا دور جسے اہلِ ہنود کا بھی دور غلطی سے
کہہ سکتے ہیں کیوں کہ اس دور کو ہندو دھرم سے تعلق نہیں ہے۔
۵۔ مغلوں کا دور۔
۶۔ انگریزوں کا دور یا موجودہ دور۔

مصری و بابلی دور اور ہڑپہ کے کھنڈرات پر بحث

پہلا دور میں نے اسی لئے قدیم مصری و بابلی لکھا ہے کہ جس طرح
مصر میں طوطنخ آمون کے زمانے کے اور بابل میں حمورابی اعظم کے
زمانے کے کھنڈرات ملتے ہیں اور جس طرح اُن کی تعمیر و ساخت
ہوئی تھی ویسے ہی کشمیر کے قدیم ترین کھنڈرات ہیں۔ اسی قسم کے
کھنڈرات کہیں کہیں ٹیکسلا اور قندھار میں بھی آپ کو ملیں گے۔
موہنجوداڑو میں بھی اسی نوعیت کے کھنڈرات برآمد ہوئے ہیں۔
بالاتفاق یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ آریاؤں کے زمانے کے کھنڈرات
نہیں ہیں کیوں کہ اُن کی مانند کہیں بھی کھنڈرات گنگا اور جمنا
کے میدانوں میں نہیں ملے جہاں آریائی برسرِ اقتدار اور آباد تھے۔
کشمیر، صوبہ سرحد، قندھار اور موہنجوداڑو، بابل اور مصر میں ایک ہی قسم
کے قدیم کھنڈرات کا پایا جانا ثابت کرتا ہے کہ ان کی اصل ایک ہے
اور بابل و مصر سے یہ فن یہاں پہنچا۔ اس کی خصوصیات یہ ہیں کہ اس
فنِ تعمیر میں چونا، سرخی کو ملا کر بطور گارے کے کام لیا جاتا تھا۔
عمارت کی بنیادیں بہت گہری اور چوڑی کھودی جاتی تھیں۔ چھوٹے
چھوٹے گول شفاف پتھروں کو اس گارے میں ملا کر گھولا جاتا تھا پھر

دیوار کی چوڑائی کے دونوں طرف لکڑی کے تختے کھڑے کئے جاتے
جو سانچے کا کام کرتے۔ اس سانچے کے اندر اس مصالحے کو ڈال دیا جاتا
ایک یا ڈیڑھ فٹ اونچائی تک دیوار اس طرح بنتی۔ پھر مٹی کی بڑی
بڑی سلیں بنا کر انہیں دھوپ میں سکھا کر آگ میں پکا لیا جاتا
جو مٹی ان سلوں میں لگتی اس میں بھی سرخی اور چونے کا استعمال
ہوتا۔ یہ سلیں ایک فٹ چوڑی اور دو فٹ تک لمبی ہوتیں۔ ان کی
موٹائی دو تین انچ ہوتی۔ پھر یہ سلیں دیوار میں لگائی جاتیں۔ دو
تین فٹ اونچائی کے بعد پھر شفاف مدور کنکریوں کے مصالحہ
سے دیوار بنتی اور تہہ بہ تہہ یہ عمل جاری رہتا۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ
نیچے بنیادوں میں اور کرسی تک پتھر استعمال کئے جاتے اور پھر
شفاف کنکریوں کا مصالحہ لگتا۔ دیوار کی بیرونی طرف یہ سلیں بطور
صفائی کے لگائی جاتیں اور ان پر نقاشی کی جاتی۔ کمروں کے فرش
حاشیے اور دیواریں بھی انہی سلوں سے مزین ہوتیں۔ ان سلوں پر
نقاشی اور مصوری کے نمونے ہوتے۔ ایسے کھنڈرات سرینگر سے
چودہ میل دور ہاروان میں ایک پہاڑی پر برآمد ہوئے ہیں۔ حضرت
ہارون علیہ السلام کا مقبرہ تلاش کرنے کے سلسلے میں یہ کھنڈرات
مجھے اچانک نظر پڑے۔ اس بات کا ذکر انشاء اللہ آگے آئے گا
میں ان کھنڈرات کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور ان محققین کی عقل پر
ماتم کرنے لگا جو انہیں بدھ مذہب کے زمانے کی یادگار صرف اس
وجہ سے قرار دیتے ہیں کہ وہاں مہاتما گوتم بدھ کی کچھ مورتیاں
برآمد ہوئی ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا ہے کہ بدھ مذہب کے

عروج کے زمانے میں جب مقامی لوگوں نے اپنا مت تبدیل کیا
تو اس پجاری نے معبد میں بھی بدھ کی مورتیاں لا کر رکھ دیں ؟ کیا مسجد
ایا صوفیہ ایک دیرینہ گرجا نہیں تھی ۔ کیا ہندوستان میں کئی مندر
میں مسجدیں اور کئی مسجدوں میں مندر نہیں بنا لئے گئے ؟ مگر
اگر کسی مسجد میں گرنتھ صاحب یا اہل ہنود کی مورتیاں ہیں تو اس
یہ کب باور آجائے گا کہ یہ مسجد نہیں بلکہ مندر یا گردوارہ ہے
اور اہل ہنود نے بنایا ہے ؟ اگر ہاروں کے کھنڈرات بدھ زمانے
کی یادگار ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اس وضع، قطع، بناوٹ اور فن کی
کی یادگاریں ہمیں گنگا و جمنا کے میدانوں میں نہیں ملتیں جہاں
بدھ مذہب کا عروج رہا ؟ اور کیا وجہ ہے کہ ہاروں کے کھنڈرات
میں ہمیں ہاروت و ماروت کا چاہ بابل ۔ دیواروں پر بابلی آفتاب
پرستوں کے مذہبی نشانات ۔ فرشتوں پر آفتاب کے مختلف
برجوں کے نشانات ۔ سلوں پر بعینہ وہی خوب صورت زندگی
سے متعلق تصاویر ملتی ہیں ۔ جو نہ صرف روزمرہ حقایق سے تعلق
رکھتی ہیں بلکہ بابل و مصر کے کھنڈرات پر بھی ایسی ہی تصویریں دیکھنے
میں آتی ہیں ۔ مثلاً ایک عربی گھوڑے پر بابلی یا مصری جنگ باز
صحرا میں ایک دوڑتی ہوئی ہرنی ۔ بابلی اور مصری دوشیزائیں بابلی
لباس پہنے ہوئے ۔ بادشاہ سورج کی پرستش کرتے ہوئے السا
وغیرہ ۔ ہمیں ہاروں کے کھنڈرات کے فرشوں (جو ابھی تک سلوں
سے مزین ہیں اور ہزاروں برس کے بعد مٹی کے نیچے سے برآمد ہوئے
ہیں) اور دیواروں پر ایک بھی ایسی تصویر نظر نہیں آتی جو ہندو

بدھ آئیڈولوژی (IDEOLOGY) سے تعلق رکھتی ہو۔ مثلاً ہزار کوشش کے باوجود مجھے کوئی ایسی تصویر نہ مل سکی جس کے چار بازو والا دھڑ، تین منہ، یا پچاس ٹانگیں اور پچاس سر یا شیر کا جسم اور عورت کا چہرہ، یا ہاتھی کا جسم اور انسان کا چہرہ ہوتا۔ جیسا کہ ہم متھرا، بنارس کے مندر، ہردوار، رامیشورم، جگن ناتھ پوری وغیرہ کے عالیشان اہل ہنود کی آئیڈلوژی کے مندروں میں دیکھتے ہیں۔ اور یہاں تم بدھ سے متعلق ایک بھی ایسی تصویر نہ مل سکی یا دیواروں پر کندہ نظر نہیں آئی جیسی کہ ہم اجنٹا اور الورا کے غاروں میں یا لداخ یا لاسہ میں دیکھتے ہیں۔ ان تمام اختلافات کے باوجود یہ کہنا کتنا ظلم ہے کہ ہاروں کے کھنڈرات اہل ہنود کے ہیں، اور بدھ کے زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ حسنِ اتفاق دیکھئے کہ جب میں نے ان کھنڈرات کو جنوری یا فروری ۱۹۵۵ء میں دیکھا تو اس کے چند دن بعد ہی اسلامک ریویو لنڈن سے بابلی آرٹ کے کچھ نمونے شائع ہوئے اور یہ دیکھ کر میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی کہ یہ وہی آرٹ تھا جو میں نے ہاروں کے کھنڈرات میں دیکھا۔ ناظرین کی ضیافتِ طبع کے لئے دونوں قسم کے نمونے یہاں دئے جاتے ہیں۔ ہاروں کے ان کھنڈرات سے جن امورِ غیبیہ کا انکشاف ہوا اُن کا ذکر انشاء اللہ آگے کیا جائیگا۔

سردست یہاں اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ہاروں میں بابلی فنِ تعمیر اور مصوری کا برآمد ہونا ثابت کرتا ہے کہ بابل کے کاریگروں اور خیالات و عقائد کے لوگوں نے ہی ان عمارات کو تعمیر کیا ہے۔

ایک اور بات ہاروں کھنڈرات کے متعلق یہ ہے کہ اس عمارت

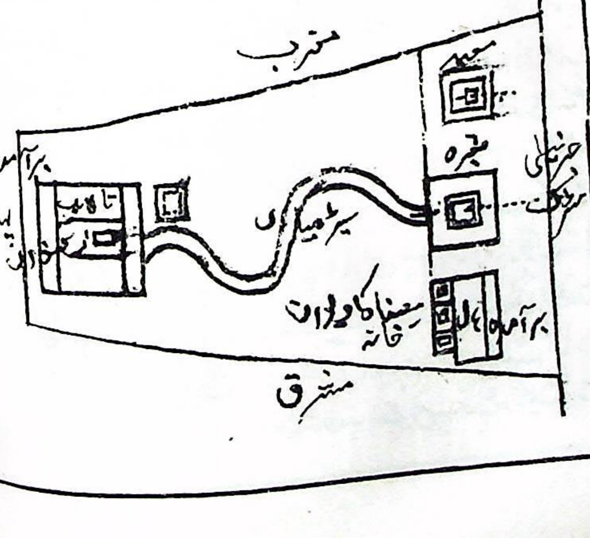
کی کوئی باضابطہ سکیم نہیں ہے۔ یعنی ایسی سکیم جیسی کہ ہم اہل ہنود یا بدھوں کی مذہبی عمارتوں میں دیکھتے ہیں۔ پرسی براؤن Percy Brown نے اپنے مقالہ "کشمیر کا فنِ تعمیر" The Architecture of Kashmir مطبوعہ انگریزی رسالہ مرگ MARG مارچ ۱۹۵۵ء بمبئی صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس عمارت کا سوائے بنیادوں کے اب کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ مگر ان کی بناوٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بدھ دھرم کی زبردست تحریک کے دوران میں بنایا گیا ہوگا۔ اور اس میں بدھ دھرم کی تینوں روایتی عمارتیں مثلاً سٹوپا۔ مندر اور مونسٹری (راہب خانہ) پائی جاتی ہیں۔ نیز ان کا خیال ہے کہ گندھارا طریقۂ تعمیر بدھی تحریک کے دوران میں وجود میں آیا اور اس کی یہ خصوصیت تھی کہ چھوٹے چھوٹے گردوں جیسے کنکروں کو چونے، سرخی میں ملا کر دیوار میں استعمال کرتے تھے۔ چونکہ یہی مصالحۂ تعمیر اس عمارت میں استعمال ہوا ہے بنابریں یہ بدھی زمانے کی عمارت ہے جو اب ملبے کے نیچے سے نکلی ہے۔

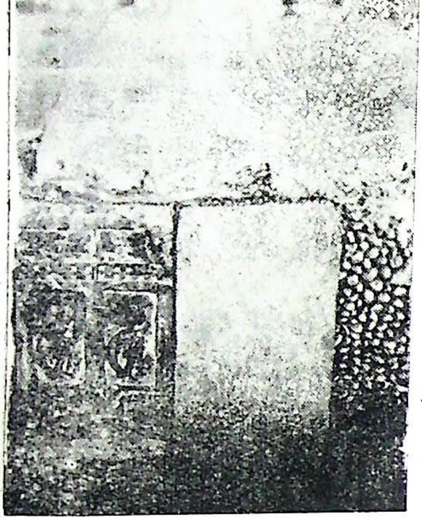
مصالحہ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہ قدیم بابلی اور سریانی فنِ تعمیر کا نمونہ ہے۔ رہا مسٹر... براؤن کا یہ خیال ہے کہ عمارت کے تین روایتی بدھی حصے ہیں۔ تو یہ بھی موقعہ کی نوعیت سے غلط ہے عمارت کے تین نہیں بلکہ واضح طور پر چھ الگ الگ حصے موجود ہیں اور ساتواں منہدم ہو چکا ہے۔ پہاڑی پر چڑھتے ہی پہلے آپ کو تین تین حصے نظر آئیں گے جن میں سے مغرب کی جانب کسی معبد کے نشانات ہیں۔ جس کا رخ مغرب کی جانب ہے۔ اس معبد کی سکیم بعینہٖ وہی ہے،

جو دیگر اسرائیلی معبدوں کی ہوتی ہے۔ مشرق کی جانب ایک بڑا ہال کمرہ برآمدے کے آثار اور اس کے ملحقہ دو تین کمرے ہیں۔ اس عمارت کی سکیم بھی دیگر بدھی راہب خانوں سے قطعاً مختلف ہے۔ اس قسم کے نمونے اہم فلسطین میں اسرائیلی راہب خانوں کے دیکھنے میں آئے۔ اسرائیلیوں میں یہ طریقہ تھا کہ ہر معبد کے ملحق لیکن اس سے الگ ایک صفّہ بناتے تھے جس میں راہب اعلیٰ رہائش رکھتا تھا اور صفہ کے ایک بڑے ہال کمرے میں صوفیا کی مجالس منعقد کرتا۔ اور درس و تدریس دیتا۔ ان دونوں عمارتوں کے درمیان دار فتح طور پر ایک مقبرے کے نشانات ہیں۔ جس کا رُخ شرقاً غرباً ہے۔ کوئی انجان بھی ان آثار کو دیکھ کر یکدم پکار اٹھیگا کہ یہ کسی بزرگ کے مقبرے کے نشانات ہیں۔ ان تینوں عمارتوں کی پشت پر ذرا تھوڑا پہاڑ کے اوپر لیکن اسی چار دیواری کے اندر دو اور عمارتوں کے نشانات ہیں۔ ایک عمارت اسی مصالحہ کی بنی ہوئی بالکل منہدم ہو چکی ہے۔ صرف چند ایک دیواریں موجود ہیں۔ دوسری عمارت کا ایک وسیع برآمدہ ہے۔ جس کے فرش پہ جابجا سورج کے نقوش بنے ہیں۔ یہ فرش بابلی مٹی کی سلوں CLAY TABLETS سے بنا ہے۔ دیوار پہ چاند، سورج اور ستاروں کے نشانات ہیں۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ یہ عمارت پہلی چار عمارتوں کے بعد بنائی گئی ہے۔ اس برآمدے کے پیچھے پہاڑ کی اونچائی پر ملحقہ ہی ایک وسیع و عریض پلیٹ فارم نظر آتا ہے۔ اس پلیٹ فارم کے اندر تالاب بنا ہوا ہے اور اس تالاب کے سرے پہ ایک ہشت پہلو

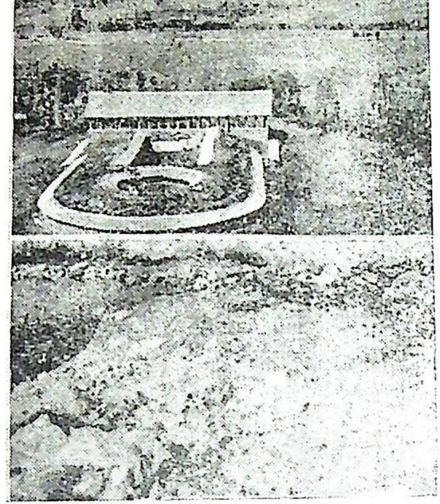
کنواں بنا ہوا ہے پھر آخر میں ایک اور عالیشان وسیع و عریض برآ
نظر آتا ہے اس برآمدے کا فرش بھی بابلی اینٹوں کی نقوش
سلوں سے بنا ہوا ہے اندر دیواروں پر بابلی اور مصری مصوری کے
بہترین نمونے دیکھنے میں آتے ہیں۔ فرش کی سلوں پر سورج و ستارو
کی تصاویر بنی ہوئی ہیں ایسا دکھائی دیتا ہے کہ آخری تینوں عمارتیں
مابعد بنائی گئی ہیں اور پہلی تینوں عمارتیں قدیم ترین ہیں جن کے
متعلق میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اسرائیلی مذہب کے یہ ابتدائی
نمونے ہیں جبکہ مذہبی عمارت سازی کی واضح سکیمیں نہیں بنائی
تھیں۔ مگر مابعد ایسی مذہبی روایات کی بنا ڈالی گئی تھی جن پر آگے
چل کر باضابطہ معبدوں اور مٹھوں کی سکیمیں تیار ہوئیں۔
ان کھنڈرات کی سکیم کچھ اس طرح ہے :۔

ہاردل کھنڈرات





The hindmost verandah of the tomb of Prophet Aaron, in Haron, Srinagar, is adorned with inscribed sun-baked clay tablets, bearing different faces of Egyptian Esraelitish men and women.
(p. 214–220)



Egyptian style ruins excavated in village Haron or Harvon, Srinagar. The Bobylonian legendary well of Haroot & Maroot is still preserved in Martand and Haron. This is the Haroon well of Haroot & Maroot (p. 212)

ہر شخص جانتا ہے کہ بُدھ مذہب کی آئیڈیولوژی کو سورج، چاند اور ستاروں سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ ہی ویدک دھرم میں کوئی ایسی آئیڈیولوژی نظر آتی ہے۔ یہ درست ہے کہ اہل ہنود میں سورج بنسی اور چندر بنسی دو خاندان گذرے ہیں۔ مگر یہ کہنا کہ اُن خاندانوں سے سورج اور چاند کی پرستش کا کوئی باضابطہ مذہب چلا.. تاریخی طور پر غلط ہے۔ نہ ہی ہمیں دہلی، آگرہ، اودھ، ناگپور، بنگال بہار، اُڑیسہ، بمبئی، گجرات کاٹھیاوار یا مدراس کے صوبے میں کسی جگہ ایسے مندر ملے ہیں جن میں سورج، چاند، ستاروں کی پرستش کے ایسے نقوش ہوں جیسے ہم ہاروان میں دیکھتے ہیں پس ہاروان کے کھنڈرات میں ایسے نقوش کا ہونا ثابت کرتا ہے کہ یہ کوئی ستارہ پرستوں کی جماعت تھی جو کبھی کشمیر میں آئی یا پیدا ہوئی اور ایسی طاقت ور تھی کہ اُس نے... ہاروان کے پرانے معبد پر قبضہ کر کے اپنی آئیڈیولوژی کے مطابق اس میں تبدیلیاں کر ڈالیں اور نئی چیزوں کا بھی ساتھ ہی اضافہ کیا۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ کشمیر میں سورج یا ستاروں کی پرستش کا کوئی مذہب پیدا نہیں ہوا۔ ہونہ ہو یہ لوگ ضرور باہر سے آئے تھے۔ تاریخ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ باہر سے آنے والے اسرائیلی تھے جنہیں دارگشتاسپ نے صدیوں کی غلامی کے بعد بابل سے نکال کر باختر (بکیٹریا۔ افغانستان) ہزارہ (ہزارہ۔ شمالی مغربی سرحدی صوبہ پاکستان) اور کشمیر میں آباد ہونے کے لئے بھیج دیا تھا تاریخ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ فلسطین سے نکلنے سے قبل اسرائیلی

بت پرست بن چکے تھے یقیناً جب وہ بابل میں عمداً لیا گیا ہے تو انہوں نے بابل میں سورج اور ستارہ پرستی کا مذہب جو کہ اس وقت بابلیوں کا مذہب تھا اختیار کر لیا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ لوگ گندھارا، ہزارہ اور کشمیر میں آکر آباد ہوئے تو اپنے نئے مذہب عقائد اور توہمات کو ساتھ لانے کے علاوہ بابل کے فن تعمیر کی روایات بھی ساتھ لائے۔ پہلے پہل تو ان لوگوں نے ہمارے معبدوں پر قبضہ کر کے اپنے مذہبی ستارہ پرستی کے خیالات کے مطابق ان میں تبدیلیاں کیں، اور ستارہ پرستی کے لئے نئے دالان، کمرے اور برآمدے بنائے وہاں ستارہ پرستی کے نقوش کندہ کئے اور تعمیر میں وہی مصالحہ اور طریقہ اختیار کیا جو انہوں نے بابل میں سیکھا دیکھا اور کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بابل، ٹیکسلا (جو کہ سرحدی صوبہ ہزارہ میں واقع ہے) گندھارا (قندھار افغانستان) اور بارہمولہ (کشمیر) کے کھنڈرات میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ یہ آج سے اڑھائی ہزار سال قبل کا واقعہ ہے۔ اسی زمانے میں بدھ مذہب کا عروج ہو گیا تھا۔ باختر (افغانستان) جن کا دارالخلافہ اس وقت گندھارا یا قندھار، ہزارہ (ہندوستان کی شمالی مغربی سرحدی ریاست جس کا دارالخلافہ اس وقت ٹیکسلا اور مابعد پرشپور یا پشاور ہو گیا) اور کشمیر کے نو وارد بت پرست اور ستارہ پرست اسرائیلیوں کے لئے بدھ مت یقیناً زیادہ وزن دار اور مقبول مذہب تھا۔ جس میں رحم انصاف، صداقت، محبت کی تعلیم تھی اور خدا کا کوئی جھگڑا نہیں تھا سورج اور ستارہ پرستی کے مقابلے میں یہ زیادہ عمدہ مذہب دکھائی

دیا پس انہوں نے فوراً اسے قبول کیا اور مہاتما بدھ کے خیالی مجسمے بنا بنا کر اپنے معبدوں میں رکھنے شروع کئے۔ ہارون کا ہیکل بھی اس سے نہ بچ سکا۔ وہاں بھی بدھ کے مجسمے رکھے گئے لیکن دیگر تبدیلیاں عمارت میں کرنا مناسب نہ سمجھا گیا۔ کیونکہ بدھ مت CONVENTIONALISM (روایتی پابندیوں) کا قائل نہیں تھا

پرسی براؤن جہاں ایک طرف یہ کہتا ہے کہ ہارون میں بدھ مذہب کے کھنڈرات ہیں۔ وہاں دوسری طرف خود یہ تسلیم کرتا ہے کہ ان ہی کی سلوں پر کئی تہذیبوں کی واحد تصویریں نظر آتی ہیں اور خوبصورت الفاظ (قطعات) بھی ملتے ہیں۔ ان میں یونانی، ساسا ایرانی، رومی، چینی، ہندی اور بابلی نسلی نشانات صاف ملتے ہیں۔ اُن کے لباسوں اور دیگر متعلقات سے ظاہر ہے کہ وہ موسیقار لکی ہادروں، درویشوں اور فن کاروں کی تصویریں ہیں"

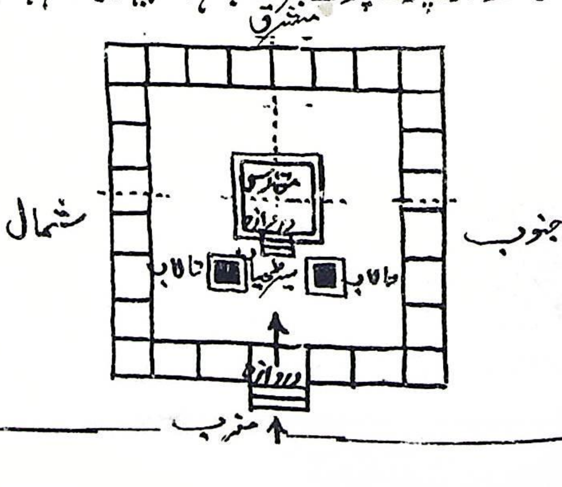
(کشمیر کا فن تعمیر از پرسی براؤن۔ رسالہ مرگ مارچ ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۲)

اگر یہ کہا جائے کہ یہ تصویریں کشمیریوں نے خود ہی بنائی تھیں تو غلط ہے کیونکہ اُس زمانے میں جبکہ وسائل آمدورفت کا فقدان تھا زندگی سے متعلق اس قسم کی تصاویر دوسری قوموں اور تہذیبوں کے متعلق بنانا نہ صرف ناممکن بلکہ لغو بھی تھا خصوصاً کوئی وجہ سمجھ نہیں آ سکتی کہ مذہبی عبادت گاہ پر اس قسم کی تصاویر بنانے کی کیوں ضرورت پیش آئی اور بدھی سنگھ مندر کے اندر ایسی تصویریں بنانے کی اجازت کس طرح دے سکتا تھا۔ لامحالہ ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ جن لوگوں نے ایک معبد کے اندر ایسی تصویریں

بنائیں اُن کا مذہب کے تقدس کے بارہ میں کوئی مخصوص تصور نہیں ہو سکتا اور وہ ایسے ہی لوگ ہو سکتے ہیں جو مظاہر فطرت کی پوجا کرنے والے ہوں۔ دوسرے ان سب تہذیبوں کا امتزاج یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ خالص بدھی اور ہندی تہذیب کا اثر ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ کسی ایسے ملک کی تہذیب کا اثر ہے جہاں سب تہذیبوں کا امتزاج پایا جاتا ہو۔ اس زمانے میں ایسے ملک دو ہی تھے اول بابل کی سلطنت اور اس کے بعد ایران کی سلطنت۔ گشتاسپ کے زمانے میں ان دونوں تہذیبوں میں یونان، مصر، شام، ایران اور چین کے تمدن کے آثار نمایاں تھے۔ بابل کی سلطنت اگر یونان، مصر اور روم کو اپنے حلقے میں لئے ہوئے تھی تو اس کے بعد ایران نے ترکستان، مغربی چین، مغربی ہند کو اپنے دائرۂ حکومت میں لے لیا تھا۔ چونکہ اسرائیلی ان ہی دو تہذیبوں میں پلے بڑھے، وہاں چڑھے اور وہیں سے آئے اس لئے وہی ان تہذیبوں کے نمایاں اثرات کو بھی ساتھ لائے اور ہاروں میں انہی نو وارد اسرائیلیوں کی ذکاوت، ذہانت اور زرخیز دماغوں کے نمونے مٹی کے نیچے سے برآمد ہوئے ہیں۔

۲۔ اسرائیلیوں میں دو قسم کا فن تعمیر مقبول و مروج تھا۔ ایک وہ جو انہوں نے مصر کے فراعنہ کے تحت مصر میں سیکھا۔ اور دوسرے وہ جو انہوں نے بابل کی غلامی میں سیکھا۔ مصری فنِ تعمیر کی دو قسمیں تھیں۔ ایک جس کا تذکرہ ہم نے اوپر کیا ہے۔ لیکن اس میں مٹی کی پختہ سلوں کا رواج نہیں تھا۔ کنکریوں کو سرخی اور چونے میں ملا کر تہہ بتہہ دیوار بنانے کا رواج تھا۔ دوسرے بھاری بھر کم پتھروں

کو چوکور یا مستطیل گھڑ کر اُن کی دیواریں بناتے تھے۔ یہ پتھر نہایت شفاف گھڑے جاتے ان پر نقش و نگار وغیرہ نہیں کُندہ کی جاتی تھیں۔ زیادہ تر یہ اہتمام ہیکل یا معبد بناتے ہیں کیا جاتا۔ معبد یا ہیکل کی ترتیب یوں ہوتی کہ اُس کا رُخ بیت المقدس کی جانب ہوتا۔ جیسا کہ مسلمانوں کی مساجد کا رُخ خانہ کعبہ کی طرف ہوتا ہے۔ ہیکل کے اندر داخل ہونے کا دروازہ مغربی طرف اور پشت مشرقی طرف، (یعنی مشرقی ممالک میں) ہوتی ہے۔ بالعموم ایک چوریں یا مستطیل قطعہ زمین کے وسط میں چوکور یا مستطیل پیش قائم سا بنایا جاتا ہے۔ اس پہ چار دیواری اور اندر ایک صندوق رکھا جاتا جس میں توریت مقدس ہوتی ہے۔ مقدس کے اندر داخل ہونے کیلئے مغربی جانب وسط میں سیڑھیاں۔ ان سیڑھیوں کے دونوں طرف مقدس کے باہر دو چھوٹے چھوٹے چوکور، تالاب بنائے جاتے ہیں۔ مقدس کے چاروں طرف دالان ہوتا ہے اس دالان کے گرداگرد چھوٹے چھوٹے حجرے بنے ہوتے ہیں جنمیں راہب رہتے اور



عبادت کرتے ہیں۔ باہر کی چار دیواری میں اندر داخل ہونے کے لئے ایک بڑا دروازہ مغربی جانب ہوتا ہے

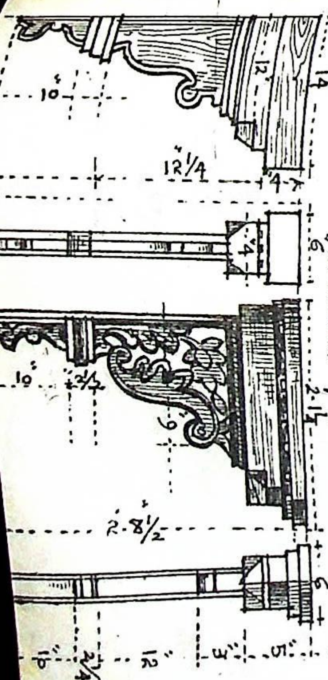
ہندو یا بدھ منادر اور اسرائیلی معبد میں بڑا فرق یہ ہے کہ ہندو یا بدھ منادر کا کوئی خاص رُخ نہیں ہوتا اور اسرائیلیوں کا کعبہ چونکہ بیت المقدس ہے۔ اُنہیں حکم ہے کہ وہ اپنے ہیکل کا رُخ بیت المقدس کی جانب رکھیں اسی لئے اُن کے معبدوں کا رُخ ہمیشہ فلسطین کی جانب ہوتا ہے۔ دوم اہل ہنود یا بدھ اپنے مندر کے گرد حجرے نہیں بنواتے۔ اگر زمین کا قطعہ کافی ہو تو اسرائیلی ضرور حجرے بنواتے ہیں۔ سوم ایک اور خاص نشانی اسرائیلی معبد کی یہ ہے کہ اُس کے مغربی دالان میں مقدس کی کرسی سے نیچے سیڑھیوں کے دونوں طرف دو تالاب بنے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک تالاب میں قربانی کا مقدس خون گرایا جاتا تھا اور خوشبوئیں جلائی جاتی تھیں اور دوسرے میں شیریں خوشبودار شربت تیار کرنے کے لئے پانی بھرا جاتا تھا۔ یہ شربت بڑے بڑے مٹکوں میں بھر کر تہواروں کے موقع پر زائرین کو پلایا جاتا۔ چہارم جہاں اہل ہنود یا بدھ کے منادر میں دیوتاؤں کی بڑی بڑی مورتیاں سالم پتھروں میں کندہ کر کے دیواروں کے اندر چنی جاتی ہیں وہاں اہل اسرائیل کے معبد صاف شفاف، سادہ، چوکور پتھروں سے بنائے جاتے ہیں۔ تالابوں کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ چھوٹے چھوٹے تالاب فرش میں زمین کو گہرا کھود کر نہیں بنائے جاتے تھے بلکہ عام طور پر فرش کے اوپر پتھروں کی دو تین فٹ اونچی چار دیواری بناتے ہیں اسطرح وہ ایک حوض کی سی

شکل بن جاتی ہے ان حوضوں کی چاردیواری کبھی مرتبہ گر جاتی ہے اور یہ معلوم ہونا مشکل ہو جاتا ہے کہ حوض کس جگہ بنایا گیا تھا۔

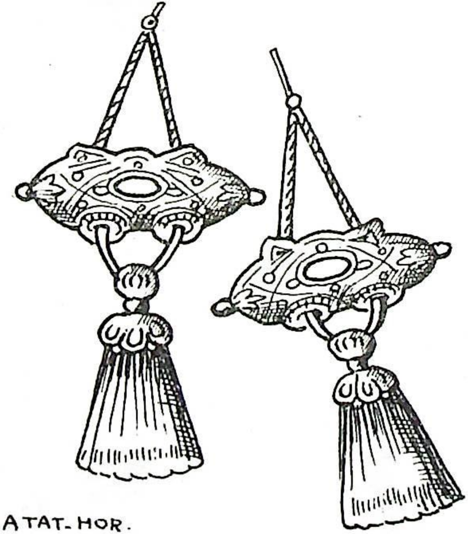
اسرائیلی اور کشمیری کھنڈرات

اب آیئے ان خصوصیات کیساتھ ہم کشمیر کے قدیم معبدوں یا مندروں کے کھنڈرات کو دیکھیں اور معلوم کریں کہ آیا وہ اسرائیلی تمدن کی یادگار ہیں یا بدھ یا اہلِ ہنود کی۔ کشمیر کے پرانے کھنڈراتوں میں مشہور ہاروں، مارتنڈ، اونتی پورہ، پٹن، بارہ مولا اور بن یار کے آثار ہیں۔ ہاروں کا ذکر ہم بالتفصیل اوپر کر چکے ہیں۔ مارتنڈ، اونتی پورہ، پٹن، بارہ مولا اور بن یار کے کھنڈرات کے متعلق بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان سب کا رخ بیت المقدس کی جانب ہے۔ ان سب کا داخل ہونے کا دروازہ مغرب کی جانب اور پشت مشرق کی طرف ہے۔ اہل ہنود یا بدھ زمانے کے جتنے بھی مناور یا سٹوپے ملک میں موجود ہیں ان میں کسی میں بھی یہ خصوصیت نہیں دوسرے یہ تمام معبد ارد گرد کی زمین سے اونچی سطحوں، ٹیلوں یا کریوں یا پہاڑیوں پر بنائے گئے ہیں۔ میں نے اسرائیلیوں کی یہ خصوصی عادت و رواج بیان کیا ہے کہ وہ اپنے معبد اونچے مقامات پر بنایا کرتے تھے۔ بدھ مذہب یا اہل ہنود کی ایسی کوئی خصوصی عادت یا مذہبی رسم نہیں ہے۔ ان سب میں قابل توجہ دو معبد ہیں۔ ایک مارتنڈ کا۔ دوسرا اونتی پورہ کا بڑا۔ (اونتی پورہ میں دو ہیں) مارتنڈ کا معبد تمام وادیِ کشمیر میں ایک ایسے مقام پر ہے جس کی نظیر دنیا بھر میں کہیں نہیں ملے گی۔

قصبۂ آننت ناگ کے پاس ایک بلند و بالا ٹیلہ ہے۔ یہ ٹیلہ نہایت وسیع و عریض ہے۔ اس کی بالائی سطح بالکل ہموار اور کوئی آٹھ میل لمبی اور تین چار میل چوڑی ہے۔ یہ سطح مثلث شکل کی ہے آننت ناگ کے پاس مثلث کا کونہ ہے اور مارتنڈ کے پاس مثلث کا برعکس ضلع تین چار میل چوڑا ہے۔ جہاں مارتنڈ کا معبد ہے وہاں سے دور سامنے نیچے وادی میں پھیلی ہوئی اقلیم کشمیر نظر آتی ہے یوں دکھائی دیتا ہے کہ کوئی بادشاہ اپنے بلند و بالا تخت پر بیٹھا اپنے درباریوں کو تک رہا ہے۔ یہ معبد گویا تمام وادی کا تخت تھا۔ جہاں سے تمام وادی پر مذہبی کاہن اعظم حکمرانی کر رہا تھا۔ وادی کا سب سے بڑا ہیکل بنانے کے لئے اس سے موزوں تر جگہ کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ کہتے ہیں مارتنڈ کا ہیکل فلسطین کے سب سے بڑے ہیکل کے نمونے پر بنایا گیا تھا۔ اس کا بڑا داخل ہونے کا دروازہ مغرب کی جانب ہے۔ اندر داخل ہوتے ہی دالان میں آپ کو وسیع دو تالاب ملیں گے۔ مرکزی مقدس ایک بلند کرسی پر ہے۔ مقدس کا دروازہ بھی بیت المقدس کے رخ پر ہے۔ معبد ۲۲۰ فٹ لمبا ۱۴۲ فٹ چوڑا ہے۔ اس کے چاروں طرف ۷۹ حجرے ہیں۔ وسطی مقدس بھی مستطیل ہے۔ اس کی لمبائی ۶۳ فٹ اور چوڑائی ۳۵ فٹ ہے دو اور چھوٹے کمرے اس کی پشت پر ہیں۔ اس طرح مقدس کی کل لمبائی ۶۶ فٹ ہو جاتی ہے۔ یہاں سے دو دہری سیڑھیوں کے اندر داخل ہو کر ہمیں دونوں طرف دو دروازے نظر آتے ہیں جو دو ملحقہ حجروں پر کھلے ہیں۔ غالباً مرکزی مقدس کے کمرے



ELEVATIONS OF BRACKETS
AT CORNERS

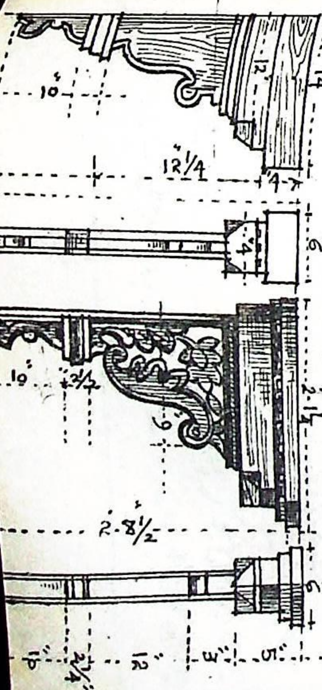


ATAT-HOR.
The combination of these three ornaments is worn by the Hindu married women as a symbol of "Suhag"

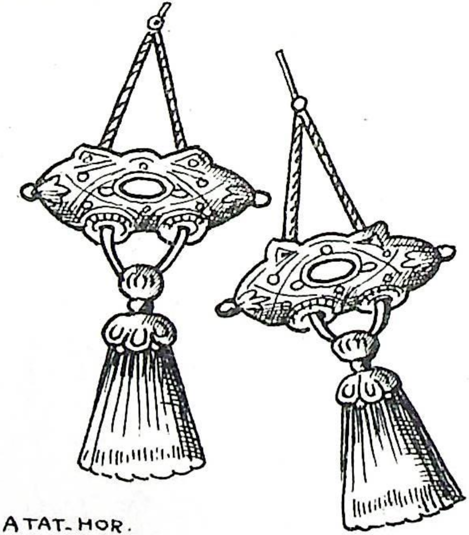


BALA.
ornament for the ear

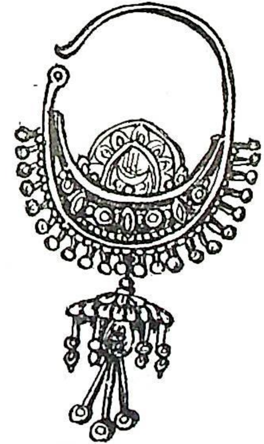
[ک]ے ساتھ دو چھوٹے حجروں کا ہونا ثابت کرتا ہے کہ ان میں مقدس
[ی]ا کوئی قیمتی اشیاء رکھی جاتی ہوں گی ۔۔۔ الوہیت کا آخری مقام
[ح]اصل کرنے کے لئے (جو کبھی کبھار کسی راہب کو ہی اسرائیلی شریعت
[می]ں حاصل ہوتا تھا اور جس کے حصول کے لئے مقدس کے اندر مراقبہ
[ع]بادت کرنا ضروری ہوتا تھا) راہب کے مراقبے کے لئے ایک چھوٹے
حجرے بنا لئے گئے۔ بدھوں کی گھپاؤں اور اہل ہنود کے منادر
[کے] برعکس ہمیں مارتنڈ کے معبد میں سالم دیواریں بڑی بڑی مورتیوں
[س]ے بھری ہوئی نظر نہیں آتیں۔ جیسی کہ ہم مثلاً بندرابن، رامیشورم
[ج]گن ناتھ پوری، تبت، گیا، اجنتا، الورا وغیرہ میں دیکھتے ہیں۔
[مار]تنڈ کے مرکزی مقدس کی دیواریں اندر اور باہر سے یکسر
[مج]سم مورتیوں سے مبرا ہیں البتہ ہم دیکھتے ہیں کہ معبد کی دیواروں
[پر] واجبی طور پر کچھ مورتیاں کندہ کی گئی ہیں۔ یہ مورتیاں دو قسم
[کی] ہیں ایک تو سجی ہوئی بادشاہوں وغیرہ کی تصویریں ہیں دوسرے
[م]ہاتما گوتم بدھ کی تصویریں۔ چونکہ یہ مورتیاں ایک ہی پتھر پر نہیں
بلکہ ایک ایک مورتی مسلسل دو دو تین تین چار چار پتھروں پر کھودی
[گئ]ی ہوئی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معبد بن چکنے کے بعد یہ مورتیاں
بعد میں کندہ کی گئی تھیں۔ ہو سکتا ہے جب بابل، نینوا، سمیریا
ایران وغیرہ سے مزید اسرائیلی آئے تو انہوں نے ملک کشمیر پر قبضہ
کے بعد مارتنڈ پر بھی اپنے عقائد کے مطابق بابلی طرز پر بادشاہوں
وغیرہ کی مورتیاں بنائی ہوں۔ یا جب یہ لوگ بدھ مت اختیار کر گئے
تو مہاتما بدھ کی مورتیاں معبد کی دیواروں پر کسی کسی جگہ بغیر کسی



ELEVATIONS OF BRACKETS
"AT CORNERS"



ATAT-HOR.
The combination of these
three ornamenls is worn by the
Hindu married women as a symbol
of "Suhag"



BALA.
ornament for the ear

ساتھ دو چھوٹے حجروں کا ہونا ثابت کرتا ہے کہ ان میں مقدس
کوئی قیمتی اشیاء رکھی جاتی ہوں گی .... الوہیت کا آخری مقام
حاصل کرنے کے لئے (جو کبھی کبھار کسی راہب کو ہی اسرائیلی شریعت
میں حاصل ہوتا تھا اور جس کے حصول کے لئے مقدس کے اندر مراقبہ
عبادت کرنا ضروری ہوتا تھا) راہب کے مراقبہ کے لئے ایک چھوٹے
حجرے بنائے گئے۔ یہ معبد ان گپھاؤں اور اہل ہنود کے معابد
کے برعکس ہیں مارتنڈ کے معبد میں سالم دیواریں بڑی بڑی مورتیوں
والی ہوئی نظر نہیں آتیں۔ جیسی کہ ہم متھرا، بندرابن، راجشاہیم
جگن ناتھ پوری، تبت، گیا، اجنتا، الورا وغیرہ میں دیکھتے ہیں۔
مارتنڈ کے مرکزی مقدس کی دیواریں اندر اور باہر سے یکسر
سالم مورتیوں سے مبرا ہیں البتہ ہم دیکھتے ہیں کہ معبد کی دیواروں
پر خارجی طور پر کچھ مورتیاں کندہ کی گئی ہیں۔ یہ مورتیاں دو قسم
کی ہیں ایک تو تاج پہنی ہوئی بادشاہوں وغیرہ کی تصویریں ہیں۔ دوسری
کہا جاتا ہے گوتم بدھ کی تصویریں۔ چونکہ یہ مورتیاں ایک ہی پتھر پر نہیں
بلکہ ایک ایک مورتی مسلسل دو دو تین تین چار چار پتھروں پر کھدی
ہوئی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معبد بن چکنے کے بعد یہ مورتیاں
بعد میں کندہ کی گئی تھیں۔ ہو سکتا ہے جب بابل، نینوا، سیریا
ایران وغیرہ سے مزید اسرائیلی آئے تو انہوں نے ملک کشمیر پر قبضہ
کے بعد مارتنڈ پر بھی اپنے عقائد کے مطابق یا اپنی طرز پر بادشاہوں
وغیرہ کی مورتیاں بنائی ہوں گی۔ یا جب یہ لوگ بدھ مت اختیار کر گئے
تو کہا جاتا بدھ کی مورتیاں معبد کی دیواروں پر کسی کسی جگہ پتھر

علیم کے گفتگو کریں۔ مارتنڈ میں سے دو تین تانبے اور پیتل
کی مورتیاں بھی نکلی ہیں جو انگلستان میں برمنگھم کی آرٹ گیلری
میں رکھی گئی ہیں۔ ان مورتیوں کی بناوٹ اور وضع قطع بتاتی ہے
کہ یہ آٹھویں نویں صدی عیسوی میں بنائی گئی تھیں۔ یہ بنگال کے
پالا حکمران خاندان کے زمانے کے آرٹ کی غمازی کرتی ہیں۔ ہو
سکتا ہے انہیں بنگال میں پگھلایا اور بنایا گیا ہو اور تحفہ کشمیر
میں لاکر مارتنڈ میں رکھ دیا گیا ہو کیونکہ کشمیر میں اس زمانے
تو کیا! آج تک بھی تانبے پیتل کے ایسے کارخانے نہیں چلائے جاتے
جن میں اسقدر نفیس پالا طرز پر بدھ کی مورتیاں بنائی جا سکیں
یہ ایسی ہی مثال ہے کہ ترکی کا ایا صوفیہ کا گرجا مسجد بنا اور
وہاں کے بت پھینک دئے گئے۔ جب پھر مسجد سے
گرجا بنایا گیا تو پھر بت لاکر رکھے گئے یا جس طرح خانہ کعبہ
میں ہوا کہ پرستاروں نے کعبۃ اللہ کے اندر تین سو ساٹھ بت لاکر لوگوں
نے رکھ دئے۔ جب آنحضرت صلعم نے کعبۃ اللہ کو بتوں سے پاک کیا
تو وہ پھر خدا کا سادہ سا گھر بن گیا۔ مارتنڈ پر بھی ایسے کئی
انقلابات گزرے۔ پرسی براؤن نے جب مارتنڈ میں گول گول
بلند صاف و سادہ ستون دیکھے تو اسے خیال پیدا ہوا کہ یہ ہندوستانی
نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کشمیر کے شاہ للتادتیہ نے روم یا یورپ
سے کاریگر منگوائے ہوں اور انہوں نے یورپی طرز کے ستون
بنا ڈالے۔ اس کا خیال ہے کہ بحیرۂ روم کی تہذیب عیسوی سن
کی ابتدائی صدیوں میں پہلے گندھارا کی بدھی گپھاؤں میں پہنچی

یہاں سے یہ تمدن و سوداگری کی وساطت سے ٹیکسلا آئی۔ عظیم الشان رومی سلطنت کا یہ ورثہ تمام دنیا پر چھاتا ہوا کشمیر کے وسطی زمانہ کے فنِ تعمیر میں بالآخر نمودار ہوا۔ روم سے یہ بازنطائن پہنچا۔ وہاں سے یورپ سے ہوتا ہوا یہ ایشیا آیا۔ اس کے اثرات ہمیں شام میں بالبک کے معبدِ آفتاب TEMPLE OF SUN میں نظر آتے ہیں۔ پھر اسی فن نے مشرق میں پامیرا کا شہر بنایا پھر ایران کے ساسانیوں نے اسے قبول کیا۔ جیسا کہ دریائے دجلہ کے کناروں پر سیستان (CTESIPHON) کے کھنڈروں سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ مابعد ہمیں اس کا اثر ٹیکسلا کی عمارتوں میں نظر آتا ہے اور یہاں سے ہمیں کشمیر کے معبدِ آفتاب (مارتنڈ) (TEMPLE OF SUN) میں اس کے قوی اثرات جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ اس میں کوئی تعجب نہیں کرنا چاہیئے کہ رومی اثرات مغرب و مشرق میں اس قدر دور دراز تک پہنچ گئے اگر یوم ... آئی کا کوئی باشندہ آج زندہ ہو جائے تو اسے جورنگی (کلکتہ) کے بالائی ستونوں اور بکاوڈلی (فرانس) کے یونانی طرز کے ستونوں میں ایک حیرت انگیز مماثلت نظر آئے گی لیکن مارتنڈ پر رومی اثرات صرف خارجی نہیں اور وہ چاروں طرف پھیلے ہوئے ستونوں میں ہیں۔ جو یونانی طرزِ تعمیر کی یاد دلاتے ہیں ... مغربی یہ سمجھنے پر مجبور ہوتا ہے کہ حقیقت کے بجائے تو صرف جذباتیت ہے۔

(مقالہ کشمیر کا فنِ تعمیر از مسٹر پرسی براؤن۔ رسالہ مرگ مارچ ۱۹۵۵ء ص ۸۶)

مغربی مؤرخوں، علماء و فضلاء کی یہ عادت ہے کہ مشرق
ہر اعلیٰ چیز کو کسی نہ کسی طرح کھینچ تان کر مغرب یعنی یورپ
کی نقل قرار دیتے ہیں۔ انہیں یہ وہم ہے کہ عقل و دانش
اُن سے بڑھ کر دنیا میں کوئی قوم نہیں۔ مشرقی لوگ صرف جنگلی
اور جو کچھ انہوں نے سیکھا وہ یونانیوں یا رومیوں سے سیکھا
نسلی تعصب کی انتہا ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ یونانیوں اور رومیوں
جو کچھ حاصل کیا یا بنایا وہ سب مصریوں اور بابلیوں سے چرایا
کیا تھا تو یورپی مؤرخین کو غم و غصہ نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ
تحقیقات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ایشیائی لوگ ہی اصل میں
یونان و روما کی تہذیبوں کے اُستاد تھے۔ اُس وقت جبکہ یو
روما گمنامی کے خرابوں میں دبے پڑے تھے۔ وہاں کوئی آبادی
تھی بھی یا نہیں۔ وہاں کی قلیل آبادی جنگلیوں کی سی زندگی بسر
کر رہی تھی۔ اُس وقت مصری عروج تہذیب کی منازل طے کر رہے تھے
قدیم ترین اہرام مصری آج سے پانچ ہزار سال قبل بنے تھے۔
کتاب الموتیٰ جو وادی الارواح سے برآمد ہوئی ہے اور تعداد
میں لکھی ہوئی ہے۔ اُس کے مطالعہ سے نیز طوت غنخ آمون کے
محلات کے کھنڈرات سے یہ اچھی طرح واضح ہو گیا ہے کہ مصری
لوگ نہایت ہی بلند و بالا، گول اور خوبصورت ستونوں کی تعمیر کو
نہ صرف جانتے تھے بلکہ انہوں نے اپنے عظیم الشان اللہ
ہدیت ستون اپنے محلات کے پھاٹکوں، ہال کمروں، ایوانوں
اور دالانوں میں بنائے تھے کہ آج بھی فرانس کے پکاڈلی اللہ

کلکتہ کے چورنگی چوک میں اُن کی مثالیں نہیں ملیں گی۔ اتفاق سے مجھے اپنے البم میں فراعنۂ مصر کے کھنڈرات کی کچھ تصویریں ملی ہیں۔ یہ عمارتیں اُس زمانے کی ہیں جبکہ ودی تہذیب کا ابھی کہیں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اُس زمانے کے یہ مصری ستون ثابت کرتے ہیں کہ عمارتوں کے اندر اس قسم کے سبلے گول ستونوں کا استعمال دنیا میں مصر سے ہی آیا تھا۔ شام، بابل، یونان، روما، ایران وغیرہ نے اس فن کو مصریوں سے نقل کیا۔ مصر سے یہ فن براہِ راست پہلے اسرائیلیوں کے ساتھ فلسطین، شام و بابل میں پہنچا۔ چونکہ بابل اُس زمانے میں متمدن دنیا کی مرکزی حیثیت رکھتا تھا اور وہاں سے یورپ، ایشیا اور افریقہ کو تجارت و آمدورفت کے راستے جاتے تھے۔ اسی لئے بابل سے یہ فن بیک وقت یونان و روما۔ ایران تک جا پہنچا۔ ایک ہزار سال قبل مسیح سے جب اسرائیلیوں پر فلسطین میں افتاد پڑی اور یہ مختلف ملکوں کی طرف نکلنے لگے تو اُن کے ساتھ ہزارہ اور کشمیر پہنچا۔ اور ہزارہ اور کشمیر کی اقالیم سے باقی ہندوستان میں گیا۔ ہارشنڈ کے اہلِ ہنود کا مندر یا بدھی سٹوپا یا معبد نہ ہونے کے بارے میں ہمارے پاس مندرجہ ذیل دلائل ہیں:

قدیم کھنڈرات کے اسرائیلی ہونے کے تاریخی ثبوت

۱۔ اہلِ ہنود کے مندروں میں جو خصوصیات ہیں۔ اور ہندوستان کے دیگر قدیم مندروں میں پائی جاتی ہیں۔ وہی

خصوصیات کم و بیش بدھ مذہب کے معبدوں کی ہیں۔ کیونکہ
بدھ مذہب نے ہندوستان میں جنم لیا۔ اس مت کا عمارتوں
کی تعمیر کے بارہ میں کوئی واضح تصور نہیں تھا اسی لئے اس نے
اہل ہنود کے مناصر کی روایات کو برقرار رکھا۔ مارتنڈ جیسا فن
تعمیر کے اعتبار سے ایک بھی اس سے زیادہ قدیم مندر ہندوستان کے
میں نہیں ہے جو آج تک کھنڈرات سے برآمد ہو سکا ہے۔ جس کی
بنا پر کہا جا سکے کہ یہ اہل ہنود یا بدھوں کا مندر ہے۔ مسٹر
براؤن کا یہ کہنا کہ اس میں بدھوں کے ستوپا کی روایات پائی جاتی
ہیں قطعاً غلط، حقائق اور واقعات کے خلاف ہے۔

۲۔ مسٹر براؤن خود تسلیم کرتے ہیں کہ مارتنڈ میں مصری
بابلی اور ایرانی روایاتِ تعمیر کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ اور ان
روایات کو وہ دُور از قیاس واقعات سے ملانے کی کوشش
کرتے ہیں۔ حالانکہ بات سادہ اور معمولی ہے۔ یہ روایات اُن
معماروں اور کاریگروں کی ہیں جو مصر، بابل، شام اور ایران
میں رہ چکے ہوں اور نادانستہ طور پر اُن تہذیبوں کی خصوصیات
کو اُنہوں نے اپنا لیا ہو۔ ہمیں تاریخ بتاتی ہے کہ ایسے کاریگر
صرف اسرائیلی تھے جو ان ممالک میں کئی نسلیں رہنے کے بعد کشمیر
میں وارد ہوئے۔ گویا خود بقول مسٹر براؤن کے مارتنڈ کی تعمیر
ہندوستانی روایات کے مطابق نہیں ہے۔

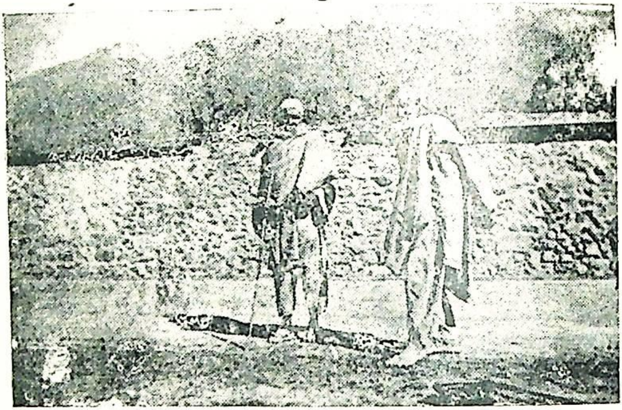
۳۔ مارتنڈ کے اندر چاروں طرف دالانوں وغیرہ میں
گول خوب صورت ستونوں کا ہونا بقول مسٹر براؤن کے ایک

بڑا کی جز ہے جو کہ ہندوستان کے دیگر ہندو یا بدھ مندروں
سے اس کی تخصیص کرتا ہے۔ ہمیں واقعات سے معلوم ہے کہ یہ
ستون مصریوں کی ایجاد ہیں اور اسرائیلی ہی مصر سے یہ فن اپنے
ساتھ لے کر دنیا میں نکلے تھے۔

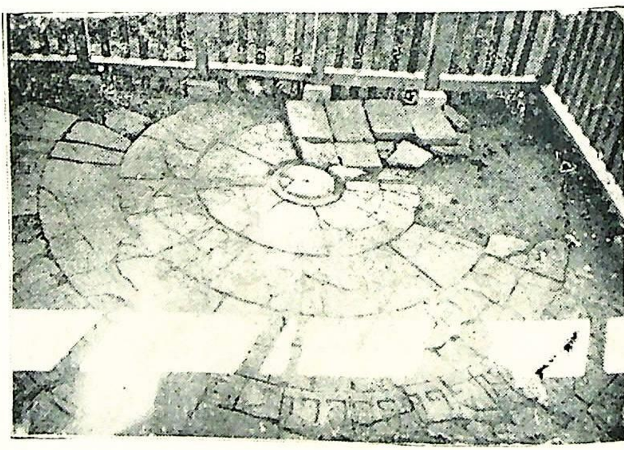
۴۔ ہم نے گذشتہ صفحات میں ثابت کیا ہے کہ مارتنڈ میں
وہ تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں جو اہل اسرائیل کے ہیکلوں
کے ساتھ مخصوص ہیں۔ مثلاً اس کے رخ کا نہایت صحیح طور پر
بیت المقدس کی جانب ہونا۔ اس کا ایک بلند سطح و ٹیلہ پر بنایا
جانا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی پانی کے دو تالابوں کا ہونا۔
(ان میں سے ایک ابھی تک موجود ہے۔ دوسرا منہدم ہو چکا ہے) اس
کا مرکزی مقدس کے چاروں طرف وسیع و عریض دالانوں کا ہونا
ان کے دالانوں سے چاروں طرف حجروں کا ہونا۔ اس کی دالانوں
میں چاروں طرف گول ستونوں کا بنایا جانا۔ ہندو یا بدھوں کی
روایات کے خلاف اس کی دیواروں میں سالم پتھروں کو گھڑ کر
مورتیوں کا نہ بنایا جانا۔ اس کے مقدس کی اندر حجروں کی دیواروں کا
بالکل سادہ شفاف پتھر سے بنایا جانا اور صرف دیواروں کی بیرونی
سطح پر مابعد کی کندہ تصویروں کا ملنا۔۔۔۔۔۔۔۔
یہ تمام باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ مارتنڈ کا ہیکل اسرائیلی
ہے۔ نہ کہ اہل ہنود یا بدھ کا مندر۔

۵۔ لفظ "مارتنڈ" بذات خود بڑا معنی ہے اس کے معنی
ہیں ہیکل آفتاب (یعنی سورج کا مندر) ہم جانتے ہیں کہ

ویدک دھرم کے مطابق سورج کو کہیں بھی خدا تصور نہیں کی
اور نہ اس کی کبھی پرستش کی گئی ہے۔ یوں تو ویدوں میں
ہوا۔ پانی۔ چاند، ستارے، سورج، آسمان۔ زمین سب
دیوتا ہوتے ہیں۔ لیکن ان دیوتاؤں کے نام پر نہ تو کبھی
علیحدہ مذہب بنائے گئے اور نہ ان کے لیے علیحدہ علیحدہ م
بنا کر ان کی پوجا کی گئی۔ پس جب ویدک سرزمین (گنگا
جمنا کی وادی) میں ایسی کوئی مثال نہیں۔ تو کشمیر کے ہندو ک
طرح محض سورج کی پوجا کے لئے علیحدہ مندر بنا سکتے تھے
اسی طرح بدھ مذہب میں سورج کی پوجا کا قطعاً کوئی تصور
ہے اور نہ بدھوں نے کبھی ہندوستان، برما، چین یا جاپان
وغیرہ میں کہیں کوئی مندر ایسا ... بنایا تھا جسے سور
کے ساتھ اس حد تک وابستگی ہوتی کہ انہوں نے اس کا نام
سورج کا مندر رکھ دیا ہو یا یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ پہلے اس کا
نام کچھ اور ہو اور مابعد سورج پرستوں نے اس پر قبضہ
کر کے اس کا نام بدل ڈالا ہو۔ بہرحال ہمیں یہ معلوم ہے کہ
مہاتما بدھ کی پیدائش سے صدیوں پہلے جو اسمائیلی شام
و بابل سے دارا گشتاسپ نے نکال کر باختر (بکٹریا۔ افغانستان)
ہرات اور کاشغر میں آباد کئے۔ وہ بابل اور شام میں آفتاب
و ستارہ پرست ہو چکے تھے۔ بابل میں دو قسم کے کھنڈرات ہیں
سے ایک قسم کے کھنڈرات جن پر سورج اور ستاروں کی تصویریں
بنی ہیں انہی لوگوں کی یادگار ہیں۔ اور یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ



Kashmir-Gojars with Israelitish feature beards and skull-caps. Copmpare them with the Jew High Priest and Jew Priest of of modern Israel (pp. 52, 155, 177)



Haron (Harvon), Srinagar. Ruins of a floor of hind-verandah, nscribed with Babylonian pictures of sun, moon, eagle, rider, orse, flower etc. etc. Employee of the Archaeological Deptt. f India and other visitors are hurriedly removing them away to India (p. 215)

اُنہوں نے مارتنڈ کا پرانا نام بدل کر اُس کا موجودہ نیا نام
رکھ دیا ہو۔ یہی لوگ مابعد بدھ ہو گئے تھے اور اُنہوں نے ہی
ہارون اور مارتنڈ میں بدھ کی مورتیاں لا کر رکھ دی تھیں۔

٦- مارتنڈ کے نام کے علاوہ ایک اور بڑا ثبوت اس معبد
کے اسرائیلی ہونے کا یہ ہے کہ اس معبد کے عقب میں ایک قدیم
ہزاروں سال پرانا پختہ خالی کنواں بنا ہوا ہے جسے ہاروت
و ماروت کا کنواں آج تک کہتے چلے آئے ہیں۔ آج بھی گرد
و نواح کے رہنے والے صبح سویرے اُٹھ کر اس کنوئیں پر
جاتے اور دعائیں مانگتے ہیں۔ اُن دعائیں مانگنے والوں میں
میں نے مسلمان اور پنڈت دونوں دیکھے ہیں جب اُن لوگوں
سے پوچھا کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو وہ کہنے لگے کہ کنوئیں
میں فرشتے رہتے ہیں وہ اُن کی دعاؤں کو خدا تک پہنچاتے ہیں۔ یہ
عقیدہ بڑا مضحکہ خیز ہے اور اسلام و ویدک دھرم دونوں کے
خلاف ہے۔ دراصل بابل میں ایک دیرینہ روایت تھی کہ دو
فرشتوں نے خدا تعالیٰ سے جھگڑا کیا کہ انسان کو اُن پر فضیلت
کیوں ہے؟ اگر اُنہیں بھی دنیا میں بھیجا جائے تو وہ انسان سے
بہتر اعمال کر کے دکھا سکتے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اُنہیں
انسان بنا کر بابل میں بھیج دیا۔ ایک فرشتے کا نام ہاروت تھا
دوسرے کا ماروت۔ جب وہ بابل میں داخل ہوئے تو اُن کی
نظر ایک مہ جبین پر پڑی جس کا نام زہرہ تھا۔ وہ دونوں اس
پر فریفتہ ہو گئے۔ مختصر یہ کہ خدا تعالیٰ نے اُنہیں ایک کنوئیں

میں بند کر دیا اور سزا دے حکم دیا کہ جو کوئی اُن کے پاس آئے وہ صرف اُسے جادو بتائیں۔ چنانچہ بابل کے ساکن اُس کنوئیں پر جا کر اُن سے کالا علم یعنی جادو سیکھتے تھے۔ بابلیوں کے ساتھ اسرائیلیوں نے بھی اِن توہمات کو اپنایا جب وہ کشمیر پہنچے تو جہاں اُنہوں نے مقدس ہیکل کو مارتنڈ (معبد آفتاب) کا نام دیا۔ وہاں اُس کے ساتھ ہی ایک کنواں بنا کر اُس کا نام "چاہِ بابل" یا چاہِ ہاروت و ماروت رکھا۔ جس طرح بابل میں چاہِ ہاروت و ماروت پر جا کر معتوب فرشتوں سے مدد مانگتے تھے اسی طرح کشمیر میں مارتنڈ کے معبد کے ملحقہ چاہِ ہاروت و ماروت پر جا کر مدد مانگنا شروع کی اور اپنی بابلی روایات کو قائم رکھا۔ حالانکہ قرآن مجید میں بابل کے ان مشرکوں کو لعنت کی گئی ہے جو چاہِ ہاروت و ماروت پر جا کر مدد مانگتے تھے۔ مگر کشمیر کے اسرائیلی آج سینکڑوں برسوں سے اسلام لا چکنے کے بعد اپنی بابلی مشرکانہ روایات کو نہیں بھولے۔ ان اسرائیلیوں نے اسی قسم کا ایک کنواں ہارون میں بھی بنایا۔ جس کا تذکرہ میں پہلے کر چکا ہوں۔ شام میں بالبک کے مقام پر معبدِ آفتاب جس طرح بنایا گیا اور ہاروت و ماروت کا کنواں اس کے ساتھ بنا۔ بعینہٖ اُسی طرح اننت ناگ کے کرے وہ (کریوہ۔ ٹیلہ) کے اوپر معبدِ آفتاب بنا ہوا ہے اور اُس کے ساتھ ہاروت و ماروت کا کنواں بھی اپنے بابلی نام کیساتھ موجود ہے۔

۷۔ ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ مارتنڈ و اونتی پورہ کے ٹوٹے مندروں سے مٹی کے بڑے بڑے مٹکے، کھنڈرات میں

مٹی کے ڈھیروں تلے سے برآمد ہوتے ہیں۔ یہ مٹکے اتنے بڑے بڑے ہیں کہ ایک ایک میں دو دو تین تین من پانی آسکتا ہے۔ یہ مٹکے ایک ہی نمونے کے شاہی برتن سازی کے طرز پر بنے ہوئے ہیں ان کا اوپر کا گلہ تنگ۔ اس سے نیچے انتہائی بڑے گول اور پیندا گلے کے برابر تنگ ہوتا ہے۔ مٹکہ حسبِ ذیل شکل ہوتی ہے۔



اس قسم کے مٹکے ہندوستان میں اہلِ ہنود یا بدھوں کے مندروں سے کہیں سے بھی برآمد نہیں ہوئے۔ ان کی مٹی پختہ لال ہے۔ سرینگر کے شہر محلہ قلمدان پورہ برعکس احمدیہ مسجد ۱۹۵۱ء میں ایک مکان کی تعمیر کے لئے بنیادیں کھودتے ہوئے ایسے ہی چند ایک مٹکے برآمد ہوئے تھے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مقدس ہیکلوں میں اس قسم کے درجنوں مٹکوں کا کیا کام؟ اہل ہنود اور بدھ مت کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ اسرائیلیوں کے پاس اس کا

جواب ہے۔ اسرائیلیوں میں یہ عام دستور تھا کہ مقدس تہواروں کے مواقع پر اپنے ہیکلوں میں جمع ہوتے، دنبوں یا بھیڑ بکریوں کی قربانیاں کرتے۔ مقدس کے باہر ایک تالاب میں یہ جانور ذبح کئے جاتے اور اُن کے خون پر خوشبوئیں جلائی جاتیں۔ دوسرے میں پانی جمع ہوکر شربت تیار کئے جاتے۔ یہ شربت مٹکوں میں بھرے جاتے، ایک ایک مٹکہ ہر گروہ اور جماعت کو الگ الگ دیا جاتا تاکہ مقدس قربانی کے گوشت کے ساتھ مقدس شربت کو پئیں۔ چنانچہ اسرائیلی معبدوں میں ان مٹکوں کی ضرورت اور اہمیت واضح ہے۔

مذکورہ بالا خصوصیات اسرائیلیوں کے معبدوں کے ساتھ مخصوص ہیں پس جہاں کہیں بھی ان خصوصیات کے ساتھ کھنڈرات ملیں وہ اسرائیلی ہوں گے نہ کہ کسی اور مذہب کے ساتھ وابستہ۔ چنانچہ اس قسم کے کھنڈرات ہمیں اونتی پورہ (سری نگر سے پندرہ میل شمال مشرق کی جانب) پٹن، بارہ مولا اننت ناگ یار[illegible] میں ملتے ہیں۔ ان میں سے نفاست، نزاکت، ڈیزائن کی خوبصورتی، پتھروں کی تراش اور سمت و صفائی کے لحاظ سے اونتی پورہ کا بڑا معبد سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ کہتے ہیں یہ راجہ اونتی ورمن کے زمانے میں نویں صدی عیسوی میں بنایا گیا تھا۔ اور دیوتا وشنو جی مہاراج کی پوجا کے لئے بنا تھا۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ سوائے اس کے کہ اس میں وشنو جی مہاراج کی مورتی نکلی اور کوئی بھی بات اس میں ویدک دھرم کے مطابق نہیں پائی جاتی اور نہ ہی کسی ایک بات میں بھی یہ یوپی یا بہار وغیرہ کے اہل ہنود کے

مندروں سے ملتا جلتا ہے ۔ برعکس اس کے اس میں اسرائیلی معبدوں کی مذکورہ بالا تمام ساتوں خصوصیات پائی جاتی ہیں ڈیزائن کی عمدگی اور صنعت و نفاست کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ عمارت تنزل کے بعد بنایا گیا ہوگا مگر یہ کہنا کہ یہ اسرائیلی ڈیزائن نہیں ہے قطعاً غلط ہے ۔ ہم جانتے ہیں کہ زمانے گزرنے کے ساتھ ساتھ اسرائیلی اپنے اصل مذہب کو بابل میں ہی بھول چکے تھے انہوں نے ایک عجیب و غریب مذہب اپنا لیا تھا جس میں پرانی توریت کی روایات اور اپنے نئے توہمات کو اپنا لیا تھا ۔ مثلاً بابل میں انہوں نے سورج ستاروں کی پرستش سیکھی تو وحدانیت کے ساتھ اسے بھی شامل کر لیا ۔ آتش پرستوں کے معبدوں کی خصوصیات بھی لے لیں ۔ بدھ دھرم کے خیالات کو بھی لے لیا ۔ رفتہ رفتہ مہاتما گوتم بدھ کی مورتی کو انہی معبدوں میں لا رکھا ۔ جب برہمنوں کا زور ہوا تو ان کے دیوی دیوتاؤں کے بت بھی انہی معبدوں میں لا کر رکھ دئیے یا معبدوں کی عمارت اپنی اسرائیلی روایات کے مطابق بنائیں اور دیگر دیوی دیوتاؤں کی مورتیاں اپنے اپنے زمانے کے عقائد اور توہمات کے مطابق بنا کر ان میں رکھتے گئے ۔ تاکہ پرانے اور نئے عقائد دونوں قائم رہیں

پیشتر اس کے کہ میں باب کے اس حصے کو ختم کروں ۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان عمارات سے متعلق چند نامور علماء کی آراء پیش کروں :-

ماہرین فن کی آراء ۱۔ سر تھامس ہولڈچ SIR THOMAS

جواب ہے۔ اسرائیلیوں میں یہ عام دستور تھا کہ مقدس تہواروں کے مواقع پہ اپنے ہیکلوں میں جمع ہوتے، دنبا یا بھیڑ بکریوں کی قربانیاں کرتے۔ مقدس کے باہر ایک تالاب میں یہ جانور ذبح کئے جاتے اور اُن کے خون پر خوشبوئیں جلائی جاتیں۔ دوسرے میں پانی جمع ہوکر شربت تیار کئے جاتے۔ یہ شربت مٹکوں میں بھرے جاتے۔ ایک ایک مٹکہ ہر گروہ اور جماعت کو الگ الگ دیا جاتا تاکہ مقدس قربانی کے گوشت کے ساتھ مقدس شربت کو پئیں۔ لہٰذا اسرائیلی معبدوں میں ان مٹکوں کی ضرورت اور اہمیت واضح ہے۔

مذکورۂ بالا خصوصیات اسرائیلیوں کے معبدوں کے ساتھ مخصوص ہیں پس جہاں کہیں بھی ان خصوصیات کے ساتھ کھنڈرات ملیں وہ اسرائیلی ہوں گے نہ کہ کسی اور مذہب کے ساتھ وابستہ۔ چنانچہ اس قسم کے کھنڈرات ہمیں اونتی پورہ (سرینگر سے سترہ میل شمال مشرق کی جانب) چمن، بانڈہ سہلا اور کئی بار میں ملتے ہیں۔ ان میں سے نفاست، نزاکت، ڈیزائن کی خوبصورتی، پتھروں کی تراش اور صحت و صفائی کے لحاظ سے اونتی پورہ کا ٹھا معبد سب سے ٹھیک ٹھاک ہے۔ کہتے ہیں یہ راجہ اونتی ورمن کے زمانے میں نویں صدی عیسوی میں بنایا گیا تھا۔ اور دیوتا وشنو جی مہاراج کی پوجا کے لئے بنا تھا۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ سوائے اس کے کہ اس میں وشنو جی مہاراج کی مورتی بھی کوئی ایک بھی بات اس میں ویدک دھرم کے مطابق نہیں پائی جاتی اور نہ ہی کسی ایک بات میں بھی یہ یوپی یا بہار وغیرہ کے اہل ہنود کے

مندروں سے ملتا جلتا ہے۔ برعکس اس کے اس ہیکل میں اسرائیلی
معبدوں کی مذکورہ بالا تمام ساتوں خصوصیات پائی جاتی ہیں
ڈیزائن کی عمدگی اور صحت و نفاست کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں
کہ یہ عمارت تاثر کے بعد بنایا گیا ہوگا۔ مگر یہ کہنا کہ یہ اسرائیلی ڈیزائن
نہیں ہے قطعاً غلط ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ زمانے گزرنے کے
ساتھ ساتھ اسرائیلی اپنے اصل مذہب کو بابل میں ہی بھول چکے تھے
انہوں نے ایک عجیب و غریب مذہب اپنا لیا تھا جس میں پرانی توریت
کی روایات اور اپنے عقیدے توہمات کو اپنا لیا تھا۔ مثلاً بابل
میں انہوں نے سورج ستاروں کی پرستش سیکھی تو وحدانیت
کے ساتھ اسے بھی شامل کر لیا۔ آتش پرستوں کے معبدوں کی
خصوصیات بھی لے لیں۔ بدھ مذہب کے خیالات کو بھی لے لیا۔ رفتہ
رفتہ مہاتما گوتم بدھ کی مورتی کو انہی معبدوں میں لا رکھا۔ جب
برہمنوں کا زور ہوا تو ان کے دیوی دیوتاؤں کے بت بھی انہی
معبدوں میں لا کر رکھے۔ یا معبدوں کی عمارت اپنی اسرائیلی
روایات کے مطابق بنائیں اور دیگر دیوی دیوتاؤں کی مورتیاں
اپنے اپنے زمانے کے عقائد اور توہمات کے مطابق بنا کر ان میں
رکھتے گئے تاکہ پرانے اور نئے عقائد دونوں قائم رہیں

پیشتر اس کے کہ میں باب کے اس حصے کو ختم کروں۔ مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ قدیم عمارات سازی میں چند نامور علماء کی آراء
پیش کروں:-

ماہرین فن کی رائے ۱۔ سر تھامس ہولڈچ SIR THOMAS

HOLDITCH اپنی کتاب "ابواب الہند" THE GATES OF INDIA میں صفحہ پر کہتا ہے کہ افغانستان اور کشمیر کے پرانے شہروں میں گھریلو ظروف کی ایک نہایت عجیب قسم ملتی ہے۔ تمام مختلف پرانے کھنڈرات میں یہ ایک ہی قسم ہے۔ اسے سیلاڈون (کلمرا تی) یا ظروف سازی (CELADON-CROCKERY) کہتے ہیں۔ بابل سے سیستان تک اور سیستان سے ہندوستان تک۔ افغانستان اور کشمیر میں ان ظروف کے ٹکڑے اور نمونے ایک ہی وضع قطع کے ملے ہیں ایسے ظروف کشمیر سے آگے اور کہیں دستیاب نہیں ہوئے۔ اس قسم کے ظروف بنانے کے لئے کسی زمانے میں اسرائیلی ہی معروف تھے۔ حیرت کی بات ہے کہ یہ اسرائیلی ظروف سرینگر کے عجائب گھر میں کثرت سے رکھے ہوئے ہیں۔ اور ان کے بارہ میں بتایا جاتا ہے کہ یہ کشمیر کے مختلف کھنڈرات میں سے برآمد ہوئے ہیں۔

۲- مشہور مورخ ونسنٹ۔ اے۔ سمتھ (Vincent A. Smith) نے اپنی معروف کتاب "قدیم ہندوستان کی تاریخ" An Early History of India میں بڑی تحقیقات کے بعد صفحہ ۲۳۷ پر لکھا ہے کہ اس بات کی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ یونانی فن تعمیر کبھی بھی ہندوستان میں آیا ہو۔

۳- سر آورل سٹائین (Sir Aurel Stein) نے کلہن کی مشہور تاریخ کشمیر راج ترنگنی کا ترجمہ کیا ہے اور جا بجا اس نے اپنی تحقیقات کے نوٹ بھی حاشیوں پر دیئے ہیں۔ وہ اسی ترجمہ کتاب کی جلد دوم صفحہ ۲۹ پر لکھتا ہے کہ کشمیر کے کھنڈرات میں

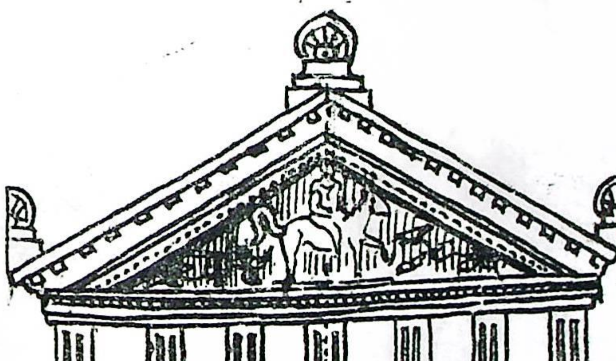
سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کے بارہ میں گمان کیا جا سکے کہ اس کی اصل بدھ مت یا برہمن دھرم ہے۔ یا کسی بھی حیثیت سے بدھ ازم یا ویدک دھرم نے اس کی بنیاد ڈالی ہو۔

۴۔ جی۔ ٹی۔ ویگن (G.T. Vigne) نے خود کشمیر لداخ اور اسکردو وغیرہ میں جا بجا سفر کر کے قدیم کھنڈرات کو دیکھا اور ان پر تحقیقات کی۔ اس نے بھی اپنی کتاب "کشمیر، لداخ اور اسکردو کے اسفار" جلد ۱ صفحہ ۳۹۳ پر Travels in Kashmir, Ladakh and Iskardoo پروفیسر برول (Prof. Bruel) کی اس رپورٹ سے جو اس نے کشمیر کی فن تعمیر کے بارہ میں لکھی تھی اتفاق کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ کشمیر کا کوئی بھی قدیم آثار بدھ مت یا ویدک دھرم یا برہمنی مذہب سے متعلق ہونے کی غمازی نہیں کرتا۔ پروفیسر برول خصوصیت سے اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ کشمیر کے تمام قدیم مندروں (معبدوں) کا رُخ بعینہٖ اسی طرح مغرب کی جانب ہے۔ جس طرح مشرقی ممالک میں دیگر اسرائیلی ہیکلوں (SYNAGOGUES) کا ہوتا ہے۔ یعنی جب عمارت کے بڑے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہیں تو آدمی کا رُخ مشرق کی جانب ہوتا ہے یعنی دروازہ مشرقی طرف ہوتا ہے اہل ہنود کے منادر میں ایسی کوئی خصوصیت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اس کے برعکس رخ پر ہوتے ہیں۔

۵۔ جنرل سر الیگزنڈر کننگھم GENERAL

SIR ALEXANDER CUNNINGHAM اپنی کتاب "ایشیائی طرزِ تعمیر پر مقالہ" صفحہ ۸۵ پر کہتے ہیں کہ کشمیر کے یہ معبد اہلِ ہنود کے فنِ تعمیر کے توہمات و اختلافات سے اس قدر مختلف ہیں کہ یہ کہنا قطعاً ناممکن ہے کہ ان کا ماخذ ایک ہی ہے

۶- پروفیسر ویلز (Professor Wells) بتاتے ہیں کہ اسرائیلی فنِ تعمیر کی تین بڑی خصوصیات ہیں اور دنیا کی تمام اقوام میں وہی اُن کے موجد ہیں۔ ان میں سے ایک پیڈیمنٹ (PEDIMENT) دوسرا ٹری فوئیلڈ آرچ TREFOILED ARCH اور تیسرا ٹمپانم TYMAPNUM ہے۔ پیڈیمنٹ اس قسم کا ہوتا ہے۔

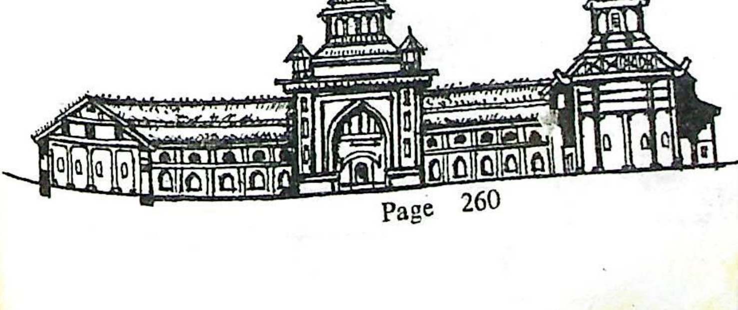


عمارتوں کے سامنے کے حصوں پر خوب صورتی کے لئے مثلث شکل میں اسے بناتے ہیں اور دروازوں، کھڑکیوں کے اوپر

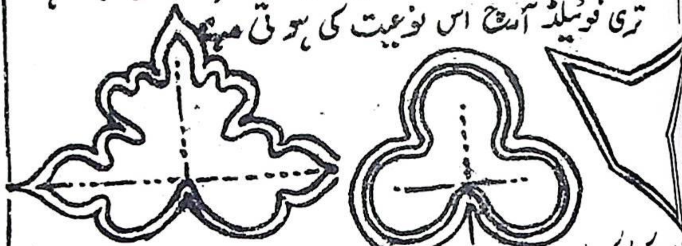


jami masjid - section.

A Jew family of modern Israel. Look at the exa
Kashmiri features, Gilgati gown or "phiran", skull-
and Kashmiri beauty. (pp. 42 to 45)

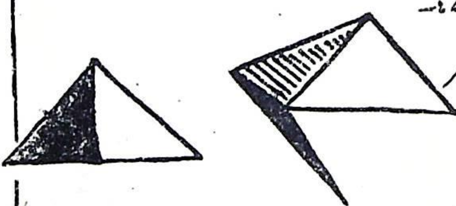


کولوں کے بالائی حصوں میں بحیثیت تکمیل کے اسے بنایا جاتا ہے
ٹری فوئیلڈ آرچ اس نوعیت کی ہوتی ہے



یعنی کھڑکی یا دروازے یا روشندان وغیرہ کے بالائی حصہ میں ایسی سجاوٹ بنانا جو تکون ہو۔

"ٹم پانم" ڈھلوان اور عمودی کولوں کے مابین تکون جگہ کو کہتے ہیں۔ یا آرچ کی سائیڈوں اور کونوں پر ایسی جگہ بنانے کو کہتے ہیں۔ یہ کچھ اس طرح ہے۔



حیرت کی بات ہے کہ کشمیر کے پرانے کھنڈرات کی تعمیر میں یہ تینوں خصوصیات موجود ہیں۔

ما۔ جی۔ ٹی ڈین کہتے ہیں "مجھے اس عام مشابہت سے بڑی حیرانی ہوئی۔ جو یہ (یعنی کشمیر کے) مندر (حضرت نوح) کی مرقومہ آرک (کشتی) اور اس کے آرد گرد کے پردوں سے رکھتے ہیں اور جن کی نقل میں یوروشلم کا مندر تعمیر ہوا تھا اور ایک لمحہ کے لئے یہ مسئلہ پیدا ہو گیا۔ آیا کشمیر کے مندر اسرائیلی معماروں نے تو کہیں نہیں بنائے تھے۔ جنہوں نے سایش کی خاطر انہیں ایک ہی

پلین (PLAN) کے مطابق بنانے کی سفارش کی ہو۔ یہ ایک عجیب حقیقت ہے کہ ہمارے انتھوپیا یعنی ابے سینیا جسے کسی زمانے میں کش کہا جاتا تھا میں پُرانے عیسائی گرجے بالکل کشمیری مندروں (معبدوں) کیطرح بنائے جاتے تھے اور وہ ابتداً ان اسرائیلیوں کے ہیکل کی نقل میں بنائے جاتے تھے جو دجلہ کے دارالخلافہ آکسم میں ملکہ شیبا کے لئے بنائے گئے تھے وہاں ملکہ شیبا اپنے بیٹے منی لک کے پاس رہائش رکھتی تھی۔ منی لک حضرت سلیمان کے نطفہ سے اُس کا بیٹا تھا اور حضرت سلیمانؑ نے ملک کش کے تخت پر قبضہ کرلیا ہوا تھا

(Travels in Kashmir, Ladakh & Iskardo, Vol. I, page 395)

مطلب یہ کہ حضرت سلیمانؑ نے جب ملک کش یعنی انتھوپیا یا ابے سینیا پر قبضہ کیا تو وہاں کی رعیت نے اپنے حکمران قوم اسرائیل کے معبدوں کی نقل کی۔ سینکڑوں سالوں بعد عیسائی ہو چکنے کے باوجود بھی وہ سابقہ طرز پر اپنے گرجے بناتے رہے۔ مؤرخ کہتا ہے کہ جیسے ابے سینیا کے قدیم گرجے تھے ویسے ہی کشمیر کے پرانے کھنڈرات بھی ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں۔ پس اگر ابے سینیا میں اسرائیلیوں نے معبد بنائے تو کشمیر میں ویسے ہی معبد بنانے والا اور کون ہوسکتا ہے؟

۸۔ ڈاکٹر جیمس فرگوسن Dr. James Ferguson

جو گورنمنٹ آف انڈیا کے محکمہ آثارِ قدیمہ کا مہتمم اعلیٰ تھا اور فنِ تعمیرات آثارِ قدیمہ پر ایک سند مانا جاتا ہے اور تنڈ کے غالباً

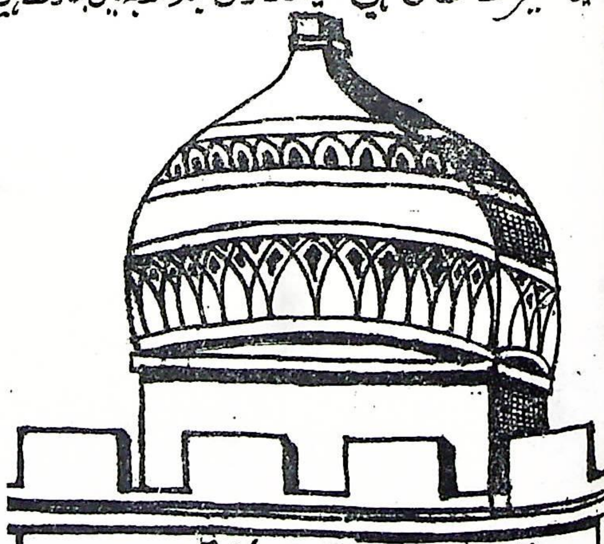
اندرونی معبد کے بارہ میں لکھتا ہے " یہ معبد ایک خاص چھوٹی عمارت ہے اس کی لمبائی صرف ساٹھ فٹ اور چوڑائی اٹھتیس فٹ ہے۔ اس کے سامنے ماتھے کی چوڑائی دو ملحقہ شاخوں سے کم ہوتی ہے جو اسے ساٹھ فٹ کر دیتی ہیں جیسا کہ جنرل کننگھم کا خیال ہے جب یہ مکمل تھا تو اس کی بلندی ساٹھ فٹ تھی۔ اس معبد نے وہ مسئلہ حل کیا جسے اسرائیلی بڑی سنجیدگی سے حل کرنے کے خواہاں تھے —— یعنی کس طرح ایسا معبد بنایا جائے جس کی یکساں ہی پیمائشیں ہوں اور پھر بھی وہ مکعب نہ ہو۔ اگرچہ اسرائیلی معبد چھوٹا تھا وہ پھر بھی اس سے دو گنا بڑا تھا۔ یروشلم میں یہ معبد مکعب فٹ تھا۔ یعنی لمبائی، چوڑائی اور اونچائی میں ایک سو بیس فٹ تھا۔ مارتنڈ میں یہ پیمائشیں صرف ساٹھ فٹ نہ تھیں لیکن کشمیری معبدوں (مندروں) میں یہ امر دلچسپی سے نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ کم از کم پلین (PLAN) میں وہ کسی دیگر معلومہ عمارت کی نسبت آخری حد تک اسرائیلی معبد کو REPRODUCE کرتے ہیں۔ (انڈین اینڈ ایسٹرن آرکیٹکچر (Indian & Eastern Architecture) از ڈاکٹر جیمس فرگوسن صفحہ ۲۸۶)

تختِ سلیمان پر بحث

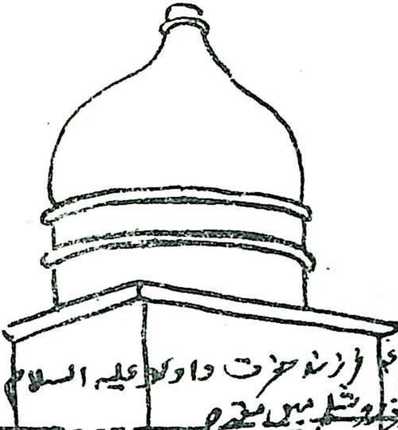
کشمیر میں اسرائیلی کھنڈرات کا یہ حصہ نامکمل رہے گا۔ اگر ہم ایک اور پرانے معبد کا ذکر نہ کریں۔ اس کا نام "تختِ سلیمان" یا شنکر آچاریہ مندر ہے مسلمان اسے "تختِ سلیمان" کہتے ہیں اور آج کل

کے اہل ہنود اسے شنکر آچاریہ کا مندر کہتے ہیں۔ ی
پنڈت اسے سندے مان کا مندر کہتے ہیں۔ یہ کش
دار الخلافہ شہر سرینگر میں ہے۔ شہر سے ملحق۔ ایک
تھلگ پہاڑی یا بلند و بالا ٹیلہ ہے جو زمین سے ایک
پانچ سو فٹ اونچا ہے۔ یہ مندر دیگر تمام کھنڈرات سے مخ
ہے اور تعجب یہ ہے کہ اس کی عمارت اہل ہنود یا بدھوں ک
مذہبی عمارت سے بھی کسی حالت میں مشابہت نہیں رکھتی
کے اوپر ایک ایسا گنبد ہے جیسا کہ پنجاب، ایران یا عرب
مسلمان اپنے اولیاء کے مزاروں پر بناتے ہیں۔ لیکن اسکی بنا
اسلامی گنبدوں میں ایسی بھی نہیں۔ پرنسپ نے اس کی تار
تعمیر ۲۵۰ سنہ قبل مسیح لکھی ہے (PRINCEPS TABLES)
یوں دکھائی دیتا ہے کہ یہ عبادت کرنے کا معبد نہیں تھا۔ بلکہ
کسی بزرگ کا مقبرہ تھا۔ ہم نے پہلے کسی جگہ اس کتاب میں
بالتشریح لکھا ہے کہ آج بھی فلسطین میں ایسے مقبرے کثر
سے پائے جاتے ہیں جو ہزاروں سال پیشتر ایسے بنائے جاتے
بلند ٹیلوں پر بنے ہوئے ہیں۔ ان کی تعمیر میں پتھروں سے کام
لیا گیا ہے۔ یہ گول یا شش پہلو یا ہشت پہلو چبوتروں پر بنے ہوئے
ملتے ہیں۔ چبوتروں کے اوپر ایک گول عمارت دوہری دیوار کی بنائی
جاتی ہے۔ اس گول چار دیواری کے اوپر ایک گنبد ہوتا ہے مغربی
طرف داخل ہونے کا دروازہ ہوتا ہے اور مشرقی ممالک میں اند
قبر اس طرح ہوتی ہے کہ پاؤں مغرب کی طرف اور سر مشرق کی طرف۔ تا کہ

…ائیلی عقیدہ کے مطابق قیامت کے دن جب مردہ کو اٹھائیں
…ن کا چہرہ بیت المقدس کی جانب ہو۔ بعینہٖ تختِ سلیمان جیسا
…گنبد ہمیں فلسطین میں ملا ہے۔ وادی یوسف Valley of
Joseph میں یروشلم کے قریب افریم EPHRAIM
…چوٹیوں پر جنگلی درختوں میں گھرا ہوا ایک مقبرہ ہے۔ یہ حضرت
…سلام علیہ السلام (ABSALOM) کا مقبرہ ہے۔ جو حضرت
…داؤد علیہ السلام کے تیسرے فرزند ارجمند تھے۔ فلسطین میں حضرت
…علیہ السلام کا مقبرہ بھی ایسا ہی ہے۔ ایک چوڑے سے چبوترے
…پر ایک بڑا گول اسلامی طرز کا گنبد بنا ہوا ہے۔ اور نیچے
…وسیع تعمیر کے نشان ہیں۔ یہ دونوں گنبد مندرجہ ذیل بناوٹ کے ہیں



فلسطین میں حضرت عزیرا کا مقبرہ



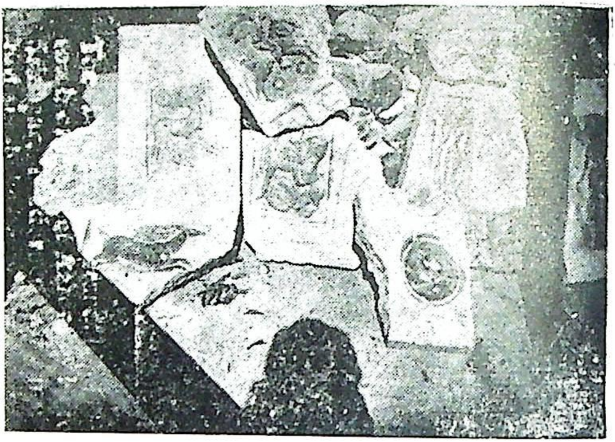
حضرت ابسالُم فرزند حضرت داؤد علیہ السلام کا آخر
کے ٹیلے پر یروشلم میں مقبرہ

کشمیر میں یہ عام روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا کے ذریعہ سے تشریف لائے تھے۔ کشمیر اُن کا ایک باجگزار علاقہ تھا اور شہر کی ملحقہ پہاڑی کی چوٹی پر ٹھہرے تھے۔ اسی واسطے حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی نے بھی کشمیر کو باغ سلیمان کا نام دیا ہے۔ قرآن مجید میں سورہ ۳۸ آیت ۳۶ ۳۴ آیت ۱۲ اور ۲۱ آیت ۸۱ میں ہم پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان کا تابع بنا دیا تھا اور جہاں وہ چاہتے ہوا پر جاتے اور ایک ماہ کا سفر صبح اور ایک ماہ کا سفر شام کو طے کر لیتے تھے۔ ہوا اُن کے حکم سے اُس ملک کو روانہ بنائی جس پر ہم نے رحمتیں کی ہیں"۔ ہمیں پتہ ہے کہ کشمیر اسرائیلیوں کی قدیم کتب میں (مثلاً حمزہ نے قیس نے) سرزمین

رحمت" لکھا ہے اور "سرزمین رحمت" اور "سرزمین جنت" ایک ہی لفظ ہے۔ معانی میں کچھ فرق نہیں نیز آیت کریمہ کے معانی میں الجھاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر ہم سرزمین رحمت سے مراد فلسطین لیں کیونکہ حضرت سلیمان فلسطین میں ہی تو رہتے تھے۔ پھر یہ تو اسکا نہیں دوسرے ملک میں لیجانا بے معنی ہو جاتا ہے۔ خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر لکھتے ہیں کہ کوہ ہندوکش پر بھی ایک تخت سلیمان ہے اور وہاں کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ نے وہاں بھی دربار سجایا تھا (دیکھئے جیسس ان ہیون آن ارتھ صفحہ ۳۳۲،۳۳۱) کشمیری لوگ کہتے ہیں کہ پہاڑی پر موجود عمارت بننے سے قبل بھی اس پہاڑی کا نام تخت سلیمانؑ تھا۔ مثلاً غلام حسن لکھتا ہے "مصنف کے باپ عبدالرسول شیوا نے بتایا کہ جبکہ وہ ابھی متعلم تھا۔ وہ اپنے استاد ملا عبیداللہ کیساتھ کوہ سلیمان پر جایا کرتا تھا اور وہاں اس نے سیڑھیوں کی ایک دیوار پر سلوسی خط (ثندواوستا) میں یہ کندہ دیکھا اس وقت ایک جوان یوز آسف نامی مصر سے آیا اور اپنے آپ کو پیغمبر کا لڑکا کہتا تھا۔ کشمیری سن کا سال چوق (تاریخ حسن جلد ا صفحہ ۲۵)

پھر تیسری جلد میں وہ لکھتا ہے "کوہ سلیمان کی چوٹی پر راجہ سندیمان نے معبد بنایا۔ زلزلی شور کے معبد کی راجہ گوپادتا نے مرمت کی۔ پھر راجہ لتادت نے دوبارہ اس کی مرمت کی اور پھر سلطان زین العابدینؒ نے ۸۷۴ھ میں اس کی مرمت کی اور چھت کو سہارا دینے کے لئے چار ستون کھڑے کر دئے" (تاریخ حسن

از پیرزادہ غلام حسن جلد ۳ صفحہ ۱۰)
ان چاروں ستونوں پر چار علیحدہ علیحدہ عبارتیں کندہ کروائی گئیں جن کا ذکر آگے آئیگا۔
پروفیسر رادھا کنت دیو اپنی کتاب "شبد کلپدروما" (Shabd Kalpadruma) صفحہ ۲۴۱ پر کہتے ہیں کہ سندے مان (Sandiman) نہ تو کوئی سنسکرت زبان کا لفظ ہے نہ یہ کوئی ہندو نام ہے۔ گویا لفظ سندے مان سلیمان (سلیمان) کا بگڑا ہوا تلفظ ہے۔ بہت سے نامور مورخین اس کشمیری روایت کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کشمیر میں تشریف لائے تھے مثلاً:۔
۱۔ ۱۶۶۴ عیسوی میں برنیر (BERNIER) جس نے فرانس کے کارڈینل کے کہنے پر کہ وہ کشمیر جا کر دیکھے کہ وہاں کوئی اسرائیلی آباد ہیں یا نہیں؟ اور آیا اُن کے پاس وہی تورات ہے جو دیگر یہودیوں کے پاس ہے یا کوئی دوسری ہے، کشمیر کا سفر کیا تھا وہ اپنی کتاب "مغلیہ سلطنت میں اسفار۔ کشمیر ہندوستانیوں کی جنت میں سفر" صفحہ ۴۳۲ (Travels in the Moghal Empire, Journey to Kashmir, the Paradise of Indians, Page 432) میں ذکر کرتا ہے کہ کشمیر میں حضرت سلیمان کے آنے کی عام روایت پائی جاتی اور کوہِ سلیمان اُنہی کے دربار سجانے کی وجہ سے مشہور ہے۔
۲۔ ۱۷۸۳ عیسوی میں جارج فوسٹر George Foster



ohet Aaron,(Haron)tomb-excavation Sun-baked clay tablets
ing figures of horses, riders, archers, ladies, flowers, cocks,
es etc. Exactly of these shapes were found in the ruins of
ylonia. Nowhere else the like of these tablets are found
in India. (p. 219)



Solmon's Throne or temple in Srinagar, bearing the
t design of the tomb of Israelitish Propht Ezra in
'alestine, the ruins of which only now remain. p. 245)

اپنی کتاب " بنگال سے انگلستان تک سفر کے خطوط " Letters of a Journey from Bengal to England
جلد دوم صلا پر اس روایت کو بیان کرتا ہے۔

۳۔ مشہور سیاح مسٹر جی ٹی وین G. T. Vigne
اپنی کتاب " کشمیر، لداخ اور اسکردو کے سفر " صـ۳۹۷ جلد اول
(Travels in Kashmir, Ladakh and Iskardoo)
میں اس روایت کا ذکر کرتا ہے۔

۴۔ مسز ہاروے۔ مذکورہ سیاحوں کی باتوں کی تصدیق کرنے کے لئے ۱۸۵۲ء عیسوی میں یہاں آئی تھی وہ بھی اپنی کتاب " تاتاری، تبت، کشمیر اور چین میں ایک عورت کی مہمات " جلد اول صـ۲۴۶ پر اس روایت کو نقل کرتی ہے۔
(Adventures of a lady in Tartary, Tibet, China & Kashmir, Vol. I, page 246)

۵۔ جارج مور اپنی شہرۂ آفاق تاریخ " گمشدہ قبائل " (THE LOST TRIBES) میں صـ۱۳۷ پر اس روایت کا تذکرہ کرتا ہے جو کہ پہلی مرتبہ ۱۸۶۱ء میں شائع ہوئی تھی۔

۶۔ ۱۸۶۲ء عیسوی میں کرنل ایچ۔ ڈی ٹورنز Col. H. D. TORRENS نے کشمیر، لداخ اور تاتاری میں پیدل سفر کئے تھے۔ وہ بھی اپنی کتاب " لداخ، تاتاری اور کشمیر میں اسفار " (Travels in Ladakh, Tartary and Kashmir) صـ۲۶۸ پر اس کا ذکر کرتا ہے۔

۷- میجر جنرل ڈی۔جے۔ای نیوول Major General D.J.E. NEWALL نے ۱۸۸۷ء میں اپنی کتاب "سندھ کے پہاڑی خطے" The Highlands of India لکھی تھی۔ اپنی کتاب کے صفحہ ۵۱ پر وہ رقمطراز ہے کہ کشمیر میں حضرت سلیمانؑ کے آنے اور پہاڑی پر قیام کرنے کی روایت عام پائی جاتی ہے۔

۸- اتنا ہی نہیں مقامی مؤرخین نے اس روایت کو کثرت سے نقل کیا ہے۔ مثلاً خواجہ محمد سیف الدین اپنی کتاب "معجز التواریخ" صفحہ ۵۔ سیف الدین صاحب اپنی کتاب لب التواریخ صفحہ ۳۔ پنڈت ہرگوپال اپنی کتاب "گلدستہ کشمیر" کے صفحات ۱۷، ۲۷ پر۔ اور خواجہ حسن اپنی کتاب تاریخ حسن، واقعات کشمیر جلد سوم صفحہ ۱۰ پر ملا احمد کے حوالہ سے لکھتے ہیں:-

"حضرت سلیمان ہوا کی وساطت سے آئے۔ پہاڑی پر قیام پذیر ہوئے۔ اسی لیے اس جگہ کا نام تختِ سلیمان پڑ گیا"

اس بارہ میں ہمیں وثوق سے کوئی علم نہیں کہ آیا پرانے زمانے میں واقعی کوئی اُڑن کھٹولے ہوتے تھے جو ہوائی جہاز کی مانند اُڑتے تھے۔ اور ان کے چلانے والے ہوا پر ایسا ہی قابو رکھتے تھے جیسا ہمارے آج کل کے پائیلاٹ۔ یا یہ کہ لوگ معجزہ اور کرامت سے اُڑ کر ہوا میں سے ہوتے ہوئے دوسری جگہ پہنچتے تھے۔ معجزہ اور کرامت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایسا کرنے سے دنیا کے ہزاروں، لاکھوں، راستبازوں اور صادقوں پر حرف آتا ہے جن کے کروڑوں پیرو دنیا کے ہر

خطے میں پھیلے ہوئے ہیں اور لاکھوں مورخین و محققین اُن معجز
پر ایمان رکھتے اور سینکڑوں ہزاروں سالوں سے بطور سند
اُنہیں دہراتے گئے ہیں۔

کشمیر کے اسلامی فن تعمیر میں اسرائیلی اثرات

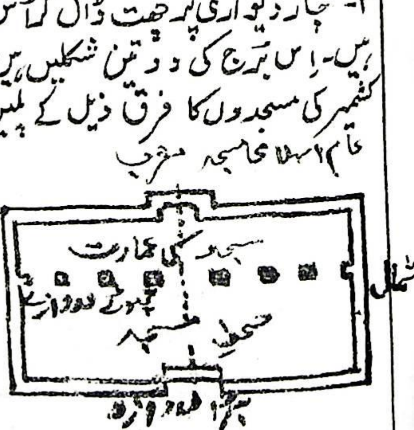
ہر مذہب و قوم کی طرح اسلامی فن تعمیر کی علمبردار مسلمانوں کی عبادت گاہیں اور خانقاہیں ہیں۔ انڈونیشیا سے ملایا، ہندوستان، ایران، عرب، مصر ٹیونیشیا اور سپین میں قرطبہ تک ہمیں اسلامی فن تعمیر کا کم وبیش ایک ہی نمونہ ملتا ہے۔ اسلامی زیارتوں اور آستانوں کی عام خصوصیت یہ ہے کہ ولی اللہ کی تربت پر ایک گول گنبد ہوتا ہے اور زیریں عمارت بالعموم گول اور کبھی کبھی مستطیل ہوتی ہے۔ بڑی اور اعلیٰ مساجد کی یہ خصوصیت ہے کہ پہلے ایک وسیع و عریض صحن ہوتا ہے اور اُس کے مغربی رُخ پر ایک مستطیل سادہ عمارت ہوتی ہے۔ اس مستطیل عمارت یا دالان کی چھت پر ایک سے لیکر پانچ سات کی تعداد تک گول گنبد بنے ہوتے ہیں عموماً مرکزی گنبد سب سے اونچا اور بڑا ہوتا ہے۔ مشرقی علاقوں میں اس مستطیل عمارت یا دالان کی مغربی دیوار میں ایک کونہ سا مغرب کی طرف باہر کی جانب بنا ہوا ہوتا ہے۔ جسے محراب کہتے ہیں اور جس میں امام کھڑے ہو کر نماز پڑھاتا ہے۔ جملہ مساجد کی عمارت کا رُخ کعبۃ اللہ کی طرف ہوتا ہے۔ کہیں کہیں کسی مسجد میں ایک یا دو یا چار تک نہایت بلند و بالا

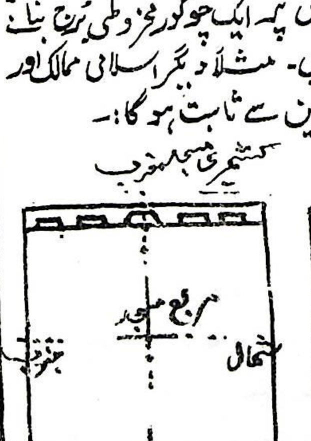
خوب صورت مینار بنے ہوتے ہیں۔ مینار مابعد کی اختراع ہیں ان کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ میں نے عام اسلامی مسجد کا یہ ڈیزائن اسلئے بیان کیا تاکہ قارئین کو کشمیر کی مسجد و زیارت کا قطعاً جداگانہ قسم کا ڈیزائن اچھیطرح سمجھ میں آجائے
اسلامی فن تعمیر کو سمجھنے کے لئے کشمیر میں چند ایک پرانی عمارتیں ہیں۔ ایک تو سرینگر سے چھ میل دور پامپور کے وسط میں ایک پرانی مسجد ہے۔ دوسرے سرینگر میں بٹ کدل کے پاس مدنی مقبرہ ہے۔ تیسرے سرینگر کی جامع مسجد۔ چوتھے حضرت امیر کبیر شاہ علی ہمدانیؒ کی زینہ کدل کے پاس زیارت۔ پانچویں کشمیر کے جلیل القدر اولیاء کرام کے مقبرے۔ مثلاً چرارشریف (سرینگر سے بیس میل دور) میں حضرت شیخ العالم نورالدین ولیؒ عیش مقام (سرینگر سے چھیالیس میل دور) میں حضرت زین الدین رحمۃ اللہ علیہ۔ موضع خانصاحب بڈگام (سرینگر سے چوبیس میل دور) حضرت خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ آننت ناگ (سرینگر سے بتیس میل دور) میں حضرت باباحیدر ریشی رحمۃ اللہ علیہ۔ بارہ مولا (سرینگر سے تیس میل دور) میں حضرت جان باز رحمۃ اللہ علیہ۔ گلمرگ (سرینگر سے چالیس میل دور) میں حضرت ریشی بابا رحمۃ اللہ علیہ۔ خود سرینگر میں حضرت سلطان مخدوم شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت بٹ مالو رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مشکل کشا رحمۃ اللہ علیہ بہت مشہور اور مرجع خلائق ہیں۔
یہ مساجد اور مقبرے خواہ پرانے ہوں۔ خواہ نئے ان

سب کی عمارتیں ایک ہی ڈھنگ اور طرز پر بنی ہوئی ہیں۔ اگر دیگر اسلامی ممالک کا کوئی بھی باشندہ کشمیر میں آئیگا تو پہلی نظر میں وہ ہرگز یہ باور نہیں کریگا کہ یہ مسجدیں یا مقبرے ہیں۔ ان سب کی خصوصیات مشترکہ اور مندرجہ ذیل ہیں :-

۱- مسجدوں اور مقبروں کو ایک ہی طرز پر بنایا جاتا ہے یعنی پہلے مربع پلیٹ فارم (کرسی) بناتے ہیں جس پہ ایک چاردیواری کھڑی کی جاتی ہے۔ مسجدوں کی صورت میں دروازہ عام طور سے مشرق کی جانب ہوتا ہے اور مقبروں کی صورت میں دروازہ زیادہ تر جنوب کی جانب ہوتا ہے۔

۲- چاردیواری پر چھت ڈال کر اس پہ ایک چوکور مخروطی برج بناتے ہیں۔ اس برج کی دو تین شکلیں ہیں۔ مثلاً دیگر اسلامی ممالک اور کشمیر کی مسجدوں کا فرق ذیل کے پلین سے ثابت ہوگا:-





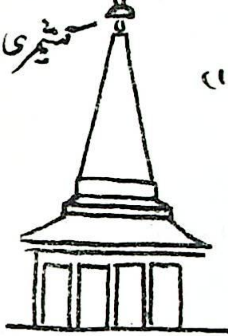
چھتوں کا فرق مندرجۂ ذیل خاکوں سے ظاہر ہے۔

کشمیری مساجد کی چھتیں

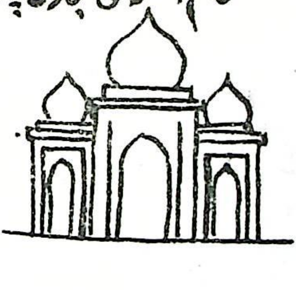
(۲)



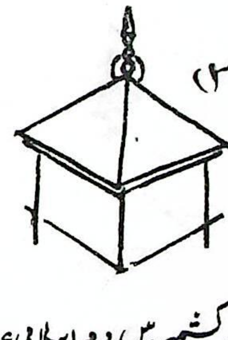
(۱)



عام اسلامی مسجد کی چھت



(۳)



سرینگر کشمیر میں دو اسلامی عمارتیں عام اسلامی فنِ تعمیر کی حامل ہیں۔ ایک زینہ کدل میں سلطان زین العابدین بڈشاہ کا مقبرہ جس کے گنبد موجود ہیں اور دُور سے ہی ایک اسلامی عمارت نظر آتی ہے۔ دوسرے پتھر مسجد جو زینہ کدل میں ہی واقع ہے۔

۳۔ مسجدوں اور مقبروں کی ایک عمومی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے بڑے دروازوں پر ایک مقدس توا (پیتل یا تانبے کا جس پر

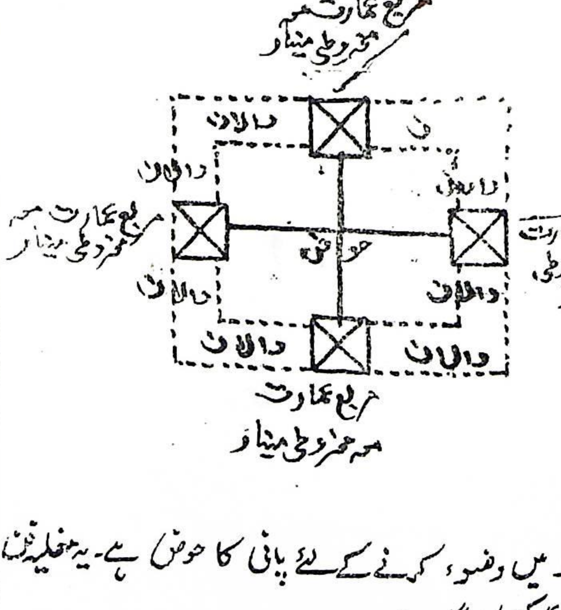
کلمات کندہ ہوتے ہیں) اور ایک مقدس زنجیر لٹکتی نظر آتی ہے۔ یہ دونوں چیزیں خالص اسرائیلی معبدوں کی نشانی ہیں اور آج تک اسلامی مسجدوں اور مقبروں میں بھی بدستور چلی آتی ہیں۔

۴۔ مدنی کے مقبرے کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مربع ٹائلوں کا کام کیا ہوا ہے۔ یہ ٹائیں شوخ اور رنگین رنگوں سے مزین ہیں۔ ایک ہی ٹائیل پر کئی کئی رنگ ہیں۔ اس کے شرقی طرف بڑے دروازے کے پاس نصف جنوبی سمت پر ایک عجیب تصویر بنی ہوئی ہے یہ مقبرہ مغل شاہنشاہوں سے بہت پہلے کا ہے۔ جیسی اس میں شفاف اور ملائم رنگین ٹائلیں لگی ہیں ویسی ایران، سیریا، اور بابل کے پرانے کھنڈرات سے ملی ہیں۔ شہنشاہ اکبر نے فتح پور سیکری اور آگرہ کے محلات میں ایسے ٹائلوں کا استعمال کیا ہے۔ مدنی کے مقبرے کی بڑی محراب پر رنگین چیتے کی تصویر بنی ہے جس کی گردن اور سر انسان کا ہے۔ ایک لومڑی پھولوں اور جھاڑیوں میں سے چیتے کی طرف دیکھ رہی ہے۔ انسانی چہرہ اس وقت منہدم ہو چکا ہے۔ چیتے کی دم پر ایک اژدھا سا بنا ہوا ہے۔ چیتے کی لمبائی چار فٹ دکھائی گئی ہے۔ پس منظر آسمانی ہے۔ چیتے کا جسم زرد۔ اس میں سبز رنگ سے چیتے کے داغ اژدھا اور لومڑی ہلکے خاکی رنگ سے اور پھول مختلف رنگوں سے بنے ہوئے ہیں۔ یہ اس لئے بیان کرنے کی ضرورت پڑی کہ اس قسم کی تصاویر بنانا اسلامی نکتہ، نظر سے منع ہے۔ نیز کہ اس نوعیت کی تصویریں خالص بابلی اور ایرانی فن مصوری کو ظاہر کرتی ہیں۔ اگرچہ

مابعد مغلوں نے بھی کسی جگہ تصویریں بنائیں۔ مگر اولیاء اللہ کے مقبروں اور مسجدوں پر وہ مقبول نہ ہوسکیں (مثلاً اکبر نے آگرہ کے پاس سکندرہ میں گھوڑے کا ایک بت اور ہاتھی پال فتح پور سیکری، دہلی دروازہ، قلعہ آگرہ میں ہاتھیوں کے بت بنوائے۔ جہانگیر نے سکندرہ میں اکبر کے مقبرے پر پرندوں اور تیتروں کی تصویریں کندہ کروائیں اور شاہ جہان نے بھی دہلی کے قلعہ میں اور لاہور کے قلعہ میں ٹائیلوں کی شکل میں ہاتھیوں کی تصویریں بنوائیں) چونکہ مغل بادشاہوں نے یہ تمام تصویریں ایرانی مصوروں اور فن کاروں کے زیر اثر آکر بنوائی تھیں اسی لئے علماء اسلام نے ان کی مخالفت کی اور وہ عام مذہبی مقبروں اور مسجدوں کے لئے مقبول نہ ہوسکیں۔ پس مغلوں سے بہت پہلے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرے پر ایک چیتے دلومڑی کی تصویر کا پایا جانا ایرانی اور بابلی فن مصوری کے اثر کو ظاہر کرتا ہے۔ چونکہ اس نوعیت کی ٹائیلیں اور تصویریں اہل ہنود یا بدھ کی آئیڈیالوجی میں بھی نہیں ہیں پس ثابت ہوا کہ اس وقت کے لوگوں میں ان دونوں مذاہب کے علاوہ کسی تیسری آئیڈیالوجی کا بھی اثر موجود تھا۔ جو آئیڈیالوجی کہ ایران و بابل سے تعلق رکھتی تھی اور ہم جانتے ہیں کہ یہ آئیڈیالوجی سوائے اسرائیلیوں کے اور کوئی وہاں سے نہیں لایا۔

۵۔ سرینگر کی جامع مسجد (ملحقہ بازار نوہٹہ و برعکس پہاڑی ہری پربت) بظاہر وادی کی دیگر تمام مساجد سے الگ تھلگ دکھائی دیتی ہے چار ایک ہی ڈیزائن کی جداگانہ عمارتوں پر مشتمل ہے چونکہ

عمارت کا ڈیزائن عام کشمیری مساجد جیسا ہے اسی لئے یہ آن
کی بحالتِ مجموعی مختلف نہیں ہے۔ یہ چاروں عمارتیں مربع ہیں۔
ہر ایک کے اوپر ایک سا مخروطی مینار بنا ہوا ہے۔ ان چاروں
مربع عمارتوں کو آپس میں دالانوں کے ذریعہ جوڑا گیا ہے۔ اور
ان وسط میں ایک مربع وسیع صحن چھوڑا گیا ہے۔ دالانوں میں
تعداد دیار کی لکڑی کے گول ستون کھڑے کر دیئے گئے ہیں۔
غرض اس مسجد کا پلین اس طرح ہے:-



صحن کے وسط میں وضوء کرنے کے لئے پانی کا حوض ہے۔ یہ مغلیہ فن
عمارت سازی کی یادگار ہے

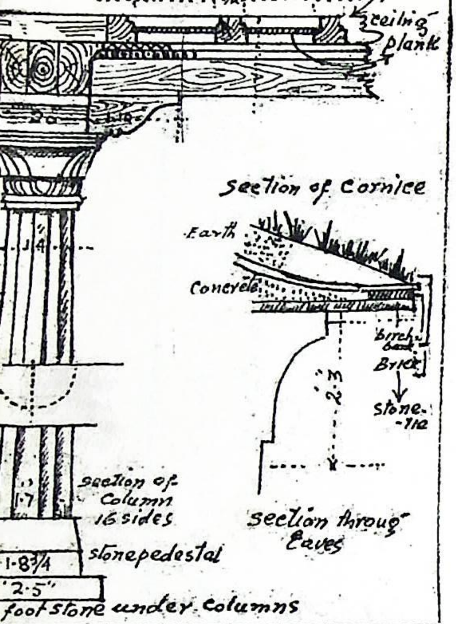
۶- سوال پیدا ہوتا ہے کہ کشمیری مقبروں اور مسجدوں
کرسی کیوں مربع ہوتی ہے؟ اور اُن کی چھت پر ایک مخروطی
مینار کیوں بنایا جاتا ہے؟ - کرسی کا مربع ہونا ہم آسانی سے سمجھ
سکتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اسرائیلی معبد کے مقدس (یعنی اندرو
وسطی عبادت کی عمارت)، کی کرسی ہمیشہ مربع ہوا کرتی تھی۔ چو
مسجد ساری کی ساری مقدس ہوتی ہے۔ اسی لئے کشمیر کے اسرائی
جب اسلام لائے تو انہوں نے زیادہ تردد کرنا مناسب نہ سمجھا
مقدس کے پلیٹ فارم کو بدستور رہنے دیا۔ اس کی مربع چاردیو
بھی اسی طرح رکھی۔ صرف اتنا کیا کہ چاردیواری کی مغربی دیوا
کے وسط میں محراب کا کونہ بنا دیا۔ پس اسرائیلی معبد کے مقدس
کو مسجد میں تبدیل کرنے کے لئے زیادہ دقت پیش نہ آئی
اسلام سُرعت سے پھیل رہا تھا۔ جابجا پرانے مقدسوں کو محراب
کی معمولی تبدیلی کے ساتھ فوراً مسجدوں میں تبدیل کر دیا گیا۔
ذہنوں نے اس پرانے طریقے کو زیادہ آسانی کے ساتھ قبول کیا
مابعد جب نئی مسجدیں بنیں تو انہیں بھی پرانے ذہنی تصور کے مطابق
ہی بنایا گیا۔ اولیاء کرام کے مقبرے بھی اسی ذہنی تصور کے مطابق
بنے خصوصاً جبکہ اسرائیلی بزرگوں کے مقبرے بھی مربع چاردیواری
ہوتے تھے۔

۷- مخروطی مکون عمارت مصریوں کی پرانی اختراع ہے۔ ہم
آج بھی مصر کے میمفیس MEMPHESE پرانے دارالخلافہ
میں کھنڈرات کو دیکھتے ہیں۔ پتہ چلتا ہے کہ نہ صرف اہرام مصری

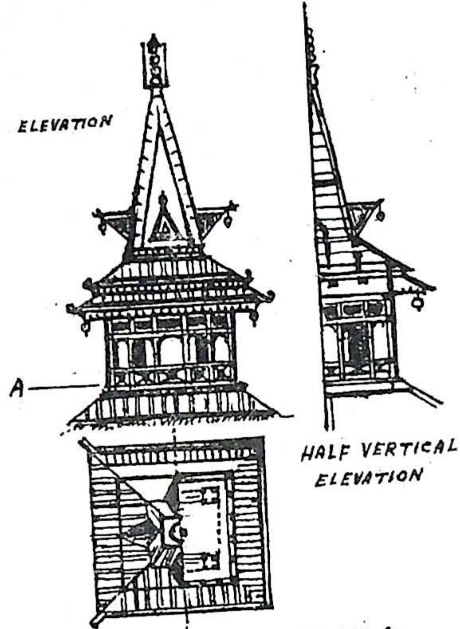
مخروطی تکون بنائے گئے تھے۔ بلکہ مصریوں کے مندروں کی چھتیں بھی تکون ہوتی تھیں۔ محلات کی دیواروں اور دروازوں کے اوپر تکون کونے زیبائش کے لئے بنائے جاتے تھے۔ ایتھوپیا کے قدیم ترین عیسائی گرجوں کی چھتیں تکون مخروطی ہوا کرتی تھیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اولین عیسائیوں نے گرجوں کے اوپر تکون چھتیں بنانا کہاں سے سیکھا؟ (یہ تکون چھتیں بالکل ویسی ہی تھیں جیسی آج ہم کشمیر میں عام مسجدوں پر دیکھتے ہیں اور ہم نے کشمیر کی چھتوں کے خاکہ اسی باب میں اوپر دکھایا ہے) ہمیں معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود بھی یہودی المذہب تھے۔ وہ کوئی نیا مذہب نہیں لائے تھے نہ ہی انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ایک شوشہ بھی تبدیلی کی تھی بلکہ وہ خود اس شریعت کے پیرو تھے۔ وہ صرف چاہتے تھے کہ لوگ اس شریعت پر پوری طرح عمل کریں۔ کیونکہ لوگوں نے اصلی شریعت کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ تاریخ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ پولس جب یونان گیا تو وہاں تین خداؤں کا عقیدہ پایا۔ اپنے پیروں کا حلقہ بڑھانے کے لئے انہوں نے ہی وہاں مشہور کیا کہ حضرت عیسیٰ بھی ایک خدا تھے۔ روح القدس (فرشتہ جو ان پر کلام لایا) بھی ایک خدا تھا اور خدا تو خدا تھا ہی ... بڑا خدا باپ تھا جس نے چھوٹے خدا اپنے بیٹے عیسیٰ کو پیدا کیا اور روح القدس الگ خدا تھا۔ یونانیوں نے تین خداؤں کے اس مسئلے کو فوراً قبول کیا کیونکہ وہ پہلے ہی تین خداؤں کے قائل تھے اور تاریخی طور پر پہلی مرتبہ یونان سے عیسوی مذہب چلا۔ اس وقت تک اس مذہب کے لئے جدید

عبادت گناہ کا کوئی تصور نہیں تھا اور نہ ہی کوئی اصول یا قوانین مرتب
ہوئے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کے بعد دیگر یہودیوں نے بھی انہیں پیغمبر
برحق مانا یہ بھی عیسائی یا حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں میں شمار
ہوئے۔ مگر ان کے پاس شریعت تو توریت ہی تھی اور عبادت کے
طریقے بھی وہی تھے جو توریت میں مذکور تھے۔ پس حضرت
عیسیٰؑ کے ان ماننے والوں نے نہ صرف یہودی شریعت کو اپنایا بلکہ ان
کے عبادت کے طور طریقے اور معبد سب کے سب وہی پرانے یہودی
یعنی اسرائیلی رہے۔ جہاں کہیں یہ لوگ گئے انہوں نے اسرائیلی طرز پر
ہی اپنے معبد یا گرجے بنائے اور ان پر وہی تکون مخروطی چھتیں رکھیں
جن کے کھنڈرات اب سینا میں دیکھے گئے اور جو آج بھی کشمیر کی تمام
مسجدوں کے اوپر نظر آتی ہیں۔ رفتہ رفتہ اس چھت کی بناوٹ میں
خوب صورتی پیدا ہونے لگی اور یورپ کے عیسائیوں نے گرجوں کی
چھتوں پر تکون مخروطی بلند و بالا مینار بنانے شروع کئے تاکہ دیگر
مکانوں کی عمارتوں سے گرجے واضح طور پر دور سے نظر آئیں۔ کشمیر
میں بھی یہی ہوا۔ اور خوبصورت اعلیٰ مسجدوں اور مقبروں کی عمارتوں پر
تمام مثلث یا مساوی الساقین بنانے کی بجائے بلند و بالا مخروطی مینار
بنائے جانے لگے۔ جس طرح عیسائی گرجا کی چھت یہودی معبد کی
ترقی یافتہ شکل ہے بعینہٖ اسی طرح کشمیری مقبروں اور اعلیٰ مسجدوں
کی چھتیں یہودی معبد کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں۔ دونوں میں کچھ بھی
تو فرق نہیں۔

یہاں یہ بات خصوصیت سے ذکر کرنے کے قابل ہے کہ اہل ہنود



Sami masjid
Detail of Column & Eaves



HALF PLAN AT TOP.

HALF PLAN AT A.

کے منادر کی چھتوں اور گرجوں اور کشمیر کی بڑی مسجدوں کی چھتوں
میں بڑا فرق ہے۔ ہمیں رامیشورم، جگن ناتھ پوری، پٹنہ، دہلی، بنارس
یا ہردوار کے قدیم ترین مندروں کے کھنڈرات میں کہیں ایک بھی ایک
ایسی چھت نظر نہیں آتی جو سادہ اسرائیلی مخروطی ڈیزائن (یعنی گرجے
کی چھت جیسا ڈیزائن) کی ہو۔ ممکن ہوسکتا ہے اُن مندروں پر جو آج
سے صرف ہزار ڈیڑھ ہزار سال قبل ہی بنائے گئے ہوں اسرائیلی چھت کی
ڈیزائن کا اثر پڑا ہو کیونکہ اُس وقت تک اسرائیلی شمالی مغربی
ہندوستان میں نہ صرف وارد بلکہ اچھی طرح اپنے پاؤں جما چکے تھے اور
اُن کے علم وفن کا چرچا بھی پھیلا ہوا تھا۔ نیز تاریخ سے یہ اچھی طرح
ثابت ہو چکا ہے کہ اسرائیلی آج سے اڑھائی ہزار سال قبل شمالی مغربی
ہند پر قابض ہو چکے ہوئے تھے اور آج سے دو ہزار سال کے بعد اُن کا
کوئی جتھہ ہندوستان میں نہیں آیا۔ پس اگر اہلِ ہنود کے اپنے ذاتی
اور اصلی فنِ تعمیر کو دیکھنا ہو تو آج سے صرف دو ہزار سال قبل کے
مندروں میں دیکھا جا سکتا ہے یا اُن دیرینہ مندروں کے کھنڈرات
میں جہاں اسرائیلی اثر پہنچنے کا شائبہ تک نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا
کہیں ایسے کھنڈرات ہیں تو ہمیں اُن میں اسرائیلی طرز کی کون مخروطی
چھت نظر نہیں آتی۔

۸۔ دیواریں اکثر مربع اینٹوں یا پتھروں کی بنائی جاتی ہیں۔
سرینگر کی پتھر مسجد وارتفع زینہ کدل میں تو یہ پتھر گھڑے ہوئے چوکور
یا مستطیل ہیں۔ لیکن اکثر جگہوں پر ان پتھروں کو اسی طرح توڑ کر
اپنی قدرتی شکل میں لگایا جاتا ہے۔ ایک خاص قسم کی ترکیب بھی ان

دیواروں کے بنانے میں استعمال کی جاتی ہے۔ لکڑی کے شہتیروں کو ایک دوسرے پر رکھ کر اس لگاتے ہیں۔ شہتیروں کے مابین خلو حصوں کو اینٹوں سے پر کرتے ہیں۔ دیواروں میں یہ شہتیر تین ڈگری سے لگائے جاتے ہیں جیسا کہ منسلکہ نقشہ سے ظاہر ہے۔ یہ طرز تعمیر کہاں سے آئی؟ اس کے متعلق تاریخ خاموش ہے۔ اگرچہ غیر ممالک سے کئی سیاح کشمیر آئے اور انہوں نے یہاں کے بارہ میں بہت کچھ کہا مثلاً فرانس برنیر نے اپنی کتاب "مغلیہ سلطنت میں اسفار" Travels in Moghal Empire جسے اے۔ کنسٹیبل A. Constable نے ۱۸۹۱ء میں مرتب کیا تھا۔ جی۔ ٹی۔ وین G. T. Vigne نے اپنی کتاب "کشمیر، لداخ اور تارتاری میں اسفار" Travels in Kashmir, Ladakh etc سی۔ ایف۔ ہیوگل C. F. Hugel نے اپنے اسفار TRAVELS جسے میجر جرویس Major Jervis نے ترجمہ کیا۔ مورکرافٹ اور ٹابیک Moorcraft & Tabeck نے "اقالیم ہمالیہ میں اسفار" Travels in the Himalayan Provinces اور جے لوینتھل J. Lowenthal نے اپنی کتاب "سرینگر میں کچھ فارسی کتبے" Some Persian Inscriptions found in SRINAGAR[1] میں بہت کچھ لکھا ہے۔ لیکن فنِ تعمیر کو یا تو وہ چھوڑ گئے یا اس پر یونہی کچھ اشارے سے دیدئے اور کہیں بھی تصاویر سے اپنے مضمون کو واضح نہیں کیا۔ جے فرگوسن J. Ferguson اگرچہ کشمیر کبھی نہیں آیا لیکن یہاں کی عمارتوں کی کچھ فوٹو دیکھ کر ہی اُس نے کہدیا کہ کشمیر

1. R.A.S.B Vol. XXXIII, page 278, c. 1864

کے فنِ تعمیر میں لکڑی کے استعمال پر مکمل تحقیقات کی ضرورت ہے۔
History of Indian Architecture, by J. Fergusson
Gen. Cunningham جنرل کننگھم
نے اپنے مقالہ F.A.S.B. September 1848 page اور ایچ کول (H.H. Cole) نے اپنی کتاب "کشمیر کی پرانی عمارتوں کی تصاویر" Illustrations of Ancient Buildings in Kashmir, 1869 میں صرف اہلِ ہنود اور بدھ کے کھنڈرات کا تو ذکر کیا ہے جن کے متعلق میں نے مذکورہ بالا سطور میں بحث کی ہے لیکن انہوں نے کشمیر کے فنِ تعمیر میں لکڑی کے ڈیزائینوں کو قطعاً چھوڑ دیا ہے۔

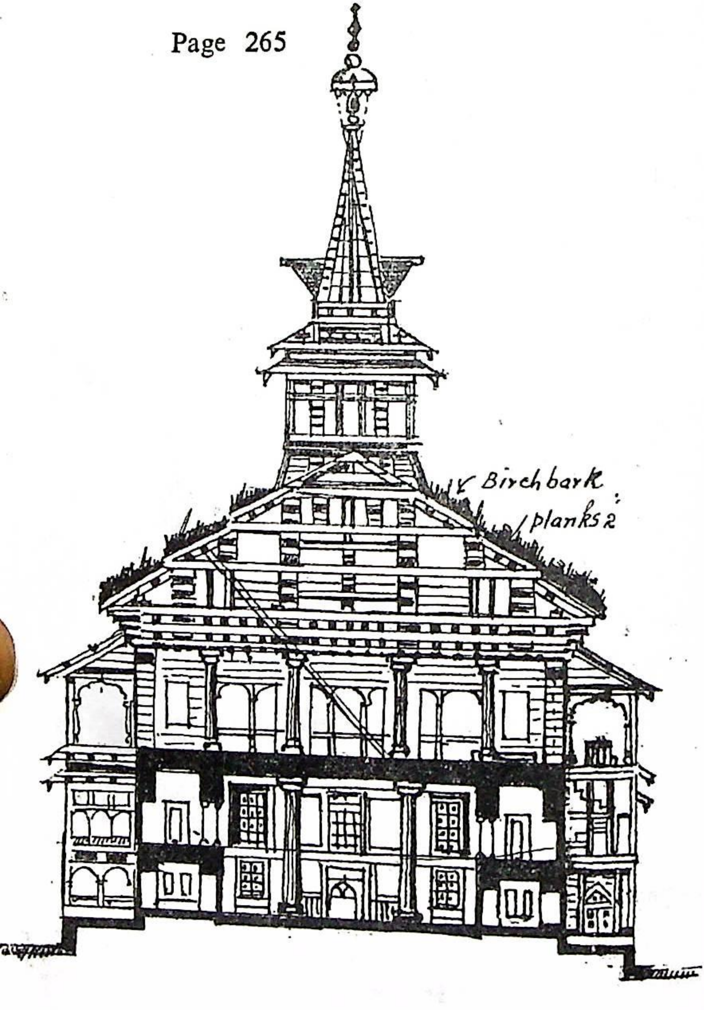
میں نے کشمیر کے پہاڑی علاقوں مثلاً مڑوہ، واڑون (تحصیل کشتواڑ)، ڈوڈہ، رام بن، تحصیلات تندی مرگ، گول (تحصیل ریاسی) میں گوجروں کے مکانوں کو دیکھا ہے۔ ان کی دیواروں میں لکڑی کے شہتیروں کو اسی طرح ایک دوسرے پر رکھ کر استعمال کیا گیا ہے۔ جیسا کہ پامپور کی جامع مسجد۔ سرینگر میں حضرت مشکل کشاؒ کا مقبرہ اور حضرت بٹ مالو صاحبؒ کا مقبرہ بنا ہوا ہے۔ ممکن ہو سکتا ہے یہ سٹائیل گوجروں سے لیا گیا ہو۔ لیکن گوجروں نے کہاں سے لیا؟ اس کے متعلق ابھی تحقیقات کی ضرورت ہے۔ یہاں اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ کشمیر کے پہاڑوں پر جو گوجر لوگ آباد ہیں۔ ان کے متعلق ثابت ہو چکا ہے کہ وہ اسرائیلیوں کے ان خانہ بدوش قبائل کی اولاد ہیں جو فلسطین، اردن اور شام کے پہاڑوں پر

بھیڑ، بکریاں پالا کرتے تھے اور فخر سے کہا کرتے تھے کہ حضرت یعقو
اور حضرت موسیٰ ؑ انہی میں سے چرواہے تھے جو قوم بنی اسرائیل
جلیل القدر پیغمبر ہیں۔

۹۔ کشمیر کی بڑی بڑی مساجد خصوصاً جامع مسجد سری نگ
وسیع و عریض چھت کو سہارنے کے لئے لکڑی کے بھاری بھر کم نف
ستون بنائے گئے ہیں۔ بعض دفعہ ان ستونوں پر جاذب توجہ
اور پھول کندہ ہوتے ہیں۔ چھت کے رافٹروں RAFTERS
شہتیروں پر تختے رکھے جاتے ہیں۔ تختوں پر بھوج پتر کی تہیں
بچھائی جاتی ہیں۔ بھوج پتر مدت العمر تک پانی کو ٹپکنے سے روکنے
کی خاصیت رکھتا ہے۔ رافٹروں کے نیچے مناسب فاصلوں پر باقا
ترتیب سے لکڑی کے ستون کھڑے کر دئے جاتے ہیں۔ یہ ستون گو
اور اسی شکل و صورت کے گھڑے جاتے ہیں جیسے کہ ہم مصر یا ل
کے پرانے کھنڈرات میں اور کشمیر کے مارتنڈ اور اونتی پورہ ک
آثارِ قدیمہ میں دیکھتے ہیں۔ رافٹروں کے ساتھ ان ستونوں کو نکو
قسم کے کونوں سے (CORNICES) سہارا دیا جاتا ہے۔

۱۰۔ چھت کے مخروطی میناروں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان
کے زیریں حصہ میں ایک مربع ڈھلوان بالائی کمرہ سا بنا ہوتا ہے۔
کھڑکیوں اور روزنوں میں لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی
جالی بنی ہوتی ہے۔ یہ جالی جیومیٹری کی خوبصورت شکلوں پر
مشتمل ہوتی ہے۔ چھتیں دیواروں سے زیادہ لمبی، چوڑی اور باہر
کی طرف دو دو تین تین فٹ نکلی ہوئی ہوتی ہیں۔ ان کے بیرونی

Page 265



MOSQUE OF SHAH HAMDAN CROSS SECTION

کناروں پہ کونوں کے ساتھ لکڑی کی آویزاں زیبائش لگی ہوتی رہیں۔ مثلاً چھوٹی کٹوریوں سے لکڑی کے منق لٹکائے جاتے ہیں۔ جن کے ارد گرد نوکدار پتے سے ہوتے ہیں۔ یہ نوکدار پتے کاکٹی CACTUS درخت کے پتوں کے عین مطابق ہوتے ہیں۔ یہ کٹوریاں دریائے نیل کے اُن خاص قسم کے کنول کے پھولوں کی مانند ہیں جن کے فرعون بڑے مشتاق تھے۔ اور کاکٹی CACTUS کا درخت مصر، سسلی، فلسطین، اُردن اور شام کی یادگار ہے۔

١١- دراکڑوں اور ستونوں، دروازوں اور چھتوں کے بیرونی کونوں پہ جو خوبصورت کارنسیں بنائی جاتی ہیں وہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ کمدن ہوتی ہیں اور مثلث قائم الزاویہ بناتی ہیں۔ یہ قائمہ زاویہ چھت اور دیوار کے ساتھ یا چھت اور ستونوں کے ساتھ یا دروازے کی دو کڑیوں کے ساتھ بالائی حصہ میں مقام اتصال کے ساتھ لگایا جاتا ہے۔ وتر کے سطح کی طرف خوبصورت کھدائی سے ڈیزائن بنا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ یہ ڈیزائن سالم کارنس کے اندر کھدا ہوتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ لکڑی کی ان کارنسوں میں اور پتھر کی اُن کارنسوں میں جو مارتنڈ، اونتی پورہ یا بارہ مولا کے پرانے کھنڈرات میں سے ہمیں ملی ہیں یا جھوٹے بھنکے کسی دیوار کے کونے پہ لگی نظر آتی ہیں۔ کچھ بھی فرق نہیں۔ صرف پتھر کی جگہ لکڑی نے لے لی ہے۔

١٢- حضرت شاہِ ہمدانؒ کی تمام مسجد (از زینہ کدل سرینگر) جیومیٹری کی شکلوں کے پینلوں PANELS سے بھری پڑی ہے۔ یہاں جو

نقاشی کی گئی ہے اُس کے بارہ میں نکولس (NICHOLOS)
مقالہ "کشمیر میں اسلامی فن تعمیر Mohammaden Architecture in Kashmir
صفحہ ۸۸ کالم ۲ پر کہتا ہے کہ یہ سارسانی
SARACENIC ڈیزائن ہے۔ سارسانی ڈیزائن مصری اور مراکشی
ڈیزائن کو کہتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ مصری، مراکشی، فلسطینی اور
شامی ڈیزائنوں میں کچھ فرق نہیں۔ یہ سب اسرائیلی تہذیب کے قدیم
مرکز تھے۔

الغرض کشمیر کے فن تعمیرات کے تمام ادوار میں خواہ وہ بدھ زمانہ
سے قبل (یعنی آج سے اڑھائی ہزار سال قبل) کے ہوں یا ما بعد کے
خواہ بدھ اور بکرمی سن کے بعد اہل ہنود کے زمانہ کے خواہ خالص
اسلامی زمانہ کے یہاں تک کہ انگریز اور موجودہ زمانہ کے۔ سب
میں ہمیں اسرائیلی فن تعمیر کے زبردست اور ناقابل تردید اثرات ملتے
ہیں جو اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ کشمیر کے لوگ اسرائیلی النسل
ہیں اور قرنوں پر قرن اور زمانوں پر زمانے گذرنے کے باوجود وہ
اپنی تہذیب و تمدن اور اُن مذہبی روایات و عقائد کو نہیں بھولے
جو آج تک اُن کی عبادت گاہوں، مقبروں اور مسجدوں میں
جلوہ گر ہیں۔

باب چہاردہم

اسرائیلی زراعت کے طریقے

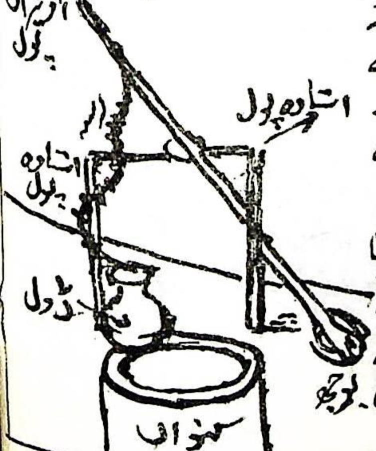
(Israelitish Methods of Agriculture)

زراعت کے لیے جیسا آب پاشی کا عظیم الشان طریقہ کشمیر میں ہے شاید اس کی مثال کہیں نہیں ملے گی۔ جس جگہ پانی کا پہنچانا ناممکن ہو بے سمجھ ان پڑھ مگر ذہانت کے پتلے کشمیری کو معلوم ہے کہ وہاں پانی کس طرح پہنچایا اور بہایا جائے؟ جس طرح جسم انسانی میں باریک باریک رگیں اور شریانیں خون کے دوران کے لیے ان گنت اور پیچیدہ طریقہ پر پھیلی ہوئی ہیں۔ اسی طرح ملک کشمیر میں شفاف پانی کی نہریں، کوہلیں، جوئباریں اور نالیاں چپے چپے پر پھیلی ہوئی ملیں گی۔ کھیتوں، باغوں، بیدزاروں اور سبزہ زاروں کا ذکر ہی کیا۔ ایک ایک گاؤں کے گلی گلی اور کوچے کوچے بلکہ مکانوں کے صحنوں میں سے ٹھنڈے پانی کی جو جوئباریں دیکھنے والے کو حیرت زدہ بناتی ہیں۔ نفاست طبع زمیندار کے صحن میں

سے یا مکان کو چھوتی ہوئی اگر شفاف پانی کی نہر نہ گذرے۔ تو
کے ذہنِ تعیش پر سخت ناگوار اور گران گذرتا ہے۔ جب کشمیر
نچلے دیہاتوں اور میدانی قصبوں و شہروں میں نہروں کی یہ بہتا
نظر آتی ہے تو قدرتاً خیال پیدا ہوتا ہے کہ ملک کے پہاڑی اور با
خطے (جو جابجا اونچے اونچے ٹیلوں کو ڈُڈر یا کریوے کو دل پر دا
ہوتے ہیں) پانی کی ان نہروں سے محروم اور خشک ہوں گے۔ کیون
پانی زیریں یا نچلے علاقوں سے اس قدر سینکڑوں فٹ بلندو
دیہاتوں میں نہیں پہنچایا جا سکتا۔ مگر جب سیاح ان بلند ٹیلوں
کریوے وُڈروں پر چڑھتا ہے تو یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ
رہتی۔ کہ ان بلند خطوں پر بھی قدم بہ قدم اسی طرح نہریں اور جوئیا
ہنستی ہوئی چلی جاتی ہیں۔ سبزہ زاریں پانی سے بھرپور دشالی
کے کھیت لہلہا رہے ہیں اور گل و گلزار کی وہی رونق ہے جو ملک
زیریں خطوں میں نظر آتی ہے۔ کشمیری کسان نے یہ پانی ان پہاڑی ٹیلو
یا ڈُڈروں پر کیسے پہنچایا۔ یا کہاں سے اور کس طرح لایا۔ یہ چیز نی
سے ہی تعلق رکھتی ہے۔ بیان نہیں کی جا سکتی۔ آپ کبھی پنجاب۔ یو۔پی
سی۔ پی یا ہندوستان کے دیگر علاقوں کے کسانوں کو خود بخود بلا
مزدوری اپنی زراعت کی بہتری کے لیے نہریں کھودتے یا بنات
نہیں دیکھیں گے۔ حتیٰ کہ پاس سے گذرتی ہوئی نہر سے ایک چھوٹی
سی جوئیا رہ گاؤں یا گھر تک لانا ان زمینداروں کے لئے بارِ گران
ہے۔ لیکن کشمیر کے دہقان ہر موسم بہار میں سینکڑوں ہزاروں
کی تعداد میں پھاوڑے، کلہاڑے۔ گینتیاں، بیلچے وغیرہ لے کر

گروں سے نکلتے۔ ٹوٹی پھوٹی نہروں کی مرمت کرتے۔ نئی نہریں
بناتے۔ پہاڑوں کے سنگین پتھروں کو کاٹتے ندی، نالوں کے منہ
موڑتے اور جدید بند اور پُل بناتے اور یہ سب کچھ بلا کسی معاوضہ
یا کسی کے کہنے، سننے کے آپ کو کرتے نظر آئیں گے۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے
کہ نہر کے راستے میں ایک بہت گہرا کھڈ یا نالہ آجاتا ہے۔ نہر کو اُس
کھڈ یا نالہ کے پار لیجانا ہے۔ اچھے خاصے انجینیر کا دماغ بھی چکرا
جاتا ہے۔ مگر کشمیری دہقان بڑے اطمینان سے بڑے بڑے درختوں
کے سالم تنے اُٹھا کر لے آتے ہیں۔ انہیں بیچ میں سے چھید کر پائپ کی
طرح خالی بناتے ہیں اور کھڈ یا نالہ کے آر پار رکھ کر پانی کو ان میں سے
گزارتے ہیں۔ اور اسی طرح نہر کے پانی کو پار لیجاتے ہیں۔ اگر کھڈ
یا نالہ زیادہ چوڑا ہو تو اُس کی تہہ سے اُس پر مطلوبہ سطح تک بیچ میں
پتھروں کا ایک ستھو یا ستون سا تیار کرتے ہیں اور پھر لمبے درختوں
کے دو دو چار چار تنے ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کر اُن ستونوں
پر ایک پُل سا بناتے ہیں جس پر پانی گزرتا ہے۔ یا تختوں کو جوڑ کر
اس نفاست سے پل بناتے ہیں کہ پانی مزے سے اُس پل میں سے
گزر جاتا ہے۔ کشمیریوں نے یقیناً اریگیشن کا یہ نہری طریقہ اپنی
سینکڑوں سال کی قید و بند میں اسیر رہا اور پائی کے اپنے اُن بزرگوں سے
سیکھا ہوگا جنہوں نے بلند و بالا محلات کی چھتوں پر ویران باغات
لگائے اور وہاں پانی پہنچایا۔ کشمیر کے باغات۔ کھیت اور نہری طریقۂ
زراعت آج بھی مکمل طور پر عراق، عرب اور شام میں ملتا ہے۔ اس
نہری طریقہ کے علاوہ کشمیر میں آب پاشی کا ایک اور نرالا طریقہ

ہے۔ جو ہندوستان میں اور کہیں مروج نہیں۔ یعنی جہاں نہریں نہ
لائی گئی ہیں یا لانے کی ضرورت نہیں۔ یا پانی کا نیچے اور زمین
ہے۔ وہاں کنوئیں کھودے جاتے ہیں اور اُن کنوؤں یا نیچے بہنے
والے پانی کے کنارے پر لکڑی کے دو لمبے لمبے پول (کانڈے)
ایک دوسرے سے ایک گز کے فاصلے پر گاڑے جاتے ہیں۔ اُن کے
سروں پر ایک لکڑی جوڑی جاتی ہے۔ جس کے وسط میں پہلے پولوں
سے دو گنا لمبا پول باندھ دیا جاتا ہے۔ اس پول کا نچلا سرا یا موٹا
ہوتا ہے یا اُس کے ساتھ پتھر باندھ دیا جاتا ہے اور اوپر کے
سرے پر پول کی لمبائی سے ذرا کم رسی باندھ دیتے ہیں۔ اس رسی
کے ساتھ ایک بہت بڑا ڈول بندھا ہوتا ہے۔ ایک آدمی کنوئیں یا
پانی کے کنارے پر کھڑا ہو جاتا ہے اور ڈول کے سرے پر رسی کو
پکڑ کر کنوئیں یا پانی میں ڈالتا ہے۔ جب ڈول بھر جاتا ہے تو اسے
باہر کھینچتا نہیں بلکہ رسی کو چھوڑ
دیتا ہے تو پول کے دوسرے سرے
یا پتھر کے وزن سے ڈول خود
بخود بھرا ہوا کنوئیں یا پانی سے
باہر نکل آتا ہے اور آدمی اسے
خالی کر کے پھر کنوئیں میں ڈالدیتا
ہے۔ چونکہ ڈول میں بیک وقت
تیس چالیس سیر پانی آجاتا ہے
اسی لئے بغیر کسی تکلیف کے منٹوں میں بوجھ



میں کھیتوں کو پانی دے دیا جاتا ہے۔ کنویں سے پانی نکالنے اور کھیتوں کو دینے کا یہ طریقہ آج بھی عراق، عرب، شام اور فلسطین میں بکثرت نظر آتا ہے۔

صرف آبپاشی ہی نہیں بلکہ زمینیں تیار کرنے اور باغبانی میں کشمیر کے لوگوں کو ید طولیٰ حاصل ہے۔ نئے نئے طریقوں پر پیوند لگانے اور نئے سے نئے پھل و پھول اُگانے میں یہ لوگ باقی ہندوستان کو پیچھے چھوڑے ہوئے ہیں۔ کیوں کہ باغات، خیابانوں، کیاریوں جدولوں اور جوئباروں کے یہ طریقے آپ کو ایران اور شام وعراق میں ہی ملیں گے۔ اگرچہ کشمیر میں اب یورپین پھول عام لگائے جاتے ہیں مگر باغبانی کی پیچیدگیاں اور فن سب اسرائیلی یعنی شامی وعراقی طرز کے ہیں۔

ناڑدنا ور لگانے کا طریقہ۔ جب دو کھیتوں کے مابین دراڑ یا کھڈ حائل ہو یا ایک ٹیلے سے دوسرے نزدیکی ٹیلے پر پانی پہنچانا ہو تو کسی درخت کے تنے کو بیچ میں سے نالی کی شکل میں تراش لیتے ہیں اور دراڑ یا کھڈ پر رکھ کر پانی کو دوسری طرف پہنچاتے ہیں۔ گویا پانی کے چلنے کا ایک پُل بنا دیتے ہیں۔ آپ کو ہندوستان میں کسی دوسری جگہ یہ طریقہ نہیں ملے گا۔ البتہ شام میں ملے گا۔ ناڑدنا ور اس طرح ہوتا ہے:-



باب پانزدہم

کشمیری و عبرانی زبانیں

پیر پنجال کو عبور کرتے ہی سیاح دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ کشمیر میں ایک ایسی زبان سے پالا پڑتا ہے جو سننے میں تو نہایت تیز و طرار، شیریں معلوم ہوتی ہے مگر ہندوستان کی بقایا تمام زبانوں سے بالکل الگ تھلگ زبان ہے جس کا سمجھنا اور سیکھنا ایک نہایت دشوار کام ہے۔ ہر زبان کی گرامر اور الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ اس پر کس زبان کا اثر پڑا ہے۔ کشمیری کے الفاظ میں ہندی یا سنسکرت کی بجائے فارسی، عربی زبانوں کا اثر غالب نظر آتا ہے اور فارسی عربی الفاظ میں بھی چھان بین کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ قدیم پہلوی اور زرتشتی زبان کا اثر زیادہ ہے۔ جب مزید تحقیقات کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلوی زبان نہیں بلکہ عبرانی اور سریانی زبانوں کے الفاظ ہیں جس سے ثابت ہے کہ یہ اسلام سے قبل زبانوں کا اثر ہے۔ کشمیری زبان کی گرامر نہ ہندی سے ملتی ہے نہ ملحقہ ملک پنجاب کی پنجابی سے۔ اور نہ سنسکرت، گجراتی، تامل

تیگو یا بنگالی ہے۔ کشمیری زبان کے فقروں کی بناوٹ بالکل جُداگانہ ہے۔ وہ فارسی طرز بھی نہیں اور جب تحقیقات کریں تو معلوم ہوگا کہ کشمیری گرامر سریانی اور عبرانی گرامر سے بالکل ملتی جلتی ہے۔ مگر یہ پوری عبرانی نہیں۔ بہت کچھ بگڑی ہوئی گرامر ہے۔ تاہم اس کی بنیادیں بہت حد تک قدیم عبرانی ہیں۔ زبانوں میں تغیر و تبدل ہر ملک و زبان میں ہمیشہ ہوا ہے۔ خود ہندوستان میں آج کی وہ اردو یا ہندی نہیں۔ جو آج سے تین سو سال قبل تھی۔ انگلستان میں کتنے ہیں جو ایلفرڈ کے زمانے کی انگریزی سمجھ سکتے ہیں؟ کتنے لوگ ہیں جو ملک محمد جائسی یا امیر خسرو کی اردو سمجھ سکتے ہیں؟ حالانکہ انہیں ساڑھے تین سو سال سے زیادہ نہیں گذرے۔ اسی سے اندازہ کریں کہ کشمیری زبان پر آج دو ہزار سال سے کیا کچھ گذرا ہوگا۔ جبکہ اسرائیلی عبرانی، سریانی اور پہلوی زبانیں بولتے ہوئے اس ملک میں وارد ہوئے تھے۔ زبانیں زمانے کے ماحول، جغرافیائی حالات اور تہذیب و تمدن سے بنتی، بگڑتی، بدلتی، سنورتی، منجھتی چلی جاتی ہیں تاہم کچھ نہ کچھ ایسے آثار رہ جاتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ زبان کے اصلی ماخذ کیا ہوں گے؟ زمانہ اگرچہ اڑتا چلا جاتا ہے لیکن ہر قوم کے ورثہ سے ملے ہوئے عادات و خصائل نہیں بدلتے۔ یہ عادات اور خصائل ادب اور زبان پر بڑا اثر ڈالتے ہیں۔ اسرائیلی جہاں ایک طرف من حیث القوم پُرمذاق سلجھے ہوئے ہیں وہاں دوسری طرف وہ از حد زندہ دل اور لطائف و ظرائف سے بھرپور طبیعت رکھتے ہیں۔ جہاں الیکٹرانسل MYTHOLOGICAL دیوی تاؤں سے جو قصے کہانیوں کی بجائے انہوں نے صحیح، حقیقی اور مناظر فطرت سے لبریز

شعر و ادب پیدا کیا ہے وہاں دوسری طرف اُن کا لطائف و ظرائف
سے بھرپور لب و لہجہ زبان کو ہر وقت توڑتا موڑتا رہتا ہے۔ جہاں
ایک طرف کشمیری ادب میں جھیلیں، دریا، ندی، نالے، بنج، بستہ ہوا،
بہار کے جوبن، زمستان کی برف باری، ہیبت چنار، معطر و سفید
نازک بید، خوشبودار اخروٹ و سیب، گل و گلزار، پہاڑوں کے کھات
سبزہ زار، چاندنی رات ملیں گی۔ وہاں دوسری طرف ظرافت اور پیار
سے الفاظ کو توڑ موڑ کر اُن کا حلیہ بگاڑا جاتا ہے۔ مثلاً احمد کو
محمد کو ممہ، فاطمہ کو فاطہ یا پھطہ۔ عائشہ کو عشی، خدیجہ کو خطیجی
رگھوناتھ کو رگھجو۔ بلبدر کول کاک کو بلکاک۔ رحمان کو رحمہ یا رمہ
عبد الغنی وسے گو گن وگ (علیٰ ھٰذا القیاس) کہتے ہیں۔ ان چند مثالوں
سے ظاہر ہے کہ کشمیری لوگوں نے اپنی اصلی زبان کی شکل کس قدر بگاڑ دی
ہو گا۔ اس لئے اگر اصوات اور الفاظ کی اشکال میں کچھ تھوڑا بہت
تو کیا بلکہ خاصا فرق بھی نظر آئے تو سمجھنا چاہئے کہ اصلی الفاظ وہی ہیں
جو اس کی اصلی زبان میں موجود ہے۔ کشمیر کے اسرائیلیوں نے اپنی پختہ
مذاق عادت سے اس کی شکل یا معانی بگاڑ دئے ہیں۔

اب ہم چند الفاظ دکھاتے ہیں جن سے ثابت ہو گا کہ کشمیری زبان
یا تو عبرانی زبان کی بگڑی ہوئی شکل ہے یا عبرانی زبان سے نکلی ہے
آج دنیا میں ایک بھی ایسی زندہ زبان نہیں ہے جو یہ ثابت کر سکے کہ اس
میں اڑھائی ہزار سال قبل کے الفاظ جوں کے توں موجود اور روزمرہ
بولی میں مستعمل ہیں۔ کشمیریوں نے اگر اپنی تلاطم خیز انقلابی زندگی کے
باوجود اڑھائی ہزار سال گذرنے پر بھی لاتعداد عبرانی الفاظ کو خفیف تغیر د

تبدل کے ساتھ اسی طرح محفوظ رکھا ہوا ہے اور آج بھی انہیں نشۂ
بولی میں استعمال کرتے ہیں۔ تو یہ اس کا کمال ہے اور داد دیے بغیر
نہیں رہا جا سکتا۔ ہم اس بات کا پھر اعادہ کرنا چاہتے ہیں کہ آپ اس
بات کو نہ بھولیں کہ مختلف جغرافیائی حالات، ماحول، سماج، مذہب اور سیاسی
واقعات کے ساتھ ساتھ زبانیں سرعت سے بدلا کرتی ہیں۔ یو پی
صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ کی جو آج زبان ہے وہ آج سے تین سو سال
پہلے نہیں تھی۔ امریکہ، جاپان، آسٹریلیا، جاوا سماٹرا کی جو آج مادری
زبانیں ہیں، تین سو سال قبل وہاں ان کا نام و نشان بھی نہیں تھا اور حالات
زمانہ بعض الفاظ کی شکل کو بالکل مسخ کر کے رکھ دیتے ہیں۔ مثلاً کشمیری
کا ایک لفظ "کھانڈے" (ایک ذات کا نام) ہے۔ بعض جگہ اسی لفظ کو
کھانڈ کہتے ہیں۔ جب غور کیا اور تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ "ڈ" زیادہ
بگاڑا گیا ہے اور فہمیدہ لوگ "کھان" پکارتے ہیں۔ کشمیری لوگ
"خ" کو لب لہجہ یا آسانی ادا نہیں کرتا اور "خ" کو "کھ" کہتے ہیں۔ گویا
کھان نہیں "خان" لفظ ہے۔ اب خیال فرمائیے کہاں خان اور کہاں
"کھانڈے" صرف لب لہجہ نے بات کہاں سے کہاں پہنچا دی۔ یہ
مثال اس لئے دی گئی کہ اس سے اندازہ کریں کہ کشمیر میں پہنچ کر لب و لہجہ
نے ہی عبرانی الفاظ کو کس قدر توڑ موڑ دیا ہوگا۔ اس پر آج ہزاروں
سال گذر گئے ہیں۔ جب عبرانی زبان کشمیر میں وارد ہوئی تھی تو بھی عبرانی
زبان کا جو کچھ رہ گیا ہے اور واضح طور پر نظر آتا ہے وہ پیش کیا جاتا
ہے۔ بد قسمتی سے راقم اس زبان سے ناواقف ہے۔ ممکن ہو سکتا ہے ذاتی
علم ہوتا تو زیادہ تحقیقات کر سکتا۔ اس فہرست کے الفاظ عبرانی و کشمیری

زبانوں سے واقف چند اصحاب نے تیار کئے ہیں اور راقم نے فہرست کو مرتب کیا ہے :-

کشمیری اور عبرانی زبانوں کا مقابلہ و موازنہ

عبرانی	کشمیری
اتو (دیکھو۔او)	اتو۔ہتو (دیکھو۔او)
آن (عدم میں ہونا	اَن (اندھا)
اہب (محبوب ہونا)	ہب (محبت)
اَر (اس وقت)	اِنز (آگ)
اِل (خیمہ کھڑا کرنا)	ہل (کمربند)
اَوہ (آرزومند	اَوہ (اقرار۔اچھا)
ازن (تولنا)	ازن (تول)
اول (بیوقوف ہونا)	آول (کمزور)
ازار (کمر باندھنا)	اَخزار (پہلا ہے)
اول (بیوقوف ہونا)	اَول (کمزور) عول (بیوقوف)
الم (موٹا ہونا)	اَلہ (کدو۔ موٹا کدو)
اسر (قید کرنا)	ٹاسر (تنگ کرنا)
اره (پھاڑنا)	اره (آری۔پھاڑنے کے لئے)
الل (واویلا کرنا)	لل (واویلا کرنا)
ارک (لمبا)	ڈیرک (لمبا ہونا)

عبرانی	کشمیری
اک (حرف)	اک (ایک)
اطر (عیب، گناہ)	اطر (عیب، گناہ)
ایم (بھوت، موت)	یم (بھوت، موت)
ان (آنیوالی)	آن (لا) این (آنیوالی)
اون (پہلا)	آدن (پہلا)
اماہ (افسوس)	اماہ (افسوس)
افق (گھومنا)	وفق (پرندے کا اڑنا)
ایت (اس جگہ۔ اسی چیز سے)	ایت (اس جگہ، اسی چیز سے)
اکر (رعب دار آواز)	وکر (رعب دار آواز)
اتہ (آنا۔ آئے)	یتہ (آنا، آئے)
الیش (چمک۔ آگ)	الیش (چمک، آگ، السی)
آح (ایک جنگلی جانور جو واویلا کرتا ہے)	آح (واویلا کرنا)

ب

عبرانی	کشمیری
بر (سوراخ)	بر (دیوار میں سوراخ)
باش (باسی۔ بدبودار)	باش (باسی بدبودار)
بلا (الگ۔ دور)	بن (الگ۔ بدبودار)
بنہ (تعمیر ہوگا)	بینہ (بن جائیگا، تعمیر ہوگا)
بم (بلند مقام)	بم (بام۔ چھت)
بوش (شرمندہ ہونا)	بوش (ملامت)

عبرانی	کشمیری
بھنہ (خاندان - اولاد)	بھنہ ([illegible])
بر (کھلا میدان)	بر (دروازہ - دراز)
بل (نہیں)	بل (یوتھی)
بھہ (صاف ہونا)	بھہ (بیٹھ جانا)
بخت نفر (ظالم بادشاہ)	بخت نصور (ظالم شخص)
بھن (بند کرنا)	بھن (زخم میں گندے خون کا جمع ہونا)
بوس (روندھنا)	بوس (روندھی ہوئی چیز)

ت

عبرانی	کشمیری
تلا (بلند کرنا)	تلن (اٹھانا - بلند کرنا)
تیک (کاٹنا)	تکے (گوشت کے کٹے ہوئے ٹکڑے)
تقر (تولنا)	تقر (ترازو)

ج

عبرانی	کشمیری
جعل (نفرت کرنا)	جعل (مکر کرنا)
جبر (زور)	جبر (زور سے)
جرم - زرم (ہڈی چبانا)	ازم (پچھلے دانت سے ہڈی چبانا)
جلہ (اپنی زمین چھوڑنا)	جلہ - ژلہ (اپنا علاقہ چھوڑنا)

ح

عربی	کشمیری
جح (دائرہ، گنبد)	حج (ڈیڑھی)
حل (مروڑ اجانا)	حل (ٹیڑھا)
حس (دیوانا)	ہس (ہاتھی شاید دیوار سا لمبا ہوتا ہے)
حوہ (سانس)	حوہ (سانس لینا)
حم (گرم جگہ)	حم حمام (گرم جگہ)

د

عربی	کشمیری
داب (دہشت)	داب (دہشت)
دکہ (کچلا جانا)	دکہ (دھکا)
دم (خاموش ہونا)	دم (خاموش ہو)
دفع (دھکیلنا)	دفع (دور کرنا)
درر (نکل جانا)	دراو (نکلا)
ددا (نفرت کرنا)	درہ (نفرت کرنا)
دقر (چوٹ)	دقر (ہتھوڑا۔ چوٹ لگانیوالا آلہ)

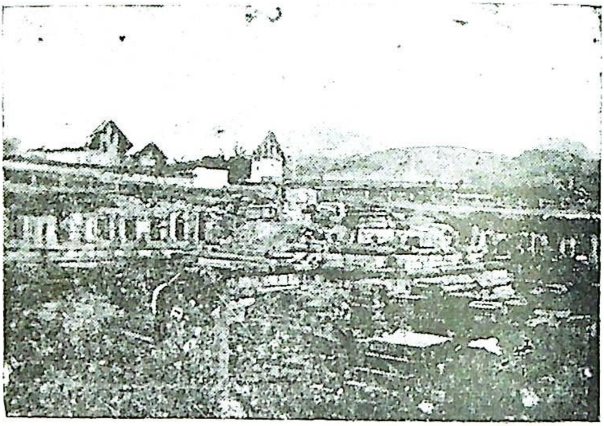
ر

عربی	کشمیری
ردس (دوڑنا)	ردس (ہرن۔ تیز دوڑنے کیوجہ سے)
رلاہ (ڈبلا کرنا)	رذ (رسی، دبلاپن)
رفاہ (مرمت کرنا)	رف (مرمت کرنا)
رزن (سردار)	راذہ (سردار، راجہ)
رعوش (کانپنا)	رعشہ (کانپنا)

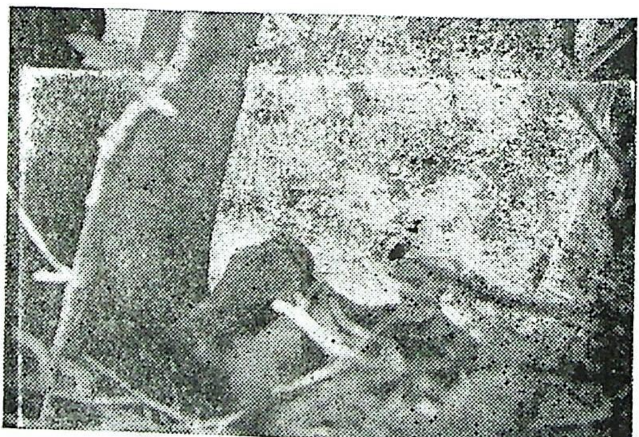
عبرانی	کشمیری
زنج (پوست اتارنا)	زج (چھٹی بھرنا۔ پوست اتارنا)
زحل (ڈرنا)	زحل (ڈر۔ مصیبت)
زن (جنس۔ مثل)	زن (مشابہ۔ مثل)
زناہ (حرام کاری)	زناہ (حرام کاری)
ذبح (ذبح کرنا)	ذبح (ذبح کرنا)
زھر (بنی اسرائیل کا دوسرا مہینہ)	زھر (دو)
نزل (بہانا)	نزل (چراغاں کرنا۔ شاید اس میں تیل بہانا پڑتا ہے)
ذکر (یاد کرنا)	ذکر (یاد کرنا)
زعف (اداس ہونا)	زعف (کمزوری)
زمن (مقررہ جگہ)	زمن (مقررہ جگہ پر انتظار کرنا)
زوہ (چھپانا)	زوہ (زمین میں کنواں کھود کر کوئی چیز چھپانا)

س

عبرانی	کشمیری
سبب (کھانے پر بیٹھنا)	سبہ (کھانے کی صف)
سکن (بسنا)	سکنہ (بسنے کی جگہ)
سمک (نزدیک ہونا)	سمکھن (ملنا)
سنا (دشمنی)	شنا (دشمنی و بربادی)



Temples of Egyptian & Babylonian layout & design in Awantipura, Kashmir. The internal sanctua.ary is purely of Israelitish design. (pp. 210 & 221)



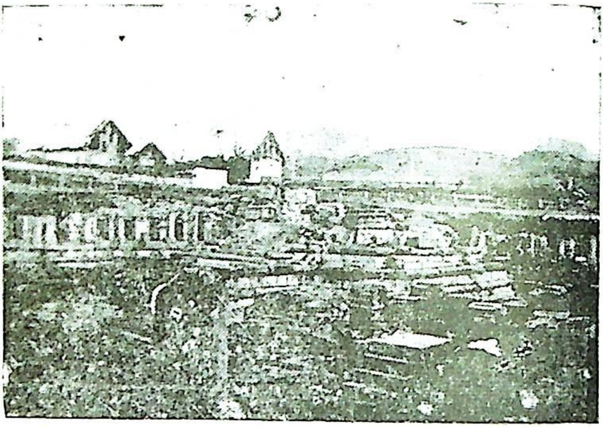
(p. 365)

The demolished tomb of Prophet Moses, on the mound of Booth, near the springs of Pisgah, in Behatpur (modern Bandipur) in the valley of Moab, in Kashmir. Baba Gafar Rishi and Mr. Aziz Shora are standing by the head of tomb, where a thousands of years old Israelitish brimage tree stands.

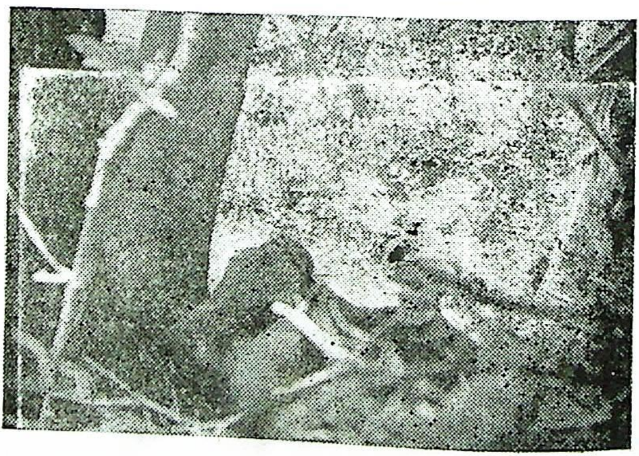
عبرانی	کشمیری
زنج (پوست اتارنا)	زنج (چیٹی بھرنا۔ پوست اتارنا)
زحل (ڈرنا)	زحل (ڈر۔ مصیبت)
زن (جنس۔ مثل)	زن (مشابہ۔ مثل)
زناہ (حرام کاری)	زناہ (حرام کاری)
ذبح (ذبح کرنا)	ذبح (ذبح کرنا)
زہر (بنی اسرائیل کا دوسرا مہینہ)	زہر (زرد)
زول (بہانا)	زول (چراغاں کرنا۔ شاید اس میں تیل بہانا پڑتا ہے)
ذکر (یاد کرنا)	ذکر (یاد کرنا)
زعف (اداس ہونا)	زعف (کمزوری)
زمن (مقررہ جگہ)	زمن (مقررہ جگہ پر انتظار کرنا)
زوہ (چھپانا)	زوہ (زمین میں کنواں کھود کر کوئی چیز چھپانا)

س

عبرانی	کشمیری
سبب (کھانے پر بیٹھنا)	سبہ (کھانے کی صف)
سکن (بسنا)	سکنہ (بسنے کی جگہ)
سمک (نزدیک ہونا)	سمکھن (ملنا)
سنا (دشمنی)	شنا (دشمنی و بربادی)



Temples of Egyptian & Babylonian layout & design in Awantipura, Kashmir. The internal sanctua.ary is purely of Israelitish design. (pp. 210 & 221)



(p. 365)

The demolished tomb of Prophet Moses, on the mound of Booth, near the springs of Pisgah, in Behatpur (modern Bandipur) in the valley of Moab, in Kashmir. Baba Gafar Rishi and Mr. Aziz Shora are standing by the head of tomb, where a thousands of years old Israelitish brimage tree stands.

عبرانی	کشمیری
سم (آراستہ ہونا)	سم (آراستہ، مسلح)
سرد (شریر ہونا)	سرد (شرارت)
سلح (صلح)	صلح (صلح)
ش	
شقص (مکروہ)	شقص (مکروہ)
شحر (فجر کا نیم اندھیرا)	سحر (فجر کا نیم اندھیرا)
شومر (حاکم)	شمر (ظالم)
شملا (پوشاک)	شملہ (پگڑی کا شملہ)
شالم (سلامت ہونا)	سالم (پورا، سلامت)
شفل (کمینہ)	سفل (کمینہ)
شین (سفید دانت)	شین (برف۔ شاید سفیدی کی وجہ سے)
شیر (گایا جانا)	ستار (شولہا گانا)
شت (آراستہ کرنا)	شت (صاف، پاکیزہ)
شمر (رکھ چھوڑنا)	شمر (بخیل۔ وہ پیسے کو رکھ چھوڑتا ہے)
شیش (چھٹا)	شیہ (چھ)
شت (ساتھ رکھنا)	سیت (ساتھ)
شکب (بیمار ہونا)	سکابہ (ایک بیماری کا نام)
شتق (تھم جانا)	شتن (تھم جانا)
شبہ (تعریف کرنا)	شوب (تعریف۔ خوبی)

عبرانی	کشمیری
شوہ (برابر۔ یکساں)	سوہ (برابر، یکساں)
شنا (بدل جانا)	شنا (ویران ہونا، بدل جانا)
شقد (گھات میں رہنا)	شقدر (گھات میں رہنے والا)
شفط (تقصیر)	ششر (تقصیر)
شاس (نابینا)	ستانس (نابینا)
ص	
صفا (چمکنا)	صفد (چمکنا)
صحر (روشنی)	سحر (سحری کا وقت)
صدق (سچ)	صدق (سچ، راستبازی)
صحن (بدبو)	صحن (بدبو) صحن بھی غلط ہے
ط	
طہر (پاک ٹھہرانا)	طہر (پاک) تہر (کھانا جو صدقہ میں دیا جائے)
طوح (لیپنا)	طح (چھلکا جو چاول کے ساتھ لپٹا ہوتا ہے)
طول (لمبا کرنا)	طول (لمبائی)، تال (چوٹی)
طنا (تہ خانہ)	طتب (تہ خانہ)
طما (سایہ تلے آرام)	طم (سایہ تلے آرام کرنا)
ع	

عبرانی	کشمیری
عزل (ہٹا لیجانا)	عزل (ہٹا)
عنہ (جواب دینا)	ونہ (ونن، جواب دینا)
عند (باندھنا)	غنڈ (گرہ باندھنا)
غیر (نا محرم، نا آشنا)۔	غیر (نا آشنا)
عف (اُڑ جانا)	وُف (پرندے کا اُڑ جانا)
عبور (عبور کرنا)	عبوُر (عبور کرنا)

ف

عبرانی	کشمیری
فاہ (پھونکنا۔ گرم کرنا)	فاہ (مرغی کا انڈوں کو سینا کیوں کہ مرغی گرم کرتی ہے)
فدن (بلند کرنا)	تھدُن (بلند کرنا)
فوحے (پھونکنا)	فوحے (پھونک۔ دم)
فوس (پھوٹ نکلنا)	فوص (پھٹ گیا، گوشت کے لئے)
فوت (کھو کھلا ہونا)	فوج (موت۔ روح نکلنے سے کھوکھلا ہو جاتا ہے۔
	فت (ٹوکری۔ کھوکھلی ہوتی ہے)
فلا (جدا کرنا)	فلن (جدا ہونا)
فرص (توڑ کر نقب لگانا)	فرن (نقب لگا کر چرانا)
فتل (دغا بازی کرنا)	فتلہ (دغا باز)
فھرا (تیز چلنے والا)	فرۃ (تیزرو)

عبرانی	کشمیری
ک	
کابیہ (بھاری ہونا)	کُب (کُبڑا)
کُلمہ (بے عزتی)	کِلِم (بے عزت کرنا۔ منہ کالا کرنا)
کور (چھیدنا)	کورِن (چھیدنا)
کنز (خزانہ)	کنز (چابی)
کرہ (کھودنا)	کرہ (لکڑی کی کھودن)
کاشُر (حلال)	کاشُر (حلال کھانے والے

اسرائیلیوں نے ہند کے شمالی حصہ میں پہنچ کر یہ نام بدستور اپنے ساتھ اس لیے رکھا کہ وہ بت پرستوں کی طرح جھٹکہ، مردار یا حرام نہیں کھاتے تھے۔ چنانچہ کشمیری زبان میں کاشر کشمیری کو کہتے ہیں اسی سے لفظ کشیر نکلا۔ یعنی کاشر کے رہنے کی جگہ۔ کشمیر کو کشمیری زبان میں کشیر کہتے ہیں۔

عبرانی	کشمیری
ق	
قانیا (نے)	کانِ (نے)
قبر (دفنانا)	قبر (لحد، دفنانا)
قدم (پہلے ہونا)	قدم (قدم۔ پہلنا)
قور (کنواں کھودنا)	قور (کنواں)
قطل۔ قتل (مار ڈالنا)	قتل (قتل)

عبرانی	کشمیری
قبض (ہاتھ سے پکڑنا)	قبضہ (ہاتھ سے پکڑنے کی چیز)
قب (گنبددار کوٹھڑی)	قبہ (گنبددار کوٹھڑی)
قدر۔کدر (میلا ہونا)	کدورت (میلاپن)
قوا (الٹی آنا۔ قے ہونا)	قے (الٹی۔ قے)
قمل (کملا جانا)	قملن (کملا جانا)
گ	
گال (گھن آنا)	گال (گھن آنا)
گاڑ (جھڑکنا)	گاڑہ (ڈانٹنا)
ل	
لبد (الگ)	لب (الگ) لب (دیوار۔کنارہ)
لہر (دیوانہ)	لہہ پیہہ (بھوت زدہ ہونا)
لول (محبت سے لپٹنا)	لول (محبت)
لاگ (میٹھا)	لاگن (میٹھا کرنا)
لیقیت (گالی)	لیقل (گالی دینے والا)
م	
موت (مرنا)	موت (مرنا۔ موت)
مالون (ٹکنے کا مقام)	مالون (میکہ۔ ماں باپ کا گھر)

عبرانی	کشمیری
مرہ (رگڑنا)	مُرُ (رگڑ)
مہہ (انکار کرنا)	مہمہ کر (مت کر)
موص (دباؤ)	موص (دھکا مٹ)
مہر (عورت کا مہر	مہر (عورت کا مہر)
مزہ (چوسنا)	مزہ (چکھنا)
مین (صورت دکھانا)	مین (بوسہ دینا یا لینا)
محہ (پونچھنا	مچن (آنکھیں پونچھنا)
مزج (کمربند)	منز (تنگ۔ گھوڑے کا کمربند)
مسخ (ٹلسلا کرنا)	مسخ (دبلا کرنا۔ صورت کسی رنگ میں بدلنا)
ماتھوق (میٹھا)	میاٹھو (میٹھا۔ لذیذ)
مس (دبلا ہونا)	مس (لاغری۔ کمزوری

ن

عبرانی	کشمیری
نابال (نادان)	نابالغ (بچہ)
نابیا (نبی) = نبی (اونچا۔ رسول)	نبی۔ نب (نبی۔ آسمان۔ اونچا)
نکر (ناک میں رسی ڈالنا	نکر (ناک میں رسی ڈالنا)
نجس (گندہ)	نجس (ہمر دار۔ گندہ)
نکہ (قریب)	نکھ (نزدیک)
نعل (جوتی)	نعلین (جوتیاں)
نور (روشن ہونا)	نُور (روشنی)

نلہ (انکار کرنا)	نلہ بھرن (تمام قرضے سے انکار کرنا)
نظر (صفائی کرنا)	نظر کر (دیکھتے رہنا)
نوا (انکار کرنا)	نوا (نہیں صاحب - گمر یزی بولی)
نیا (کچا ہونا)	نیول (کچا)
نیر ہوند (افتادہ زمین)	نیور (چراگاہ)
نقط (نفرت کرنا)	نقرط (نفرت)
نسا (مٹھا کھاتا)	نسا (مٹھا کھایں)
نتن (نکالنا)	نتن (بھیڑ کا پشم اتارنا)
نقب (کھوکھلا کرنا)	نقب (دیوار کو کھوکھلا کرنا)
نفش (نفس)	نفس (نفس)
نفق (نفقہ، گزارہ)	نفقہ (گزارہ)
نفخ (پھونکنا)	نفخ (پیٹ پھولنا)

و

وزر (بوجھ)	وزر (بار، بوجھ)

ھ

ہون (نفرت، ذلیل)	ہون (کتا، نفرت کی وجہ سے)
ہلل (خوشی کی آواز)	ہلالے (خوشی کی آواز کرنا)
ھتر (پھسانا)	ھتر (اونچا، اونچائی)
ہیم (وہ)	ھیم (آتش تے)

کشمیری	عبرانی
ہرس (بہت باریک توڑنا)	ہرس (ٹوٹ پڑنا)
ہس مس (چُپ چاپ)	ہس (چپ چاپ)
ھُو (وہ)	ہو (وہ)
ھم ھم (آہستہ چلنا - بولنا)	ھم (دھیمی آواز نکالنا)
ھم اُھم (شور)	ہمہ (شور مچانا)
یَم / یَاگم (سمندر)	یام (سمندر)
ہلہ دُول (بے سوچے باتیں کرنا)	ہلہ ہلہ (بے سوچے باتیں)

"ی"

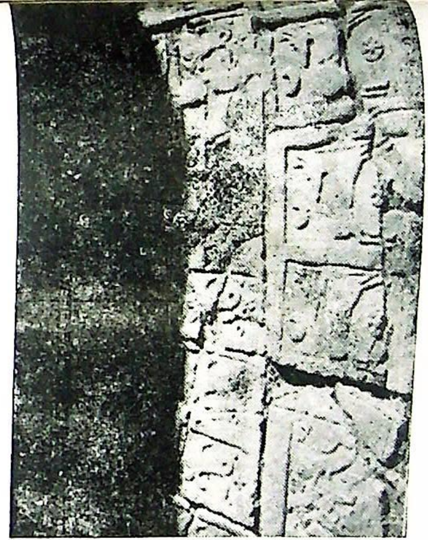
سُریانی عبرانی، پہلوی اور کشمیری میں اسلام سے قبل مشترک الفاظ

اب ہم ذیل میں چند ایسے الفاظ درج کرتے ہیں جو سُریانی عبرانی، عربی، پہلوی اور کشمیری میں مشترک ہیں۔ پہلوی اور کشمیری میں تو یہ یقیناً عبرانی، عربی یا سُریانی سے آئے ہیں مگر آج تک یہ پتہ نہیں چلا کہ فی الحقیقت ان تینوں زبانوں میں پہلے کس زبان سے لئے گئے کیونکہ تینوں جزیرہ نمائے عرب کی قدیم زبانیں ہیں سریانی اور عبرانی دونوں آج سے اڑھائی تین ہزار سال قبل بولی جاتی تھیں یعنی آج سے اڑھائی تا چار ہزار سال برس قبل ان کا زندہ زبان ہونا تاریخ سے ثابت ہے۔ سُریانی موجودہ شام و عراق عرب حصہ شمالی کی زبان تھی۔ عبرانی، فلسطین کی زبان تھی۔ ان دونوں زبانوں کی تاریخ کا تھوڑا بہت پتہ اس لئے چلتا ہے کہ یہ جزیرہ نمائے عرب بلکہ دنیا کے متمدن ترین خطوں کی زبانیں تھیں۔ اس قدیم زمانے

... (ذرا سا معمولی کام)	عدمیچہ (بہانا)
... (شتیر جو چھت کا بوجھ ...)	یطل (سہ سکنا)



Mr. Olafson linguist and special envoy of Pope and the Author showing miraculous Moses' stones weighing 300lb each, which spring into air by saying "Ka-Ka", outside the tomb of saint Janbaz,



Sun-baked clay tablets excavated from the tomb of Prophet Aaron, in village Haron or Harvon, Srinagar — bearing Babylonian style pictures of horses, deer, riders, flowers, ladies, eagles etc.

(p. 212)

یں عرب کا جنوب مشرقی اور وسطی وسیع خطہ تمدنی لحاظ سے تاریک سمجھا جاتا تھا اور اس وسیع ترین خطے کی زبان عربی تھی۔ گویا عربی نہ صرف اس وقت عبرانی و سریانی کے ساتھ ساتھ بولی جاتی تھی۔ بلکہ ان تینوں زبانوں کے حروف، اصوات، الفاظ کی شکل وصورت اور گرامر سے ماہرین السنہ نے اندازہ لگایا ہے کہ عربی ان تینوں زبانوں میں قدیم ترین زبان تھی۔ اور آج سے پانچ چھ ہزار سال قبل بھی اسی طرح بولی جاتی تھی جس طرح آج ایک متمدن زندہ زبان کی حیثیت سے عرب، عراق، شام، فلسطین، مصر، سوڈان، مراکش، حبشہ، بربر، زنجبارہ وغیرہ کئی ممالک میں بولی جاتی ہے۔ پس عین ممکن ہوسکتا ہے کہ سریانی اور عبرانی زبانیں بھی عربی سے نکلی ہوں۔ کم از کم مندرجہ ذیل الفاظ سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے۔ اگر یہ نہیں تو ان الفاظ سے اتنا باور کیا جاسکتا ہے کہ اسرائیلی جب فلسطین سے نکلے اور بابل، سیریا اور ایران سے ہوتے ہوئے جب کشمیر میں وارد ہوئے تو اپنے ساتھ عربی، عبرانی، سریانی اور پہلوی زبانوں کے مشترکہ الفاظ بھی ساتھ لیتے آئے اور دیگر عبرانی الفاظ کی طرح انہیں زیادہ اس لئے نہ بگاڑ سکے کہ کشمیر میں آنے کے چند صدیوں بعد ہی عربی نے بصر اسلام کی شکل میں ان اسرائیلیوں کو اپنی شکل دکھائی اور وہ بگڑے ہوئے الفاظ پھر درست ہوگئے۔ عبرانی چونکہ ہمیشہ کے لئے گم اور مردہ ہوگئی۔ اس کے الفاظ یہاں بھی گم یا مردہ ہوگئے، اور بگڑے ہوئے بگڑے ہی رہے۔

اعمی (اندھا)، اصل۔ اجر۔ ادل بدل۔ آخرت۔ احسان (یکساں)، ادنیٰ۔ اعلیٰ۔ السبیل (دکھ تکلیف دینا، شاید عربی کے سلسبیل

سے نکلا ہے) اولاد ۔ اجل ۔ ابابیل ۔ انسان (ینسان) ایمان ۔
بیت الخلاء ۔ بلدی (مصیبت یا دکھ ۔ عربی بلا سے شاید نکلا ہے)
باقی ۔ باطل ۔ بال (پہاڑ ۔ عربی جبال سے نکلا ہے ۔ عبرانی میں بھی بال ہے
ج حذف ہوا) باقی ۔ بالغ (بالینگ) بیان ۔
تنازعہ ۔ تنور (تنور) تجلتھ (تجارت) تمنا، قیامت (قیامتھ
توکل ۔ تقصیر ۔
جرم ۔ جزاء ۔
حجت ۔ حکیم ۔ حق ۔ حسرت ۔ حساب ۔ حب (دوائی کی گولی) حاجت ۔
خوف (خوکھ) خیر (کھیر) خیرات ۔ خالی ۔
دلیل ۔ دنیا ۔ دولت ۔ دگا دگا (آپس میں ٹکرانا)
رسالت ۔ رزق ۔ رسول ۔
ذلت ۔
سحر ۔ ساعت ۔ سر ۔ شریک ۔
صندوق، صدقہ، صرصر (ہلنا ۔ عربی صرصر سے نکلا ہے ۔ تیز ہوا) صالح ۔
طمع ۔ طاقت ۔ طبق ۔
ظاہر و باطن
عرش ۔ عصاء ۔ (عاسہ) عاجز ۔ عمل ۔ عاقبت ۔ عقل ۔ عیب ۔ عذاب ۔ عداوت
عزت (یزت)
غیب ۔ غایب ۔ غلیظ ۔
فان (پھان ۔ گذر جانا) فرش ۔ فساد ۔ فتنہ ۔ فوج (پھوج)
کنتر (لکڑی کا چمچہ) کھر (بھوسہ ۔ عربی میں اکمام غلانوں کو کہتے ہیں)

کرسی۔ کذاب۔ کب یا کوب (کوزا عربی کبت سے نکلا ہے) کتاب کنز(چابی۔ عربی میں خزانہ کو کہتے ہیں) کاد (کاد۔ اپنے پڑوسیوں وغیرہ کو گاؤں میں بلا کر کام پر بلا اجرت لگانا کا دکھلاتا ہے کھانا کھانے کا ایک برتن) کاب (مٹی وغیرہ کا تھال) گول دکونگا قشر (کپی کا پھلکا۔ عربی میں قشر چھلکے کو کہتے ہیں) قلم۔ قسم۔ قبر۔ قیامت قوم۔ قسمت۔ قدم۔ قوت۔ قسط۔

لذت۔ لعنت۔

موت۔ مود (مر گیا۔ عربی مات سے بنا ہے)۔ موت (پاگل۔ گویا پاگل مردہ کے برابر ہوتا ہے) مالک، منت، مشرب، مختار، مال، مرض مریض، مرض، مکر۔

نار (آگ) نصیب، نفس، نعمت، ناد (بلانا۔ عربی ناد سے نکلا ہے) وعدہ۔

ہزل۔ ہدہد (ہود ہود) ہد ہد

زبان کے لحاظ سے کشمیریوں کی خاص عادات

جیساکہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اہل کشمیر عبرانیوں کی طرح الفاظ کو خاص طور پر توڑتے، موڑتے رہتے ہیں اور اچھے خاصے ناموں کے مصمم-hen-mame رکھ کر انہیں پکارتے ہیں اور ان کا تلفظ۔ زبان کی آواز بالکل عبرانیوں کی طرح ہے۔

دوم اہل کشمیر عبرانیوں کی طرح الف، زیر اور حمزہ کو "ی" سے پکارتے اور پڑھتے ہیں۔ مثلاً اکدن (یکدن) اسماء (یسماء) ایمان

(ییمان) ابراہیم (ہیبراہیم) اِقتلُو (یقتلو) احسان (یحسان) وغیرہ

سوم۔ افسوس، ندا اور مسرت کے الفاظ جو بغیر کسی تصنع یا بناوٹ کے بے ساختہ زبان سے نکل جاتے ہیں۔ دونوں قوموں عبرانیوں اور اہل کشمیر میں ایک سے اندملتے جلتے ہیں۔ مثلاً اح اح۔ ڈرڈر کیاہ۔ اوں ہوں۔ اتو وغیرہ۔

چہارم۔ عبرانیوں اور عربیوں میں جانوروں کے ناموں پرذاتوں اور انسانوں کے نام رکھنے کا عام رواج ہے۔ اہل کشمیر میں بھی یہی عادت کثرت سے پائی جاتی ہے۔ مثلاً ابوہریرہ ایلیوں کا باپ ہُدہُد (ایک پرندے کا نام) نمل (چیونٹی) [عبرانی] نیل کنٹھ (ایک پرندہ۔ دستیر) لیسی (چیونٹی) ہاپت (ریچھ) ووٹ (اونٹ) [کشمیری]

باب شانزدہم

کشمیر میں جگہوں کے بابلی اور اسرائیلی نام

کشمیر کا نام ہر قوم جو ہجرت کر کے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتی ہے اپنے بزرگوں یا یادگاروں کے نام جدید جگہوں کو دے دیتی ہے۔ یعنی انہیں سابقہ یا اپنے محبوب ناموں سے موسوم کر دیتی ہے۔ کشمیر کی کوئی ایسی قدیم ترین اڑھائی تین ہزار سال پرانی تاریخ موجود نہیں ہے جس سے پتہ چل سکے کہ یہاں کے مقامات کے اصلی نام کیا تھے؟ کون لوگ یہاں رہتے تھے؟ ان کی کیا زبان تھی؟ اہل اسرائیل اس وادی میں اس طرح پھیل گئے اور اس طرح اسے اپنے رنگ میں رنگ دیا کہ قدیم باشندوں اور تمدن کا نام و نشان بھی آج نہیں ملتا۔ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ہر قوم اور نئی تہذیب اسی طرح کرتی ہے۔ اسلام نے عرب۔ عراق۔ شام۔ یمن۔ فلسطین۔ مصر وغیرہ میں یہودیت۔ ایران میں پارسیت اور افغانستان میں بت پرستی کو قطعاً مٹا دیا اور یہ پتہ چلانا ناممکن ہو گیا ہے کہ پرانے مذہبوں یا لوگوں یا تمدن کے کوئی نشان بھی باقی ہیں یا نہیں۔ یہی حال بنی

(ایمان) ابراہیم (ئبراہیم) اِتّقُلُو (لقیتلو) احسان (ایحسان) وغیرہ

سوم۔ افسوس، ندا اور مسرت کے الفاظ جو بغیر کسی تصنع و بناوٹ کے بے ساختہ زبان سے نکل جاتے ہیں۔ دونوں قوموں عبرانیوں اور اہل کشمیر میں ایک سے اور ملتے جلتے ہیں۔ مثلاً اح اح۔ دَرِ دَرِ کیاہ۔ اوں ہوں راتو وغیرہ۔

چہارم۔ عبرانیوں اور عربیوں میں جانوروں کے ناموں پرندوں اور انسانوں کے نام رکھنے کا عام رواج ہے۔ اہل کشمیر میں بھی یہی عادت کثرت سے پائی جاتی ہے۔ مثلاً ابوہریرہ ایلیوں کا باپ (ہُدہُد (ایک پرندے کا نام) نمل (چیونٹی) [عبرانی] ہیل کنٹھ (ایک پرندہ) دستیر) لیسی (چیونٹی)، ہاپت (ریچھ) وونٹ (اونٹ) [کشمیری]

باب شانزدہم ۱۶

کشمیر میں جگہوں کے بابلی اور اسرائیلی نام

کشمیر کا نام ہر قوم جو ہجرت کرکے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتی ہے اپنے بزرگوں یا یادگاروں کے نام جدید جگہوں کو دے دیتی ہے۔ یعنی انہیں سابقہ یا اپنے محبوب ناموں سے موسوم کردیتی ہے۔ کشمیر کی کوئی ایسی قدیم ترین اڑھائی تین ہزار سال پرانی تاریخ موجود نہیں ہے جس سے پتہ چل سکے کہ یہاں کے مقامات کے اصلی نام کیا تھے؟ کون لوگ یہاں رہتے تھے؟ ان کی کیا زبان تھی؟ اہل اسرائیل اس وادی میں اس طرح پھیل گئے اور اس طرح اسے اپنے رنگ میں رنگ دیا کہ قدیم باشندوں اور تمدن کا نام ونشان بھی آج نہیں ملتا۔ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ہر قوم اور نئی تہذیب اسی طرح کرتی ہے۔ اسلام نے عرب۔ عراق۔ شام۔ یمن۔ فلسطین۔ مصر وغیرہ میں یہودیت۔ ایران میں پارسیت اور افغانستان میں بت پرستی کو قطعاً مٹادیا اور یہ پتہ چلانا ناممکن ہوگیا ہے کہ پرانے مذہبوں یا لوگوں یا تمدن کے کوئی نشان بھی باقی ہیں یا نہیں۔ یہی حال بنی

اسرائیل نے کشمیر میں کیا اور پھر اسلام نے یہاں بھی پہنچ کر اسرائیل کی عبرانیت کو ختم کر ڈالا۔ حتیٰ کہ ہمیں تاریخوں سے صحیح طور پر یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ اسرائیل کے آنے سے قبل کشمیر کا اصلی نام کیا تھا یوں ہی کہانیاں مشہور ہیں اور سب سے دلچسپ کہانی یہ ہے کہ قدیم زمانے میں کشمیر میں ایک بزرگ کشپ رشی نامی رہتے تھے۔ انہی کے نام سے اس جگہ کا نام کیشپ مور پڑ گیا۔ سنسکرت میں مور جگہ کو کہتے ہیں اور کیشپ مور سے بگڑتے بگڑتے کشمیر ہو گیا۔ نادانوں کے لئے تو یہ کہانی خوب ہے مگر محققوں کو اس سے تسلی کہاں؟ سنسکرت گرامر کے اصول سے اگر کسی نام کی نسبت سے کسی جگہ کا نام رکھنا ہو تو اس نام کے پیچھے لفظ نگر یا پور لگاتے ہیں۔ مثلاً رام نگر رام پور۔ دینا نگر۔ ہستنا پور۔ دیول نگر وغیرہ۔ ہندوستان بھر میں ایسی کوئی مثال نہیں جہاں کسی نام کے ساتھ مور لگا کر اس جگہ کا نام رکھا گیا ہو۔ صرف کشمیر کے ساتھ یہ خصوصیت کیوں؟ کہ کیشپ پور یا کیشپ نگر کی جگہ اسے کیشپ مور کہا جائے۔ اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیں کہ کیشپ مور سے لفظ کشمیر نکلا تو تعجب ہے کہ خود کشمیر کے لوگ اپنے ملک کو کشمیر نہیں کہتے بلکہ کشیر کہتے ہیں (بغیرم کے) اب بتائیے صاحب کشیر کس سنسکرت کے لفظ سے بنا یا کون مہاتما کی یادگار ہے؟ دراصل جیسا پہلے بیان کیا جا چکا ہے کشیر لفظ عبرانی (کشر یا کشر) سے ہے جو کشر یا کاشر سے نکلا ہے۔ کشیر (کاشر) کے معنی ہیں "حلال گوشت کھانیوالا" اور کشمیر کے معنی ہیں "حلال گوشت کھانیوالوں کی جگہ" غالباً بابل اور اسیریا کی قید میں

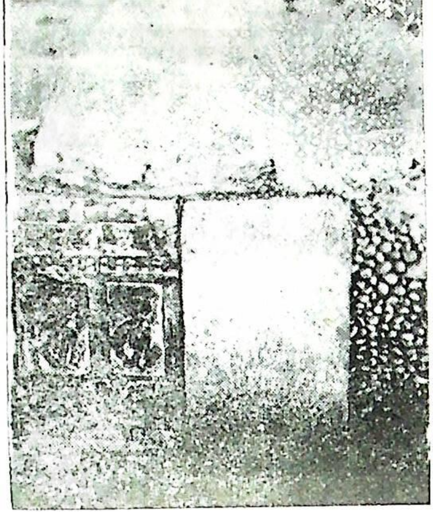
اسرائیلیوں نے اپنی تخصیص لفظ "کاشر" سے کر لی کیوں کہ اسرائیلی
حلال کھاتے تھے اور بابل اسیریا کے بت پرست جھٹکہ، حلال، مردار
سب کچھ کھا جاتے تھے۔ مابعد یہ اسرائیلی جس جس ملک سے گذرے وہاں
دوسری بت پرست قوموں کو انہوں نے جھٹکہ مردار کھاتے دیکھا ہوگا
پس انہوں نے بدستور اپنا نام کاشر رکھا یعنی "حلال کھانے والے"
کشمیر میں بھی پہنچ کر یہی صورت ہوئی ہوگی اور دوسرے جھٹکہ وغیرہ
کھانے والے بت پرستوں سے اپنے آپ کو ممتاز کرنے کے لئے وہ بدستور
اپنے آپ کو کاشر (کشر) کہتے رہے اور آج تک اپنے آپ کو کاشر (کشر)
کہتے ہیں۔ حتی کہ ملک کو بھی کشمیر نام دے دیا۔ آج بھی کشمیر کے پنڈت
(ماسوائے نئی روشنی کے ان چند معدودے نوجوانوں کے جو بیرون ممالک
سے پھر کر آئے ہیں) حلال گوشت ہی کھاتے ہیں اور جھٹکہ یا مردار سے
نفرت رکھتے ہیں۔ اگر ان سے کوئی وجہ تسمیہ پوچھے تو کوئی وجہ نہیں
بتا سکتے کیوں کہ انہوں نے سینکڑوں، ہزاروں سالوں سے اپنے بزرگوں
کو حلال ہی کھاتے سنا ہے اور لاشعوری طور پر حلال ان کے دماغوں میں
بیٹھا ہے۔

"کیشر" کی ایک دوسری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت نوح کے پوتے
کا نام "کش" تھا۔ جو "حام" کا لڑکا تھا۔ توریت میں ہم پڑھتے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کے باقی لڑکوں (سوائے ایک کے) کے بارہ میں
فرمایا تھا کہ ان کی نسلیں بڑھیں گی اور زمین کو بھر دیں گی۔

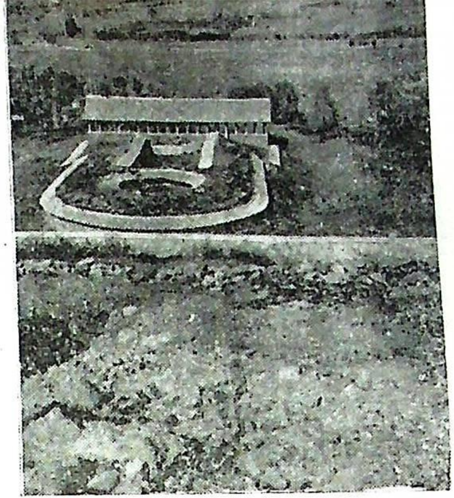
(پیدائش باب ۱۰ آیت ۱، ۶)

کشمیر کے ہانجی لوگ اپنے آپ کو حضرت نوحؑ کی اولاد بتاتے ہیں۔ بنی حامہ

کے نام سے آج تک کشمیر میں کئی گاؤں موجود ہیں۔ کش کا لفظ کشمیر میں عام مستعمل ہے۔ سر اورل شٹائین Sir Aurel Stein
راج ترنگنی کے ترجمہ میں بتاتے ہیں کہ دالوکش۔ پالاکش اور سرینا کش کے نام سے کشمیر میں تین بادشاہ گذرے ہیں۔ اگر میسوپوٹیما میں کش کے نام سے ایک بادشاہ گذرا ہے اور کشتن کے نام سے ایک دریا چلا ہے تو کشمیر میں کش کے نام پر نہ صرف بادشاہ ہوئے ہیں بلکہ کشن (گنگا) کے نام سے ایک دریا موجود ہے۔ کشغر (کاشغر) میں بھی کشی کے نام کا ایک دریا موجود ہے۔ تزک بابری میں شہنشاہ بابر نے لکھا ہے کہ کشمیر (یا کشمیر) کا نام ایک پہاڑی قبیلے کے نام پر پڑا۔ جس کا نام کش تھا اور جو کشمیر کے شمال میں رہتا تھا۔ غالباً اسی وجہ سے کشمیر کے شمالی پہاڑ کا نام کوہ ہندو کش پڑ گیا (یعنی وہ پہاڑ جو ہندوستان اور کش کے علاقوں کی حدِ فاصل ہے) (دیکھئے تزکیہ بابری مترجمہ لیڈن اور ارسکائن Leyden & Erskine ص ۳۱۳)
اس تزک میں یہ بھی لکھا ہے کہ پہلوی ژند و اوستا کی زبان میں "میر" کے معنی پہاڑ کے ہیں۔ "کش میر" یعنی قبیلۂ کش کا پہاڑ۔ وین (VIGNE) کا خیال ہے کہ میسوپوٹیمیا۔ اتھوپیا اور افغانستان میں لفظ کش کا پایا جانا ثابت کرتا ہے کہ کش کی اولاد اُن ملکوں میں بھی جا کر آباد ہوئی۔ ترکستان میں کش غر (کاشغر) اور افغانستان کی تاریخ میں چترال کو چھوٹا کاشغر اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ کش کی اولاد وہاں مقیم ہے افغانوں میں ایک قبیلے کا نام کشان یا کشم ہے (An Enquiry into the Anthropology of Afghans)



The hindmost verandah of the tomb of Prophet Aaron, in Haron, Srinagar, is adorned with inscribed sun-baked clay tablets, bearing different faces of Egyptian Esraelitish men and women.
(p. 214–220)



Egyptian style ruins excavated in village Haron or Harvon, Srinagar. The Bobylonian legendary well of Haroot & Maroot is still preserved *in Martand and Haron. This is the Haroon well of Haroot & Maroot (p. 212)*

صفحہ ۹۸ از میجر اتیج۔ڈبلیو۔بیلو) کشمیری پنڈتوں میں کشٹو کے نام سے آج بھی ایک ذات موجود ہے۔ کشمیر کے گوجروں میں کستان، کشانہ، کشن کے نام سے ذاتیں موجود ہیں (تاریخ گوجران ص۶۲ از حافظ عبدالحق۔ نیز شاہانِ گوجران ص۱۲۹ از عبدالملک) ہندوکش پہاڑ کے ساتھ ہی لمحقہ چند پہاڑوں کے نام بھی کش پر رکھے گئے ہیں۔ مثلاً کش با۔ کش بان۔ کش فریلہ۔ کش یم وغیرہ۔ جہاں کشمیر کے لوگ اپنے وطن کو اپنے جدِ امجد کے نام پر کشیر (کش والوں کی جگہ) کہتے ہیں وہاں تبتی لوگ اس وادی کو کشِ جھیل۔ بلتی لوگ "کش یول" کہکر پکارتے ہیں۔ چھوٹے تبت کا نام کش بھاپہ ہے۔ کشمیر میں پیر پنچال رینج کے دونوں طرف کا علاقہ کش کہلاتا ہے۔ کشمیر کی جنوب مشرق ایک بہت بڑی تحصیل اور تحصیل پلوامہ میں ایک وادی کا نام کشن توار ہے۔ کولگام تحصیل میں ایک گاوں کا نام کش خان ہے۔ ہندوکش پہاڑ کے جنوب میں ایک جگہ کا نام کش مور ہے۔ سمرقند اور بلخ کے درمیان کش نامی ایک گاوں آتا ہے۔ مرو اور نیشاپور ایران میں دو گاؤں کش مار اور کش موہرا کے نام پر ہیں۔ عراق میں ایک صوبے کا نام کشان اور ایک قصبے کا نام کستان ہے۔ ایران میں بھی اسی نام پر ایک قصبہ ہے بغداد کے قریب ایک گاوں کا نام کش ہے۔

سر اورل شٹائین اپنی کتاب "کشمیر کا قدیم جغرافیہ" ص۱۳
Ancient Geography of Kashmir میں کہتا ہے
کہ "نہ ہی کیشپ اور مار (مور) کے ماخذ اور نہ کیشپ پورہ کے نام ہمیں کہیں دریافت ہو سکے ہیں۔ دراصل البیرونی بتاتا ہے کہ یہ ملتان کے

پترا نے نام تھے"

ولیم جونز نے اپنی کتاب" انڈین ریسرچز کشمیر جلد ا صفحہ ۲۶۸ (Indian Researches, Kashmir Vol. I, p. 268 by Sir William Jones) میں کیشپ اور اُس کی اولاد کی تمام کہانی فرضی بتائی ہے"

۲- کشمیر میں ایک دُور دراز علاقہ گریس (گریز) ہے۔ عبرانی میں گاریس یا گریس قیدخانہ کو کہتے ہیں کیوں کہ ابتداءً عمر قید کے سزا یافتہ وہاں بھیجے جاتے تھے۔

۳- گریس سے آگے پہاڑوں میں گھری ہوئی ایک جگہ کو حصورہ کہتے ہیں۔ عبرانی میں حصوریم چاردیواری کو کہتے ہیں۔ حصورہ کے معنی بھی یہی ہیں۔ پہاڑوں کی چاردیواری سے گھری ہوئی جگہ۔

۴- کشمیر کا شمالی علاقہ بنام گلگت مشہور ہے۔ عبرانی میں گلگوتہ سر کی کھوپڑی کو کہتے ہیں۔ اگر باقی ملک کو جسم تصور کیا جائے تو گلگت واقعی سر کی کھوپڑی کی حیثیت رکھیگا۔ فلسطین میں ایک مشہور مقام "گلگتہ" تھی۔ جہاں حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ عہد نامہ جدید میں گلگوتہ کا ذکر کئی جگہ آیا ہے۔

۵- توریت (DEUT IV ۴۶) میں ایک جگہ کا نام بہت پیور آتا ہے۔ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے تھے۔ پرانی تاریخوں میں دریائے جہلم کو کشمیر میں "بہت" کہتے تھے اور موجودہ قصبۂ بانڈی پور کو بہت پور کہتے تھے۔ بہت کے معنی ہیں درہ یا کھلنے کی جگہ۔ کیوں کہ اس تنگ وادی سے گذر کر دریائے جہلم جھیل وُلر میں داخل ہوتا ہے اور اس جگہ سے

آگے کشمیر کی وادی کھلتی ہے ؎

۶- توریت (DEUT IV ۴۶) میں ایک جگہ کا نام ہشبون ہے جہاں کے تالاب اور ندیاں مشہور تھیں۔ کشمیر میں بیت پور (بانڈی پور) سے بارہ میل جنوب مغرب کی طرف ایک گاؤں ہشبہ کے نام سے مشہور ہے جہاں کے تالاب اور ندیوں میں مچھلیاں بکثرت ہوتی ہیں ہشبون کی یادگار میں اس گاؤں کا نام ہشبہ رکھا گیا ہے

۷- توریت (DEUT IV ۴۹) ایک جگہ پسگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ ہندواڑہ تحصیل کے مذکورہ موضع ہشبہ سے تین میل شمال مشرق کی طرف ایک جگہ کو پسگاہ کا نام دیا گیا ہے۔

۸- ہشبہ کے ساتھ ہی ایک جگہ "اٹھ وٹو" (آٹھ راستے) ہے جسے مقامی لوگ آج بھی "مقام موسیٰ" کے نام سے پکارتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہے۔؟ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں آئے تھے؟ کہ آج تک پرانی یادوں کے طور پر اس جگہ کا نام مقام موسیٰ پڑا ہوا ہے۔

۹- توریت (DEUT XXXIV ۵ و ۶:۸) میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ نیبو پر تشریف لے گئے تھے وہیں انہوں نے وفات پائی اور وہیں بیت پور کے سامنے فوت ہوئے۔ اور اولاد اسرائیل ان کے لئے روئی بیت پور (بانڈی پور) سے آٹھ میل شمال مغرب کی طرف عین بیت پور (بانڈی پور) کے سامنے آج بھی ایک پہاڑی چوٹی نیبوبال (کوہ نیبو) کے نام سے پکاری جاتی ہے۔ جہاں بیت پور تو کیا سارا کشمیر نظر آتا ہے۔ یہاں پر نیبو پہاڑی پر آج بھی سنگ بی بی کے مقبرہ کے ملحق ایک مقبرہ ہے جسے "روضۂ موسیٰ" یا "نبی صاحب کا روضہ" کہتے ہیں ؎

۱۰- یہودیوں کی شریعت تالمود میں "بل" اس زمین کو کہتے ہیں جو قدرتی وسائل سے سیراب ہوتی ہو اور جسے مصنوعی آبپاشی کی ضرورت نہ ہو (دیکھئے ڈکشنری آف بائبل مصنفہ ہیسٹنگز ص۲۰۹ و ۲۱۰)
کشمیر میں کئی جگہیں بل کے نام سے مشہور ہیں۔ یعنی قدرتی وسائل، چشمہ جات، ندیوں وغیرہ سے وہاں زمینیں سیراب ہوتی ہیں۔ مثلاً گاندر بل، حضرت بل، گگری بل، اچھابل، اہرہ بل۔ چھترہ بل، گنگ بل، کھنہ بل، کوہ گنجا بل۔ خوجہ یارہ بل۔ مانسبل، ماریل، سنمبل بسر بل، بل بل، تیراگ بل۔ یاریل وغیرہ۔

۱۱- شادی پور اور رام پور کے نزدیک دو مقامات کو نہ کوسی کے نام سے پکارے جاتے ہیں (سر اورل شٹائن کی راج ترنگنی جلد اول ص۱۰۵)
جہاں جہلم اور سندھ نالے ملتے ہیں وہاں شادی پور کے لحق اور چوتھا مقام موسیٰ بانڈی پور کے ساتھ ہے۔

۱۲- تحصیل پلوامہ میں ایک گاؤں گنڈ خلیل یا گنڈ موسیٰ کے نام سے مشہور ہے۔

۱۳- ریج بہاڑہ میں ایک مندر میں کوئی سوا من وزنی ایک گول پتھر پڑا ہے جسے مسلمان "سنگ موسیٰ" اور ہندو "کا کا بل" کہتے ہیں۔ لداخی لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو "کا کا" کے نام سے یاد کرتے ہیں اور بل کے معنی پتھر کے ہیں۔ کہتے ہیں اس پتھر کے نیچے اگر پورے گیارہ آدمی اپنی انگلیاں صرف رکھ کر "کا کا" پکاریں تو یہ معجز نما طریقہ پر خود بخود اوپر اٹھنے لگتا ہے۔ گیارہ سے اگر زیادہ آدمی ہوں تب بھی نہیں اٹھتا اور اگر کم ہوں تب بھی نہیں اٹھتا۔ کئی مرتبہ

اس بات کو آزمایا گیا - اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنے بارہ قبائل میں سے "لاوی" ایک قبیلے کو وراثت سے محروم کردیا تھا اور باقی گیارہ قبائل کو وارث قرار دیا تھا۔ آج بھی کشمیر میں وراثت سے محروم شدہ شخص کو محاورے کے طور پر لاوی کہتے ہیں

۱۴۔ توریت (GEN. XLVI ۲۱) میں ایک جگہ اُشبل (اچھبل) ہے۔ تحصیل اسلام آباد میں ایک مشہور گاؤں اچھبل (اچھابل) موجود ہے اسی طرح پلوامہ اور سرینگر کے گاؤں اشہاما (اچھہام) بارہ مولا، اشکوٹ (اچھکوٹ) اسلام آباد کا اشنمل (اچھمبل) ہندواڑہ کا اشپور (اچھپور) سب اسی توریت کے لفظ اشبل (اچھبل) سے نکلے ہیں اور اسی مقام کی یادگار ہیں۔

۱۵۔ بائیبل کے عہد نامۂ قدیم (I. KINGS IV ۱۱) میں ایک جگہ کا نام ڈور ہے۔ تحصیل اسلام آباد میں ایک مشہور گاؤں ڈورو موجود ہے۔

۱۶۔ عہد نامۂ قدیم (PROV. XXX: ۱) میں ایک جگہ اگور ہے کوہلگام میں ایک گاؤں کا نام آگورو ہے۔

۱۷۔ عہد نامۂ قدیم میں (GEN. XXXIV ۲۴) میں ایک جگہ اُجاس ہے۔ سرینگر میں ایک گاؤں "اجس" ہے

۱۸۔ عہد نامہ قدیم میں (I CH. II ۲۴) ایک جگہ الوان ہے ہندواڑہ میں ایک جگہ کا نام الوان ہے۔

۱۹۔ عہد نامۂ قدیم میں (I. KINGS XXII: ۲۶) ایک جگہ امون ہے۔ اسلام آباد میں ایک گاؤں کا نام امونو ہے۔

۲۰۔ عہد نامۂ قدیم میں (I CH XXIII :۱۹) ایک جگہ امادیہ ہے سرینگر میں ایک جگہ امادیہ ہے۔

۲۱۔ عہد نامہ قدیم میں (I CH VI :۷۰) ایک جگہ انیر ہے سرینگر میں ایک جگہ انیر وال ہے۔

۲۲۔ عہد نامہ قدیم میں (I CH VII ۳۸) ایک جگہ ارا ہے۔ اسلام آباد میں ایک گاؤں ارا۔گام۔ کوہلگام میں آرا۔ گنڈ و اور ارا ملہ ہیں

۲۳۔ عہد نامۂ قدیم میں (I CH VII ۳۹) ایک جگہ ارہ ہے۔ کوہلگام میں ایک مشہور جگہ ارہ بل ہے۔

۲۴۔ عہد نامہ قدیم میں (۲ S.S. XVI [illegible]) ایک جگہ ادور ہے پلوامہ میں ایک گاؤں ادور اور ہندوارہ اور اسلام آباد میں ادو ہیں

توریت و بائبل کے ناموں سے کشمیری مقامات

اسی طرح مندرجہ ذیل اور دیگر بے شمار عبرانی مقامات کشمیر میں عبرانی ناموں کے ساتھ ابھی تک موجود ہیں:-

عبرانی نام ومقام	کشمیر میں نام ومقام
آشما (2 Kings XVII :30)	اشم (سرینگر)
آشر (1 Ch. II :24)	اشو (اسلام آباد)
استوئے (1 Kings X :105)	استور (کولگام، گلگت)
بابل (Gen. XI :9)	بابل (اسلام آباد)
بہن (Jos. XV :6)	بہن (کوہلگام)
بال پور (NU XXV :3)	بال پورہ (پلوامہ)

کشمیر میں نام ومقام	عبرانی نام ومقام
بنی رُتھ (کوہگام)	بنی رُتھ (Ruth I : 1
برزلہ (بڈگام۔ سرینگر)	برزلہ (2 Sam XVII : 27
بن حامہ (بارہمولہ وہندواڑہ)	بن حام (Gen. IX : 1
بہیت پعور (بانڈی پورہ، ہندواڑہ)	بہیت پعور (Deut. XXXIV : 6
بیار (اوڑی)	بیارہ (Gen. XXXVI : 32
برسو (سرینگر۔ اونتی پورہ)	برسو (Gen. XIV : 2
بونا (بارہمولہ)	بانا (Neh. III : 4
گڈہ۔ بالا (سرینگر۔ بانڈا)	گڈہ (I Ch. II : 1
گوشن (آننت ناگ)	گوشن (Jos. XI : 16
ہارن (جھیل سرینگر)	ہارن (کمزوار) (2 Kings XIX : 12
ہوسیہ (اسلام آباد)	ہوسیہ (Hos. I : 1
کالکول (کوہگام)	کالکول (I Ch. II : 6
کیرن (کرناہ)	کیرن (I Ch. I : 41
کیر۔ گام (کوہگام)	کیر (Amos. X : 7
کھو (کوہگام) کشی (کشتواڑ) کش۔ توار (جموں صوبہ میں)	کشی (Gen. X : 6
کوہ حامہ (ہندواڑہ)	کوہ حام (Gen. X : 1
لاشہ رون (سرینگر)	لاشہ رون (Jos. XII : 18
لادی۔ پورہ (ہندواڑہ)	لادی (I Ch. II : 21
لِڈن (پلوامہ)	لِڈا (Acts IX : 32

نبو (Nu. XXXII :) نبو (نبو وارہ)

عبرانی نام ومقام	کشمیری نام ومقام
ماہرئے (Gen XIV : 13)	مامرئے (سرینگر)
مٹن (2 Kings XI : 18)	مٹن (اسلام آباد)
میدیان (I Ch. I : 46)	میلیان پورہ (کوہلگام)
منزرے (Ps. XXII : 6)	منزر۔ گام (اونتی پورہ)
کوہ نیبو (Deut. XXXIV : 1)	کوہ نیبو (نیبو بال۔ ہندواڑہ)
نین (Luke XXI : 40)	نین نوا (اونتی پورہ)
نینواہ (Gen. X : 11)	نینوا (آننت ناگ)
نکانور (Acts. VI : 5)	نکا نور۔ پورہ (کوہلگام)
پاروا (I Kings IV : 17)	پارُو (آننت ناگ)
پھالو (Gen. XLVI : 9)	پھالو (کوہلگام)
پہگون (Rom. XVI : 14)	پہلگام (آننت ناگ)
ریئی (I Kings I : 8)	ریئی (کوہلگام)
شوپیم (Nu. XXXII : 35)	شوپیان (کوہلگام)
سلیمان (I Kings IV : 30)	تخت سلیمان (سرینگر)
ترئیلہ (Jos. XVIII : 27)	ترئیل (پلوامہ)
تمان (Jer. XLIX : 15)	تمان کوٹ (ہندواڑہ)
تیما (Gen. XXV : 15)	تیما پورہ (کوہلگام)
اوڑی (Ex. XXXI : 2)	اوڑی (کشمیر)
یسوع (حضرت مسیحؑ کا نام)	یُس (یسوع) میدان (کوہلگام۔ یُس مرگ (ہندواڑہ) یسوع ناگ (کوہلگام) یُس پارہ (کوہلگام)

عبرانی نام ومقام	کشمیر میں نام ومقام
زیلو (Jos XVIII : 28)	زیلو (آذنی پورہ)
قلاس (Acts XV : 22)	چلاس (NWFP)
الش (Nu. XXXIII : 13)	ہلش (پامپور)
بتل (Jos. XIX : 4)	بالتل (لداخ)
برزلے (2 Sam XVII : 27)	برزلہ (کرگل)
بتل (Gen. XII : 3)	بتل (بلتستان)
دردا (I Ch. II : 6)	دردستان
گلگل (Jos. V : 19)	گلگت
گلگوتہ (Matt. XXVII : 33)	گلگتہ (مقامی نام)
گوزن (2 Kings XVIII : 11)	گوزنہ (لداخ)
جہیل (I Ch. XV : 20)	جہیل (گلگت)
کرجوتھ (Jos. XVIII : 28)	کرجوتھہ (لداخ)
لداخ (I Ch. IV : 21)	لداخ
لاشہ (Gen. X : 19)	لاسہ
لیہ (Gen. XXIX : 16)	لیہ
ملاچی (Malachi I : 1)	ملاچی (پامپور)
منث (Ezek XXVII : 17)	منٹھ (اسکردو)
پسون (ایک دریا) (Gen. II : 11)	پشون (افغانستان میں ایک دریا)
ریزن (Neh. VII : 50)	ریزن (آنکار)
سمریہ (1 Kings XVI : 32)	سمریہ ([illegible])
شمیدا (Nu. XXVI : 32)	شمیدہ (پامپور)
تبت (Esther II : 16)	تبت

ذیل میں ہم تحصیل وار اُن دیہاتوں کے نام درج کرتے ہیں جو عبرانی الاصل ہیں اور ہزاروں سالوں کے بعد بھی ان پرانے متروک ناموں کا جوں کا توں رہ جانا یہ ثابت کرتا ہے کہ کشمیری اپنے عبرانی ناموں کو بھولے نہیں۔ مشہور جگہوں کا یہ نام عبرانی ہیں اور کئی جگہوں پر ایک لفظ عبرانی کا اور دوسرا لفظ فارسی یا ہندی کا ہے یا عبرانی کا بگڑا ہوا کشمیری تلفظ ہے:-

تحصیل خاص سرینگر

اچھن۔ اشم۔ انچھورہ۔ اوین۔ اہبر بیر۔ اینیدر ٹھمر۔ آدرج۔ آوورہ لیشن آہن اہن۔ اچھرنبل۔ وین۔ ادہ ٹھمر۔ نولسن۔ اکھال۔ اچھامہ۔ آنچارہ عیشہ بل۔ تیسوع بل۔ بڈی۔ اوڈمرہ۔ بن ٹھمر۔ ہرنرہ ٹھمر۔ بابرہ شیخ وقبیحر بوگ بارسو۔ بہ پین۔ باشہامر۔ بارہ مولہ۔ بالینہ۔ برنہ پوگ۔ بمارنیبل۔ بچھوارہ بنہ مالنہ۔ پانزمولہ۔ پالہ۔ پاندرہ۔ پاندریٹھن۔ پانتہ چھوک۔ پلنگ۔ تولہ مولہ۔ تیل بل۔ تہورو۔ تقید۔ ونیو تقید۔ تاشہوان۔ چہورہ۔ چھترکانسیں۔ چندی ٹھلہ۔ چترہ ہامہ۔ چونٹہ ولی وارہ۔ چکترہ گل۔ چھتر چیرہ ون۔ چچھہ بل۔ حضرت بل۔ خنہ مولہ۔ دودہ ٹھمر۔ دیدہ مری باغ درنر۔ دنہامہ۔ دارا۔ درہ باغ۔ دارہ اوڈر۔ درگہ تنگہ۔ ڈاڈہ پوگ ڈب۔ ڈانگر پورہ۔ ذوگرہ۔ رنیرن۔ رتھ پورہ۔ رتیل۔ رہمہ۔ دیول عنافاری۔ زہ زنر۔ زدھیر۔ زاوہ۔ زیوان۔ ساطورہ۔ اچھین۔ سرچ سدہ بل۔ سونہ وار۔ ستر ینہ۔ سوتہ وفرار۔ ستھرہ زہ ولہ۔ شالہ پوگ شہامر۔ شالمار۔ کرہامہ۔ کونگ دومرگ۔ گولہ گنڈ۔ کرشہ بل۔ کوجہ کرامہ۔ کھمبر۔ کتمو۔ کیچپامہ۔ کنگن۔ سولن۔ گوڑہ ہامہ۔ کاہمہ وارہ

گوگجہ گنڈ - گمن گر نوو - گاڈرہ گنڈ - تنیل بل - گاشی - گانڈر بل
لنگرھامہ - گپکاب - گگنہ گیر بلیری - لام - ہالیشہ - ہاری گنڈ - تاگرین
نونر - سنجون بینلاہ - نوہٹہ - نتو محیلہ - ونہ ھامہ - واسکورہ - واکورہ
دنہامہ پائین - وانہامہ بالا - دارہ پاہو - وتہ لار - وانیلو - وادی واچھگام
وانگت - ہاکیابرہ - ہت پورہ - ہرن - ہاروان - ہرنہ تو نمبر باغ - ہاودرہ
ہاردوچن - ہانس پالہ - بھرو - ہارسکبوں - ہستا متعہرہ - تھبک ۔

فہرست دیہات تحصیل اٹت نلگ

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۱	سترست گہ	۱۲	کیفن
۲	مرھامہ	۱۳	آڈر
۳	واگھامہ	۱۴	کہتہ بل
۴	زکھہ کتر کی ٹنگ	۱۵	ادپڑن
۵	کتر کی ٹبنگ	۱۶	کرڑی پھدہ
۶	ہیجب اٹرہ	۱۷	نو بوگ
۷	نہرہ یارہ	۱۸	نانل انگ
۸	گاڑی سیر	۱۹	لنکون
۹	گورلی	۲۰	تجی وارہ وچپارہ
۱۰	دیری	۲۱	دوبت یار
۱۱	چھنہ	۲۲	ٹکیہ بن

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۲۳	پلابیانہ	۴۳	لیودر	۶۳	سالیہ پنجابھورہ
۲۴	اسودرہ	۴۴	سلر	۶۴	گتادی گنڈ
۲۵	بیادرہ	۴۵	دیلراہمہ	۶۵	ہرار انگٹش
۲۶	کالو	۴۶	ہرض کیں صوفی پچہ	۶۶	نوپدیرہ کہاورپارہ
۲۷	سرہامہ	۴۷	امرد آگمر	۶۷	بانعمرہ مولہ
۲۸	کھرم	۴۸	گرمیڈ حیش	۶۸	سنگہ مرگ
۲۹	چھندر	۴۹	حیودن	۶۹	
۳۰	دری گنڈ	۵۰	میمہابر	۷۰	آہری گوری
۳۱	دیہری	۵۱		۷۱	سیرکاٹلی گنڈ
۳۲	سری گوموانہ	۵۲	بڈہاون	۷۲	حسن آباد چشمہ
۳۳	ادلش دگام	۵۳	باڈی گام	۷۳	ہروشمرہ
۳۴	ہدہ گام	۵۴	ملک گنڈ	۷۴	بدنہ گنڈ اتنہ
۳۵	پدشکری	۵۵	دیالقہ	۷۵	مچھم بدن
۳۶	الودرہ	۵۶	منز گام	۷۶	بانسی بدگ
۳۷	خیرہ بوگ	۵۷	سنگوپیہا	۷۷	باڈی بدگ
۳۸	دردہ ہامہ	۵۸	سلی گام	۷۸	کرنگسو
۳۹	ترمل	۵۹	گنڈ سیگام	۷۹	بانبر کوہرہ
۴۰	سنکھرس	۶۰	شرنگسو	۸۰	بہرو
۴۱	چترسودرو	۶۱	فندپر	۸۱	پتصی ملہرہ
۴۲	کاکٹشو	۶۲	ہرودگمر	۸۲	سرنل

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
٨٣	اترسج ڈورو	١٠٣	اشمساجی پورہ	١٢٣	گی بوم
٨٤	انزہ ولر	١٠٤	[illegible]	١٢٤	اوترہ پال
٨٥	آدہ بدگ	١٠٥	لالن	١٢٥	بہسائی
٨٦	سونثار	١٠٦	گنوبرہ	١٢٦	بہوسچ
٨٧	ناگی دانتر	١٠٧	سکابیر	١٢٧	پیچرگام
٨٨	مونگہال	١٠٨	اونگبن	١٢٨	اوڈلی چیڈورہ
٨٩	ہیرہ دانتر	١٠٩	پیٹر بوگ	١٢٩	دلوچ گاگسنڈ
٩٠	تصفیہ باغات	١١٠	ہردوشپن	١٣٠	شمسلر گام
٩١	ڈوڈی پارہ	١١١	ہرنی بٹہ پورہ	١٣١	آرہ دوری
٩٢	لغرنوونی	١١٢	اسبورہ	١٣٢	براگام
٩٣	کوریگام	١١٣	گزلہ گڈیعہ	١٣٣	قصبہ ڈورو
٩٤	السیوہ	١١٤	دحیال	١٣٤	پولیہ
٩٥	ہردوٹورو	١١٥	ہردوشون	١٣٥	ناڈورہ کرالہم
٩٦	آرسو	١١٦	لوکیون	١٣٦	سنزی پورہ
٩٧	تیلوفی	١١٧	ہکورہ برسگام	١٣٧	گوجن
٩٨	کنگن مال	١١٨	ہردو ویرہ	١٣٨	ہسرشاہ آباد
٩٩	سندسومہ	١١٩	ڈلدورہ	١٣٩	دانگسنڈ
١٠٠	سندو	١٢٠	چک بت	١٤٠	زیرمیو
١٠١	شاہنامہ	١٢١	سنتوانگری	١٤١	ماگام
١٠٢	اوترسونی کنڈ	١٢٢	لوہ گنڈ برنگ	١٤٢	دلوٹ پورہ

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۱۴۳	ساگام	۱۶۳	نالہ آدرہ	۱۸۳	لاپت نالہ
۱۴۴	جٹھیالہ	۱۶۴	آدرہ	۱۸۴	لانگل پاہوہ
۱۴۵	میرآمدہ باہمہ	۱۶۵	لسری	۱۸۵	کنی بالہ
۱۴۶	اگن گام	۱۶۶	ویرسرن	۱۸۶	ڈل
۱۴۷	امرکہانہ	۱۶۷	تلن گوجران	۱۸۷	ایتل ناگہ بل
۱۴۸	بدرورہ	۱۶۸	ماتل	۱۸۸	سکھمبراہ
۱۴۹	جموگی گنڈ	۱۶۹	مسٹیٹہ	۱۸۹	براہ
۱۵۰	تراہنبہ	۱۷۰	آیہ وہ	۱۹۰	دھوتاگناہن
۱۵۱	کمندورہ	۱۷۱	فکیسلنہ	۱۹۱	کرادی
۱۵۲	ساہرنہ	۱۷۲	پہنگام	۱۹۲	کہوچل پٹہپر
۱۵۳	کوہپہر	۱۷۳	نونہ دنن	۱۹۳	سہیہ گنڈی گوڈنگام
۱۵۴	ششو انکس	۱۷۴	لدرڈو	۱۹۴	کھنباو
۱۵۵	چاگو	۱۷۵	بونہ کوٹ	۱۹۵	منڈبمورہ
۱۵۶	بن وچن	۱۷۶	بونہ کوٹ گوجران	۱۹۶	ادمبرو
۱۵۷	سکہنو گام	۱۷۷	سرپہین	۱۹۷	پہرانی گام
۱۵۸	وہڈان	۱۷۸	ہردوکپرو	۱۹۸	بدرشونہ
۱۵۹	سنیر	۱۷۹	آینوبہاری	۱۹۹	مسناڈلہ
۱۶۰	کلر	۱۸۰	اچھہ نالہ	۲۰۰	سادی وانہ
۱۶۱	مورہ	۱۸۱	واسجورہ	۲۰۱	آدوموہ
۱۶۲	دہوتو	۱۸۲	تممہالہ	۲۰۲	رین پجو گنڈ

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۲۰۳	تھمن کوٹ	۲۱۸	گڈولی	۲۳۲	کا بدی وادین
۲۰۴	قسمہ	۲۱۹	بدہی کار	۲۳۳	اندورہ
۲۰۵	حال سنڈرہ	۲۲۰	تلیسو نوجگ	۲۳۴	اوگھربلن
۲۰۶	گوڑس	۲۲۱	کنشرٹی	۲۳۵	اندمرہ
۲۰۷	کیرن	۲۲۲	دروآدی	۲۳۶	سکرپری
۲۰۸	برنگہ منڈوہ	۲۲۳	لدرنو	۲۳۷	مشہرگند
۲۰۹	چوپن	۲۲۴	لیوپرنہ نالہ	۲۳۸	
۲۱۰	ہردو گوس	۲۲۵	پیچما آہتر	۲۳۹	اہچہ پالشیچی
۲۱۱	گڈولی بالن	۲۲۶	گاوڈل	۲۴۰	ٹچہ ٹنگوسہ
۲۱۲	لوہرسنزی	۲۲۷	ہتہ پندرہ	۲۴۱	پتنرگل
۲۱۳	الوحال	۲۲۸	سکرپہ پلہ من	۲۴۲	ہمہر ندیسر
۲۱۴	چیرن منرتی	۲۲۹	قصبہ لبوچھی	۲۴۳	چپاسکلیورہ
۲۱۵	بالہ سنترہ پہاری	۲۳۰	نالہ سنگر	۲۴۴	ہمتری
۲۱۶	انڈی گام	۲۳۱	کھارہ لونہ	۲۴۵	میرہ گنڈ
۲۱۷	بندوتہ کھاسم	۲۳۲	سوق شالی	۲۴۶	اندرکوٹی

فہرست دیہات تحصیل پلوامہ ضلع اننت ناگ

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
١	ابہامہ	١٨	پانزنہ	٣٥	پاڈرنہ شوپیاں
٢	سنگروتی	١٩	وانچھو	٣٦	دانگرپورہ
٣	کھائیگام	٢٠	کاشوہلن	٣٧	تیتہ پارہ
٤	دانگرسرن	٢١	حانو	٣٨	ایکپرگوندجا پلنو
٥	ہانشہ واکر	٢٢	نیونہ پورہ لامہ	٣٩	انگھر
٦	نارکن	٢٣	ونیشرو	٤٠	اکھال
٧	مکان دونادو	٢٤	تارن کنڈی	٤١	دیبہ گام
٨	کلر	٢٥	سرن شوپیاں	٤٢	نیجن
٩	رنگوار	٢٦	مارہتگ	٤٣	شنگلہار
١٠	جیون	٢٧	جاہب	٤٤	گوسو
١١	تبستری	٢٨	بیسیر پورہ	٤٥	وہیدی
١٢	سندہ ترال	٢٩	چدون	٤٦	نارکرگام
١٣	ادڑرام جھری	٣٠	دیالو	٤٧	پوند نگام
١٤	دومرعلی	٣١	بانڈہامہ	٤٨	شمرات
١٥	پاتہر وال	٣٢	چھوری گنڈ	٤٩	مونگہامہ
١٦	شنگہ دونی	٣٣	آرپدہ	٥٠	چھوہ خوند
١٧	کنگرنہ	٣٤	نایدگنڈ	٥١	اشمندر

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۵۲	سگر پورہ	۷۲	دررتج	۹۲	امندر
۵۳	ڈاکھورہ	۷۳	اوٹھوکہ	۹۳	ادگرہ گنڈ
۵۴	ستگگت	۷۴	ارکاعل	۹۴	مندنہ
۵۵	ٹھکہ پٹ پورہ	۷۵	ہنڈہ رزہ	۹۵	اوٹھورہ
۵۶	بونرہ	۷۶	جنروال	۹۶	بیگن
۵۷	سیہ یارہ	۷۷	درنج محال	۹۷	تھاکہ ادجورہ
۵۸	تھمنہ	۷۸	دکہہ ہوان	۹۸	باغ نترتج
۵۹	ونیر	۷۹	شونہ سامنو	۹۹	نادورہ
۶۰	سونتہ بوگ	۸۰	ناکرہ	۱۰۰	ترتج
۶۱	بلودرگنڈ	۸۱	تمرچل	۱۰۱	مانوچی
۶۲	بچھار	۸۲	پچر پوخہ	۱۰۲	ککالہ بوگ
۶۳	شنقہ چسکو	۸۳	شنگہ پونہ	۱۰۳	لاجورہ
۶۴	رونڈ گنڈ	۸۴	پولوادمر	۱۰۴	چھٹی رواوترلوپہ
۶۵	تاشپ گانہ گنڈ	۸۵	سشونو	۱۰۵	کھنو
۶۶	پردوہ بجن	۸۶	وشتہ بوگ	۱۰۶	تویل
۶۷	[illegible]	۸۷	گانگوہ	۱۰۷	گنڈنیر
۶۸	آرہ بل	۸۸	ہانجی کشیلہ	۱۰۸	ستری داہرو
۶۹	سوسنجوہ	۸۹	پہ پچہ چھو	۱۰۹	ملہ نوہار
۷۰	ہوالسک	۹۰	افن چرسو	۱۱۰	بابید
۷۱	کھمس موادکوچہ	۹۱	گرڈھدہ	۱۱۱	سٹگہ ہار

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۱۱۲	اچھن	۱۳۲	پہاڑیڈیڈہ	۱۵۲	ملہ واری
۱۱۳	گنڈ اچھن	۱۳۳	لدرہ	۱۵۳	گوسونہ گیمر پورہ
۱۱۴	نکلورہ	۱۳۴	لوگام اوصاکر	۱۵۴	کھترہ
۱۱۵	گڈھ بوگ	۱۳۵	لونگری	۱۵۵	چیچہ کندن
۱۱۶	پفرن	۱۳۶	چھکر	۱۵۶	دھوبی بوگ
۱۱۷	غنہال	۱۳۷	دکھرون	۱۵۷	لوسونی
۱۱۸	بٹ پورہ	۱۳۸	ٹوگنہ	۱۵۸	کھندورہ متی کاوط
۱۱۹	آرہ بولہ	۱۳۹	سنہار	۱۵۹	ڈفرپورہ
۱۲۰	ناسو	۱۴۰	ٹھوگام	۱۶۰	بدروئی گنڈ
۱۲۱	تانتری پورہ	۱۴۱	پاہو	۱۶۱	کیونہ ویرہ
۱۲۲	یادت ونہ	۱۴۲	لسرو	۱۶۲	خندرا
۱۲۳	امر درہ شادرہ	۱۴۳	قاضی گنڈ	۱۶۳	گنڈ کونہ ویرہ
۱۲۴	لستر شوا	۱۴۴	ستر گنڈ	۱۶۴	گوہر پارہ
۱۲۵	گراو گنڈ	۱۴۵	نابین	۱۶۵	نہامہ
۱۲۶	چکورہ	۱۴۶	کنی بوگ	۱۶۶	گنڈ جھنڈبول
۱۲۷	سنرونا وند	۱۴۷	سگونار ویل	۱۶۷	حارہ ول
۱۲۸	نایینہ	۱۴۸	کریگام	۱۶۸	حذرہامرہ
۱۲۹	کادنی	۱۴۹	ہگلگام	۱۶۹	منہامہ گنڈ
۱۳۰	حلع گنڈ موسلے	۱۵۰	نیرہ	۱۷۰	ہن پورہ جھٹی نہامہ
۱۳۱	رکھہ ستری	۱۵۱	اندرون	۱۷۱	چیندہ بارہ

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۱۷۲	پنتاسغ	۱۹۲	منڈکپال	۲۱۲	بملگام
۱۷۳	سابٹوہ	۱۹۳	شرارشاہی	۲۱۳	دادہ سرہ
۱۷۴	لاہنربل	۱۹۴	پچھرپاری	۲۱۴	نے بوگ
۱۷۵	نمبل بل	۱۹۵	بارسو	۲۱۵	لوڈل
۱۷۶	ورنگہ بل	۱۹۶	گیرڈ	۲۱۶	گوبی
۱۷۷	کریرو ستارہ	۱۹۷	حتی گنڈ	۲۱۷	ونہ بٹھو
۱۷۸	سونہ بل	۱۹۸	سمیل	۲۱۸	سومیوہ
۱۷۹	کروپنکو	۱۹۹	چسرسو	۲۱۹	سرودمیر
۱۸۰	تدرشی	۲۰۰	کرچچ گوٹ	۲۲۰	کھوی
۱۸۱	گنٹڈ بل	۲۰۱	ملہ دی پاینگام	۲۲۱	ترال بالا
۱۸۲	بیچ	۲۰۲	بیگم گنڈ	۲۲۲	ترال پائین
۱۸۳	چھتہ نم	۲۰۳	زد بلوی	۲۲۳	آری گام
۱۸۴	اندرمت	۲۰۴	پارہ گام	۲۲۴	پینگلشی
۱۸۵	ترودن	۲۰۵	دلسر	۲۲۵	لابینہ
۱۸۶	مونہ پارہ	۲۰۶	پوچھو	۲۲۶	سیمو ہفو خدرہ
۱۸۷	بہتہ تناگ	۲۰۷	لدرتالہ	۲۲۷	سبزی بل
۱۸۸	سترسو کھرن	۲۰۸	کمرہ	۲۲۸	سوئدری لوگ
۱۸۹	کریدہ	۲۰۹	مانر	۲۲۹	قویل
۱۹۰	ہتھون	۲۱۰	محمد گام بالا	۲۳۰	رکٹون
۱۹۱	لدھو	۲۱۱	گوربدل	۲۳۱	چھانہ گرالہ

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۲۳۲	چھوہ اولر	۲۴۳	گواتھگ	۲۵۴	بیگہ ونی
۲۳۳	کورہ فوہہ	۲۴۴	گاشدرج	۲۵۵	ستھرہ
۲۳۴	بٹ نور	۲۴۵	کورہ گام	۲۵۶	ساجن نالہ
۲۳۵	حقنیدورہ	۲۴۶	شھورہ	۲۵۷	نروستان
۲۳۶	ہاپچھامہ	۲۴۷	مونگھامہ اولسر	۲۵۸	پہرانی گام
۲۳۷	دیورہ	۲۴۸	سیر	۲۵۹	تاستان
۲۳۸	چھترو گام	۲۴۹	پانڑوہ	۲۶۰	گوترو
۲۳۹	کھول	۲۵۰	پشنہ	۲۶۱	خانہ گنڈ
۲۴۰	بٹ گنڈ	۲۵۱	آری پل	۲۶۲	لدرم
۲۴۱	کوچہ مولہ	۲۵۲	داگر	۲۶۳	گوشٹنگ
۲۴۲	ناہور	۲۵۳	ڈارگنائی گنڈ	۲۶۴	[illegible]

تحصیل کولگام

۱	رنگیند	۷	انبیغہ	۱۲	اگلر شوپیان
۲	ایرٹ لاکین	۸	اوکی	۱۳	اودرہ
۳	ارل گام	۹	اڈیجن دیوسر	۱۴	امبرلوگ
۴	اگرو	۱۰	آوندرہ	۱۵	امیرچ
۵	اکھرن	۱۱	آلورہ	۱۶	اودہ سنبرہ
۶	ادگام				

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
١٧	زیرہ پارہ	٣٧	اگر جیرات	٥٧	ابلونہ
١٨	اوہ ہشو	٣٨	الدوئی	٥٨	اوورن جبال
١٩	اسغورہ	٣٩	اوٹو	٥٩	اوبل
٢٠	استغل	٤٠	اکدحال	٦٠	آرہ ناہ شو پیال
٢١	اونہ دم دنسا	٤١	اوین ۳ ترحیل	٦١	بٹہ پورہ وزیلہ
٢٢	باہیسامہ	٤٢	بوشیگام	٦٢	برنگام
٢٣	بانگہال	٤٣	بونہ دیو کسر	٦٣	پوشہ تھل
٢٤	بوگنہ بوگام	٤٤	بٹہ سرہ گام	٦٤	بہرانڈلو
٢٥	بگمگام (ملنگام)	٤٥	بہروت	٦٥	بوتی برائی
٢٦	پالشو	٤٦	بلسو	٦٦	بڑنمرگ
٢٧	بیجیرہ	٤٧	پاسہ کوچھن	٦٧	پارہ بوگ
٢٨	بڈیگام	٤٨	ہمنہ پاہو	٦٨	تھمسو
٢٩	بشگو	٤٩	سکلو	٦٩	تولہ کھن
٣٠	باہمولہ	٥٠	برنن لامر	٧٠	تہریجی
٣١	بونہ گام	٥١	پھالو	٧١	پاتہرت وانیورہ
٣٢	پالہ پورہ اندری	٥٢	پانوہ	٧٢	بچی
٣٣	پرسی	٥٣	پاریون	٧٣	ٹنجورہ
٣٤	پرگوچی	٥٤	پاندرستن	٧٤	پوشہ ہامہ
٣٥	تاملو	٥٥	تلمرن	٧٥	تاپچھو
٣٦	تنگہ دلو	٥٦	سمقالن	٧٦	تمریج
			پانوہ		بوہ

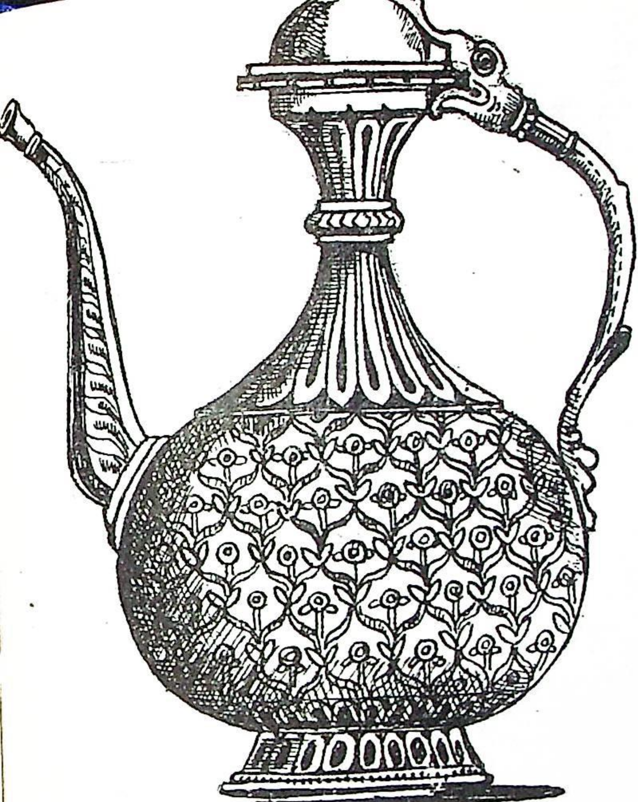
نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۷۷	ترکہ وانگام	۹۷	ترنبجی	۱۱۷	ٹولہ کھن
۷۸	ترکہ پتا چھیدہ	۹۸	ٹنگ گام	۱۱۸	شنگرن
۷۹	تخہ منڈہ	۹۹	حالسہ	۱۱۹	چشمہ گنڈ
۸۰	چھورٹ	۱۰۰	چھہ گام	۱۲۰	چوہ ٹین
۸۱	چیسر	۱۰۱	چک پورہ	۱۲۱	چرہ ہامہ
۸۲	چوڑہ	۱۰۲	چھچھ ٹیہ گام	۱۲۲	چکورہ
۸۳	چک ہانجن	۱۰۳	چھاپچھوار	۱۲۳	چھتروشن
۸۴	پیچھیرہ مرگ	۱۰۴	چترا گام	۱۲۴	چپکو
۸۵	چیتہ گام	۱۰۵	جوگل پورہ	۱۲۵	چھہ مولہ
۸۶	چمر	۱۰۶	چوگام شوپیان	۱۲۶	چوہدری گنڈ
۸۷	حرمین	۱۰۷	حیدر گنڈ	۱۲۷	خریزہ اندی
۸۸	خروار	۱۰۸	خرمن گنبش	۱۲۸	مدین دبہ دارہ
۸۹	دنتری	۱۰۹	دلونبو گنڈ	۱۲۹	دوبنہ چکو
۹۰	ڈمہ دلہ جمجو	۱۱۰	دانگام	۱۳۰	ڈیسنہ
۹۱	ڈانگر پورہ	۱۱۱	دلونی	۱۳۱	درا چھو
۹۲	داگر	۱۱۲	ددی پورہ	۱۳۲	درہ ہامہ
۹۳	دلو کنڈی مرگ	۱۱۳	دہال ہانجی پورہ	۱۳۳	داندوار
۹۴	داڑہ گنڈ	۱۱۴	دیوہ آدری جن	۱۳۴	لکھہ ہامہ
۹۵	ایڑونہ	۱۱۵	رنگت	۱۳۵	زینہ ہالو
۹۶	سانگرن	۱۱۶	سوتیگام	۱۳۶	سوپیر

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۱۳۷	سنگسی	۱۵۷	ساسفو	۱۷۷	سنڈورہ
۱۳۸	سرسنہ	۱۵۸	سانگرن ٹنی پہاڑی	۱۷۸	سگو بنڈریامہ
۱۳۹	سوگن	۱۵۹	سمبہ تھی	۱۷۹	سہال پہاڑی
۱۴۰	سلہ بلوہ	۱۶۰	شاہلو سیچن	۱۸۰	سدوپج
۱۴۱	نشروالی	۱۶۱	صوفی پورہ اوڑن	۱۸۱	ذرمن
۱۴۲	ٹوٹا	۱۶۲	دیوہ سر	۱۸۲	سیوہ
۱۴۳	کاندورہ	۱۶۳	کھرون جبیر	۱۸۳	کوچپورہ
۱۴۴	کاندسو	۱۶۴	کھروٹ	۱۸۴	کاکرن
۱۴۵	کھوکریامہ	۱۶۵	کاپرن	۱۸۵	کیچھولہ لن
۱۴۶	کاڈبہ	۱۶۶	کالہ ورنگ	۱۸۶	کوجبر
۱۴۷	کمدلن	۱۶۷	کونڈبرادی	۱۸۷	کیسو
۱۴۸	کلرو	۱۶۸	ملک گنڈ	۱۸۸	کرادورہ
۱۴۹	کونگتیہ	۱۶۹	کنی گام	۱۸۹	کرگام
۱۵۰	کوکرگند	۱۷۰	کاتھہ پورہ	۱۹۰	کانجی سکولہ
۱۵۱	کاشوہ	۱۷۱	کانجی گنڈ	۱۹۱	کھودہ وتی
۱۵۲	کوریل	۱۷۲	کونسرن	۱۹۲	سونہ مرگ
۱۵۳	کھلورہ	۱۷۳	ساکنجلوہ	۱۹۳	کانجی اولر
۱۵۴	گاربہامہ	۱۷۴	گنڈادول	۱۹۴	گاہنڈ
۱۵۵	گانڈرہ دلو	۱۷۵	گودر	۱۹۵	گاگرن
۱۵۶	گنڈبارو	۱۷۶	یڈوہ دیکو	۱۹۶	لارو

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
٧٧	ترکہ وانگام	٩٧	ترزبجی	١١٧	آلولہ کھن
٧٨	ترکہ تاچھپاد	٩٨	ٹنگ گام	١١٨	ششنگرال
٧٩	تحسو	٩٩	سالیدہ	١١٩	چشمہ گنڈ
٨٠	پچوٹ	١٠٠	چھ گام	١٢٠	چوہ نین
٨١	چیٹر	١٠١	چک پورہ	١٢١	چیرہ بامہ
٨٢	چوڈو	١٠٢	چھونہ پرگام	١٢٢	چکوارہ
٨٣	چک ہانجن	١٠٣	چھاپچھوار	١٢٣	چھتروشش
٨٤	چھیرو مرگ	١٠٤	چترا گام	١٢٤	پنکی
٨٥	چیتہ گام	١٠٥	چوگل پورہ	١٢٥	چھہ مولہ
٨٦	چمر	١٠٦	چھوگام شوپیان	١٢٦	چھودری گنڈ
٨٧	حرمین	١٠٧	حیدرگنڈ	١٢٧	خریزادی
٨٨	خروار	١٠٨	خرمن گنپش	١٢٨	ودیش دبدارہ
٨٩	دنتری	١٠٩	داونیون گنڈ	١٢٩	دونبہ چکو
٩٠	ڈمرولہ جچھو	١١٠	دانگام	١٣٠	ٹی سنہ
٩١	ڈانگرپورہ	١١١	دلوٹی	١٣١	دارا چھو
٩٢	دراگ	١١٢	ددی پورہ	١٣٢	درہ ہامہ
٩٣	دلو کنڈی مرگ	١١٣	دھال ہانجی پورہ	١٣٣	داندوار
٩٤	دودہ گنڈ	١١٤	دیوہ آرون جن	١٣٤	رکھہ حامہ
٩٥	ایڈونہ	١١٥	رنگت	١٣٥	زینہ باٹو
٩٦	سانگرن	١١٦	سوتیگام	١٣٦	سوپیر

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
١٣٧	سنگس	١٥٧	ساسنو	١٧٧	سنڈورہ
١٣٨	سرسنہ	١٥٨	سانگرنٹی پہاڑی	١٧٨	سگو بندپہامہ
١٣٩	سوگن	١٥٩	سمبہ تھن	١٧٩	سیہان پہاڑی
١٤٠	سلہ بلو	١٦٠	شالکو سیچن	١٨٠	سدوتج
١٤١	نشر والی	١٦١	صوفی پورہ اوڑن	١٨١	فرصن
١٤٢	ئونڈ	١٦٢	دیوہ سر	١٨٢	کیوہ
١٤٣	کاندورہ	١٦٣	کھرون چیدر	١٨٣	کونچھورہ
١٤٤	کاندسو	١٦٤	کھروٹ	١٨٤	کاکرن
١٤٥	کھوکرپامہ	١٦٥	کاپرن	١٨٥	کچھ ہالن
١٤٦	کاڈیہ	١٦٦	کالہ ورنگ	١٨٦	کوجر
١٤٧	کمدلن	١٦٧	کونڈبہرادی	١٨٧	کیسو
١٤٨	کلرو	١٦٨	ملک گنڈ	١٨٨	کرادورہ
١٤٩	کونگتھہ	١٦٩	کنی گام	١٨٩	کرگگام
١٥٠	کوکرگند	١٧٠	کاتھہ پورہ	١٩٠	کانجی سکولہ
١٥١	کاشوہ	١٧١	کانجی گنڈ	١٩١	کھودہ ونی
١٥٢	کوریل	١٧٢	کونسرن	١٩٢	سونہ مرگ
١٥٣	کھلورہ	١٧٣	کانجلو	١٩٣	کانجی اولر
١٥٤	گابہ پہامہ	١٧٤	گنڈا دول	١٩٤	گاہنڈ
١٥٥	گاندرہ دلتو	١٧٥	گودر	١٩٥	گاگرن
١٥٦	گنڈ بارد	١٧٦	لیڈوہ ڈیور	١٩٦	لارو

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۱۹۷	ترو	۲۱۷	ترکھود مہامہ	۲۳۷	لسنڈورہ
۱۹۸	لوسرلنو	۲۱۸	لیری	۲۳۸	لاسُو
۱۹۹	لسنکر یچی	۲۱۹	لواہڑ	۲۳۹	لارہ گام
۲۰۰	مانی گام	۲۲۰	منڈہول	۲۴۰	موتہامہ
۲۰۱	ماہ	۲۲۱	میرہ ہامہ	۲۴۱	ماڈہ گام
۲۰۲	میتی بوگ	۲۲۲	مانتری بوگ	۲۴۲	میتی پھدہ زائین
۲۰۳	منزم پارہ	۲۲۳	نکی بوگ	۲۴۳	موٹو
۲۰۴	مانی ہل	۲۲۴	موشہ کنھ	۲۴۴	ماچھو
۲۰۵	میچہ مرگ	۲۲۵	مارشیر	۲۴۵	میلا ورہ
۲۰۶	میرہ وٹی	۲۲۶	مالون	۲۴۶	ماندہ جبن
۲۰۷	میم اندر	۲۲۷	مشوبارا گنڈ	۲۴۷	نوگام دلوہ سبر
۲۰۸	ناوہ	۲۲۸	ناوہ پارہ	۲۴۸	نمبہ بوگ
۲۰۹	نہامہ	۲۲۹	شیلوہ	۲۴۹	[illegible] ووہ بل
۲۱۰	نووتھو	۲۳۰	نوبھرہ چولنڈر	۲۵۰	سوتہ تی مزرونی
۲۱۱	نادیگام	۲۳۱	نیپورہ شوپیاں	۲۵۱	نولی لندواری
۲۱۲	نادیمرگ	۲۳۲	نیسل ڈورہ	۲۵۲	ناگ نار
۲۱۳	نارولو	۲۳۳	نوگام شوپیاں	۲۵۳	ناگام
۲۱۴	وسیبنورہ	۲۳۴	وسُو	۲۵۴	واسو ہالن
۲۱۵	دیرہ ہار	۲۳۵	وچی	۲۵۵	وٹھگام
۲۱۶	وبل حیدطر وطن	۲۳۶	ہامیشی	۲۵۶	ہودند (اڑچو گام)



AFTABA or ewer.

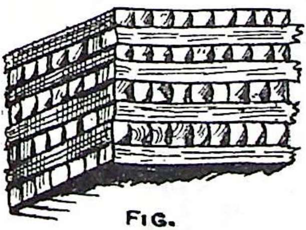


FIG.

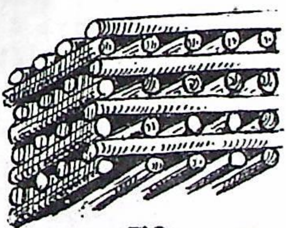


FIG.

Page 260—262

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۲۵۷	بلہ وت	۲۶۲	ہیچی پورہ بٹہ گنڈ	۲۶۷	ہتم سالی بوگ
۲۵۸	ہاوڈہ	۲۶۳	ہانجی پورہ شوپیان	۲۶۸	ہردو ناگہ ترن
۲۵۹	ہانجی	۲۶۴	ہردو ہانگر	۲۶۹	ہاسنونہ
۲۶۰	ہانگلبوچ	۲۶۵	ہمتگری	۲۷۰	ہف
۲۶۱	ہردو منڈ گوری	۲۶۶	ہوتہ خورتی پورہ		گبوس، خوانش

تحصیل بارہمولہ

۱	اوڈورہ	۱۳	اوگمنہ	۲۵	آری پانتھن
۲	اولنسی بانگل	۱۴	اوٹیکو	۲۶	آوہ لاوہ
۳	آتی پورہ رنگھار	۱۵	اوٹسکرہ	۲۷	آہورہ
۴	اوگمر	۱۶	اوسن کھوی	۲۸	ابم پوان
۵	آٹھن	۱۷	اچھہ گنڈل	۲۹	اکمر
۶	آرچیندر پلہلہ	۱۸	اوٹہنہ	۳۰	بدرہ مولہ
۷	بانڈی بالا	۱۹	بانڈی پائیں	۳۱	بمزہ وشی
۸	باٹنگو	۲۰	بونو	۳۲	بونہ سٹارن
۹	بوتہ گنڈ	۲۱	بدرن	۳۳	برزلہ
۱۰	بابا گنڈ	۲۲	بونہ گام	۳۴	تیا پورہ
۱۱	بوچھو	۲۳	بولہ گام	۳۵	بٹہ پورہ سکانہامہ
۱۲	پیروی پورگ	۲۴	باہرن	۳۶	پارسونی

نمبر شمار	نام مقام	نمبر شمار	نام مقام	نمبر شمار	نام مقام
۳۷	پنجبرو	۵۷	پلہالن	۷۷	پنڈ کا نہامہ
۳۸	پنجیارہ	۵۸	پوشو آنی	۷۸	تاری پورہ والہ
۳۹	نی ہرن	۵۹	تیر یرن	۷۹	نہر ہامہ
۴۰	تارہ ہامہ	۶۰	تکیہ کا موسہ	۸۰	تلہ گام
۴۱	شہنڈنہ	۶۱	توشمرن	۸۱	ترکہ کولہ بن
۴۲	جوگہار	۶۲	جہامہ	۸۲	چندوشہ
۴۳	چتابدل	۶۳	چک بوگ کا دی کے	۸۳	چوکر
۴۴	چندرسیہ	۶۴	جنزبجری گنڈ	۸۴	چھورہ
۴۵	چجلورو	۶۵	چھتہ بل	۸۵	حاجی بل
۴۶	خرہ گام	۶۶	ڈانگر پورہ	۸۶	دوہ بوگ
۴۷	ڈنڈہ موہ	۶۷	دار ہلو ورستہ واری	۸۷	دیوہ ڈانگر
۴۸	ڈنڈنہ ڈارہ	۶۸	داورد	۸۸	دارہ ہامہ
۴۹	دارہ کس	۶۹	دیرہ بوگ	۸۹	ڈڈنہ ڈارہ
۵۰	وارہ گام	۷۰	ڈوپورہ ڈونگڈارہ	۹۰	ڈوفی پاہلو
۵۱	ددرہ ہامہ	۷۱	دودرہ ہامہ	۹۱	دلنہ
۵۲	دنہ پورہ	۷۲	ریندم	۹۲	راد ہلو گام
۵۳	زنڈہ فرن	۷۳	نیپرن	۹۳	سولندہ
۵۴	سہہنم	۷۴	سالوسہ	۹۴	سیدی نارداد
۵۵	شحلرن	۷۵	شیدہ پورہ باتنگل	۹۵	شیدہ پورہ کیوکارن
۵۶	شراری	۷۶	شلاتھ وارہ	۹۶	فرستہ دوب

نمبر شمار	نام مقام	نمبر شمار	نام مقام	نمبر شمار	نام مقام
۹۷	خرسنہ بارتیبلہ گام	۱۱۷	پٹن	۱۳۷	مالموہ
۹۸	بارہ مولہ	۱۱۸	کچھامہ	۱۳۸	کھوڑہ
۹۹	سوپیٹہ	۱۱۹	کچھوہ مقام	۱۳۹	کتبا نوالی
۱۰۰	گنائی ننگس	۱۲۰	سنگھ وتھل	۱۴۰	سکاہامہ
۱۰۱	سنی یوگ	۱۲۱	کوہلر	۱۴۱	سکہامہ
۱۰۲	گوارہ ہامہ	۱۲۲	سانڈہ ہامہ	۱۴۲	سانتو کرسنہامہ
۱۰۳	گوتجر	۱۲۳	کرالہ ڈیپ	۱۴۳	کھمبیارہ
۱۰۴	کریوہ کریری	۱۲۴	کھور	۱۴۴	سکا وسر
۱۰۵	سانتر بوگ	۱۲۵	گوگل ڈارہ	۱۴۵	گنڈ ڈالوچ
۱۰۶	لگبورہ	۱۲۶	گونگام	۱۴۶	گنگہ بوک
۱۰۷	گوکہامہ	۱۲۷	گنڈ مقصومہ	۱۴۷	گٹنہ بی
۱۰۸	گوتیبا	۱۲۸	گنڈ کوارہ ہامہ	۱۴۸	گاڑہ نموڑ
۱۰۹	لرڈورہ	۱۲۹	مرچھر	۱۴۹	گورن ٹنگہ واری
۱۱۰	میند گام	۱۳۰	مولہ بانگل	۱۵۰	مالڈہ
۱۱۱	ماموسہ	۱۳۱	مولہ گام	۱۵۱	مانہامہ
۱۱۲	لاگام	۱۳۲	مارہ ہامہ	۱۵۲	ملہ بوچھی
۱۱۳	میرگنڈ	۱۳۳	ممبلو	۱۵۳	نارہ وری
۱۱۴	نارہ واد	۱۳۴	ناگہ بل	۱۵۴	ناوا گنڈ
۱۱۵	نگر پورہ مگھام	۱۳۵	نیلاہ	۱۵۵	سنجی بٹ
۱۱۶	نولری	۱۳۶	ناجن	۱۵۶	وہدنہ

نمبر شمار	نام مقام	نمبر شمار	نام مقام	نمبر شمار	نام مقام
۳۷	پنجبرہ	۵۷	پلہالن	۷۷	بٹہ کانہامہ
۳۸	پنجبارہ	۵۸	پوشواری	۷۸	تاری پورہ والیرن
۳۹	ٹی ترن	۵۹	تیر سرن	۷۹	نمبرہامہ
۴۰	تارہ ہامہ	۶۰	ٹکیہ کاموسہ	۸۰	تلہ گام
۴۱	شمینڈنہ	۶۱	توشمرن	۸۱	ترکہ کولہ بل
۴۲	جوگہار	۶۲	جہاسہ	۸۲	چندوسہ
۴۳	چتابدل	۶۳	چک بوگی ہادی کھا	۸۳	چوکر
۴۴	چندرسیمہ	۶۴	جنرنخری گنڈ	۸۴	چھوورہ
۴۵	چچلورہ	۶۵	چھترہل	۸۵	حاجی بل
۴۶	خمہ گام	۶۶	ڈانگرپورہ	۸۶	دودہ بوگ
۴۷	ڈنڈہ موہ	۶۷	دارہلو درستہ واری	۸۷	دیوہ ڈانگر
۴۸	ڈنٹرنہ ڈارہ	۶۸	زاورد	۸۸	دارہ ہامہ
۴۹	دارہ گس	۶۹	دلیدہ بوگ	۸۹	ڈڈنہ ڈارہ
۵۰	وارہ گام	۷۰	ڈومپورہ ڈونگڈارہ	۹۰	ڈوفی پاہلو
۵۱	ددرہ ہامہ	۷۱	دودرہ ہامہ	۹۱	دلنہ
۵۲	دنڈہ پورہ	۷۲	ریدم	۹۲	دادہلو گام
۵۳	زنڈہ فرح	۷۳	تریرن	۹۳	سولندہ
۵۴	سہنمہ	۷۴	سالوسہ	۹۴	سیدی ناروداو
۵۵	شہلرن	۷۵	شیدہ پورہ بانگل	۹۵	شیدہ پورہ گیموکارن
۵۶	شرازی	۷۶	شلائتہ دارہ	۹۶	فرشتہ دوب

نمبر شمار	نام مقام	نمبر شمار	نام مقام	نمبر شمار	نام مقام
۹۷	فرسته بارتیله گام	۱۱۷	پٹن	۱۳۷	ماموه
۹۸	باره موله	۱۱۸	کچهامہ	۱۳۸	کهوڑه
۹۹	گوبلمٹ	۱۱۹	کهوه مقام	۱۳۹	کنتہ نوالی
۱۰۰	گنانی تگس	۱۲۰	ککدو تهل	۱۴۰	سکا نهامہ
۱۰۱	کئی یلوگ	۱۲۱	کوبلر	۱۴۱	سکهامہ
۱۰۲	گواره لامہ	۱۲۲	سانده لامہ	۱۴۲	سانتو کرسنہامہ
۱۰۳	گوتهر	۱۲۳	کرالہ ڈپ	۱۴۳	کهبیار
۱۰۴	کریوکریری	۱۲۴	کهور	۱۴۴	سکاوسر
۱۰۵	سانسر بوگ	۱۲۵	گوگل ڈاره	۱۴۵	گنڈڈالوچ
۱۰۶	نگبوره	۱۲۶	گوسگام	۱۴۶	گرنگہ بوگ
۱۰۷	گوکهامہ	۱۲۷	گنڈ مقصومہ	۱۴۷	گلٹنی
۱۰۸	گوتهیا	۱۲۸	گنده گواره لامہ	۱۴۸	گاڈه کهوڑ
۱۰۹	لرڈوره	۱۲۹	مرچهر	۱۴۹	مورن ٹنگہ واری
۱۱۰	میند گام	۱۳۰	مولہ بانگل	۱۵۰	مانگہ
۱۱۱	ماموسہ	۱۳۱	مولہ گام	۱۵۱	مانہامہ
۱۱۲	ماگام	۱۳۲	ماره لامہ	۱۵۲	ملہ پوچهق
۱۱۳	میره گنڈ	۱۳۳	نمبلن	۱۵۳	ناره وری
۱۱۴	تاره واد	۱۳۴	ناگہ بل	۱۵۴	ناوار گنڈ
۱۱۵	نگری پوره منگهامہ	۱۳۵	نیلاه	۱۵۵	نجی بٹ
۱۱۶	لولری	۱۳۶	ناجن	۱۵۶	وہدنہ

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۱۵۷	قالمراس	۱۶۵	وترہ گام	۱۷۳	ہوم
۱۵۸	ویرہ نار	۱۶۶	واگورہ	۱۷۴	ہردوا نچھو
۱۵۹	واگہ	۱۶۷	ویدر	۱۷۵	سنگ
۱۶۰	وہی گنڈ	۱۶۸	وترہا گام	۱۷۶	ہانجی ویدرہ
۱۶۱	وانیگام	۱۶۹	ہردوکھل	۱۷۷	ہانجی بٹونگ
۱۶۲	جہاندل	۱۷۰	ہاونی	۱۷۸	یک تینگو
۱۶۳	وانیگام	۱۷۱	ہردو	۱۷۹	ہرہ تارہ
۱۶۴	باوٹن	۱۷۲	ہادم	۱۸۰	نارہ تہرت
				۱۸۱	بیال

تحصیل بڈگام

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۱	اچھہ گام	۹	آرم ولری	۱۷	آرت
۲	اوٹلہ گام	۱۰	اوسنگام	۱۸	اوتھو
۳	آردہ	۱۱	ارگام	۱۹	آرزال
۴	اچھامہ	۱۲	اوترہ ڈالہ بل	۲۰	بمنہ
۵	بربل	۱۳	بڈگام	۲۱	بٹہ مالنہ
۶	بٹہ ہار	۱۴	بندرہ گام	۲۲	بوپٹ
۷	بچرو	۱۵	بوگرہ	۲۳	لوگ چھل
۸	بہزلہ	۱۶	بودن	۲۴	بابی پورہ

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۲۵	برالی	۴۵	بہرتھنر	۶۵	پونہ نہانیگام
۲۶	بونہ نکہامہ	۴۶	بہنہ دالہ	۶۶	بوٹن
۲۷	برنجن	۴۷	بادوہ	۶۷	بوزہ گو
۲۸	بھانہ گنڈ	۴۸	پالر	۶۸	پار وارہ اچھہ
۲۹	بہسار ٹھن	۴۹	پتیسس	۶۹	پاپچس
۳۰	پاشروار	۵۰	پنوح گنڈ	۷۰	پنڈنا ہیگام
۳۱	پتر نکہامہ	۵۱	پزینو	۷۱	پانزل
۳۲	بارنیوہ	۵۲	پتہ شارن	۷۲	پوسنکر
۳۳	دبالہ	۵۳	ترائی	۷۳	ٹنجن
۳۴	تیلہ سر	۵۴	جہامہ	۷۴	جدگو گھاین
۳۵	چھل اچھہ	۵۵	چیرہ کہن	۷۵	چاپر کھوتی
۳۶	پھل پروہ	۵۶	چوسنا بجروہ	۷۶	پڑارہ ناپچھہ
۳۷	چھچھوٹ	۵۷	جیبرہ ہالسہ	۷۷	سیدرتھ
۳۸	چیدہ	۵۸	چہتہ پوگ	۷۸	چرہ ٹاپانچھامہ
۳۹	چرٹو	۵۹	چرار شریف	۷۹	چھانہ گنڈ
۴۰	چراری پورہ	۶۰	چرادن	۸۰	پہان ہتن
۴۱	چنن پیونٹی نار	۶۱	چویدری گنڈ	۸۱	چاڈورہ
۴۲	چھاتر گام	۶۲	چھل پرای	۸۲	دشرو
۴۳	خانہ پورہ دونسو	۶۳	خواجہ گنڈ	۸۳	دونسو نار
۴۴	دورہ پوگ	۶۴	دوین	۸۴	دیہر منہ

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۸۵	ڈڈنہ	۱۰۵	ڈاگر	۱۲۵	دربہ گام
۸۶	درنگ	۱۰۶	دالوچ خورد	۱۲۶	دندسو
۸۷	دوروجاگیر	۱۰۷	ڈانگرپورہ	۱۲۷	دولش داری
۸۸	دالوہ	۱۰۸	رکھہ مجھہ گنڈ	۱۲۸	رکھہ سانہہ
۸۹	رام پورہ	۱۰۹	رکھہ نادہ کرہ	۱۲۹	رسو
۹۰	لتسون	۱۱۰	رانگر	۱۳۰	رنگہ نزل
۹۱	رہکانی	۱۱۱	راٹیانز ہیروہ	۱۳۱	راٹیارا اچھہ
۹۲	رکھہ چھوہ	۱۱۲	نڈہ بوگ	۱۳۲	راورپک سورہ
۹۳	رنگہ رین	۱۱۳	راٹیار بیروہ	۱۳۳	راٹیار اچھہ
۹۴	رامی پین	۱۱۴	اکھہ زرٹ	۱۳۴	رکھہ ڈاکرمولہ
۹۵	رکھہ یارخواہ	۱۱۵	نوری گنڈ	۱۳۵	ادہ یوگ
۹۶	زنگلہ	۱۱۶	سوسلون	۱۳۶	سہرہ یوگ
۹۷	سپیدن	۱۱۷	سولہ بوگ	۱۳۷	سونہ گنڈ
۹۸	سولٹی	۱۱۸	سعد نہار	۱۳۸	سانہامہ
۹۹	سیل	۱۱۹	سونہ ماہ	۱۳۹	سیدہ پورہ مانچھالہ
۱۰۰	سوکت تالار	۱۲۰	ستھومیل	۱۴۰	سہادن
۱۰۱	سور سیار	۱۲۱	شالہ تلنگ	۱۴۱	شالنہ
۱۰۲	شوکی گنڈ	۱۲۲	شالہ یار	۱۴۲	شمہ ناک
۱۰۳	عالم گنجوہ	۱۲۳	فالہ چھل	۱۴۳	فسنہ مہند
۱۰۴	قمرداری	۱۲۴	قمروچھانہ گنڈ	۱۴۴	قصبہ بیروہ

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
١٤٥	تسفر موله	١٦٥	کمہامہ	١٨٥	ساکرن
١٤٦	کیرگنڈ	١٦٦	سکانہ	١٨٦	سرگام
١٤٧	کنج رانه گنڈ	١٦٧	سرسیوره	١٨٧	سوله بوگ
١٤٨	سرہامه	١٦٨	کشتواله	١٨٨	سکھپوره
١٤٩	کھری لوره	١٦٩	کلہامه	١٨٩	کرندوره
١٥٠	کھاگ	١٧٠	کراله پیری	١٩٠	کچھی مولن
١٥١	پچھواری	١٧١	کری گنڈ	١٩١	کراله واری
١٥٢	گنڈ چندران	١٧٢	گنگه بوگ	١٩٢	گنگه کوٹ
١٥٣	گوانگوره	١٧٣	گنڈولی	١٩٣	گنڈارچن
١٥٤	گاچوره	١٧٤	گدرگنڈ	١٩٤	گانه سیر
١٥٥	گنڈ سیباه	١٧٥	گنڈ موله سو	١٩٥	گوجر مہاجن
١٥٦	گنجه سیل	١٧٦	گنڈ شمن	١٩٦	لجن
١٥٧	پچھم پوره	١٧٧	ترت	١٩٧	لس نخلش
١٥٨	ٹیرو	١٧٨	میره گنڈ	١٩٨	مرمول بالوہار
١٥٩	لامت	١٧٩	ماسواره	١٩٩	مولر شل
١٦٠	ماشم	١٨٠	موله پچھامه	٢٠٠	موندپاروره
١٦١	مستون	١٨١	منی پوره	٢٠١	مندموره
١٦٢	منگواچی	١٨٢	نارہ بل	٢٠٢	نادرگنڈ
١٦٣	نارو	١٨٣	نملہار	٢٠٣	نونر
١٦٤	تخلو گرسو	١٨٤	تانسواره	٢٠٤	ناجن ماگام

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۲۰۵	پنچھوہ	۲۲۵	ناگہ بل	۲۴۵	نابر گام
۲۰۶	ناری گنڈ	۲۲۶	نوبالہ	۲۴۶	نوبہگ
۲۰۷	نوگام سچپہ	۲۲۷	نمبال	۲۴۷	واوچ
۲۰۸	وترو تو	۲۲۸	واگر	۲۴۸	واچھورہ
۲۰۹	ورہ گام	۲۲۹	وندہ ڈالہ بل	۲۴۹	واہنہا سرہ ودن
۲۱۰	وارہ بل کولہ بل	۲۳۰	ونہ کلو	۲۵۰	واپیلورہ
۲۱۱	واگام	۲۳۱	ہردو ٹنا نگرہ	۲۵۱	ہوہہامہ
۲۱۲	ہانجک	۲۳۲	ہاگر مولہ	۲۵۲	ہرجن گنڈ
۲۱۳	ہانیجورہ	۲۳۳	ہرلو	۲۵۳	ہندجن
۲۱۴	ہمنہ اودہ	۲۳۴	ہوکھہ لتری	۲۵۴	ہردو ونن
۲۱۵	ہردو پنجورہ	۲۳۵	ہارہ ہگرو	۲۵۵	ہردو سکو
۲۱۶	ہردو کورش	۲۳۶	یارو گنڈ	۲۵۶	یار کلاں
۲۱۷	پارسیدہ	۲۳۷	پارخواہ	۲۵۷	یگہ لوگی

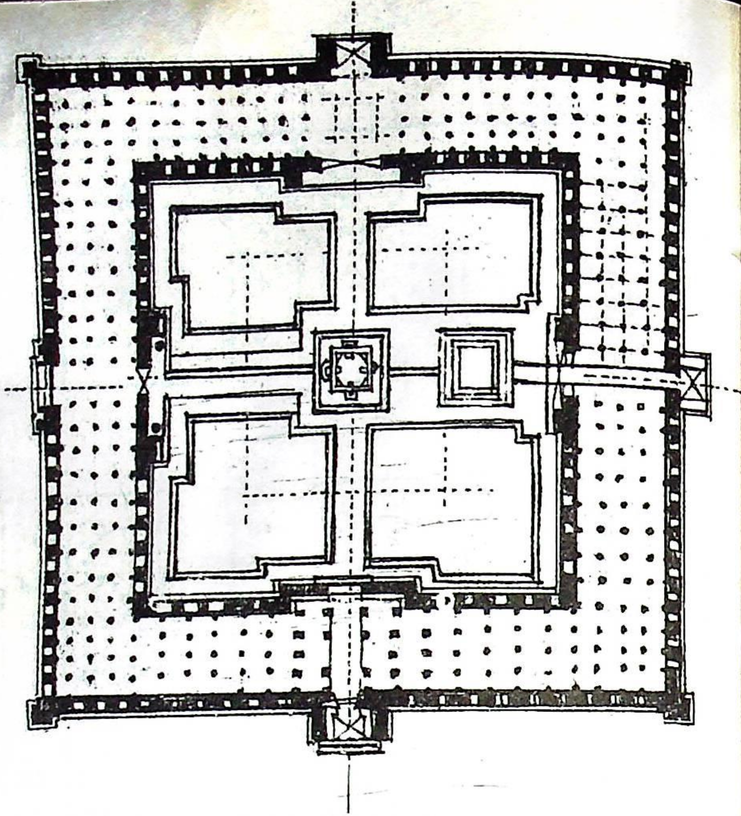
تحصیل سوپور

۱	الوسہ	۵	اچھہ پل	۹	اودہپر
۲	اڈنہ گام	۶	ابنہ دستھہ	۱۰	اہمولہ
۳	اچیر	۷	امچہ کنڈل	۱۱	اشتنگو
۴	ارہ گام	۸	اونس کھوکن	۱۲	اچھوارہ چیرہ ون

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
٢٠٥	پنخصوہ	٢٢٥	ناگہ بل	٢٤٥	نابر گام
٢٠٦	ناری گنڈ	٢٢٦	نوبارہ	٢٤٦	نوبوگ
٢٠٧	نوگام ریچھپہ	٢٢٧	نمبال	٢٤٧	وادوچ
٢٠٨	وتروتو	٢٢٨	واگہر	٢٤٨	واچھپورہ
٢٠٩	ورہ گام	٢٢٩	وندہ ڈالہ بل	٢٤٩	واہنہا سرودن
٢١٠	وارہ بل کولہ بل	٢٣٠	ونہ سکلو	٢٥٠	واسیلورہ
٢١١	واگام	٢٣١	ہردو ڈانگرو	٢٥١	ہوہاسر
٢١٢	ہانجک	٢٣٢	ہاگرمولہ	٢٥٢	ہرجن گنڈ
٢١٣	ہانچورہ	٢٣٣	ہرلو	٢٥٣	ہتد جن
٢١٤	ہہنہ اودہ	٢٣٤	ہوکھ لتری	٢٥٤	ہردو ونن
٢١٥	ہردو پنچورہ	٢٣٥	ہارہگرو	٢٥٥	ہردو سکو
٢١٦	ہردو کورش	٢٣٦	یارو گنڈ	٢٥٦	یار کلاں
٢١٧	پارسیدہ	٢٣٧	پار چھاہ	٢٥٧	یگہ بوگ

تحصیل سوپور

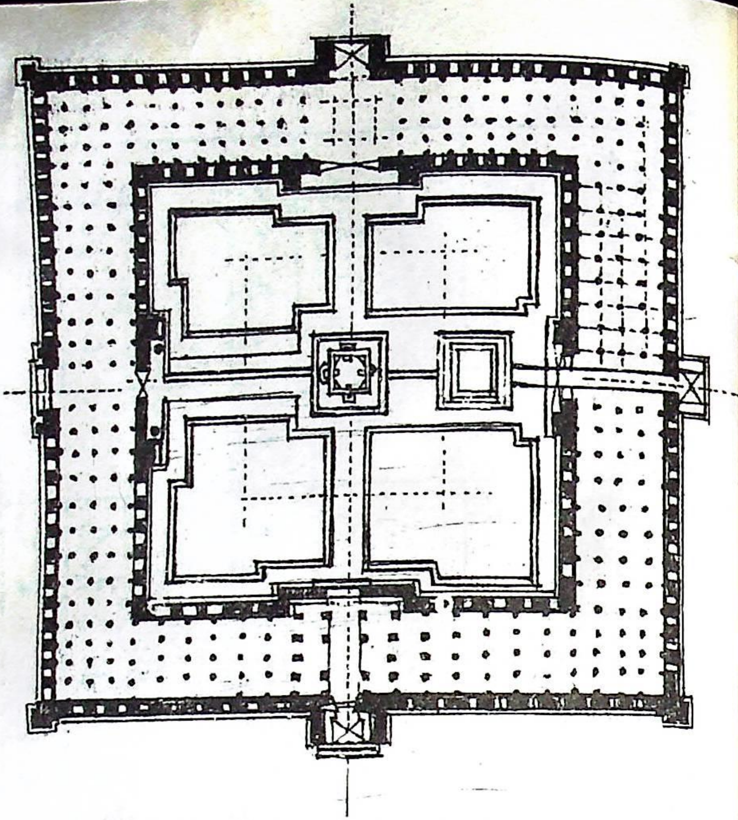
١	الوسہ	٥	اچھہ پل	٩	اودہ پر
٢	الپنہ گام	٦	ابنہ دستھو	١٠	اہمولہ
٣	اجبر	٧	انجہ کنڈل	١١	اشتنگو
٤	ادہ گام	٨	اوس کھوکن	١٢	اچھوارہ چپرہ ون



GROUND FLOOR PLAN OF JAMI MASJID.



نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۱۳	اندرگام	۳۳	اگلہ	۵۳	اجس
۱۴	ہہامہ ٹھکن پورہ	۳۴	برمن	۵۴	ہرندیب
۱۵	بیرکمنڈورہ	۳۵	بونی	۵۵	ہراٹ
۱۶	لوہنتو	۳۶	لوشنگو	۵۶	لغلور
۱۷	برنی	۳۷	ٹھرموگام	۵۷	بگلیندلہ
۱۸	بہدوآپیا	۳۸	لیشواری	۵۸	پلہاسن
۱۹	پتہ بوگ	۳۹	پنجی گام	۵۹	پاپچھن
۲۰	بونہ چھتہ	۴۰	پالتوس	۶۰	پانڈرمنڈبل
۲۱	پیری پورہ	۴۱	لشواری چک	۶۱	پہان تحصیل
۲۲	تالدزوہ	۴۲	ترسند کنڈہ	۶۲	ترہگام
۲۳	جالنوارہ	۴۳	جانوئی	۶۳	چھوہ
۲۴	چرامی گنڈ	۴۴	چکلو	۶۴	چوہمولہ
۲۵	چھانہ مچی	۴۵	چھچھامہ	۶۵	چیسیالہ
۲۶	چندرپامہ	۴۶	چوبگوارہ	۶۶	چھتی پانڈی
۲۷	چکابل ہنگام	۴۷	خرمن الیشان	۶۷	دھچھن پارہ
۲۸	دونی گنڈ	۴۸	داوہ	۶۸	ڈانگرپورہ
۲۹	ڈبٹل	۴۹	دیچھن	۶۹	واچھی گام
۳۰	ڈاورہ	۵۰	ڈگتی ٹل	۷۰	ڈوورہ
۳۱	رہامہ	۵۱	دمن راہامہ	۷۱	رکھ گورہ ڈل
۳۲	زدکی	۵۲	سرپایہ پورہ ٹکلن	۷۲	سروآب



GROUND FLOOR PLAN OF JAMI MASJID.



نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
١٣	اندر گام	٣٣	اگلر	٥٣	اجس
١٤	پہامہ ٹھکن پورہ	٣٤	بمن	٥٤	پرندب
١٥	بیر کھنڈوارہ	٣٥	بونی	٥٥	ہراٹ
١٦	لوہنتو	٣٦	لوشنگو	٥٦	لنگلور
١٧	بربی	٣٧	گڈر گام	٥٧	بنگلیشمدلہ
١٨	بدوآبیا	٣٨	لشتوارہ	٥٨	پلہاسن
١٩	پتہ بوگ	٣٩	پنجی گام	٥٩	پاپیر چھن
٢٠	بونہ حیتہ	٤٠	پالوس	٦٠	پانزکمہ منڈبل
٢١	بیری پورہ	٤١	لشتواری چھن	٦١	پہان تحصیل
٢٢	تارزوہ	٤٢	ترسند گنڈ	٦٢	قمہ ہگام
٢٣	جالنوارہ	٤٣	جانوئی	٦٣	چھوہ
٢٤	چیرامی گنڈ	٤٤	چکلو	٦٤	چوہمولہ
٢٥	چھانہ دہجی	٤٥	چھبہامہ	٦٥	چیبلہ
٢٦	چندر بابہ	٤٦	چرنیکواری	٦٦	چھنی بانڈی
٢٧	چکابل ہنگام	٤٧	خرمن الیشان	٦٧	دچھن پارہ
٢٨	دوبی گنڈ	٤٨	داوہ	٦٨	ڈانگر پورہ
٢٩	ڈب ٹل	٤٩	ڈچھن	٦٩	داچھی گام
٣٠	ڈاورہ	٥٠	ڈنی تل	٧٠	ڈوورہ
٣١	رباحہ	٥١	رمن راہامہ	٧١	رکھہ گورہ ڈل
٣٢	نزدکی	٥٢	سرپایہ پورہ ڈلن	٧٢	سرداب

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
٧٣	سنبلیو	٩٤	سوترونی	١١٥	سہلیہ
٧٤	سادہو ناؤ مسی کھن	٩٥	ستلواو شسرہ	١١٦	سترگنڈ
٧٥	سوگہ پورہ حمل	٩٦	ششمہ تھج	١١٧	عبدالقون
٧٦	سولاوی	٩٧	قندھار	١١٨	قوئیں مقام
٧٧	ستربون	٩٨	کنموہ	١١٩	کھمبارہ
٧٨	کوٹھارہ	٩٩	کھنوچ	١٢٠	سکلوتر
٧٩	کورک بل	١٠٠	کرانکشون	١٢١	کلڑادہ
٨٠	کونت با گنڈ	١٠١	گگہ بل	١٢٢	کنڈ بمات
٨١	گامرو	١٠٢	گرمدہ	١٢٣	گوچرن
٨٢	لاسولا ڈورہ	١٠٣	لرہ آنگن	١٢٤	لہسر
٨٣	طبہ گیہال	١٠٤	لوڈارہ	١٢٥	میرگنڈ
٨٤	منزمرگ	١٠٥	ماتر گام	١٢٦	باوس
٨٥	منہ جی	١٠٦	شہرم	١٢٧	ملنگام
٨٦	مرناہیٹھ	١٠٧	پچھل	١٢٨	ملری بہک
٨٧	لنڈگام	١٠٨	لغوپورہ سنجہ	١٢٩	نادری ہل کاہامہ
٨٨	چھکہامہ	١٠٩	نسو	١٣٠	نگرن
٨٩	پیزو	١١٠	نابدکھی	١٣١	واورہ
٩٠	وارہ پورہ چھل	١١١	ونہ گری	١٣٢	ونہ لب
٩١	ودزی تل	١١٢	واکیب	١٣٣	ویون
٩٢	ہمہ ٹب	١١٣	بدون	١٣٤	ہردو شیوہ
٩٣	ہلمنہ	١١٤	حبیت ننگو	١٣٥	ہیمبز لوامی

تحصیل ہندواڑہ (اوتر مچھی پورہ)

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۱	اودورہ	۱۸	اترو	۳۵	انتون
۲	بانڈی بٹ گنڈ	۱۹	پمہ نگرو	۳۶	بونہ گام
۳	پنجوہ	۲۰	بچھرواری	۳۷	ٹمنہ
۴	پہتاواری ماور	۲۱	جبسامہ	۳۸	جوگی بل
۵	چھیپو پارہ	۲۲	چک ملنگام	۳۹	دودہ کول
۶	زرنگسو	۲۳	ڈھانہ نورو	۴۰	سوغولہ
۷	سیاٹل بالہ	۲۴	سعد مرنگام	۴۱	سلترہ
۸	شات گنڈ بالا	۲۵	شنڈو	۴۲	قلموند
۹	کمکروسہ	۲۶	کرہ گام	۴۳	کیرو
۱۰	کلترو	۲۷	کنگری	۴۴	کھاتون
۱۱	کرالہ گنڈ	۲۸	گلورہ	۴۵	لال پوک
۱۲	لنگیٹ	۲۹	منزگام	۴۶	منڈبل
۱۳	ماور	۳۰	مارگام	۴۷	انہامہ
۱۴	وادورہ	۳۱	نف اڈہ	۴۸	ہانگر
۱۵	ہائیگام	۳۲	پلگام	۴۹	یولسو
۱۶	پیارو	۳۳	اشمرلو	۵۰	بہساکی اکھر
۱۷	ہہسکر گنڈ	۳۴	پانزگام	۵۱	ہمہ ہامہ

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۷۳	سمبلیه	۹۴	سوتروفی	۱۱۵	سملہ
۷۴	سادھو تانو مسی کھن	۹۵	سنلواوشسره	۱۱۶	سترگنڈ
۷۵	سوگه پوره حمل	۹۶	شتہ تص	۱۱۷	عبدالقون
۷۶	سولاوی	۹۷	قندھار	۱۱۸	قوتش مقام
۷۷	ستربون	۹۸	سکنموه	۱۱۹	کھمیاره
۷۸	کوڈاره	۹۹	سکہنوچ	۱۲۰	سکلوتسر
۷۹	کورک پل	۱۰۰	کرانکشون	۱۲۱	کلڈاوه
۸۰	کوتن باگنڈ	۱۰۱	گکه بل	۱۲۲	کنڈ بمات
۸۱	گاسره	۱۰۲	گرسدره	۱۲۳	گوجرن
۸۲	لاسولا ڈوره	۱۰۳	لره آ نگن	۱۲۴	لهسر
۸۳	طبه گیمال	۱۰۴	لوڈاره	۱۲۵	میرگنڈ
۸۴	منز مرگ	۱۰۵	ماتر گام	۱۲۶	ماور
۸۵	منه جی	۱۰۶	شہرمر	۱۲۷	ملنگام
۸۶	مرناہنڈ	۱۰۷	چھچل	۱۲۸	ملری بہک
۸۷	نغر گام	۱۰۸	لغرپوره نجه	۱۲۹	نادیمی پل کاماسر
۸۸	چھکهامه	۱۰۹	اسو	۱۳۰	نگرن
۸۹	بیزڑو	۱۱۰	نابدکهی	۱۳۱	داوره
۹۰	واره بوره چل	۱۱۱	ورنه گری	۱۳۲	ونه لب
۹۱	ودزی تل	۱۱۲	واگب	۱۳۳	ویون
۹۲	همه ٹب	۱۱۳	بردون	۱۳۴	ہردوشیوه
۹۳	ہلمنه	۱۱۴	حسبت ننگو	۱۳۵	ہیمبزلواری

تحصیل ہندواڑہ (اوتر مچھی پورہ)

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۱	اودورہ	۱۸	اجروہ	۳۵	انتون
۲	بانڈی بٹ گنڈ	۱۹	ہمہ نگرو	۳۶	بونہ گام
۳	پنجوہ	۲۰	بچرواری	۳۷	ہتنہ
۴	بہاوالی ماور	۲۱	جہپامہ	۳۸	جوگی بل
۵	چھچھو پارہ	۲۲	جگ نانگام	۳۹	دودہ کول
۶	زرنگسو	۲۳	ڈھانہ نورو	۴۰	سوغولہ
۷	سیالکل بالہ	۲۴	سوہرناگام	۴۱	شلترہ
۸	شاٹ گنڈ بالا	۲۵	شتو	۴۲	قلمونہ
۹	کمکروسہ	۲۶	سکر گام	۴۳	کیرہ
۱۰	کلانترہ	۲۷	کنجری	۴۴	کھاتون
۱۱	کرالہ گنڈ	۲۸	گلورہ	۴۵	لال بوک
۱۲	لنگیٹ	۲۹	منز گام	۴۶	منشبل
۱۳	ماور	۳۰	مارگام	۴۷	انہامہ
۱۴	وادورہ	۳۱	مفاڑہ	۴۸	ہانگرہ
۱۵	ہائیگام	۳۲	پلگام	۴۹	یولسو
۱۶	پیاروہ	۳۳	انتھرلڈ	۵۰	بہاکی اکھر
۱۷	مہسکر گنڈ	۳۴	یانر گام	۵۱	ہمہامہ

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۵۲	بھشوالی	۷۲	چکورہ ہامہ	۹۲	تیریتہ
۵۳	پنجگہ مولہ	۷۳	ترکہ پورہ	۹۳	نجھوورہ
۵۴	ٹھسکر پیڑہ	۷۴	شیکلمہ	۹۴	ترچ
۵۵	جبانے	۷۵	جرتھال	۹۵	چنجہ مولہ
۵۶	چکہ لوڈنل	۷۶	چیپ دچی	۹۶	چاٹولہ
۵۷	چراجی گنڈ	۷۷	چندیگام	۹۷	چوکل
۵۸	چندرمائی	۷۸	حاجن	۹۸	عاصم
۵۹	صنریال	۷۹	چودرہ ہامہ	۹۹	خانہ گنڈ
۶۰	صری ہندد	۸۰	ددووان	۱۰۰	دریل
۶۱	ڈالری	۸۱	دریل پائین	۱۰۱	دریل بالا
۶۲	ڈوڈی واری چھل	۸۲	ندار	۱۰۲	دگی وچھر
۶۳	ننگھمولہ	۸۳	دارہ پورہ لولاب	۱۰۳	ندرہ پورہ لولاب
۶۴	دیوار بنہ بوگ	۸۴	ڈعیرچ وائین	۱۰۴	ذچیلدارہ
۶۵	ذمتین	۸۵	ڈالورہ	۱۰۵	رتن
۶۶	راوچھ	۸۶	رڈہ بوگ	۱۰۶	سدہ ناگ
۶۷	زہرہ ٹامہ	۸۷	زالنگل کاسراہ	۱۰۷	سولنہ
۶۸	ستقرہ یگام	۸۸	سایہ ون	۱۰۸	سوچیاناری
۶۹	سرہ کوہ مجن	۸۹	سہن	۱۰۹	سترینہ
۷۰	کوٹی سیدہ نار	۹۰	سوٹل	۱۱۰	سوقن
۷۱	سرداب	۹۱	شمہ ناگ	۱۱۱	شمہ حال

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۱۱۲	کھنہ بل	۱۳۲	کھواڑی	۱۵۲	فرہ کن
۱۱۳	سیاچہامہ	۱۳۳	کلاروں	۱۵۳	کوندوادہ
۱۱۴	کنن	۱۳۴	کرم مہر	۱۵۴	کھوڑی
۱۱۵	کھاورہ داورہ	۱۳۵	نگروسہ	۱۵۵	کترہ جی
۱۱۶	کھائی پورہ محل	۱۳۶	کچھوسین	۱۵۶	سکادہ ہامہ
۱۱۷	کمگام	۱۳۷	کروستن	۱۵۷	کولیگام
۱۱۸	کوفربل	۱۳۸	کوکلوسہ	۱۵۸	گاگل
۱۱۹	کواسی اکھر	۱۳۹	کوشگو	۱۵۹	گولسش
۱۲۰	گنگربوگ	۱۴۰	لولاب	۱۶۰	لارہ ون
۱۲۱	لشڑوب	۱۴۱	لسلم	۱۶۱	لرہ بل
۱۲۲	لاج	۱۴۲	لشمی شاٹ	۱۶۲	میہال
۱۲۳	مرہامہ جاگیر	۱۴۳	مرہامہ خالصہ	۱۶۳	مشگوہ
۱۲۴	مانگل	۱۴۴	ماندیو نجر یالہ	۱۶۴	ماگام
۱۲۵	چعہ گل	۱۴۵	مانہ بوگ	۱۶۵	تچھامہ
۱۲۶	نوگام محل	۱۴۶	نابلہ	۱۶۶	ناگر ادتار
۱۲۷	نوطولہ	۱۴۷	نویوارہ کوتھامہ	۱۶۷	وارہ لون
۱۲۸	ودلو	۱۴۸	والہ کا وہ پر	۱۶۸	وودر بالا
۱۲۹	وودر باڈشین	۱۴۹	وہامہ واگی پورہ	۱۶۹	وجھامہ
۱۳۰	ولرامہ	۱۵۰	ونگام	۱۷۰	واسکورہ
۱۳۱	واکٹ	۱۵۱	ویدہ پورہ اوتر	۱۷۱	وترسی

نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع	نمبر شمار	نام موضع
۱۷۲	ولونل	۱۷۶	گھی آب	۱۸۰	ھنزہ
۱۷۳	ہونہ	۱۷۷	ہرپل	۱۸۱	بیلمہ
۱۷۴	ہاپہامہ	۱۷۸	ہالہ وبٹ	۱۸۲	
۱۷۵	ہرڈولو	۱۷۹	ہردونج	۱۸۳	

نوٹ:۔ میں نے چند لوگوں کو کشمیر کے دیہاتوں کے اسرائیلی نام دریافت کرنے پر مامور کیا تھا۔ انہوں نے جو فہرستیں مہیا کیں وہ اس قدر بدخط تھیں کہ صحیح الفاظ مشکل سے پڑھے گئے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے بعض ناموں کے اسرائیلی یعنی کشمیری الفاظ اردو حروف و تلفظ میں ادا نہ ہو سکے ہوں اور اس طرح مذکورہ بالا دیہاتوں کی فہرست میں تلفظ کی اغلاط رہ گئی ہوں۔ مصنف مشکور ہوگا اگر دوست ایسے الفاظ کا صحیح تلفظ و املا مہیا کر دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں یہ اغلاط درست کر دی جائیں۔

باب ہفدہم

کشمیر میں توریت کی اسرائیلی ذاتیں

اگر کوئی نادان شخص یہ کہے کہ کشمیری زبان میں عبرانی و سریانی الفاظ کی موجودگی اور مقامات کے ساتھ عبرانی ناموں کی وابستگی سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہاں اسرائیلی لوگ آئے ہوں گے اور انہوں نے اپنا اثر یہاں اسی طرح چھوڑا ہوگا جس طرح کہ انگریز یکصد سالہ اپنے دورِ حکومت کے بعد چھوڑ گئے ہیں اور جس طرح انگریز واپس اپنے وطن چلے گئے اسی طرح اسرائیلی لوگ بھی واپس چلے گئے ہوں گے۔ عبرانی الفاظ اور ناموں کی مناسبت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کشمیر کے موجودہ باشندگان بھی اسرائیلی ہیں اس کے جواب میں اور چٹان کی طرح محکم دلیل ہمارے پاس یہ ہے کہ کوئی بھی قوم یا شخص اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جائے تو بھی اپنی قومیت اور ذات نہیں چھوڑتا ہمیشہ اپنی ذات کو یاد رکھتا اور اس پر فخر کرتا ہے۔ اگر کوئی ایک شخص یا ایک فرقہ

اپنی ذات تبدیل بھی کرے تو بھی تمام لوگ اور جملہ فرقے اپنی ذاتیں تبدیل نہیں کریں گے۔ نیز اگر کوئی اپنی ذات تبدیل کرے گا تو اپنے ہمسایہ گاؤں میں سے کسی کی ذات لیگا یہ نہیں کہ روس، چین یا فلسطین سے لوگوں کی ذات اپنائیگا۔ تعجب یہ ہے کہ کشمیر میں ناموں کے ساتھ ذات لینے کا رواج اس کثرت سے ہے کہ سارے باقی ہندوستان میں اسکی کوئی مثال نہیں ملتی۔ کشمیر میں کسی شخص کو بھی ذات کے سوا نہ پکارا جاتا ہے۔ نہ لکھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ پورا نام بھی نہیں لیا جاتا بلکہ نصف نام ذات کے ساتھ ملا کر بولا جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص غلام محمد ذات بٹ ہے تو اسے محمد بٹ کہیں گے۔ ایک اور شخص ذات رینہ ہے تو اُسے چندر رینہ کہیں گے ایک رمضان علی پڈر ہے تو اُسے علی پڈر پکاریں گے۔ اور سب سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ کشمیر کی کوئی بھی ذات ہندوستان کی کسی ذات سے نہیں ملتی۔ اور اِلّا ماشاءاللہ سب کی سب ذاتیں فلسطین کے اسرائیلیوں سے ملتی ہیں بلکہ حرف بحرف وہی ہیں۔ اگر کشمیر کے لوگ فلسطینی یا اسرائیلی نہیں ہیں تو انہوں نے کیوں اور کس طرح اسرائیل کی ذاتوں کے نام اپنی ذاتوں کے آج تک رکھے ہوئے ہیں۔ آخر فلسطینی یا اسرائیلی ذاتوں سے انہیں کیوں خصوصیت ہے۔ چین، جاپان روس یا ہندوستان کے ذاتوں کے نام کیوں نہیں اپنے ذاتوں کے رکھ لیے؟؟ اس پر طرہ یہ کہ کشمیر کی تمام بڑی بڑی مشہور ذاتیں توریت (عہدنامہ قدیم) کے اندر بعینہٖ موجود ہیں۔ آخر یہ کیا تماشہ ہے؟ اور کس طرح آج سے اڑھائی تین ہزار سال قبل فلسطین میں لکھی ہوئی عبرانی زبان کی توریت میں کشمیری ذاتوں یا اُن کے مورثِ اعلیٰ کے نام رہ گئے؟ یہ کوئی آج کی

بات نہیں ہے۔ نہ آج کسی نے گھڑی ہے۔ ان ذاتوں میں کشمیر کے پنڈت اور مسلمان دونوں شامل ہیں۔ کوئی تخصیص نہیں۔ پھر لطف یہ کہ یہ ذاتیں زیادہ تر اُن دس قبیلوں کی بائیبل میں بتائی گئی ہیں جو فلسطین سے گرفتار کر کے میسوپوٹیما، بابل، اسیریا وغیرہ لیجائے گئے تھے اور فلسطین کی تاریخ میں آج اڑھائی تین ہزار سال گمشدہ لکھے جاتے ہیں۔ اگر یہی وہ گم شدہ قبیلے نہیں ہیں جو کشمیر میں اڑھائی ہزار سال قبل آکر آباد ہو گئے تھے تو پھر یہ کون لوگ ہیں اور کس طرح عہد نامہ قدیم میں اُن کی ذاتیں مذکور ہو گئی ہیں اور آج بھی جس طرح آج سے اڑھائی ہزار سال قبل فلسطین میں پکاری جاتی تھیں بلکہ آج بھی فلسطین کے اسرائیلیوں میں کہیں کہیں ان ذاتوں کے آدمی ملتے ہیں۔ پس کشمیری پنڈتوں اور مسلمانوں کی ذاتوں کا توریت میں مرقوم ہونا اس بات کی قاطع و ساطع دلیل ہے کہ کشمیری دراصل وہی اسرائیلی دس قبیلے ہیں جو میسوپوٹیما، بابل، سیریا اور ایران سے ہوتے ہوئے سینکڑوں سالوں کے بعد کشمیر میں آکر پناہ گزین ہو گئے اور بلند پہاڑوں سے چاروں طرف گھری ہوئی اس خوبصورت وادی میں ہمیشہ کے لئے آباد ہو گئے

عبرانی نام ذات و بائبل کا حوالہ	کشمیری ذات (مسلمان و پنڈت)
...کان (Jos. VII = 1)	آکوان (پ - پنڈت)
...ل (1 Ch. VII ! 35)	امل (م - مسلمان)
...ل (2 Ch. X VII ! 8)	اشل (پ)
...ر (Gen. X X X ! 13)	اشریہ (گوجر مسلمان

عبرانی ذات/نام و بائیبل کا حوالہ	کشمیری ذات مسلمان و پنڈت
اتل (عبرانی میں سیاہ ہونا)	اتل (بٹ - پنڈت)
اتائی (1Ch. XII : 11)	اتائی - عطائی (م)
اسرائیل (Gen. XXX : 28)	اسرائیل (گ)
اوپل (2Ch : XXVII : 3)	اوبل - اُپل (م - پ)
بل (1Ch. V : 5)	بل - بال (م)
بیل (Ch. : VII : 6)	بالا (گوجر) بیلو (پنڈت و مسلمان)
بکرُو (1Ch. VIII : 38)	بکرو (پنڈت)
بالا (Jos. XIX : 3)	بالا (گوجر)
بناہ (1Ch. XI : 30)	بنیاہ (گوجر)
بیرا (1Ch. V : 6)	بیرا (م - پ)
لبیا (1Ch. VI : 40)	لبیاہ (گوجر)
بیروتھ (2Sam. IV : 2)	بیروتھ (پنڈت)
بلگاہ (Neh. XII : 5)	بلگاہی (گوجر)
ہوُر (Jos. XV : 6)	ہور (م - پ)
بٹ (Song. VII : 4) (Kings. VII : 26)	
کالب (1Ch. II : 18)	کالب (پ)
پڈون (Neh. VII : 47)	پڈے (پ) پڈر (مسلم و پنڈت) پڈگجر
پرُو (1 Kings IV : 17)	پرے (م)
پھلُو (Gen. XIVI : 9)	پھلو (پنڈت)
پوُر (1Ch. VII : 1) (NU. XXVI : 23)	پوُر (پ)
پٹ (1Ch. I : 8)	پٹ (پ)

عبرانی ذات/نام و بائیبل کا حوالہ	کشمیری ذات (مسلمان و پنڈت)
ت	
(2 Sam. XIII = 21	تمار (گ)
(1 Ch. VII : 24	تیلہ (م)
(Gen. X : 2)	تھیل (پ)
(1 Ch. I : 5 , پٹل	تھپل پٹل (پ۔م)
(1 Ch. VII. 11)	تولہ (پ)
Ch. XVIII : 9	توٗ (پنڈت) ٹو
(Sam. X : 1	
ٹ	
(1 Ch II : 24)	ٹکلوٗ (پ)
ح	
(1 Ch. VII : 75)	حکاک (م)
د	
(1 Ch. II : 1	داند (م)
(1 Kings IV : 11)	در (پ م) دارکو ۔ درکوٗ (پ) دھر (پ)
(1 Ch. II : 6)	دار (م)
ڈ	
(1 Kings IV : 11)	ڈار (م)
(1 Ch. I 30)	ڈوم (م)
(1 Ch. II : 1)	ڈان گر (م)
ر	
(1 Ch. IV : 20)	رینہ (پ)

عبرانی ذات/نام و بائیبل کا حوالہ	کشمیری ذات (مسلمان و پنڈت)
رپو، رفو (NU - XIII = 9)	رپُو، رفو (پ)
رتھمہ (NU - XXXIII = 18)	راتھر - راتھر (م)
رازون (1 Kings XI : 23)	رازدون (پ)
ریشہ (John III : 27)	ریشو (پ، م) ریشہ (م-پ) ریشی (م-پ)
ربو (Gen - XII = 18)	ربو (پ) ربو - وال (گ)
ز	
زاڈک (1 Ch. XXIV : 3)	زاڈو (پ)
زارتن (Jos. III : (6))	زارتن (پ)
زارہ (Gen. XLIV : 12)	زارو (پ)
زلو - زتو (Ezra X : 27)	زلو - زتو (پ)
زیب (Jdl. XIII = 10)	زیبو (پ)
س	
سچو (1 Sam. XIX : 22)	سچو (پ)
سم Gen. V : 32	سام (گ)
سپر (Mich. I : 11)	سپر - سپرا (گ)، سپرو (پ)
سیہ (Neh VII : 47)	سیہ (پ)
سلیمان (Kings IV : 30)	سلیمانیہ (گ)
ش	
شاہیر، شاہیر (Ch X XIV : 24)	شاہمیری (م)
شال (Ch. IV : 24)	شال (م)
شادے (Gen. XV : 17)	شادی (م)

[عبر]انی ذات بلحاظ بائبل کا حوالہ	کشمیری ذات (مسلمان و پنڈت)
[ش]ورا (1 Ch. VII: 24) [ش]وآ (1 Ch. IV: 10)	شورا (م) شوآ۔ شوا (پ)
ع	
[ع]نائی (1 Sam. XIV: 41) [ع]اش۔ اکاشش (1 Ch. X: 28)	عشائی (م) اکاش۔ عکاش (م)
ک	
[کا]ہنہ (Jos. XIX: 28) [کالک]ول (1 Ch. II: 6) [ک]زا (Gen. III: 9) [illegible] (2 Kings XXV: 23) [illegible] (Nu. XXV: 4) [illegible]۔ کاٹھ (2 Kings XVII: 9) [ک]ول (Isa. III: 18) [illegible] (Ad XXVII: 16) [ک]لش (Jos. XVI: 40) [illegible] (Gen. XXV: 4) [ک]ش (حضرت نوح کے پڑپوتے کا نام)	کاہنہ، مسو، کاہنہ (پ) کالکول (پ) کاک (پ) کالکول کا مخفف کنبز (پ) کنتر رو (پ) کار (پ۔م) کرا (م) کاٹ جو (پ) کول (پ) کاڈو (م۔پ) کاڈواگ (پ) کھاڈو (پ) کچلو (م۔پ) کواترو (پ) کش (بٹ ذات کی ایک گوت)
گ	
[illegible]۔ گیبہ (Jos. XVII: 24 [گ]ڈر (1 Ch. IV: 4) [illegible] (1 Ch. II 2)	گیبہ (م) گڈر (پ) گڈا (م)

عبرانی ذات/نام وحوالہ بائیبل	کشمیری ذات (مسلم وپنڈت)
گڈی (N V. XIII : 11)	گڈی - گدی (م)
گرر (2 Ch. XIV : 13)	گرر - گگر (م + پ)
گنی (1 Ch. VII : 13)	گانی (م)
گاریب (1 Ch. XI : 40)	گاریب (م-پ) گنائی (م)
گومر (Gen. X : 2)	گومر (پ-م)
گنزو (2 Ch. XXVIII : 15)	گنزو - گنزو (پ-م)
ل	
لڈو (1 Ch. I : 17)	لڈو - لاڈو (م)
لاڈی (1 Ch. II : 1)	لاڈی - (م) لاوے (م)
لبانہ (Neh. VII : 48)	لبان (م) - لبانہ (م-گ)
م	
ماگر (Jer. XXII : 3)	ماگر (گ) ماگرے (م) منگرے (م)
مالے (Jos. XV : 3)	ملہ (م) مولہ (گ) - ملا (پ)
ملک (1 Ch. VI : 44)	ملک (پ-م-گ)
متری، ماتری (1 Sam X : 21)	میر (م) میرش (گ)
میرس (Esther I : 14)	میر (م) میرش (گ)
میرا (Jos. XIII : 7)	میر (م)
ماسہ، ماہسہ (Ex. XVII : 7)	ماسہ، ماہسہ (مسلم) ماہی (گ)
مینٹ (Gk. XI : 33)	منٹو (م)
مصر (ملک مصر کا عبرانی نام)	مصری (م)
موزا (1 Ch. VIII : 36)	موزا (پ)

عبرانی نام/ذات وحوالہ بائبل	کشمیری ذات (مسلم وپنڈت)
مُسٹ Mushe III : 29 موسے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عبرانی نام ہے	مٹو، منٹھو (پ) منٹھن، موٹھن (گ) موسلے (مٹن میں پنڈتوں کے بڑے برہمنوں اور مسلمانوں کی ذات ہے)
ن	
نیکو (2 Kings XXIII:29)	نیک (م) نایک (م)
نہرو (1 Ch. I : 26	نہرو (پ)
نہر (Ch. III : 7 (	نہرو (پ)
و	
وانیا Ezra	وانی - وائیں (م)
ہ	
ہاپتا (Neh. VII : 56	ہاپت (م)
ی	
یادو (1 Ch. V : 14)	یادو (م-پ)

افسوس ہے کہ بائیبل کوئی عبرانی قبائل یا اقوام کی تاریخ نہیں - وہ تو ایک مذہبی کتاب ہے جس میں برسبیل تذکرہ کہیں کہیں کسی ذات یا نام کا ذکر کردیا گیا ہے - یہ نمونہ مشتے از خروارے ہے جو آج ہزاروں سال گذرنے کے بعد بھی ہم نے دنیا کی ایک محفوظ مذہبی کتاب سے نکال دکھایا - ورنہ دنیا میں اگر اسرائیلی قبائل کی کوئی فیملی یا ٹریڈیشنل ہسٹری موجود ہوتی تو ہم ثابت کر دکھاتے کہ مذکورہ بالا ذاتوں کے علاوہ کشمیر میں جس قدر ذاتیں اور قومیں موجود ہیں وہ بلا کسی استثناء کے سب کی سب

عبرانی ذات/نام وحوالہ بائیبل	کشمیری ذات (مسلم وپنڈت)
گڈی (N V. XIII : 11)	گڈی۔ گدی (م)
گرر (2 Ch. XIV : 13)	گرر۔ گر (م + پ)
گنی (1 Ch. VII : 13)	گانی (م)
گاریب (1 Ch. XI : 40)	گاریب (م۔پ) گنائی (م)
گومر (Gen. X : 2)	گومر (پ۔م)
گنزو (2 Ch. XXVIII : 15)	گنزو۔ گندو (پ۔م)
ل	
لڈو (1 Ch. I : 17)	لڈو۔ لاڈو (م)
لاڈی (1 Ch. II : 1)	لاڈی۔ (م) لاوے (م)
لبانہ (Neh. VII : 48)	لبان (م)۔ لبانہ (م۔گ)
م	
ماگر (Jos. XXII : 3)	ماگر (گ) ماگرے (م) منگرے (م
مالے (Jos. XV : 3)	ملہ (م) مولہ (گ)۔ ملا (پ)
ملک (1 Ch. VI : 44)	ملک (پ۔م۔گ)
متری، ماتری (1 Sam X : 21)	میر (م) میرش (گ)
میرس (Esther I : 14)	میر (م) میرش (گ)
میرا (Jos. XIII : 7)	میر (م)
ماسہ، ماہسہ (Ex. XVII : 7)	ماسہ، ماہسہ (مسلم) ماہی (گ
مینٹ (Jdg. XI : 33)	منٹو (م)
مصر (ملک مصر کا عبرانی نام)	مصری (م)
موزا (1 Ch. VIII : 36)	موزا (پ)

عبرانی نام ذات و حوالہ بائیبل	کشمیری ذات (مسلم و پنڈت)
مٹٹ Luke III : 29 مُوسے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عبرانی نام ہے	مٹّو، مٹھو (پ) مٹھن، موٹھن (گ) مُوسے (مٹّن میں پنڈتوں کے بڑے پروہتوں اور مسلمانوں کی ذات ہے)
ن	
نیکو (2 Kings XXIII:29)	نیکو (م) نیائیک (م)
ناہرو (1 Ch. I : 26	نہرو (پ)
پھنز (Ch. III : 7)	پھنزو (پ)
و	
دانیا Ezra	دانی - دائیں (م)
ہ	
ہاپتا (Neh. VII : 56	ہاپت (م)
ی	
یادو (1 Ch. V : 14)	یاڈو (م - پ)

افسوس ہے کہ بائیبل کوئی عبرانی قبائل یا اقوام کی تاریخ نہیں۔ وہ تو ایک مذہبی کتاب ہے جس میں برسبیل تذکرہ کہیں کہیں کسی ذات یا نام کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ یہ نمونہ مشتے از خروارے ہے جو آج ہزاروں سال گذرنے کے بعد بھی ہم نے دنیا کی ایک محفوظ مذہبی کتاب سے نکال دکھایا۔ ورنہ دنیا میں اگر اسرائیلی قبائل کی کوئی فیملی یا ٹریڈیشنل ہسٹری موجود ہوتی تو ہم ثابت کر دکھاتے کہ مذکورہ بالا ذاتوں کے علاوہ کشمیر میں جس قدر ذاتیں اور قومیں موجود ہیں وہ بلا کسی استثنٰے کے سب کی سب

اسرائیلی ہیں اور ان کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ ہندوستان کے آریاؤں یا دیگر اقوام کی کسی بھی ذات سے اہل کشمیر کی ذاتیں نہیں ملتیں اور مذکورہ نمونے کی فہرست سے ثابت ہے کہ کشمیر کی تمام اقوام اور ذاتیں زیادہ تر (ماسوائے اُن کے جو اسلام کے بعد یہاں وارد ہوئیں) اسرائیلی ہیں ؛-



Kashmiri and Gilgati Muslim scholars. Compare their features and dress with the Chief Rabbi Herzog of modern Israel at page 52. See also page 255.

باب سیزدہم

انکشافِ امورِ غیبیہ و اخبارِ صحیحہ

کشمیر میں اسرائیلی پیغمبروں کے بارہ میں

اس باب میں چند ایک ایسی باتوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جنہیں پڑھ کر بعض قارئین تو سرِ تسلیم خم کریں گے۔ بعض حیران و ششدر رہ جائیں گے۔ بعض انہیں ایک خیالی دنیا قرار دیں گے اور بعض سرے سے انکار کر دیں گے۔ ان میں پہلی قسم تو مومنین کی ہے جنہوں نے دنیا میں بڑے بڑے مذہبی اور روحانی انقلابات پیدا کئے اور نئی تہذیب و تمدن کی بنیادیں رکھیں۔ دوسری قسم ان کی ہے جو خشک مذہبی کتابوں پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ وظائف اور عبادات کو محض تزکیہ نفس کا وسیلہ قرار دیتے ہیں۔ رسوم و رواج کی بجا آوری اور تپسیا کو ہی روحانیت قرار دیتے ہیں۔ تیسری قسم فلسفیوں۔ منطقیوں، کج بحثوں اور فضول باتیں بنانے والے حضرات کی ہے جو ہر چیز کو اپنی محدود بینائی سے دیکھنا اور حواسِ خمسہ سے پرکھنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ ریل کے انجن کسی جانور۔ درخت یا چاند ستاروں کے ساتھ اُن کا معاملہ ہے چوتھی قسم

دہریہ لوگوں کی ہے، خواہ بظاہر دنیا کو دھوکہ اور فریب میں مبتلا رکھنے اور اپنی دینوی اور ذاتی اغراض نکالنے کے لئے وہ کسی مذہب کی پیروی کرتے ہوں اور نام بھی ہنود، عیسائیوں یا مسلمانوں جیسا رکھا ہو۔ مگر ان لوگوں کو دل میں خدائے قدوس کی ذات، خالقیت قدرت اور ہیبت و جبروت سے سخت بغض و عناد ہے وہ انسان کو فقط ایک باشعور جانور سمجھتے ہیں اور لذید جسمانی، ننگ و نمو اور حصول دنیا کے سوا ان کا کوئی مطمع نظر نہیں۔ وہ انسان کی روح۔ اُس کی روحانی زندگی اور حیات بعد الموت، حشر اور پرسشِ اعمال سے منکر ہیں خواہ ان صاحبوں کو سنتے ہی دلائل و براہین کیوں نہ دیے جائیں اُن کی شقاوت قلبی کبھی دنیاوی زندگی سے ہٹ کر انسان کی مادری اور بلند و بالا ـــــ روحانی زندگی کو نہیں سمجھ سکینگی

پس یہ باب ایسے دونوں مؤخر الذکر صاحبان کے لئے نہیں ہے اور میرے پاس کتاب ھذا میں اتنی گنجائش نہیں کہ میں یہاں انہیں منوانے کے لئے لاتعداد دلائل و براہین اور حوالہ جات پیش کروں۔ کتاب کی فنی اس بات کی اجازت نہیں دیتی۔ جہاں تک پہلے دو گروہوں کا تعلق ہے ان میں سے پہلے گروہ سے منوانے کے لئے مجھے کچھ پیش نہیں کرنا۔ البتہ دوسرے گروہ کی خدمت میں مختصراً اتنا عرض ہے کہ:۔

مذہب صرف چند رسومات اور عبادات کی بجا آوری کا نام نہیں اس کا اتنا ہی کام نہیں کہ چند اخلاقی حدیں مقرر کر دے اتنے سے کام کے لئے بڑے بڑے مصلح اور پیغمبران آنے کی ضرورت نہیں۔ یہ کام تو چند راہب، پنڈت، علماء، پادری اور مولوی بھی کر سکتے ہیں :

مذہب کا یہ بھی فقط کام نہیں کہ چند سماجی اصلاحات نافذ کرے اور ہمیں بتائے کہ سماج میں سوشل، اقتصادی یا سیاسی زندگی کس طرح بسر کرنا ہے۔ یہ دنیا کے لیڈر اور ریفارمز بھی کر سکتے ہیں؛

مذہب کا کام یہ ہے کہ دنیا میں انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی سماجی، مالی، اخلاقی اور سیاسی لحاظ سے بہتر بنانے کے ساتھ ساتھ خدائے خالق و مالک کے ساتھ انسان کا ایک ایسا گہرا تعلق پیدا کرے کہ انسان کو اسی دنیا کی زندگی میں ہی اس بات کا تجربہ حاصل ہو جائے کہ کائناتوں کا پیدا کرنے والا، ارتقار کا مالک اور فنا و بقا کا منبع زندہ موجود ہے۔ وہ قادر، حاضر، ناظر، سمیع و بصیر و ناطق ہے اپنے موجود اور زندہ ہونے کا ثبوت بکمال رحم و شفقت رجوع کرنے والے حقیر بندہ گنہگار کو آج بھی دیتا ہے جیسے کہ وہ ہمیشہ سے اپنے صادق بندوں کو دیتا رہا ہے۔ انسان کو شرفِ کلام والہام بخشتا ہے اور جس طرح عظیم المرتبت شہنشاہ، اپنے سفیروں اور قاصدوں کے ذریعہ کسی سے نامہ و پیام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنے مقتدر اور مستند رسولوں، فرشتوں اور دوستوں، اولیاء کرام کی وساطت سے اپنے چاہنے والے بندہ سے کلام کرتا ہے۔ اُس کی عظمت و جبروت کا یہ تقاضا نہیں کہ کسی بندہ سے روبرو ہو کر کلام فرمائے اور بندے میں یہ طاقت بھی کہاں کہ اُس کے آتشیں انوار کو سہار سکے۔ ہاں کبھی کبھی رحمت در نہایت میں آکر وہ پردوں کے پیچھے اپنے نور کا پرتو بندہ کی روح پر ڈالتا۔ اُسے پاکیزہ مصفیٰ و صیقل کرتا۔ نورین بناتا اور اُسے اپنے کلام دلنشیں سے مسرور و مدہوش کرتا ہے۔ اُس پر کائنات کے اسرار کھولتا

چگونگیوں کو وا کرتا۔ اُس کے سر پر کلام والہام کا پُر نور تاج رکھتا۔ اُسے اُن عظیم مملکت ہائے روحانیہ کا امیر بناتا ہے جو دنیا کے شہنشاہوں کے تصور میں بھی نہ آئیں۔ اُس پر اُمور غیبیہ کھولتا اور اخبار صحیحہ بخشتا ہے۔ موت وحیات کے پردوں کو ہٹاتا اور حیات جاودانی عنایت کرتا ہے؛

ہم پرانی مقدس کتابوں مثلاً ویدوں، ژند اوستا اور دساتیر توریت، سلاطین، زبور، انجیل وغیرہ میں پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے اور مقبول بندوں کو غیب کی خبریں بخشتا اور اپنے فرشتوں کے ذریعے اُن سے کلام کرتا تھا۔ یہ بات علیحدہ ہے کہ استبداد زمانہ، کاغذ یا دیگر سامانِ تحریر نہ ہونے یا لکھنے پڑھنے کا رواج آج سے ہزاروں برس قبل نہ ہونے کی وجہ سے ہم تک لفظ بلفظ اُن الہامات یا وحی کے الفاظ نہیں پہنچے۔ لیکن سینہ بہ سینہ اُن مفہوم ومطالب کا کچھ نہ کچھ حصہ ہم تک پہنچ ہی گیا۔ جب وہ کتب احاطۂ تحریر میں آئیں تو قصے کہانیوں کے بادلوں کے ساتھ مفہوم ومطالب کی صورت میں سچائی کی وہ کرنیں بھی ہم تک کسی نہ کسی طرح پہونچ ہی گئیں۔ ویدوں کے کئی مقدس (رشی، جن کے اسماء گرامی ہمیں معلوم نہیں) خود شری کرشن جی مہاراج۔ رشی وید ویاس جی۔ حضرت زرتشت علیہ السلام اور اُن کے کئی معتقد۔ حضرت نوح۔ حضرت ابراھیم، حضرت لُوط، حضرت ایوب، حضرت یعقوب۔ حضرت یوسف۔ حضرت مُوسےٰ۔ حضرت ہارُون حضرت داؤد، حضرت سلیمان۔ حضرت الیسع۔ حضرت خرقی ایل۔ حضرت دانیال حضرت یرمیاہ، حضرت ذکریا۔ حضرت مریم۔ حضرت عیسیٰ علیہم السلام الغرض لاتعداد پیغمبروں، رسولوں، اولیاء اور صالح بندوں (جن کی)

صداقت پاکیزگی اور نیکوکاری پر کسی کو شائبہ نہیں، کو اللہ تعالیٰ نے وحی الہام سے سرفراز فرمایا۔ اُنہیں صحیح خبریں اور غیب کی باتیں بتائیں جن کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔ کیوں کہ علماء کے علاوہ عوام بھی اُن میں سے بہت سی باتوں کو جانتے ہیں

وحی والہام، انوار و تجلیات کا تذکرہ جس تحدی، اور زور و شور کے ساتھ معہ پُر عظمت و بلند دعاوی کے قرآن مجید نے کیا۔ دنیا کی کسی کتاب نے نہیں۔ قرآن ابتدا سے اخیر تک حرف بحرف خدا کا کلام ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور ہر اُس شخص کو جو اُس بات میں ذرہ بھر شک کرے چیلنج کرتا ہے کہ دنیا کا بڑے سے بڑا عالم قرآن جیسی ایک صورت بنا کر مقابلے میں پیش کر دے۔ تاریخ کی یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ آج چودہ سو سالوں میں دنیا کے بڑے بڑے یہودی، عیسائی، مجوسی عربی زبان کے فضلاء (جو قرآن اور اسلام کے سخت ترین دشمن تھے) قرآن کے اس چھوٹے سے چیلنج کا جواب نہیں دے سکے۔ آخر قرآن میں کوئی تو ایسی بات ہے کہ دنیا کی تمام اقوام کی زبانیں اس چیلنج کے سامنے گنگ ہو گئی ہیں۔ بعض نادان لوگ قرآن کریم کو حضرت سرور دو عالم کا کلام کہتے ہیں۔ حالانکہ آپ کا کلام اُن چھ احادیث شریف کی کتب میں مذکور ہے جنہیں صحاح ستہ کہا جاتا ہے اور عربی زبان جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ اگر کسی بھی موضوع پر قرآن و احادیث کو ساتھ رکھ کر پڑھا جائے تو زمین و آسمان کا فرق عبارت، طرز اور تاثیر میں نظر آئیگا۔ قرآن کا طرز مخاطب اس قدر پرجلال "پُرہیبت اور لرزہ خیز

ہے کہ کسی انسان کو ایسا کلام کہنے کی جرأت ہی نہیں ہو سکتی ۔ اور احادیث کا طرز تخاطب صاف بتاتا ہے کہ یہ کسی مصلح اعظم انسان کا کلام دلنشین ہے ۔ قرآن نے سابقہ تمام الہامی کتابوں کو پرانے پیغمبروں کی پیشین گوئیوں کے مطابق منسوخ کر دیا اور خود اُن کا قائم مقام ٹھہرا ۔ قیامت تک ایک لفظ کی بھی ملاوٹ سے مُبرّا ہونے کا خود ذمہ لیا اور تاریخ نے ثابت کیا کہ چودہ سو سالوں سے قرآن ایک شوشہ برابر نہیں بدلا ۔ قرآن ایک سمندر ہے جس میں دنیا بھر کی الہامی کُتُب آکر مُدغم ہو گئیں ۔ جب یہ سمندر منصۂ شہود پر آیا تو پرانے چشمے اور سوتے بند ہو گئے ۔ دیگر بنے الہامی دریا خشک ہو گئے ۔ اس سمندر نے ان سب کی جگہ لے لی اور دنیا کے تمام انسانوں، اقوام کو دعوت دی کہ وہ اس سمندر میں سے آکر جس قدر چاہیں آبِ حیات حاصل کریں ۔ قرآن کسی کی اجارہ داری نہیں، نہ یہ عربوں کے لئے خاص ہے نہ عراقیوں کے لئے ۔ نہ مصریوں کے لئے ۔ یہ ایرانیوں، ہندیوں، چینیوں، ترکوں، یورپینوں امریکیوں جو بھی اسے اپنائیں) سب کو ایک ہی نظر شفقت سے دیکھتا اور سب کے لئے مساوی خزانے کھولتا ہے ۔ قرآن کا ماننے والا سب سچے رشیوں، منیوں، اوتاروں، پیغمبروں اور رسولوں کو مساویانہ طور پر مانتا اور اُن پر ایمان لاتا ہے ۔ قرآن نے اگر عرب میں اولیا، اور امام پیدا کئے تو عراق، ایران، مصر، سوڈان ترکستان، افغانستان، ہندوستان، چین، جاوا سماٹرہ اور یورپ کے کفار اور مخالفین میں بھی ویسے ہی بلکہ ایک سے ایک بڑھکر

اولیاء، امام، مُجدد اور ملہم پیدا کئے۔ اماموں میں حضرت امام اعظم، امام شافعی، امام مالک امام حنبل۔ اولیاء میں حضرت جنید بغدادی (عراق) حضرت بایزید بسطامی (آذربیجان) حضرت شفیق بلخی۔ (ترکستان) حضرت ذوالنون مصری (مصر) حضرت غوث الاعظم حضرت مولانا رومی (روم) حضرت شمس تبریزی (تبریز) حضرت امام بخاری (بُخارا) حضرت علی الہجویری۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی حضرت بابا فرید شکر گنج۔ حضرت محبوب الاولیاء دہلوی۔ حضرت علی احمد صابر کلیری۔ حضرت مجدد الف ثانی (ہندوستان) حضرت شیخ نورالدین ولی حضرت شیخ ہمزہ۔ سلطان مخدوم۔ حضرت بابا فرید الدین۔ حضرت شیخ اسرار الدین کنتلواڑی۔ حضرت زین الدین (کشمیر) الغرض دو چار سو نہیں۔ دو چار ہزار نہیں۔ لاکھوں ہی اولیاء اللہ دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم میں اسلام نے پیدا کئے۔ اگر آپ ان بزرگوں کی کتب اور واقعات پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ وہ سب ملہم دانوارِ الٰہیہ سے انعام یافتہ تھے اور غیب کی خبریں اور برکتیں انہیں بخشی جاتی تھیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ان راستبازوں کی باتوں پر لوگ اور ظاہر پرست علماء پہلے اعتبار نہیں کرتے تھے۔ اُن کی سچی باتوں پر اُنھیں بُرا بھلا کہتے۔ دشنام دیتے اور کفر کے فتوے لگاتے تھے۔ لیکن وقت کے گذرنے نے اُن کی راستبازی اور سچی غیب کی خبروں اور باتوں پر مہر تصدیق ثبت کردی۔

شرف مکالمہ و مخاطبہ امورِ غیبیہ و اخبار صحیحہ دینے کا ذکر قرآن کریم اس طرح کرتا ہے وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ

ہے کہ کسی انسان کو ایسا کلام کہنے کی جرأت ہی نہیں ہو سکتی۔ اور احادیث کا طرزِ تخاطب صاف بتاتا ہے کہ یہ کسی مصلح اعظم انسان کا کلام دلنشین ہے۔ قرآن نے سابقہ تمام الہامی کتابوں کو پرانے پیغمبروں کی پیشین گوئیوں کے مطابق منسوخ کر دیا اور خود اُن کا قائم مقام ٹھہرا۔ قیامت تک ایک لفظ کی بھی ملاوٹ سے مُبرّا ہونے کا خود ذمہ لیا اور تاریخ نے ثابت کیا کہ چودہ سو سالوں سے قرآن ایک شوشہ برابر نہیں بدلا۔ قرآن ایک سمندر ہے جس میں دنیا بھر کی الہامی کُتُب آکر مُدغم ہو گئیں۔ جب یہ سمندر منصۂ شہود پر آیا تو پرانے چشمے اور سوتے بند ہو گئے۔ دوسرے الہامی دریا خشک ہو گئے۔ اس سمندر نے ان سب کی جگہ لے لی اور دنیا کے تمام انسانوں، اقوام کو دعوت دی کہ وہ اس سمندر میں سے آکر جس قدر چاہیں آبِ حیات حاصل کریں۔ قرآن کسی کی اجارہ داری نہیں۔ نہ یہ عربوں کے لئے خاص ہے نہ عراقیوں کے لئے۔ نہ مصریوں کے لئے۔ یہ ایرانیوں، ہندیوں، چینیوں، ترکوں، یورپینوں امریکیوں جو بھی اسے اپنائیں) سب کو ایک ہی نظرِ شفقت سے دیکھتا اور سب کے لئے مساوی خزانے کھولتا ہے۔ قرآن کا ماننے والا سب سچے رشیوں، منیوں، اوتاروں، پیغمبروں اور رسولوں کو مساویانہ طور پر ماننا اور اُن پر ایمان لاتا ہے۔ قرآن نے اگر عرب میں اولیا، اور امام پیدا کئے تو عراق، ایران، مصر، سوڈان ترکستان، افغانستان، ہندوستان، چین، جاوا سماٹرہ اور یورپ کے کفار اور مخالفین میں بھی ویسے ہی بلکہ ایک سے ایک بڑھکر

اولیاء امام، مجدد اور ملہم پیدا کئے۔ اماموں میں حضرت امام اعظم، امام شافعی، امام مالک امام حنبل۔ اولیاء میں حضرت جنید بغدادی (عراق) حضرت بایزید بسطامی (آذربیجان) حضرت شفیق بلخی (ترکستان) حضرت ذوالنون مصری (مصر) حضرت غوث الاعظم حضرت مولانا رومی (روم) حضرت شمس تبریزی (تبریز) حضرت امام بخاری (بخارا) حضرت علی الہجویری۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی حضرت بابا فرید شکر گنج۔ حضرت محبوب الاولیاء دہلوی۔ حضرت علی احمد صابر کلیری۔ حضرت مجدد الف ثانی (ہندوستان) حضرت شیخ نور الدین ولی حضرت شیخ حمزہ سلطان مخدوم۔ حضرت بابا فرید الدین۔ حضرت شیخ اسرار الدین کشتواڑی۔ حضرت زین الدین (کشمیر) الغرض دو چار سو نہیں۔ دو چار ہزار نہیں۔ لاکھوں ہی اولیاء اللہ دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم میں اسلام نے پیدا کئے۔ اگر آپ ان بزرگوں کی کتب اور واقعات پڑھیں گے تو معلوم ہوگا کہ وہ سب ملہم و انوارِ الٰہیہ سے انعام یافتہ تھے اور غیب کی خبریں اور برکتیں انہیں بخشی جاتی تھیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ان راستبازوں کی باتوں پر لوگ اور ظاہر پرست علماء پہلے اعتبار نہیں کرتے تھے۔ اُن کی سچی باتوں پر اُنھیں بُرا بھلا کہتے۔ دشنام دیتے اور کفر کے فتوے لگاتے تھے۔ لیکن وقت کے گذرنے نے اُن کی راستبازی اور سچی غیب کی خبروں اور باتوں پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

شرف مکالمہ و مخاطبہ امور غیبیہ و اخبار صحیحہ دینے کا ذکر قرآن کریم اس طرح کرتا ہے وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ

اللہ الا وحیًا او من وراء حجاب او یرسل رسولًا فیوحی باذنہ ما یشاء انہ علی حکیم (۵۱/۴۲) اور کسی بشر کی شان نہیں کہ اللہ اس سے روبرو ہو کر کلام کرے مگر ہاں وحی بھیج کر یا پردے کے پیچھے سے - یا یہ کہ وہ کوئی رسول پیغام دیکر بھیجے اور وہ اس کے حکم سے جو چاہے کلام کرے بے شک وہ بلند مرتبہ حکمت والا ہے - نیز فرمایا " اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور (۲۵۶/۲) خدا ایمان والے دوستوں کو تاریکی سے انوار کی طرف لاتا ہے" کیونکہ اللہ نور السموات والارض - خدا آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے"

ان آیات کریمہ سے یہ امور واضح ہوتے ہیں :-

ا- خدا تعالیٰ جس سے چاہے کلام فرماتا ہے -

ب- کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ خدا تعالیٰ سے رُوبرو ہو کر کلام کرے -

ج- خدا تعالیٰ وحی بھیج کر کلام کرتا ہے (یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ سے) یہ طریقہ صرف پیغمبروں کیساتھ مخصوص تھا - مگر قرآن نے چونکہ دوسری جگہ پر نزول قرآن کے بعد عہد نبوت کو ختم کر دیا ہے اس لئے باب وحی نبوت بند ہو چکا ہے اب کوئی کلام بطور وحی نبوت نازل نہیں ہو سکتا - چنانچہ دنیا کے کسی ملک میں کسی قوم میں گذشتہ چودہ صدیوں سے کوئی شخص بلا واسطہ براہ راست عہدہ

نبوت کا دعویدار پیدا نہیں ہوا)

۱- اب خدا تعالیٰ اپنے انوار کے پردوں کے پیچھے سے کلام کرتا ہے۔

۲- یا کسی رسول (فرشتہ بھی ایک رسول ہو سکتا ہے اور دیگر کوئی مقرب بندہ بھی) کو بھیج کر کلام کرتا ہے۔ یعنی اگر کوئی فرشتہ یا کوئی رسول بات چیت کرے تو وہ بھی خدا تعالیٰ کی جانب سے ہوگی اور الہام ہوگا۔

۳- چونکہ ملائکہ، آسمانوں کا نور خدا کے نور ہی سے پیدا کیا ہوا ہے اسی لیے خداوند کریم بھی اپنے انوار سے اپنے بندے کو سرفراز فرماتا ہے۔

۴- ان آیات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ نعمتیں خدا کی مرضی پر منحصر ہیں جسے چاہے عنایت فرمائے یعنی کسبی نہیں وہبی ہیں۔ مطلب یہ کہ ریاضت تپسیا سے یہ مقامات حاصل نہیں ہوتے۔ محض اس کی دین ہے کہ جسے چاہے کر دے۔ چنانچہ اسرائیلیوں کی تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ بغیر کسی محنت و ریاضت کے یہ نعمتیں حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور دیگر کئی پیغمبروں اور اولیاء کو بخشی گئیں۔ شری کرشن جی مہاراج نہ جنگلوں میں گئے نہ انہوں نے پہاڑوں اور گپھاؤں میں تپسیائیں کیں مگر باوجود اس کے خدا تعالیٰ نے انہیں پیغمبری کے جلیل القدر عہدہ پر سرفراز فرمایا۔ حالانکہ وہ راجہ اور حکمران رہے۔ اسلام میں حضرت بشر حافیؒ، حضرت حبیب عجمیؒ اور جملہ اماموں اور مجددوں کو ان کے عظیم مقامات اور یہ نعمت ہائے مخصوصہ بغیر کڑی مشقتوں اور ریاضتوں کے عنایت فرمائیں۔ جس طرح

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ادنیٰ اور حقیر آدمیوں کو بعض وقت وہ خاک سے اٹھا کر تخت پر بٹھا دیتا ہے۔ حالانکہ نہ انہیں کوئی حق ہوتا ہے۔ نہ ان میں کوئی قابلیت ہوتی ہے نہ انہوں نے کوئی ایسی کاوش کی ہوتی ہے بلکہ ان عہدوں کا ان کے فرشتوں کو بھی وہم وگمان نہیں ہوتا اور اچانک انہیں ان کرسیوں پر بٹھا دیا جاتا ہے۔ یہ بات علیحدہ ہے کہ ان کرسیوں پر بیٹھ کر وہ خدا، رحم اور انصاف کو بھول جاتے ہیں یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ وہ کتنے ادنیٰ اور حقیر انسان تھے۔ پھر اس بھول میں خدا کا قہر اور غضب انہیں پکڑتا ہے تخت سے اٹھا کر خاک پر دے پٹکتا ہے اور ایسا کرتا ہے کہ ان کی مثالیں لوگوں کے لئے فسانۂ عبرت بن جاتی ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ روحانی دنیا میں جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے اور اسے مملکت روحانیہ کا سرتاج بناتا ہے مگر چونکہ ان لوگوں کی اخلاقی اور روحانی حالتیں مصفّا ومصیقل کی جاتی ہیں وہ عجز اور فروتنی کے شاہی لباسوں میں ملبوس ہوتے ہیں۔ پس انہیں اپنا عہدہ مقام چھننے کا قطعاً خوف نہیں ہوتا۔

اس تمام مبحث کا خلاصہ یہ ہے کہ بعینہٖ اسی طرح خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم اور اپنے مرشد پاک حضرت محبوب ذوالجلالی شان باکمالی شاہ ابوالمعالی، قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خاکِ پا کے صدقے مجھ روسیاہ وگناہگار کو بغیر کسی کسب زہد وریاضت کے شرفِ مکالمہ ومخاطبہ سے سرفراز فرمایا۔ اپنے مقبول رسولوں کے ذریعہ مجھ حقیر سے کلام کیا۔ انوار وتجلیات سے مزین کیا۔ اور اپنے امور غیبیہ واخبار صحیحہ منکشف فرمائے جو پہلے اس ملک میں کسی پر نہ کھلے تھے۔

(کیونکہ کسی کتاب سے ایسا ثبوت نہیں ملتا۔ یہ اُمور غیبیہ میری بغیر کسی تمنا و خواہش یا خیال کے بوہم و گمان کے مجھے ملے۔ بلکہ میرا ظاہرا علم اور میرا ذاتی عقیدہ بھی کسی حد تک ان کے خلاف تھا۔ جس نے مجھ کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ سوچا کہ اگر کسی کو کہوں تو وہ میری نادانی پہ ہنسے گا پس پہلے تحقیق کر لوں۔ چنانچہ میں نے کتب تواریخ اور واقعات کی چھان بین شروع کی۔ میری خوش قسمتی سے جلد ہی مجھے ایسا مواد مل گیا اور پرانی و دیگر مستند تاریخی کتب ہاتھ آ گئیں کہ جو کچھ مجھے غیب سے بتایا گیا تھا۔ اُن سے اُس کی تصدیق ہوتی تھی۔ پھر میرا حوصلہ بڑھا اور میں نے اپنے اُن الہامات و کشوف کو شائع کر کے دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ اُن کے ساتھ ہی تاریخی حوالے اور ثبوت بھی دیکر علماء کرام سے استصواب کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ کسی صحیح الدماغ عالم کو جرأت نہ ہوئی کہ ان حوالہ جات کی تردید کر سکے۔ روحانی اور علمی رنگ میں میری تحقیق کا سلسلہ جاری رہا۔ در اصل یہی کشوف و الہام تھے جنہوں نے مجھے تحریک کی کہ میں اہلِ کشمیر کی نسلی اصلیت معلوم کروں کہ کیا ہے بنا بریں یہ کتاب نامکمل رہے گی۔ اگر ان کشوف و الہامات کو اور اُن کے ساتھ وابستہ تحقیقات کو شائع نہ کیا جائے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو نہ صرف یہ اُمور اس کتاب کے محرک ہیں بلکہ اس کی اصل روح اور زندگی ہیں۔ باقی جو باتیں لکھی گئیں وہ سب نقل، ظاہرا جسم اور گوشت پوست ہیں نیز بہت سی باتیں ایسی ہیں جو تاریخوں میں نہیں آئیں اور احقر کے الہامات میں بالتشریح موجود ہیں۔ ممکن ہو سکتا ہے آئندہ محققین کو تاریخی طور پر ان باتوں کا ثبوت مل سکے جن کا تذکرہ میرے الہامات میں پایا

جاتا ہے۔ پس یہ الہامات آیندہ تحقیقات کے لئے راستہ کھولنے اور نئی لائینوں پر چلانے کے موجب ہوں گے۔ یہاں یہ ذکر کرنا خارج از بحث نہ ہوگا کہ جن صاحبان کو روحانیت اور کشوف و الہامات کے حصول و مقامات پر زیادہ معلومات حاصل کرنا ہوں وہ احقر کی کتابیں بین الاقوامی مذہب کے اصول و مقامات۔ روحانیت اور حضرت عیسیٰ عیسائیت پر تحقیق۔ یہ دونوں کتب علی محمد اینڈ سنز بک سیلرز اینڈ پبلشرز زینہ کدل سرینگر سے مل سکتی ہیں۔ موخر الذکر کتاب میرے ساتھ مسٹر عبد العزیز صاحب شورہ ایڈیٹر اخبار روشنی نے مل کر تصنیف کی ہے۔ میرے مندرجہ ذیل الہامات اور تحقیق میں ان صاحب کی خواہشات اور کوششوں کو بڑا دخل ہے۔ میں ان کا از حد ممنون اور متشکر ہوں۔ وہ مجھے کشمیر کے ویرانوں، پرانے قبرستانوں، جنگلوں اور پہاڑوں میں میرا ہمسفر بن کر ساتھ ساتھ رہے اور مجھ سے خدا تعالیٰ کے حضور میں دعائیں منگواتے رہے کہ وہ غیب سے ان ہزاروں سال پرانے ویرانوں، کھنڈرات و قبروں کے بارہ میں صحیح خبریں بخشے۔ کئی مرتبہ ہم مایوسی کے کنارے پر پہنچ گئے مگر ان کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے مجھے کامیابی بخشی۔ خدا تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے

۱:- حضرت مسیح کا روضہ۔ عصا اللہ کا رکن ... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نمبر
ہفتہ وار اخبار روشنی ۱۹۵۳ء

۲:- پنج پہاڑہ میں اسرائیلی قبریں اور حضرت مصلح کا مقبرہ ....
اخبار روشنی۔ سرینگر ۳۰ر جولائی ۱۹۵۲ء

۳:- حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے مقبرے کے بارہ میں اخبار غیبیہ۔

۴- راجپورہ میں حضرت ہمراز گل علیہ السلام و حضرت ولی ہکورہ کے مقبرے
(اخبار روشنی) جلد ۵ سنہ ۵۵-۱۹۵۴ء
۵- ہاروں میں حضرت ہارون اور ترج گام میں حضرت یا یُسا ملک کے مقبرے
(اخبار روشنی) جلد ۵ سنہ ۵۵-۱۹۵۴ء

چونکہ یہ الہامات و کشف زیادہ متنازعہ فیہ امور سے تعلق رکھتے ہیں یعنی حضرت موسیٰ، حضرت ہارون اور حضرت عیسیٰ کی پیدائش، زندگی، موت اور ان کے مقبرے کی نشاندہی کے بارہ میں ہیں اس لئے ہم نے پہلے انہیں اخبار روشنی سرینگر میں اور مابعد مذکورہ صدر کتاب میں دیگر متعلقہ مضامین کے ساتھ شائع کر کے علماء کرام اور اہل الرائے حضرات کے پاس بھیج دیا۔ خدا کا احسان اور مقام شکر ہے کہ ان تاریخی دلائل و براہین کے خلاف کوئی ایک بھی چٹھی موصول نہ ہوئی۔ اور دوسری طرف سے حوصلہ افزائی کے ریمارکس آئے۔ چونکہ آئندہ جملہ ابواب و مضامین متنازعہ فیہ امور سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے مناسب ہوگا کہ ان کے بارہ میں جن بزرگوں نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان کا خلاصہ یہاں درج کر دیا جائے۔

(۱) روشنی کی روشن شعاعوں نے کئی تاریک دلوں اور دماغوں کو علم کی روشن کرنوں سے منور کر دیا ہے۔ ہر ہفتہ اس پرچہ میں علمی ادبی، سیاسی اور مذہبی مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ جن کا مطالعہ افزائش معلومات کا باعث ہے۔ اس پرچہ کا زیر نظر شمارہ حضرت عیسیٰ نمبر ہے جو جناب عزیز کاشمیری کی جدت طبع کا آئینہ دار ہے۔ اس نمبر میں حضرت مسیح کی ولادت سے رحلت تک کے اہم واقعات

پر مختلف مضامین کے ذریعہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ خصوصاً حضرت عیسیٰ کی رحلت کشمیر میں اور اس سے متعلق تصویر کی اشاعت اس نمبر کا ایک ہنگامہ پرور کارنامہ ہے۔ ہم اپنے ناظرین سے پر زور سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس نایاب نمبر کو منگوا کر پڑھیں اور اپنے دینی معلومات میں اضافہ کریں۔ (ہفت روزہ "آزاد نوجوان" مدراس ۹ فروری ۱۹۵۲ء)

۲۔ روشنی کا میلاد نمبر اور عیسیٰ نمبر۔ ہر دو نمبر اپنے مفید معلوماتی مضامین کی وجہ سے حد درجہ دلچسپ اور نادر ہیں ان کا مطالعہ بلا شبہ انسانی معلومات میں کافی اضافہ کا موجب سمجھا جا سکتا ہے۔ کاش! ملک کا تعلیم یافتہ طبقہ ان سے استفادہ کرے۔

(مولانا حمید رسالہ مخزن دکن ۲ فروری ۱۹۵۲ء)

۳۔ آج ایک علمی طبقہ مسلمانوں میں ایسا بھی پیدا ہو گیا ہے جو قرآن مجید اور حدیث نبوی کی رو سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پیش کرتا ہے۔ خود عیسائیوں کی مقدس کتابوں کے حوالوں سے بھی حضرت مسیح کی موت پیش کی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں مصر کے علمائے کرام کے فتوے بھی پیش کئے جاتے ہیں جن میں علمائے مصر حضرت مسیح کی موت کے قائل ہیں ..... دلائل اور براہین کی رو سے یہ نمبر اپنے اندر بہت ہی ٹھوس اور پختہ دلائل رکھتا ہے ...... حضرت مسیح ناصری کا مدفن سرینگر میں بتایا ہے اور حضرت کے مزار مبارک کا فوٹو بھی اپنے نمبر میں شائع کیا ہے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ، قرآن، حدیث اور دیگر تاریخوں سے نمبر میں دلائل دیے گئے ہیں .... ایک ایک مضمون آپ کی مذہبی تحقیق پر مبنی ہے

(اخبار "جدید دلچسپ" مدراس۔ ۱۷ اپریل ۱۹۵۲ء)

۱۴۔ مضامین کچھ تو ولادت مسیح اور وفات مسیح پر ...... اور کچھ تو رد مسیحیت میں اور نقدِ اناجیل پر ...... جن لوگوں کو ان جیسا ذرائع عنوانات سے دلچسپی ہے انہیں ان صفحات میں اچھی غذا ملجائے گی۔

(مولانا عبدالماجد دریابادی رسالہ صدق جدید لکھنؤ ۱۹ مارچ ۱۹۵۷ء)

۱۵۔ (شیوہ خبر میں) حضرت عیسیٰ کی وفات اور سرینگر میں تدفین کے متعلق بہت سا مفید مواد جمع کیا ہے۔ مضامین کے مطالعہ سے آپ کی محنت اور جانفشانی کا علم ہوتا ہے۔

(اخبار بدر قادیان ۱۷ اپریل ۱۹۵۷ء)

۱۶۔ ہم ان کوششوں کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتے جو کوششیں عزیز صاحب نے یہ نمبر تیار کرنے میں صرف کر لی ہیں۔

(روزنامہ مارتنڈ سرینگر ۸ جنوری ۱۹۵۷ء)

۱۷۔ عزیز صاحب نے قرآن پاک، انجیل اور مستند تواریخ سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فلسطین سے ہجرت کر کے کشمیر آ گئے تھے اور یہیں مدفون ہیں۔ بعض انکشافات واقعی حیرت انگیز ہیں۔ نمبر مذکور میں انجیل اور ان کی تعلیمات پر مدلل اور عالمانہ انداز میں تنقید بھی کی گئی ہے مسیحیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت پر عمارت قائم کی ہے اس نمبر میں مسیحیت کی ساری عمارت دھڑام سے زمین بوس ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ نمبر ایک تاریخی چیز ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے

(اخبار "اپنا ستارہ" سرینگر ۱۲ فروری ۱۹۵۷ء)

۱۸۔ اس پرچہ میں ...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم ولادت، واقعہ صلیب، کشمیر کی طرف آپ کی ہجرت اور سرینگر میں آپکی وفات پر سیر حاصل

مضامین لکھے ہیں۔ جن میں تاریخی شواہد، علمی استدلالات اور وادی کشمیر اور گرد و نواح کے آثار قدیمہ سے حضرت مسیح موعود کے اس دعوے کو بپایہ ثبوت پہنچا دیا گیا ہے کہ سرینگر کے محلہ خانیار میں یوز آسف کے نام سے جو بزرگ مدفون ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا اور کوئی نہیں .... اناجیل کے کلام خدا ہونے پر بحث کی گئی ہے۔ مسیح کی بشریت اور ابن مریم کہلانے کی وجہ بتائی گئی ہے۔ مسیح کے لوحنہ اور گاؤں کا پتہ دیا گیا ہے۔ آپ کی تعلیم اور شخصیت کو واضح کیا گیا ہے غرضیکہ جہاں تک حضرت مسیح کی شخصیت کا تعلق ہے، اس رسالہ میں اس کے ہر موضوع پر نہایت فاضلانہ اور محققانہ روشنی ڈال کر اس بات کو ثابت کر دیا گیا ہے کہ مسیح علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اور ان کی الوہیت کے عقائد سراسر غلط اور بے بنیاد ہیں۔ ہم معاصر عشرت کو اس مفید مجلہ کی تدوین و اشاعت پر دلی مبارکباد دیتے ہوئے اپنے دوستوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ اس کو منگوا کر نہ صرف خود پڑھیں بلکہ دوسروں کو پڑھائیں (اخبار پیغام صلح۔ لاہور۔ ٢٠ جنوری سنہ ١٩٥٢ء)

٩:- شارع رشید باب الاغا۔ بغداد سے جناب مولانا تصدق حسین صاحب قادری نے لکھا:-

"عزیزم! میرے خیال میں آپ کے اس تحفہ قیمتیہ سے مسلمان، نصاریٰ اور یہود ہر سہ اقوام کے اہل دانش افراد مستفید ہو سکتے ہیں بشرطیکہ تعصب کو ذرا علیحدہ رکھیں۔ آپ نے اور محترم ڈاکٹر عزیز احمد صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق واقعات صحیحہ جس خوبی اور خوش اسلوبی سے صفحہ قرطاس پر ایک جگہ جمع فرمائے ہیں وہ پھولوں کے گلدستہ کی طرح



rarest specimens of Egyptian and Babylonian Art, found the tomb of Prophet Haron. The tomb is uncared and oked after and the Indian visitors are hurriedly taking them away. (p. 215)



is not a picture of Mary, carrying a sheath of corn, from erman Bible. This is a rural lady. Compare her Israelitish atures and beauty with Israelitish beauty. (pp.42 to 55)

اپنی مہک سے انسانی دل و دماغ کو معطر کئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔"

(خط مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۵۷ء)

۱۱۰- شیلانگ آسام سے مولانا ڈاکٹر خادم رحمانی نوری صاحب نے لکھا:

"اس کا ہر ایک مضمون اپنے خاص طرز بیان کی رُو سے نہایت روح افزا ثابت ہوا ہے۔ میرے ناقص خیال میں ہر مضمون نگار صاحب کے مضامین کو یکجا کر کے اس نمبر کو رسالے کی شکل میں بار بار شائع کریں اور انگریزی و غیرہ زبانوں میں ترجمہ کروا کے شائع کرنا تشنہ دنیا کے لئے بارش رحمت کا مصداق ہو گا۔" (کتاب عیسائیت صفحہ ۱)

۱۱۱- کشمیر کے معروف شاعر و ادیب مرزا عارف بیگ ماہنامہ "تعمیر" سرینگر ماہ اگست ۱۹۵۵ء کے صفحہ ۲۷ پر نقد و نظر کے تحت لکھتے ہیں:

"حضرت عیسیٰ اور عیسائیت مصنفہ ڈاکٹر عزیز احمد و عزیز کاشمیری..... حضرت عیسیٰ کی ذات اقدس کے متعلق ہزاروں برس سے متعدد من گھڑت افسانے کہے جاتے رہے ہیں۔ کہیں انہیں خدا کا بیٹا کہا گیا ہے۔ کہیں انہیں صلیب پر لٹکایا گیا۔ کہیں وہ بن باپ کے پیدا ہوگئے۔ کہیں وہ آسمان پر جا کر مکین ہو گئے۔ مصنفین نے اس کتاب کو جس محنت اور خلوص سے تیار کیا ہے قابل داد ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اس قسم کی کوشش قابل ستائش ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے حضرت عیسیٰ کے بارے میں قائم شدہ توہمات دور ہونے میں کافی مدد ملتی ہے .... بڑی کاوش سے، جستجو اور تحقیق سے ایک سائنٹفک طریقہ سے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام اپنے خاکی وجود کے ساتھ آسمانوں میں زندہ نہیں گیا۔ ریسرچ کا

سہرا مصنفین کے سر ہے۔

۱۲۔ ہندوستان کے مایۂ ناز مفکر، نقّاد، فاضل اجل اور تنقید نگار حضرت علامہ نیاز فتح پوری اپنے جریدہ "نگار" لکھنؤ ماہ اکتوبر ۱۹۵۵ء جلد ۶۸ نمبر ۴ کے صفحہ ۷۵ پر "مطبوعات موصولہ" کے تحت لکھتے ہیں:۔

حضرت عیسیٰ اور عیسائیت۔ اس کتاب میں مسیح کی ولادت و وفات وغیرہ کے متعلق تمام مشہور روایات پر بڑی دلچسپ روشنی ڈالی گئی ہے اور پھر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ کسی وقت کشمیر بنی اسرائیل کا مسکن تھا۔ حضرت عیسیٰ فلسطین سے ہجرت کر کے یہیں آ گئے تھے۔ وہ ٹیکسلا بھی جاتے تھے جو اس وقت علوم و فنون کا مرکز تھا اور ہندوستان کے برہمنوں اور بودھ پجاریوں سے کسب فیض کرتے تھے۔ آپ کی والدہ حضرت مریم کی قبر مری میں اب تک موجود ہے اور انہی کے نام پر اس پہاڑ کا نام کوہ مری مشہور ہوا۔ خود حضرت عیسیٰ کی وفات بھی سرینگر میں ہوئی اور ان کا روضہ اب تک موجود ہے۔ یہ اور اسی قسم کی دوسری دلچسپ معلومات اس کتاب میں جمع کر دی گئی ہیں۔ پھر یہی نہیں کہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ محض خواب و خیال کی باتیں ہیں بلکہ اس کا ثبوت بھی قدیم لٹریچر سے پیش کیا گیا ہے۔ الغرض کتاب بہت دلچسپ اور پڑھنے کے قابل......

اب میں ان امور غیبیہ کو لیتا ہوں جو خدا تعالیٰ نے بذریعہ الہام مجھے بخشے اور پھر آئندہ ابواب میں تاریخ کی روشنی میں ان الہامات پر کشف کھولنے کی۔

نیز یہ کتاب کشمیر کی انتھروپالوجی پر ہے۔ انتھروپالوجی یعنی تاریخ، جغرافیہ، لسانیات، فلسفہ، رسوم و رواج، مذہب و عقائد کے علاوہ ہر وہ چیز شامل ہوتی ہے جو کسی قوم کے بارہ میں دلچسپی سمجھی جائے یا ہو و خصوصیت ہو یا روحانی طور پر معلوم ہو۔ لیکن یہ کتاب تشنہ رہ جاتی اگر یہ روحانی معلومات جو ہمیں ۱۹۰۱ء میں [illegible]

کشمیر میں حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشمیر میں حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ کے مقبروں کی اطلاع

اقتباس از کشف و الہام مورخہ ۲۶/ اسوج سمت ۲۰۱۱ھ شب درمیان جمعرات وجمعہ (نوٹ:- اس کشف میں بہت سے امور کا ذکر ہے۔ بنا بریں میں اس میں سے صرف ان ہی چند باتوں کو نقل کروں گا جو مضمون سے متعلقہ ہیں)۔

آج رات کے پونے دو بجے کشفی حالت میں وضو بنوانے لگا (آنکھ لگ گئی جہاں میں وضو کرنے گیا ہوا تھا) سے آخر کر کے باہر نکلی پھر وضو کرنے گیا۔ جب وضو کر چکا تو دیکھتا ہوں اندھیرے میں ایک گھوڑا میرے پاس آن کھڑا ہوا ہے۔ جس کی پشت پر ایک لٹکا ہوا تھال میں عربی طرز کا لباس خلعت فاخرہ رکھا تھا۔ غیب سے پتہ چلا کہ یہ گھوڑا جناب غوث صمدانی محبوب یزدانی شیخ عبدالقادر جیلانی رح نے لباس شاہی دیکر احقر کے پاس بھیجا ہے۔ میں نے لباس پہن لیا۔ عربی طرز کا گھیروں والا پاجامہ، زری نعلین پرانی وضع قطع کی قمیص واسکٹ، چوغہ کا ملکانہ اور صوفیانی طرز کا دیبا و حریر کا بنا ہوا ایک تاج تھا جو جواہرات سے مزین تھا۔ جب لباس پہن چکا تو اتنی دیر میں اطراف کے پہاڑوں اور جنگلوں سے شیر آن کر

میرے پاس کھڑے ہونے شروع ہوئے۔ فرشِ زمین تک جھک کر ہر ایک سلام کرتا تھا۔ میں نے چاہا کہ ایک پر چڑھوں۔ اتنی دیر میں کشتواڑ کے پہاڑ سلسلوں سے ایک مہیب خونخوار شیر گرجتا ہوا آتا۔ باقی شیر اسے دیکھ کر ایک طرف ہو گئے۔ اس نے میرے پاس آ کر جھک کر سلام کیا۔ میں نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور اس پر سوار ہو گیا۔ وہ مجھے آنِ واحد میں لیکر بغداد شریف پہنچا اور روضۂ دستگیری میں داخل ہوا حضور پیر و مرشد اپنے تخت پر جلوہ گر تھے۔ میں نے گھٹنوں تک جھک کر سلام عرض کیا۔ حضورؒ نے دستِ مبارک آگے کئے۔ میں نے مصافحہ کرنے کے بعد انہیں چوما اور آنکھوں میں آنسو بھر کر چند معروضات گوش گزارش کرنے کے بعد عرض کیا:۔

میں۔ قبلہ من! حضرت خطخ علیہ السلام نے مجھے (ایک دوسری ملاقات میں) فرمایا ہے کہ انہوں نے مجھے کشمیر کے لئے مانگ لیا ہے۔ آخر کیوں؟ حضرت خطخ علیہ السلام کے متعلق حضور کیا جانتے ہیں؟

آپ۔ بیٹا عزیزم! یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ حضرت خطخ علیہ السلام نے خدا کے حکم سے تمہیں قبول فرمایا ہے۔ ایرانیوں کے دورِ حکومت میں حضرت خطخؒ اسی بغداد کی اس خاک پاک سے پیدا ہوئے جس خاک سے میری تعمیر ہوئی ہے۔ اگر حضرت خطخ میرے زمانے میں پیدا ہوتے تو میرا مقام پاتے۔ اگر میں ان کے زمانے میں پیدا ہوتا تو میں ان کا مقام پاتا۔ فرق اتنا ہے کہ وہ اسرائیلی نسل سے ہیں اور میں اسماعیلی نسل سے ہوں۔ حضرت موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل میں جتنے پیغمبر پیدا ہوئے ان سب میں حضرت خطخ شانِ عظیم رکھتے ہیں۔ یوں سمجھئے

کہ بلندیِ درجات، جلال و ہیبت اور شان و شوکت میں اُن کا مقام
حضرت موسیٰ کے بعد آتا ہے۔ اُنہوں نے کافروں سے کئی جنگیں لڑیں۔
وہ اپنے قبائل کے بادشاہ تھے۔ ایران سے چل کر وہ افغانستان پہنچے
وہاں اسرائیلی قبائل کو طرزِ حکومت، قانون اور حکمت سکھائی۔
پھر صوبہ سرحد ہند (شمالی مغربی سرحدی صوبہ) کو کافروں سے فتح کیا
پھر کشمیر داخل ہوئے۔ وہاں کُشتّا کو پامال کیا۔ کشمیر میں پیغمبری کے
ساتھ شاہی شان و شوکت قائم کی۔ اور پھر بالآخر حضرت عیسیٰؑ کو
جو اسرائیلیوں کی تلاش میں کشمیر جا نکلے تھے۔ اپنی گدی سپرد کر کے
وفات پائی اور وہیں مدفون ہو گئے۔

میں:- کیا کشمیر میں اور بھی کوئی اسرائیلی پیغمبر ہوئے ہیں؟

آپ:- حضرت عیسیٰ اور حضرت [illegible] کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
کی تربت بھی وہیں ہے۔ شاید اُس مقام کو اب باندی [illegible] کہتے ہیں
میرا خیال ہے کہ حضرت ہارون کی قبر بھی وہیں ہے

میں:- کیا حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر بھی کشمیر میں ہے؟

آپ:- اتنا تو مجھے معلوم ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے ساتھ ہی تھے۔ یہ معلوم نہیں اُن کی قبر کہاں ہے؟ تمہارا آج
حضرت موسیٰؑ کے دربار میں حاضری ہے۔ وہاں تمام موسوی شریعت کے
پیغمبران آج جمع ہوں گے۔ تم وہیں سے دریافت کر لو ....
اب تم جلدی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں چلے جاؤ
دیکھو صبح ہو رہی ہے۔

میں ادب سے سلام کر کے وہاں سے نکلا۔ شیر نے مجھے لمحوں میں

نیتھو بال (ماؤنٹ ایشیو) کشمیر تحصیل سوپور کی چوٹی پر سے گزار کر بانڈی پورہ کے سامنے والے اس کریوہ (ٹوڈر) پر پہنچایا۔ جہاں موضع عالم شریف کے اوپر عارفہ سنگ بی بی کا مقبرہ مشہور ہے۔ دور سے میں نے اس مقبرہ کے پاس ایک دربار سجا دیکھا۔ دربار مختصر تھا۔ ایک تخت درمیان میں اور دونوں طرف کرسیاں بچھی تھیں۔ جن پر پُر جلال شاہانہ ہستیاں بیٹھی تھیں۔ میں نے شیر کو وہیں چھوڑا اور پیدل آگے بڑھا۔ دربار انوار سے بقعۂ نور ہو رہا تھا۔ اور میرے چہرے سے تیز و تند روشنی نکل کر دور فضا میں پھیل رہی تھیں۔ دربار میں سے کسی نے آواز دی "یہ نور محمدی آرہا ہے۔ اتنی حدت و تابش کسی اور میں نہیں ہوسکتی" جب دربار کے اندر داخل ہوا تو جس طرح بادشاہوں کے درباروں میں جھک کر ہاتھ سے فرشی سلام دایاں بازو پھیلا کر اسرائیلیوں میں اگلے وقتوں میں کیا کرتے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام تخت پر جلوہ فگن تھے (چونکہ پہلے میں نے انہیں چند مرتبہ دیکھا تھا اسی لئے پہچان لیا) آپ نے پہلے اور بالترتیب اپنی طرف بیٹھے ہوئے پیغمبران عالی تبار نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تخت سے اترے۔ میں نے مودبانہ عرض کیا:۔

میں۔ حضور! آپ تخت پر تشریف رکھیں۔ میں بندۂ ناچیز عزیز قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ ہمیں معلوم ہے کون آیا ہے۔ جو امت محمدیہ کا امام آئے اور ہم اس کا استقبال نہ کریں (یہ کہہ کر آپ نے مجھے بازو سے پکڑ کر میرا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔

قارئین! اس میں تعجب نہ کرنا چاہیے۔ کبھی کبھی بادشاہ اپنے غلاموں کی اس طرح حوصلہ افزائی کیا کرتے ہیں ...... آپ نے شاہانہ لباس پہنا تھا۔ نہایت بیش قیمت سفید ریشمی تھے۔ بڑی گھنی گھنی داڑھی، گھنی مونچھیں اور سر کے بال گردن تک سفید لٹیں تھے۔ کہیں کہیں کوئی بال سیاہ تھا۔ نہایت عبادت گزار کم اور خوبصورت شکل۔ رعب شاہی کی وجہ سے میں خدوخال اچھی طرح نہ دیکھ سکا۔ پھر اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دو چار انبیاء کرام بندۂ گنہگار سے ملے اور ہر ایک نے میرا سر اپنے سینے سے لگایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہر ایک نبی اکرم سے تعارف فرماتے جاتے تھے۔ کرسیوں پر بائیں طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحابہ تبارک اور کچھ اور لوگ بیٹھے تھے۔ جنہیں میں نہیں جانتا تھا۔ پھر سب اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے ایک کرسی لا کر آپ کے تخت کے پاس میرے لئے بچھائی گئی۔

میں نے مودبانہ عرض کیا۔ ”حضرت! بادشاہوں کے حضور میں غلام کرسی پر نہیں بیٹھ سکتا۔ مجھے اس دربار میں کھڑا ہونے کا فخر دیجئے۔“

حضرت موسیٰ۔ ”بیٹا عزیز! یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ تم اپنے وقت کے امام ہو۔ اور امت محمدیہ کے اماموں کی شان ہم جانتے ہیں کیا ہے؟ اگر اپنی مرضی سے نہیں تو ہماری خوشی کے لیے اور ہمارے حکم سے تمہیں اس

نیتھو بال (ماؤنٹ اشبمی) کشمیر تحصیل سوپور کی چوٹی پر سے گذر کر بانڈی
پورہ کے سامنے والے اُس کریوہ (ڈوڈر) پر پہنچا جہاں سونم صاحب
شریف کے اوپر عارفہ سنگ بی بی کا مقبرہ مشہور ہے۔ دور سے
میں نے اُس مقبرہ کے پاس ایک دربار سجا دیکھا۔ دربار مختصر تھا۔ ایک
تخت درمیان میں اور دونوں طرف کرسیاں بچھی تھیں۔ جن پر پُر جلال
شاہانہ ہستیاں بیٹھی تھیں۔ میں نے شیر کو وہیں چھوڑا اور پیدل
آگے بڑھا۔ دربار انوار سے بقعۂ نور ہو رہا تھا۔ اور میرے چہرے سے
تیز و تند روشنی نکل کر تمام فضا میں پھیل رہی تھیں۔ دربار میں سے
کسی نے آواز دی "یہ نورِ محمدی آرہا ہے۔ اتنی حدت و تابش کسی
اور میں نہیں ہو سکتی" جب دربار کے اندر داخل ہوا تو جس طرح بادشاہوں
کے درباروں میں جھک کر ہاتھ سے فرشی سلام دایاں بازو پھیلا کر
اسرائیلیوں میں اگلے وقتوں میں کیا کرتے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا
حضرت موسیٰ علیہ السلام تخت پر جلوہ فگن تھے (چونکہ پہلے میں نے اُنہیں
چند مرتبہ دیکھا تھا اسی لئے پہچان لیا) آپ نے پہلے اور بازو پھیلا کر اپنی
طرف کھینچتے ہوئے پیغمبرانِ عالی تبار نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت موسیٰ
علیہ السلام تخت سے اُترے۔ میں نے مودبانہ عرض کیا:-

میں۔ حضور! آپ تخت پر تشریف رکھیں۔ میں بندۂ ناچیز عزیز
قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ ہمیں معلوم ہے کون آیا ہے۔ امت محمدیہ
کا امام آئے اور ہم اُس کا استقبال نہ کریں (یہ کہہ کر آپ نے مجھے
بازو سے پکڑ کر میرا سر اپنے سینے سے لگایا۔

قارئین! اس میں تعجب نہ کرنا چاہیئے۔ کبھی کبھی بادشاہ اپنے غلاموں کی اس طرح حوصلہ افزائی کیا کرتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ نے شاہانہ لباس پہنا تھا۔ نہایت چھریرے سفید ریشمی تھے۔ بڑی گھنی کبھی داڑھی، گھنی مونچھیں اور سر کے بال گردن تک سفید لٹیں تھے۔ کہیں کہیں کوئی بال سیاہ تھا۔ نہایت حیا والا چہرہ تھا اور قد بلند ہیکل۔ رعب شاہی کی وجہ سے میں خدوخال اچھی طرح نہ دیکھ سکا۔ پھر اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دو چار انبیاء کرام بندہ گنہگار سے ملے۔ اور ہر ایک نے میرا سر اپنے سینے سے لگایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہر ایک نبی اکرم سے تعارف فرماتے جاتے تھے۔ کرسیوں پر بائیں طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحابہ تبارک اور کچھ اور لوگ بیٹھے تھے۔ جنہیں میں نہیں جانتا تھا۔ پھر سب اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے ایک کرسی لاکر آن کے تخت کے پاس میرے لئے بچھائی گئی۔

میں نے مودبانہ عرض کیا۔ "حضرت! بادشاہوں کے حضور میں غلام کرسی پر نہیں بیٹھ سکتا۔ مجھے اس دربار میں کھڑا ہونے کا فخر لینے دیجئے۔"

حضرت موسیٰ۔ "بیٹا عزیز! یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ تم اپنے وقت کے امام ہو۔ اور امت محمدیہ کے اماموں کی شان ہم جانتے ہیں کیا ہے؟ اگر اپنی مرضی سے نہیں تو ہماری خوشی کے لئے اور ہمارے حکم سے تمہیں اس

کرسی پر بیٹھنا ہے۔"

ناچار میں نے حکم کی تعمیل کی اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

میں :- (حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہو کر) مجھے حضرت طخطخ نے کشمیر کے لئے مانگ لیا ہے۔ مجھ عاجز و گنہگار سے کیا فائدہ ہوگا۔؟

(حضرت موسیٰ ؑ نے جواب کے لئے حضرت طخطخ کی طرف دیکھا) حضرت طخطخ نے فرمایا۔ بنی اسرائیل کشمیری روحانیت سے بہت دور ہیں۔ آپ کے وجود کی وجہ سے خدا تعالےٰ اِن پر رحم کرےگا اور انشا ءاللہ ان کی روحانی حالت بہتر ہو سکے گی ممکن ہے ہمارا حالت میں بھی انہیں فائدہ پہنچے۔ کیونکہ جس قوم یا ملک میں خدا کا بندہ ہوتا ہے وہاں خیر و برکت ہوتی ہے اور غضب الٰہی ٹل جاتا ہے۔ اسی لئے ہم نے آپ کو کشمیر کے لئے مانگ لیا ہے۔

میں :- حضور! حضرت ہارون کی تربت شریف کہاں ہے۔؟

(حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کی طرف جواب کے لئے اشارہ فرمایا)

حضرت ہارون :- "میری قبر بھی سرینگر میں ہارون کے پاس تھی اب استبداد زمانہ سے وہ منہدم ہو چکی ہے"

میں :- (حضرت موسیٰ سے) آپ کی مذہبی کتابوں میں آیا ہے کہ آپ (LAND OF BLISS) "سرزمین رحمت" (یعنی کشمیر) میں داخل نہیں ہوں گے۔ تعجب ہے کہ آپ خود بھی داخل ہوئے اور حضرت ہارون جنہیں آپ پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ اُن کی تربت بھی کشمیر میں ہے۔

حضرت موسیٰ :- بنی اسرائیل نے اپنی مذہبی کتابیں ہماری وفات کے سینکڑوں سالوں بعد سنی سنائی باتوں اور قصوں کی بنا پر لکھی تھیں

اسی لئے اُن میں اصلیت سے انحراف ہے۔ میں کشمیر میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ آیا تھا۔ وہ لوگ یہیں رہ پڑے۔ پھر ہارون مجھے ملنے کے لئے کشمیر آئے اور قضاء الٰہی سے یہیں وفات پائی"۔

(کشف کے دیگر امور اور الہام کے دوسرے کلمات اس مضمون سے متعلق نہیں ہیں لہٰذا انہیں چھوڑ دیا گیا)

نوٹ:

ان امور کے تاریخی ثبوت کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کب اور کن راستوں سے کشمیر میں داخل ہوئے تھے۔ کہاں کہاں انہوں نے اس سرزمین میں قیام فرمایا۔ کون کونسی جگہیں آج تک اُن کے اسم گرامی سے کشمیر میں مشہور ہیں اُن کے کون سے تاریخی معجزات آج تک اس ملک میں چلے آتے ہیں اور دیگر کون کون سے مقامات کشمیر میں توریت کے مطابق ہیں؟ آپ کو کتاب ھٰذا کی جلد دوم میں ملیں گے۔ جہاں عجیب و غریب تاریخی نقشہ جات اور حوالہ جات دئے گئے ہیں۔

کشمیر میں
حضرت ہارون اسرائیلی پیغمبر علیہ السلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۲-۲۱ پوہ سمت ۲۰۱۱ شب درمیان منگل و بدھ

مورخہ ۶ / اسوج سمت ۲۰۱۱ آج سے تقریباً سوا تین ماہ پیشتر راقم کو کشف میں خدا تعالیٰ کے فضل سے حضرت ہارون علیہ السلام نے بتایا تھا کہ ان کا روضۂ مبارک سری نگر کے پاس چشمۂ ہارون کے قریب تھا۔ ان ہی دنوں میرے عزیز دوست عبد العزیز شورہ اڈیٹر اخبار روشنی سرینگر نے خواب میں دیکھا کہ وہ ہارون کے علاقہ میں حضرت ہارون کی تربت ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ میں نے اپنے سابقہ کشف کا یہ حصہ انہیں اور دیگر چند دوستوں کو بتایا تھا۔ انہوں نے مجھے اپنا خواب سنایا اور مصر ہوئے کہ کسی دن ہارون چل کر حضرت ہارون کی قبر کو تلاش کریں۔ میں اس سلسلے میں زیادہ پُر امید نہیں تھا۔ اسی لئے میں نے خاص حامی نہ بھری۔ گذشتہ اتوار مورخہ ۱۲ / پوہ سمت ۲۰۱۱ کو شورہ صاحب نے اچانک پروگرام بنا لیا اور مجھے بھی زبردستی اپنے ساتھ چلنے کے لئے مجبور کیا۔ اگرچہ سردی شدت کی تھی مگر جوں توں کر کے ہم نے چودہ میل کا سفر سائیکلوں پر طے کر ہی لیا۔ اور ہارون کے گاؤں میں پہنچ گئے۔ وہاں ہم نے لوگوں سے سب سے قدیم قبرستان

دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ ایک نہایت ہی قدیم قبرستان وہاں موجود ہے
جو برلبِ سڑک ہی ہے۔ ہم نے گاؤں کے چند لوگوں کے ساتھ وہاں کی
قبروں کو دیکھنا شروع کیا۔ اچانک میری نظر ایک ایسی قبر پر پڑی
جو باقی قبروں کے برعکس شرقاً غرباً لمبی تھی۔ میں نے شورہ صاحب اور
دیگر زمینداروں کو پکار کر کہا کہ وہ اسے دیکھیں۔ انہوں نے دیکھا
اور تعجب میں رہ گئے لیکن کچھ نہ کہا۔ اسی اثناء میں شورہ صاحب نے
اور میں نے سڑک کی دائیں طرف کئی اور قبریں دیکھیں جو شرقاً غرباً
تھیں اور ایک طرف مسلمانوں کی قبریں شمالاً جنوباً لمبی تھیں پھر ان
پتھروں سے یہ قبریں بہت پرانی معلوم ہوتی تھیں۔ زمینداروں نے
بھی تصدیق کی کہ واقعی یہ قبریں شرقاً غرباً لمبائی پر ہیں۔ ہم نے
ان سے پوچھا کہ وہ بتا سکتے ہیں کہ یہ کن کی قبریں ہیں؟ انہوں نے
جواب دیا یہ اہلِ تشیعہ کی قبریں ہیں۔ میں نے ہنس کر کہا۔ کیا اہلِ تشیعہ
مسلمان نہیں ہوتے اور کیا اُن کی قبریں شمالاً جنوباً (سر قطب کی طرف
اور منہ قبلہ کی طرف) نہیں ہوتیں؟ انہوں نے جواب دیا یہ پرانے اہلِ تشیعہ
کی قبریں ہیں۔ ہم اُن کی نادانی پر مسکرائے۔ پھر میں نے سڑک کی
بائیں طرف قبرستان کے آخر پر ایک اونچا چبوترہ دیکھا۔ جس پر ایک
نہایت ہی پرانی قبر شرقاً غرباً واقعہ تھی۔ اس قبر کے مشرقی
سرے پر Brimage (برمیج) کا ایک نہایت ہی پرانا درخت دیکھا
برمیج کا درخت اہلِ توریت میں بڑا مقدس سمجھا جاتا ہے اور بزرگوں
کے مزاروں کے سرہانے ہوتا ہے۔ ہمیں وہاں پر پتہ چلا کہ ہاروَن
چشمہ کے شرقی طرف پہاڑ کے دامن میں ایک پرانا موضع راجپوارہ تھا

وہاں کسی سیّد صاحب کی نہایت پرانی درگاہ ہے۔ ہارون چشمہ
سے یہ جگہ دو میل دور ہوگی۔ ہم وہاں پہنچے۔ ایک اسّی گز لمبی اسّی گز
چوڑی پتھروں کی پرانی چار دیواری کے اندر داخل ہوئے۔ یہاں
اس قدر پرانا قبرستان تھا کہ میں نے آج تک نہ دیکھا ہوگا۔ لمبی لمبی
گھاس اُگی ہوئی تھی۔ قبریں تقریباً منہدم ہوچکی تھیں۔ لیکن میری حیرت
کی انتہا نہ رہی۔ جب اندر ہم نے کئی قبریں شرقاً غرباً لمبائی پر دیکھیں
یہاں بھی نوہ بھید کے گاؤں کا نمبردار اور دیگر دو زمینداران ہمارے
ساتھ تھے۔ چار دیواری کے اندر درمیان میں ایک چبوترہ تھا۔ اس چبوترہ
پر واضح طور پر دو تین قبریں تھیں۔ یہ دونوں تینوں قبریں شرقاً غرباً
لمبائی پر تھیں اور ان کے سروں پر جانب مشرق Brimage کے درخت
اُگے ہوئے تھے۔ شورہ صاحب کہتے تھے کہ مقبرہ کی شان و شوکت اور
چار دیواری کا گھیراؤ بتاتا ہے کہ کسی نہایت ہی عظیم بزرگ کی تربت
ہے۔ ان کا خیال تھا کہ شاید یہی حضرت ہارونؑ کی قبر ہوگی۔ میرا خیال
کہتا تھا کہ موضع ہارون میں جو منہدم مقبرہ قبرستان میں مذکورہ بالا
دیکھا ہے وہ شاید حضرت ہارون کا مقبرہ ہے۔ بہرحال شورہ صاحب
نے دونوں مقبروں کے فوٹو اُتارے اور بغیر کسی فیصلہ کے ہم واپس
چلے آئے۔ اُس دن کی تحقیقات سے اتنا پتہ چلا کہ ہارون موضع میں
اور اس کے گرد و پیش بنی اسرائیل کی قبریں موجود ہیں۔

خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے بالعموم ایسا ہوتا ہے کہ جس نئے
دورہ پر میں جاتا ہوں۔ مجھے بذریعہ کشف و الہام اسکے بارہ میں خبر دی
جاتی ہے۔ لیکن اس مرتبہ کئی دن تک ہارون کے مزاروں کے بارہ میں

مجھے کچھ خبر نہ ملی۔ آج جبکہ مجھے خیال بھی نہیں تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا یا سنا کہ کوئی مجھے کہتا ہے کہ ہارون میں آئے ہو کر HOR NAY اور راجپورہ میں ٹھہرانا کل علیہ السلام کے روضے ہیں۔ میں نے خواب پر یقین نہ کیا اور خواب میں ہی اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یاالٰہی! تو عالم الغیوب ہے۔ تو مجھے صحیح اطلاع بخش کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ پھر میں اپنے آپ کو کشفی حالت میں راجپورہ (ہارون) کے روضہ کے باہر پاتا ہوں۔ یہ تہجد کا وقت ہے۔ میں روضہ کے اندر داخل ہوتا ہوں کیا دیکھتا ہوں کہ اندر ایک مختصر شان و شوکت کا دربار لگا ہے اور چبوترہ پر ایک کرسی پر ایک ذی شان بزرگ بیٹھے ہیں۔ میں اسرائیلی طریقہ پر جھک کر انہیں سلام عرض کرتا ہوں۔ وہ کرسی سے اٹھ کر آگے بڑھتے ہیں اور مجھے پکڑ کر اپنے سامنے ایک خالی کرسی پر بٹھانا چاہتے ہیں۔ آپ اکہرے بدن کے پتلے بزرگ ہیں۔ قد لمبا ہے۔ لیکن زیادہ لمبا نہیں۔ ایک خوب صورت چوغہ پہن رکھا ہے جو گھٹنوں سے نیچے تک ہے۔ چوغے کے اندر لباس ہے۔ چوغے کا رنگ سیاہ ہے۔ چہرہ مبارک کی ہڈیاں پچکی ہوئی ہیں اور داڑھی کھودی ہے (یعنی گھنی بھر پور نہیں) ٹھوڑی کے آس پاس اور نیچے لمبے بال ہیں اور کانوں کی لوؤں کے ساتھ کچھ بال ہیں۔ لوؤں کے نیچے رخساروں پر بال نہیں ہیں۔ رخساروں کی ہڈیاں پچکی ہوئی ہیں۔ مونچھیں بھی چھوٹی ہیں۔ گردن لمبی آنکھیں موٹی سیاہ۔ پیشانی کشادہ۔ چہرہ پتلا جسم میں خون کم ہو۔ سر پر ایک تاج تھا مندرجہ ذیل شکل کی ٹوپی تھی۔



ملک نے عرض کیا:-

میں :- حضرت میں حقیر و ناتواں انسان ہوں - آپ کے برابر نہیں بیٹھ سکتا۔

آپ :- ہم جانتے ہیں ہیں کون ملنے آیا ہے - ہمیں افسوس ہے کہ جس دن آپ ہمارے ہاں پر آئے ہم عالم استغراق میں تھے - اور ہمیں آپ کی آمد کا کچھ پتہ نہ چلا - آج جب ہوش میں آئے تو حضرت احدیت سے معلوم ہوا کہ آپ تشریف لائے تھے (پھر آپ نے میرا بازو پکڑ کر مجھے زبردستی کرسی پر بٹھا دیا)

میں نے بیٹھتے ہوئے عرض کیا:-

حضرت! مجھے آپ کے بارہ میں کچھ علم نہیں کہ آپ کون ہیں؟

آپ :- ہمارا نام "ہراز گل" ہے حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور آج سے تین ہزار سال قبل آپ کی دنیا میں تھے - خدا تعالیٰ نے ہمیں منصب نبوت سے سرفراز کیا - اس وقت ہمارے کچھ کنبے یہاں ہارون کے ارد گرد آباد تھے - یہاں اس زمانے میں دیگر کوئی آبادی نہیں تھی۔

میں :- حضرت! یہ کیا فرمایا؟ بھلا آبادی کس طرح نہ تھی اور آبادی کے بغیر نبوت کیسی؟

آپ :- ہمارے زمانے کا کشمیر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو (پھر آپ نے دائیں ہاتھ بلند کیا اور میں نے اس بلندی سے مڑ کر جو سامنے وادی پر نظر کی - تو آپ کی قوت کشف سے کیا دیکھتا ہوں کہ تمام کشمیر جنگلوں اور خطرناک دلدلوں سے بھرا پڑا ہے - صرف ہارون کی پہاڑیوں کے دامنوں میں چند ایک گاؤں آباد ہیں پھر آپ نے فرمایا)

دیکھا تم نے! اس زمانے میں سری نگر کا شہر ہی نہیں تھا، نہ کوئی آبادی تھی۔ جہاں آج شہر ہے وہاں جھیل ڈل ٹھاٹھیں مارتی تھی۔ ہمارے سینکڑوں سالوں بعد لوگوں نے رفتہ رفتہ جھیل کے تالابوں پر مکان بنانے اور آباد ہونا شروع کیا جیسا کہ آج بھی لوگ ڈل کو جگہ جگہ خشک کر کے ان کھیتوں پر مکان بناتے ہیں۔ [سرینگر کشمیر میں دستور ہے کہ ڈل کے اندر سے ناجی لوگ ملبہ وغیرہ نکال کر کم گہری جگہوں کو اس ملبہ مٹی سے پُر کرتے رہتے ہیں۔ اور اس طرح قدم قدم پر چھوٹے چھوٹے کھیت بناتے ہیں۔ کچھ عرصہ اُن کھیتوں پر سبزیاں وغیرہ اُگاتے ہیں اور پھر اُن کھیتوں کے مابین خالی جگہوں کو پُر کر کے بڑے بڑے زمین کے ٹکڑے بنا لیتے ہیں۔ جن پر مکان اور گاؤں آباد ہو جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کسی زمانے میں ایسے ہی بڑے بڑے ٹکڑے مل کر سری نگر کا موجودہ شہر بن گیا ہو۔ کیونکہ آج بھی شہر کا ہر حصہ جھیل ڈل پر ہے اور ہر حصہ جھیل ڈل کے خشک کئے ہوئے تالابوں پر۔ شہر کے اندر بیچ میں جھیل برار نمبل موجود ہے۔ جو جھیل ڈل کا ایک حصہ ہے]

پھر آپ نے فرمایا۔ اس زمانے میں کچھ میج بہاڑہ، کچھ باندی پورہ میں آبادی تھی۔ اور جنگلوں میں کہیں کہیں وحشی باشندے رہتے تھے۔ منصب نبوت آبادی کے لحاظ سے نہیں عطا ہوتا ہے یہ تو خدا تعالیٰ کی دین ہے جسے چاہے دیدے۔ نیز جبکہ یہاں کچھ نہ کچھ آبادی موجود تھی اور خصوصاً پیغمبروں کی اولاد آباد تھی تو ان کی رشد و ہدایت کے لئے ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق ان میں پیغمبر مبعوث فرماتا۔ بس

اُس کی سنت کے تقاضہ نے ہمیں اُن لوگوں میں نبوت پر فائز کر کے بھیجا۔

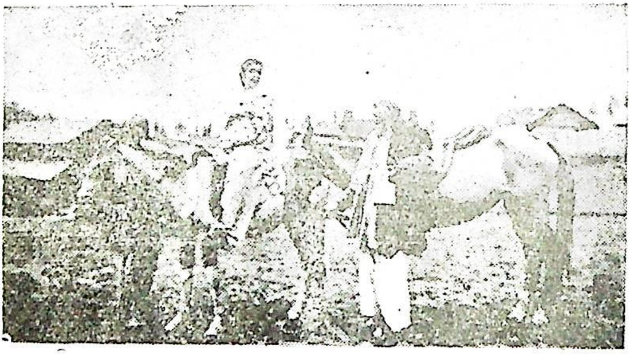
میں:۔ کیا حضرت ہارون علیہ السلام کی قبر بھی یہاں تھی؟

آپ:۔ یہاں نہیں، وہاں سامنے! اُس مغربی پہاڑی کے دامن میں حضرت ہارون کے اوپر تھی۔ ایک بڑا مقبرہ تھا جو زمانہ کے ہاتھوں مٹ چکا ہے۔ ممکن ہے آپ کی تربت کے آثار کہیں موجود ہوں۔

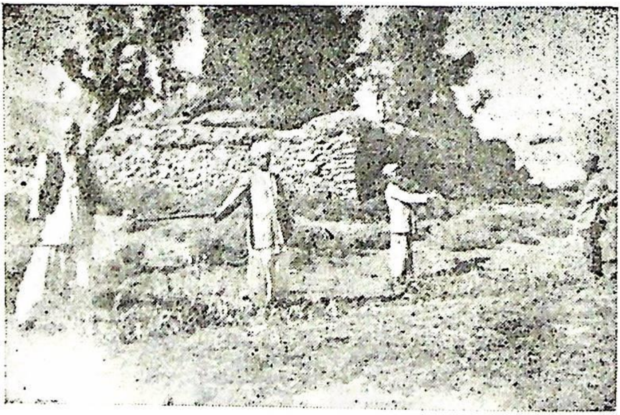
(پھر آپ نے اپنی دائیں انگلی سے اُس طرف اشارہ کیا)

میں:۔ حضرت! موضع ہارون کے قبرستان میں کسی بزرگ کے مقبرے کے آثار ہیں۔ جس کے سرہانے ابھی تک برگد کا ایک پرانا درخت موجود ہے۔ وہ کون صاحب تھے؟

آپ:۔ وہ میرے چھوٹے برادر "نہور" (نیہور) کا مقبرہ ہے۔ وہ صاحب الہام شخص تھا اور ہماری شریعت میں نبوت کے بعد ملہم کا درجہ ہے اگر آپ اُن سے ملنا چاہیں تو ہم ابھی اُن کو یہاں بُلا لیتے ہیں (پس آپ کھڑے ہوئے اور مغرب کی جانب چہرۂ مبارک کیا، اتنی دیر میں ایک چالیس پینتالیس سالہ عمر کا خوش شکل شخص وہیں پر آگیا۔ اور حضرت مہراز گل کو مودبانہ جُھک کر سلام کیا۔ حضرت مہراز گل کی اپنی عمر کوئی ساٹھ سال کے لگ بھگ ہوگی۔ حضرت نیہور کی شکل و صورت حضرت مہراز گل سے ملتی جُلتی تھی۔ صرف اُن کا رنگ بہت گورا سرخ اور آنکھیں شربتی تھیں۔ انہوں نے لباس کا ڈھاکھدر کا پہن رکھا تھا۔ حضرت مہراز گل نے میرا تعارف خود ہی اُن سے کراتے ہوئے فرمایا:۔



ulmarg—a view of Kashmir. See the Israelitish features and beauty, and the skull-cap of pony-owner. (pp 42 to 55)



he tomb of Israelitish Prophet Tuhtakh, 2000 years old. A ontemporary of Jesus Christ, who used to see him often in ashmir. Outside the tomb two men are showing East-West raves of Jews and two men are showing north-south graves of Muslims. (pp. 401–407)

حضرت مہرانہ گل! ان کا نام عمر بن احمد ہے۔ یہ اولیاء اللہ کے
امام ہیں اور خدا تعالیٰ نے جو آپ کو بخشا تھا وہی ان کو عنایت کیا
ہے۔ لیکن اُمتِ محمدیہ میں ہونے کی وجہ سے انہوں نے وہ کچھ دیکھا اور
پایا ہے جو ہم پرانے انبیاء کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ آپ کے مزار پر انہوں
نے فاتحہ پڑھا۔ آپ کیوں انہیں نہیں ملے؟

حضرت نیہورہ: ہم تو صرف ہم تھے اور زندگی میں دس بیس مرتبہ
الہام ہوا ہوگا۔ لیکن آج تک اس کی لذت سے سرشار ہیں۔ ہمیں پتہ
ہے کہ یہ ہمارے مزار پہ آئے تھے۔ لیکن آپ کا حکم ہے کہ آپ کی
اجازت کے بغیر ہم کسی سے نہ ملیں۔ آپ اتنے دنوں تک عالم استغراق
میں تھے اور ہم آپ کی اجازت کے منتظر رہے۔

حضرت مہرانہ گل: یہ درست ہے۔ لیکن عزیز سے ملنا خوش قسمتی
ہے۔ تمہیں تو صرف دس بیس مرتبہ الہام ہوا اور مجھے حضرت احدیت نے بتایا
کہ عزیز جیسے شاہ مرتبہ لذتِ الہام سے سرشار ہو چکا ہے۔ حضرت احدیت
کے حضور میں پہنچ کر اس نے نہ صرف اُن انوار و تجلیات کو پایا جن کے
لئے ہم ترستے ہیں بلکہ وہیں شرفِ کلام سے سرفراز کیا گیا۔ اس سے
بڑی خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے؟

پھر حضرت نیہورہ نے بڑی گرمجوشی سے مجھ احقر کیساتھ مصافحہ کیا
میں نے حضرت مہرانہ گل سے رخصت کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت
دی۔ میں نے جھک کر اسرائیلی طریق پہ سلام کرنا چاہا۔ آپ نے فرمایا
"یہ طریقہ تمہارے لئے نہیں ہے" اور آگے بڑھ کر مجھے کھینچ کر اپنی
چھاتی سے لگالیا۔ اور پھر بڑی محبت سے سر پہ ہاتھ پھیر کر اجازت

رخصت دی۔ جب میں رخصت ہو کر تھوڑا آگے آیا۔ تو ہاتف غیبی سے آواز سنی :۔ "مہرازگل ہمارے خاص مجذوبوں سے گذرا ہے۔ ہم نے اسے منصب نبوت سے نوازا تھا"

نوٹ

"مہرازگل" اور "نے ہورہ" دونوں پرانی عبرانی زبان کے اسماء ہیں

ہارون سرینگر میں

حضرت ہارون علیہ السلام کے مقبرے کی دریافت

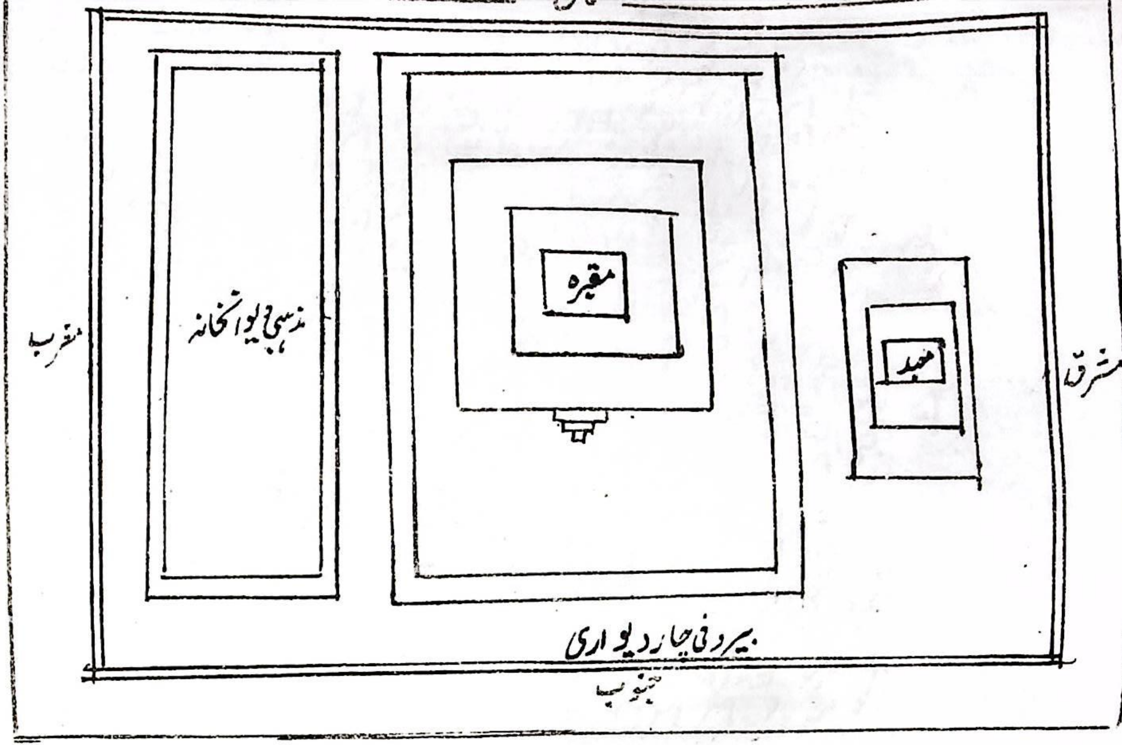
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[۲۱ ر ۲۰ ر فروری ۱۹۵۵ء (مطابق ۱۰ ر ۹ ر پھاگن ۲۰۱۱) شب درمیان اتوار، سوموار بمقام وزیر باغ سرینگر حضرت خضر زندہ گل علیہ السلام نے مورخہ ۲۲ ر ۲۱ ر پوہ ۲۰۱۱ کی شب ناچیز کو اپنے دست مبارک کی انگلی کے اشارہ سے بتایا تھا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کا مقبرہ کس طرف واقع ہے۔ اس دن سے یہ خیال جاگزین تھا کہ اس طرف چل کے اس مقبرہ کو تلاش کرنا چاہیئے۔ برادری عبدالعزیز صاحب شوزرہ اڈیٹر اخبار روشنی سرینگر نے بھی بہت دفعہ راقم کو فہمائش کی کہ وہاں جاکر کسی دن اس مقبرہ کو تلاش کریں۔ آخر راقم نے پروگرام بنایا۔ اور آج صبح ہم دونوں چشمۂ ہارون کی طرف نکلے۔ حضرت نے ہور علیہ السلام کے مقبرہ پر پہنچ کر ہم نے فاتحہ پڑھا اور میں نے دعا کی کہ "یا الٰہی اپنے حبیب پاک صلعم اور ان بزرگ کے صدقے مجھے علم اور روشنی بخش اور ہمیں نیک مقصد میں آج کامیاب فرما"۔ اس کے بعد ہم آگے چلے۔ ہارون گاؤں کے سرے پہنچ کر دائیں طرف اچانک میرے قدم رک گئے اور میں نے وہاں اتر کر (جہاں ٹراوٹ مچھلیاں پالنے کی جگہ ہے) چند گاؤں والوں سے پوچھا کہ یہاں کوئی قدیم مقبرہ ہے

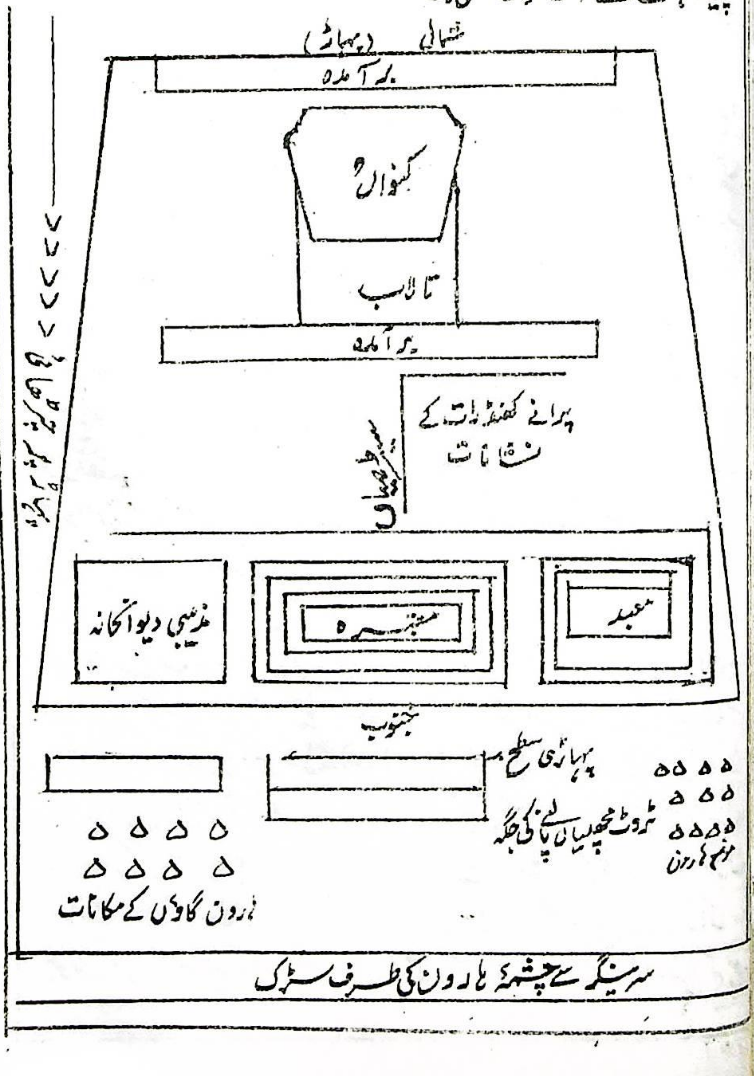
تو بتائیں۔ انہوں نے بتایا کہ لحقہ پہاڑی کی ڈیڑھ دو سو فٹ بلندی پہ ایک سید صاحب کا مقبرہ ہے۔ ہم وہاں پہنچے۔ مقبرہ تو پرانا تھا۔ مگر کسی مسلمان بزرگ کا تھا۔ مقبرے کے باہر قبرستان میں مسیح میں چند ایک نہایت قدیم قبریں ایسی نظر آئیں جن کا رخ شرقاً غرباً تھا۔ ایک قبر کے سرہانے ہھمرو Bhaanae ایرمچی، کا درخت بھی تھا۔ لیکن قبر کے پتھر کا تعویذ شمالاً جنوباً پڑا تھا جس سے کچھ پتہ نہ چلا۔ وہاں کسی نے بتایا کہ اس پہاڑی کے اور اوپر جا کر ایک پرانا مندر محکمہ آثار قدیمہ والوں نے نکالا ہے جو دیکھنے کے لائق ہے۔ ہم چند آدمیوں کے ساتھ پہاڑی کے مزید اوپر چڑھ گئے وہاں ایک پرانے ہیکل (معبد) کے نشان دیکھے۔ جس کا اندرونی بیچ والا چبوترہ سلامت تھا۔ اس کا رخ باقیماندہ اسرائیلی معبدوں کی طرح شرقاً غرباً تھا۔ اس کے ساتھ ہی مشرقی طرف ایک وسیع چاردیواری دیکھی جس کے اندر بیچ میں ایک چبوترہ تین تختوں والا بنا ہوا تھا۔ مجھے وہی تحقیق سے پتہ چلا کہ یہ چبوترہ درحقیقت کوئی مقبرہ ہے۔ جس کی قبر منہدم ہو چکی ہے۔ جب چبوترے کے اوپر ہم چڑھے تو ایک قبر کے نشان پائے گئے۔ اس چاردیواری کے آگے مشرقی طرف ایک اور چھوٹی چاردیواری تھی معلوم ہوتا تھا کہ یہ کوئی رہائش کی جگہ یا عبادت کرنے کا وسیع حجرہ یا مذہبی دیوان خانہ تھا۔ یہاں ایک جگہ مٹی کی کوئی فٹ بھر چوڑی اور ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ لمبی سرخ سلیں نظر آئیں۔ ان پہ ایسی تصاویر بنی ہوئی تھیں جو بالکل مصری و بابلی نمونے کی تھیں۔ مرغ، ہرن، گھوڑے گھوڑے سوار۔ مردانہ اور زنانہ آرٹ کے بہترین نمونے کندہ تھے۔

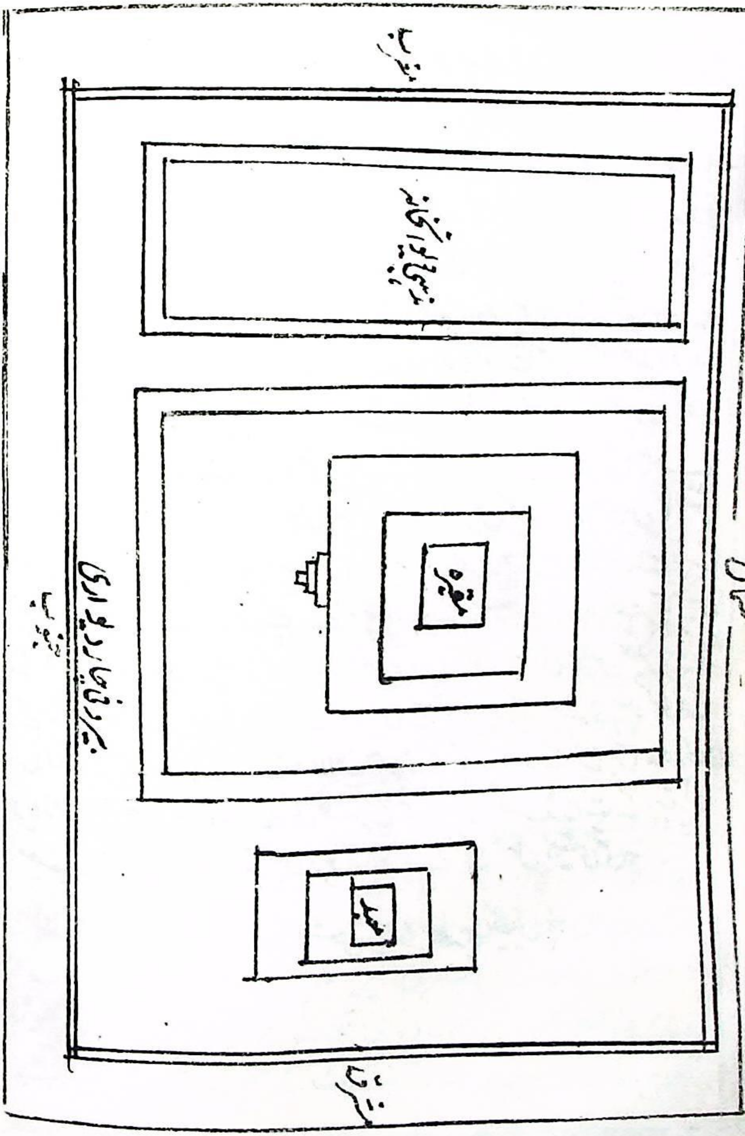
ان میں کوئی ایک بھی ایسی تصویر نہیں تھی جو ہندو مائی تھالوجی (ہندو مذہب کے نظریات) سے ملتی جلتی ہو۔ یعنی کوئی ایسی تصویر نظر نہیں آئی جس میں پانچ پانچ دس دس، بیس بیس، تیس تیس ٹانگیں پچاس پچاس، سوسو بازو آدمی کا سر اور گھوڑے کا جسم، سانپ کا منہ اور آدمی کا جسم وغیرہ وغیرہ ہوں اور نہ ہی کسی ایک بھی ایسے دیوی دیوتا کی تصویر ملی جو عام طور پر ہم بنارس، کاشی، متھرا وغیرہ مندروں میں دیکھتے ہیں۔ یہ سیدھے سادھے انسانوں، سواروں اور بادشاہوں کے علاوہ دو چار جانوروں کی تصویریں تھیں۔ ہم نے ان کے فوٹو کھینچے دو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر کوئی عبارت کندہ تھی۔ ہم نے ان کے نقش اور فوٹو اتارے ایک ہزاروں سال پرانا، گول سکہ کسی زبان میں کندہ ملا جس کا نقش اور فوٹو کھینچا۔ پھر ہم پہاڑی کے مزید اوپر چڑھے۔ زمین سے قریباً ہزار ڈیڑھ ہزار فٹ اوپر چلے گئے۔ یہاں ایک وسیع برآمدہ نظر آیا جس کے فرش اور دیوار پر مذکورہ بالا تصویروں والی مٹی کی سلیں تھیں۔ برآمدے کے پشت پر ایک لمبوترہ تالاب اور اس کے آخر پر ایک ہشت پہلو گنبد نما سا نظر آیا۔ اس کے آگے دالان چھوڑ کر ایک اور وسیع برآمدہ دکھائی دیا۔ جو ماسبق برآمدے کی طرح تھا۔ ان کھنڈرات کے ابتدائی معبد، مقبرے اور مذہبی دیوان خانے کی شکل ایسی تھی:

(شکل آئندہ صفحہ پر دیکھیں)

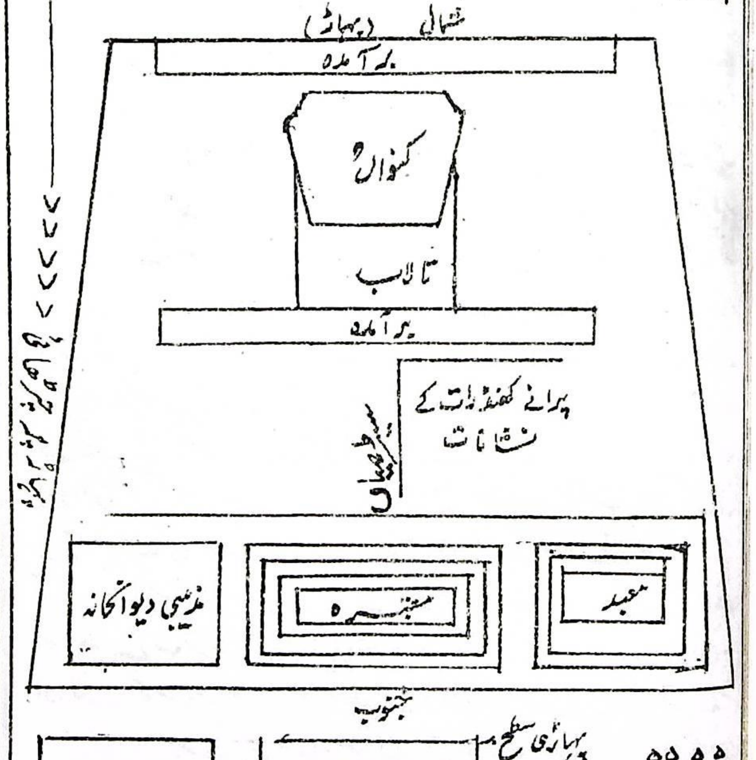

مغرب
مذہبی دیوانخانہ
مقبرہ
مسجد
مشرق
بیرونی چار دیواری
جنوب

کل مقبرے کی عمارات کی شکل جو قریباً ایک ہزار فٹ چوڑائی اور دو ہزار فٹ لمبائی پر پھیلے ہوئے تھے اس طرح تھی:-




شمال
مغرب
مذہبی دیوانخانہ
مقبرہ
مسجد
مشرق
بیرونی چار دیواری
جنوب

کل مقبرے کی عمارات کی شکل رجہ قریباً ایک ہزار فٹ چوڑائی اور دو ہزار فٹ لمبائی پر
پھیلے ہوئے تھے اس طرح تھی:-



جب ہم کھنڈرات کو دیکھ کر نیچے اُترے تو چند زمینداروں نے بتایا کہ چشمہ ہاروں کے پرے جنگل میں پہاڑ کے دوسرے رُخ پر جنگلی شکارگاہ کے اندر ایک نہایت قدیم پُر ہیبت مقبرہ ہے۔ جو بڑے پرانے زمانے کا ہے۔ مگر جنگلی درندوں مثلاً شیر، چیتا، ریچھ وغیرہ کی کثرت سے کوئی شکارگاہ کے اندر بلا ہتھیار نہیں جا سکتا ہیں اب تذبذب میں پڑ گیا۔ شورہ صاحب نے کہا کہ اس مقبرہ پر ضرور چلنا چاہیئے۔ اور آج ہی۔ کیونکہ روز روز ایسے کا موں پر نہیں نکلا جا سکتا۔ چنانچہ ہاروں کے باغ میں ہم نے جمعدار اور چوکیدار کو ساتھ لیا۔ اور جنگل کے اندر چلے۔ میں سب سے آگے تھا میں نے آیۃ الکرسی پڑھ کر جنگل پر پھونکی۔ سب کے دلوں سے خوف دور ہوا اور تقریباً اڑھائی تین میل کے فاصلے پر بمقام ہنج گام پہاڑی کے دامن میں ہمیں ایک پرانے عالیشان مقبرے کے کھنڈرات دکھائی دئے۔ مقبرے کی اندرونی چاردیواری کے اندر مسلمانوں نے (جو آج سے یکصد سال پیشتر یہاں رہتے تھے اور جنہیں نکال کر مہاراجہ نے گاؤں کو جنگل کے ساتھ شامل کر لیا) مغربی دیوار کو توڑ کر محراب بنا ڈالی۔ اور قبر کو ملیامیٹ کر کے مسجد بنا ڈالی۔ مگر اللہ کی شان! قبر کے سر پر برمجی کا درخت پھر پیدا ہو گیا۔ قبر کو مٹانے والے اس گاؤں سے مٹائے گئے۔ قبر اور مقبرہ کے بارے میں کوئی ثبوت نہ مل سکا۔ سوائے اس امر کے یہ مقبرہ بھی شرقاً غرباً بنا ہوا ہے۔ شام کے قریب ہم واپس سرینگر چلے آئے۔ شام کی نماز کے بعد میں نے اس علیم الخبیر سے دعا کی۔ جو ظاہر و پوشیدہ کو دیکھنے والا ہے کہ مجھے حقیقت سے آگاہ فرما کہ ہم

آج کیا دیکھا اور کیا کچھ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ گنہگار کی دعا کو
جابت بخشی۔ اور آج رات کے دو اڑھائی بجے میں کشفی حالت میں
رہارون کے گاؤں میں پہنچا
ہارون میں اسی پہاڑی کے نیچے ٹھہرا جہاں کھنڈرات عظیم دیکھے
۔ دیکھا تو فضا نور علیٰ نور ہو رہی تھی اور سفید میٹھی۔ دلکش رنگینی
ردل طرف بالائی مقبروں سے نکل نکل کر پھیل رہی تھی۔ ایک
لیشان دربار لگا ہوا تھا۔ اتنے میں کسی نے آواز دی تو اور وہ آ پہنچا۔ کر
ای خوشبوئے جان فزا نے آج ہمیں مسرور کر رکھا ہے۔ اُمت محمدیہ
لام آرہا ہے۔ جاؤ اس کی پیشوائی کرو اور عزت سے اسے یہاں لاؤ
انے دیکھا کہ دس پندرہ بزرگ معزز ہستیاں پہاڑ سے اُتر کر میرے
ں آئیں۔ وہ بھی رکوع تک سلام کے لئے جھک گئے اور میں بھی۔ انہوں
مجھے گھیرے میں لے لیا اور ہم اوپر مقبرے تک چڑھے۔ ایک قدیم پرانی
ع کی عالیشان کرسی سے ایک نہایت بزرگ ہستی اُٹھ کر
ا بڑھی۔ میں نے اپنے دائیں بازو کو لمبا کیا۔ رکوع تک جھکا اور پرانے
ی طریقہ پر سلام عرض کیا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے جھکے
ہوئے سر کو اُٹھا لیا وعلیکم السلام جواب دیا۔ وہاں قریب ہی ایک
ی پر حضرت ہارون علیہ السلام بیٹھے تھے۔ انہوں نے خندہ پیشانی
میرے سلام کا جواب دیا۔ ان کے ذرا فاصلے پر ایک دو بزرگ چھوڑ کر
ت طحخطم علیہ السلام ایک کرسی پر بیٹھے تھے۔ وہ بہ نفسِ نفیس اٹھ کر
ز سے ملے اور مصافحہ فرمایا۔ دور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی کھنڈر
ی میں ایک کرسی پر بیٹھے نظر آئے۔ وہ حالتِ وجد و استغراق

میں معلوم ہوتے تھے کہ کسی طرف توجّہ نہ فرماتی۔ یہ حضرات صاحب
صدر کی کرسی کے بائیں طرف بیٹھے تھے۔ دائیں طرف بھی بہت سے
بزرگ تھے۔ جن میں سے صرف حضرت نوح علیہ السلام کو میں نے
پہچانا تھا۔ (مجھے یوں معلوم ہوا کہ یہ سب کشمیر کے بنی اسرائیلی
بزرگ تھے) انہیں میں نے سلام کیا۔ صاحب صدر نے مجھے اپنے پاس
ایک خالی کرسی پر بازو پکڑ کر بٹھایا۔ آپ نہایت کمزور اور نحیف
جسم کے تھے۔ سر کے بال اور ریش مبارک بالکل سفید تھی۔ ریش زیادہ
لمبی نہیں تھی اور گول تھی۔ عمر کم از کم سو سال کے قریب ہو گی۔ کمر قدرے
خمیدہ ہو چکی تھی مگر ہڈیاں طاقتور معلوم ہوتی تھیں۔ چہرے کا
رنگ پختہ گندمی ہو گیا تھا۔ بھویں گھنی اور سفید، آنکھیں اندر کو
دھنسی ہوئی۔ چہرہ گول چھوٹا۔ ناک درمیانہ لمبی۔ نتھنے چوڑے
گالوں کی ہڈیاں ابھری ہوئیں، جھریاں پڑی ہوئیں۔ ماتھے اور بائیں
گال پر دو تین زخموں کے نشان (جو جنگوں کی نشانی تھے) سر پر ایک
پگڑی تھا ٹوپی۔ اس پر بائیں طرف ایک بالوں کی کلغی۔ قد چھوٹا میانہ
جسم اکہرا۔ شاہی لباس زیب تن فرما رکھا تھا۔ چوغہ سیاہ جس
کے سامنے کا بارڈر اور گھیرے کا نچلا بارڈر ایک انچ چوڑا سفید جو
پر دو تین جگہ سوئی سے گلدار کام کیا ہوا تھا۔ کاندھوں پر یہ کام نظر
آیا۔ چوغہ ٹخنوں سے ذرا اونچا تھا۔ ہاتھوں کی انگلیاں کمزور۔ اور
جھریاں پڑی ہوئی۔ پگڑی کا حصہ سیاہ تھا اور ٹوپی کا سفید۔ پاؤں
میں گویا قدیم طرز کا جوتا تھا۔ یعنی چمڑا سا چڑھا ہوا معلوم ہوتا تھا
میں نے بیٹھتے ہوئے عرض کیا حضرت! میں آپ کو نہیں پہچانتا۔ ک

آپ کون ہیں؟

آپ:- حضرت! مہراز گل نے آپ کو ہمارے مقبرے کی نشاندہی کی تھی۔ ہم حضرت موسیٰ کے برادر ہارون ہیں جس کی قبر کی تلاش میں آپ آج نکلے تھے۔ حضرت موسیٰ کی تلاش میں ہم یہاں آئے تھے۔ انہوں نے موجودہ بانڈی پورہ (سابقہ بہت پورہ) میں وفات پائی۔ ان کے بعد ہم اس ملک کے حکمران تھے۔

میں:- آپ سے پہلے یہاں کون حکمران تھا؟

آپ:- ہم سے پہلے ملک کشمیر میں حکومت کا کوئی اصول یا طریقہ نہیں تھا نہ یہاں کچھ خاص آبادی تھی۔ چند وحشی اور جنگلی لوگ جنگلوں میں رہتے تھے۔ جو یا تو بھاگ گئے یا ہمارے مطیع ہو کر رہے۔ ہم ہی یہاں کے پہلے حکمران ہیں۔ اور وقت کے پیغمبر بھی۔

میں:- کیا آپ کا پایہ تخت سرینگر تھا؟

آپ:- نہیں اس وقت سرینگر کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ وہاں صرف جھیل ڈل تھا ٹھیں مار رہی تھی۔ آبادی قلیل اور بنی اسرائیل کی ہی تھی۔ ہارون اس وقت ہمارا پایہ تخت تھا کیونکہ یہ اونچائی پہ ہے۔

میں:- حضرت آپ کی قبر کہاں ہے؟

آپ:- ہماری قبر یہیں ہے جہاں اس وقت بیٹھے ہیں جہاں آپ آکر آج کھڑے ہوئے تھے اور تصویر کھینچی تھی۔ حضرت موسیٰ کی وصیت کے مطابق ہم نے اپنی قبر کے مغربی جانب ایک مسجد بنوانے کا حکم دیا تھا اور مشرقی جانب علماء و اولیاء کے بیٹھنے اور بات چیت کرنے کے لئے ایک دیوان خانہ بنوانے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ

دہ بنوائے گئے اور ہمارے بعد سینکڑوں سال تک اس معبد اور دیوان خانے میں خدا کا نام گونجتا رہا۔

میں:۔ لیکن آپ کے معبد میں تصویروں کی یہ سلیں کیسی ہیں۔ کیا آپ بتوں کی تصاویر بنانے کو پسند فرماتے تھے؟

آپ:۔ یہ سلیں اور تصویریں ہماری وفات کے بہت بعد شاید ڈیڑھ ہزار سال بعد رکھی گئیں۔ واقعہ اس طرح ہوا کہ بنی اسرائیل کے بہت سے لوگ بابل وغیرہ سے آئے۔ اور وہ اپنے ساتھ بہت سے توہمات کو لائے۔ انہوں نے بابلی شان و شوکت کو قائم رکھنے کے لئے ہمارے مقبرے پر بھی تصاویر کی سلیں لا رکھیں۔ اور رفتہ رفتہ ان لوگوں کے خیالی بت بنا کر ملحقہ معبد، دیوان خانے اور پھر ہمارے مقبرے میں رکھ دئے۔ خدا پرستوں کے ساتھ ان لوگوں کا بڑا جھگڑا ہوا۔ مگر یہ اکثریت میں اور طاقتور تھے اور انہوں نے ہمارے مقدس مقامات کو ناپاک کر ڈالا۔

میں:۔ حضرت! یہ آپ کے سرہانے تالاب، برآمدے اور کنواں کیسے بنے ہوئے ہیں؟

آپ:۔ یہ بھی انہی کم بخت بگڑے ہوئے اسرائیلیوں نے اپنے توہمات کے مطابق مابعد بنا ڈالے۔ ہمیں بھی خبر نہیں۔ یہ کیا شیطانی کارخانے تھے۔

میں:۔ حضرت! آپ کے مقبرے سے ان تصاویر کے علاوہ کچھ ٹکڑے پختہ مٹی کے ایسی عبارت سے کندہ ملے ہیں جو پڑھے نہیں جاتے۔ ایک سکہ بھی ایسا ملا ہے اور سنا ہے۔ معبد سے ایک کتاب بھی

ایسی ہی نکلی ہے کیا وہ کتاب آپ کی تعلیمات کی ہے۔

آپ:۔ ہم نے ابھی کہا۔ یہ لوگ بزرگوں کے بت بنانے کے بعد رفتہ رفتہ بت پرستی اور شرک میں مبتلا ہو گئے۔ وہ عبارتیں جو آپ نے دیکھی ہیں انہی بت پرستوں کی ہیں۔ جو کتاب نکلی ہے اس سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔ وہ مشرکوں کی ہے اور اس میں شرک کے عقائد ہیں جن سے ہم سخت بیزار اور متنفر ہیں۔ سکہ بھی ان ہی لوگوں کا ہے۔ آج سے کوئی اڑھائی ہزار سال پہلے ان لوگوں نے بدھ کے بت ہمارے مقدس مقبرے میں رکھ دئے جس سے ہمیں کمال رنج پہونچا اور ہم نے بد دعا دی۔ خدا تعالی کا قہر جوش میں آیا اور ایک ہی زلزلے سے یہ ملک تاخت و تاراج ہو گیا۔ اس پہاڑ کے شمال سے پتھر اور ملبہ لڑھک کر آیا۔ ان کے یہ شیطانی مندر سب تباہ ہو گئے اور ہمارا مقبرہ بھی اسی ملبے کے نیچے آ گیا ہماری زبان مصری تھی۔ عبارتیں کندہ والفلد کے عبرانیوں اور پراکرت کے اختلاط کی ایک نئی بولی سے تعلق رکھتی ہیں۔

میں:۔ حضرت! آخر اپنا تو نشان رکھنا تھا۔ وہ بھی نہ رکھا۔

آپ:۔ (مسکرا کر) پتھر اور مٹی کے نام نشان رکھنے سے کیا فائدہ! دنیا میں نشان وہی ہے جس کا نام نیکی کی وجہ سے رہ جائے۔ اللہ تعالی جس کا نام چاہتا ہے زندہ رکھتا ہے۔ جس کا چاہتا ہے مٹا دیتا ہے۔ بندے کو اس کی رضا کے سوا اور کچھ نہ چاہئے وہ اگر نا خوش ہے تو نام آوری سے کیا حاصل۔ اور خدا نے ہمارا نام دنیا میں ایسا روشن رکھا ہے کہ اینٹ پتھروں کے نشان کی ضرورت نہیں

میں:۔ تو پھر جو کچھ میں نے آج تک خیال کیا درست نکلا۔

آپ:۔ جب خدا کا بندہ خدا کے لئے اس کے حکم کے مطابق سوچتا ہے تو خدا ہی اس کا دل و دماغ ہو جاتا ہے۔ اور اسے سوچنا خدا کی جانب سے بخشا جاتا ہے اور وہ سوچنا خدا کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔

میں:۔ جب پہلے اسرائیلی مٹ گئے تو پھر یہ لوگ کہاں سے آ گئے؟ اور کیا یہ لوگ بہتر تھے؟

آپ:۔ موجودہ کشمیری کی اکثریت ان اسرائیلیوں کی اولاد ہیں جو مابعد بابل وغیرہ سے آئے۔ مگر یہ بھی توہم پرستی اور شرک میں جلدی مبتلا ہو گئے۔ حضرت مصطفٰے اور حضرت عیسٰی کے بعد انہیں سنبھالنے اور سمجھانے والا کوئی نہ رہا۔

میں:۔ حضرت! پنج گام میں جنگل کے اندر کن کا منہدم مقبرہ ہے؟

آپ:۔ اُن کا نام "پائیسان" ہے وہ آج سے دو ہزار دو صد سال قبل گذرے ہیں اور اس وقت "نے ہور" کے پاس بیٹھے ہیں۔ اپنے وقت کے ملہم اور خدا کے بندے تھے (میں نے حضرت پائیسان علیہ السلام کو حضرت "نے ہور" کے قریب ایک کرسی پہ بیٹھے دیکھا)

میں:۔ حضرت! کیا توریت عبرانی زبان میں اُتری تھی؟

آپ:۔ نہیں مصری زبان میں۔ عبرانی زبان ۔ ہماری نسلوں کی بعد کی زبان ہے۔

میں:۔ آپ پہ کوئی کتاب نہیں اُتری؟ آپ بھی تو پیغمبر تھے۔

آپ:۔ نہیں فرق توریت میرے بڑے برادر موسٰے پہ اُتری۔ البتہ

میں وحی ہوتی تھی۔

س:۔ وحی کس زبان میں ہوتی تھی؟

ج:۔ مصری زبان میں (اس پر حضرت طمطخ علیہ السلام، حضرت سہراکل علیہ السلام اور اور کئی پیغمبروں نے استدعا کی کہ انہیں اگر اپنی کوئی وحی یاد ہو تو سنائیں۔ میں نے بھی التجا کی) حضرت ہارون علیہ السلام نے ہمسارہ کا عرض قبول کرلی اور کھڑے ہوکر نہایت ادب کے ساتھ مصری زبان میں ایسے دلکش اور شیریں چند ایک مصرعے پڑھے کہ سامعین جھوم اٹھے اور مجھے بھی لذت بے نہایت محسوس ہوئی۔ لیکن ایک حرف بھی سمجھ میں نہیں آیا۔ پھر میں نے عرض کی کہ اس کا ترجمہ سنائیں

آپ نے ترجمہ سنایا:۔

"تمام حمد و ستائش کے قابل وہی ایک ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں سمیت سب مخلوقات کو پیدا کیا۔ جو مارنے اور جلانے والا ہے اور جس کے ہاتھ میں عزتیں اور ذلتیں ہیں"

پھر آپ نے ایک کتاب اور میرے ہاتھ میں دے کر فرمایا:۔

"یہ اصل توریت ہے اور ہم تحفتاً آپ کو دیتے ہیں"

اس پر حضرت طمطخ علیہ السلام نے فرمایا:۔

"حضرت! عزیز کے پاس قرآن ہے۔ اس کے سینے پر قرآن لکھا ہے قرآن ام الکتب ہے۔ جس کے پاس قرآن ہو اسے توریت یا کسی اور کتاب کی کیا ضرورت ہے؟ یہ سن کر حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا ہم نے آج تک قرآن نہیں سنا۔ ہمارا مقبرہ ملبے کے نیچے دبا ہوا تھا کسی کو ہماری کیا خبر تھی۔ عزیز مجھے قرآن میں سے کچھ سنا دو۔

خدا کی جانب سے میرے ہاتھ میں قرآن مجید کی ایک حمائل شریف آگئی۔ حضرت ہارون نے میرے ہاتھ میں جو توریت مصری زبان میں دی اس کے صرف چند اوراق تھے۔ قرآن اس کے مقابلے میں ایک اچھی خاصی کتاب تھی۔ میں حمائل کو اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ کر کھڑا ہوا اور با آواز بلند کہا :۔

"قرآن وہ کتاب ہے کہ پہاڑوں نے اس کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا۔ بتلاؤ اے پہاڑو کیا یہ درست ہے؟

حاضرین نے دیکھا کہ شمال کے پہاڑ لرزے۔ سہم کر ہٹے اور ذرے ذرے نے پکارا "نہیں! نہیں! ہم نہیں اٹھا سکتے" پھر میں نے سامنے جھیل ڈل کے پانیوں کی طرف قرآن بلند کر کے کہا "بتلاؤ اے پانیو! کیا تم قرآن اٹھا سکتے ہو؟" جھیل کی لہریں تنڈ بیں جوش میں آئیں اور لہر لہر سے آواز آئی "نہیں! پانی کے سمندروں میں یہ طاقت نہیں کہ قرآن اٹھا سکیں۔

پھر میں نے ہوا میں قرآن بلند کیا اور کہا:۔

"ہوا! تو شہادت دے! کیا تو قرآن اٹھا سکتی ہے؟

حاضرین نے دیکھا کہ ہوا کی لہریں لرزیں۔ خلا پیدا ہوا۔ اور ہوا کے ذروں میں سے آواز آئی "ہم قرآن نہیں اٹھا سکتے" پھر میں نے اپنے دل کی طرف اشارہ کیا۔ انسان کے دل نے اس قرآن کو اٹھایا اور خدا کے حکم سے سارا قرآن معہ انوار کے میرے دل پر حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا۔ اور اب میں آپ کے ارشاد کی تعمیل میں قرآن کی ایک سورت "سورۂ مزمل" سناتا ہوں۔

اس کی تلاوت کے ساتھ ساتھ ہی اس کے انوار بھی میرے دل سے ظاہر ہوں گے۔ ذرا سنبھل کر بیٹھیں کہ وہ کلامِ خداوندی سنایا جا رہا ہے۔ جو سرتاج الانبیاء پر اُترا"۔ پس میں نے سورۂ مزمّل کی تلاوت شروع کی۔ اور جس جس طرح میں آیات کو پڑھتا گیا۔ میرے دل میں سے ان الفاظ کے انوار نکل کر فضاء میں تیزی و تندی سے پھیلنے لگے۔ جب میں نے سورۂ مزمل ختم کی تو حضرت ہارون علیہ السلام کو ساکت و خاموش پایا۔ کئی پیغمبر اور بزرگ عالم وجد و اضطرار میں آ گئے۔ اور کئی ایک بے حس و حرکت بیہوش پڑے تھے۔ کئی ایک نے انوار کی تاب نہ لا کر اپنی آنکھوں کو ہاتھوں سے بند کر لیا تھا کہ حدت و تابش انوار محمدی نہ سہہ سکتے تھے۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی تو باآواز بلند کہا۔ "یہ سورت سرورِ دو عالم شہنشاہِ کون و مکاں کی شان میں تھی۔ سب درود شریف میرے ساتھ پڑھیں تاکہ اس کی برکت سے ہوش میں آئیں۔ چنانچہ میں نے پہلے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اور پھر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بَارِکْ وَسَلِّمْ آہستہ آہستہ پڑھنا شروع کیا۔ حاضرین مجلس میرے ساتھ ساتھ دہرانے گئے اور رفتہ رفتہ ہوش میں آئے۔ حضرت ہارون جھوم رہے تھے۔ اور ہوش میں بھی لذت لے رہے تھے۔ پھر حضرت خلیل علیہ السلام نے کہا "صرف اتنا ہی نہیں۔ عزیز نے وہ کچھ دیکھا اور پایا ہے کہ ہم لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس نے نہ صرف تجلّی موسےٰ کو دیکھا۔ جو کوہِ طور پر انہیں نصیب ہوئی بلکہ اپنے مرشدِ پاک اور حضرت محمد رسول اللہ کے ساتھ اپنی زندگی میں حضرت احدیت

کے حضور میں پہنچا گ

حضرت ہارون نے یہ سن کر فرمایا "حیرت! حیرت! آؤ ہم سب عزیز سے گلے ملیں تاکہ قیامت والے دن یہ ملنا ہمیں فائدہ دے"

میں:- حضرت! یہ کیا فرماتے ہیں؟ میں عاجز و گناہگار! یہ تو میری خوش نصیبی ہے کہ آپ مجھ روسیاہ کو اپنے جسد مبارک کے ساتھ لگائیں۔ اور آپ تو سب کے سب پیغمبرانِ عالی تبار اور طہمانِ عالی وقار بخشے ہوئے، پہلے ہی جنت کے وارث ہیں۔

آپ:- اپنے بارہ میں ایسا نہ کہو۔ جس سینے میں خدا کے حکم سے قرآن لکھا گیا ہو وہ معمولی جگہ نہیں ہے اور اس کی عظمت شان کا اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت نہیں۔ ہم جنت کے بیشک وارث ہیں لیکن شاید تمہارے سینے کے ساتھ ملنے سے۔ ہم قیامت کے دن زیادہ دعوے کر سکیں اور زیادہ بلند مقام جنت میں پا سکیں۔

پس سب اٹھے اور باری باری احقر سے بغل گیر ہوئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے آخر میں میرے سر کو اپنے سینے سے لگایا اور محبت سے سر کو بوسہ دیا۔ اور مجھے رخصت کیا۔ نیچے سڑک تک چھوڑنے چند بزرگ بدستور میرے ساتھ آئے۔

نوٹ:- چونکہ یہ کشف بہت لمبا ہے جیسا کہ ظاہر ہے اس کے علاوہ کل دن کی دربدری اور جنگلوں پہاڑوں پہ پھرنے کی وجہ سے میرے اعضاء میں دردیں ہو رہی تھیں اس لئے اچھی طرح سو نہ سکا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فقرات و عبارتیں لفظ بہ لفظ اپنی ترتیب سے یاد نہ رہے۔ اگرچہ مطالب و مفہوم وہی ہیں جو میں نے لکھ دیئے لیکن اپنی اس کمزوری اور نااہلیت کے لئے میں اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں کہ وہ غفور رحیم ہے

حضرت مسیحؑ کا روضہ عصا اور گاؤں

(ایک مکاشفہ)

سرینگر ۲۲/۲۵ ستمبر ۱۹۵۲ء شب درمیان جمعرات جمعہ۔ آج شام کے وقت شیخ حمزہ حضرت شاہ مخدوم رحؒ کے آستانۂ مبارک پر گیا تھا۔ وہاں سے واپسی پر محلہ خانیار سے جب گذرا تو خانقاہ حضرت دستگیر کے پاس ایک نہایت ہی پرانے مقبرہ پر گیا۔ کہتے ہیں یہ حضرت یوز آصف پیغمبر علیہ السلام کا روضہ ہے۔ یہ تو واضح ہے کہ مسلمان کسی شخص کو بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی یا پیغمبر تسلیم کرنے کہنے یا پکارنے کو تیار نہیں۔ لامحالہ یہ روضہ کسی ایسی ہستی کا ہے جو حضرت خاتم المرسلینؐ سے پہلے ہوئی اور پیغمبر تھی۔ اسی لئے مسلمان اسے آج تک پیغمبر کہتے آرہے ہیں۔ یہاں کے متولی کے پاس آج سے دو سالہ قبل پرانی مغل بادشاہوں کی عطا کردہ ایک سند ہے جس میں صاحب روضہ کا نام حضرت یوز آصف پیغمبر علیہ السلام درج ہے۔ پر شاہی مہر کے علاوہ اسوقت کے ججان ہائیکورٹ کے بھی دستخط ہیں۔ روضہ کے بارے میں حضرت مجدد اعظم نے فرمایا تھا کہ:۔

"یہ روضہ حضرت یسوع (یعنی حضرت عیسیٰ) علیہ السلام کا ہے"۔ نے سنا ہے کہ خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لاء نے بھی اپنی انگریزی کتاب JESUS IN HEAVEN ON EARTH میں شہادتوں۔

ثابت کیا کہ یہ مقبرہ حضرت عیسٰی کا ہے۔ اگرچہ میں نے تاحال وہ کتاب نہیں دیکھی ہے۔ اس اثناء میں چند یوم ہوئے مجھے خواجہ عبد العزیز صاحب شورہ عزیز کاشمیری نے اپنا ایک انگریزی مضمون دکھلایا جس میں انہوں نے انجیل کے چند حوالوں سے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ کشمیر میں پہلگام کا گاؤں دو کشمیری لفظوں سے مرکب ہے۔ یعنی پہل اور گام۔ پہل کے معنی ہیں "گڈریے" کا اور گام کے معنی ہیں "گاؤں" یعنی "گڈریے کا گاؤں" ہو نہ ہو یہاں کوئی مشہور گڈریا کسی زمانے میں رہا ہو اور اسی کی وجہ سے اس جگہ کا نام "گڈریے کا گاؤں" پڑ گیا ورنہ دنیا میں ہزاروں مقامات پہ گڈریے رہتے ہیں مگر کسی کا نام گڈریا کا گاؤں نہیں پڑا۔ انجیلوں سے واضح ہے کہ حضرت عیسٰی اپنے آپ کو گڈریا کہتے تھے۔ ممکن ہے وہ پہلگام کشمیر میں آئے اور رہے ہوں، اور انہی کی وجہ سے اس جگہ کا نام پہلگام یا گڈریے کا گاؤں پڑ گیا۔ یہ شورہ صاحب کا قیاس اور خیال تھا جس کی تائید وہ اناجیل سے کرنا چاہتے تھے۔ مگر میں نے شورہ صاحب سے اتفاق نہیں کیا اور کئی پہلوؤں سے ان کے خیال اور مضمون کی تردید کی

بہر حال میں نے روضہ پر فاتحہ پڑھا اور خدا سے دعا کی یا باری تعالٰی تو مجھے صاحب روضہ کے بارہ میں اخبار صحیحہ عطا فرما۔

آج رات پچھلے پہر خواب میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کو دیکھا کہ ایسا پرانا کوٹ اور تنگ پاجامہ پہن رکھا ہے جس میں روئی بھری ہوئی ہے اور کوئی نہایت ہی پرانی وضع قطع کا لباس ہے جس کا نشان آج کل نہیں ملتا، سر اور پاؤں ننگے ہیں، قد میانہ ہے، رنگ

پختہ ہو چکا ہے، ماتھے اور چہرے پر کچھ زخموں کے نشان ہیں جو مندمل ہو چکے ہیں۔ مگر چہرے پر بڑھاپے کی جھریاں نہیں ہیں۔ آنکھیں کچھ کچھ اندر کو دھنسی ہوئی ہیں۔ چہرے پر غم کے آثار ہیں۔ داڑھی کوتاہ اور سفید و سیاہ بال ملے جلے ہیں۔ یہ خواب کی حالت تھی۔ جب میں نے انہیں دیکھا تو خواب میں ہی خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ میں حضرت عیسیٰؑ کو خواب میں نہیں دیکھنا چاہتا، بلکہ ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ تو میری مدد فرما۔

معاً میں نے اپنے آپ کو کشفی طور پر حالتِ بیداری میں پایا چاندنی کی ہر طرف روشنی تھی اور میں کشفی حالت میں محلہ خانیار پہنچا، وہاں حضرت یوس آسف کے مقبرہ پر گیا۔ اور ندا دی۔ "اے صاحبِ روضہ! بندہ عزیز تیری سیڑھیوں پر کھڑا السلام عرض کرتا ہے۔ اور خدا کے حکم سے تیری ملاقات کا متمنی ہے" پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے خدا مجھے صاحبِ روضہ کے بارہ میں علم بخش۔ تب آوازِ حق آئی کہ "یہ حضرت عیسیٰؑ کی تربت ہے" اتنے میں وہی شخص کہ جنہیں میں نے خواب میں دیکھا اور جن کا حلیہ اوپر درج ہو چکا ہے، روضہ سے باہر نکلے۔ میں نے جھک کر ادب سے السلام علیکم کہا۔ انہوں نے وعلیکم السلام کہہ کر جواب دیتے ہوئے فرمایا "میں صاحبِ روضہ ہوں۔ میں وہ ہوں جسے تم مسلمان عیسیٰؑ پیغمبر کہتے ہو اور یہاں کے لوگ پیغمبر یوس آصف کہتے ہیں۔" پھر وہ روضہ کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئے۔ میں ان کے سامنے زمین پر کھڑا رہا اور عرض کیا:۔

میں؛۔ اور آپ کے پیرو آپ کو یسوع مسیح کہتے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ :۔ میری اُمت کا نام نہ لو، میں اُن سے سخت بیزار ہوں، یہ مردود لوگ ہیں، ہیں اُنہیں اپنے پیرو یا اُمت تسلیم نہیں کرتا۔

میں :۔ اگر یہ لوگ آپ کی اُمت نہیں تو قیامت کے دن کہاں جائیں گے کس پیغمبر کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔ آخر یہ آپؑ کا نام لیتے ہیں۔ آپ کی اُمت نہیں تو کیا ہیں۔؟

حضرت عیسیٰؑ :۔ میں مسلمان تھا، میرا مذہب اسلام تھا حضرت محمد مصطفےٰ خاتم النبیین تک، میرے پیرو مسلمان تھے، اُن کا فرض تھا کہ میری پیشین گوئی اور حکم کے مطابق حضرت محمدؐ رسول اللہ کی نبوت پہ ایمان لاتے اور نئی کتاب قرآن مجید پہ عمل کرتے۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ صریحاً نافرمانی کی، میرے حکم کی تعمیل نہ کی۔ راندۂ درگاہ ہوئے پس وہ مجھ سے کٹ گئے۔ پھر میری اُمت کس طرح ہے؟ میرے بعد اور حضرت محمدؐ رسول اللہ تک جو عیسائی تھے، وہ بے شک میرے پیرو تھے۔ مگر محمدؐ رسول اللہ کی نبوت کے بعد اُن پر ایمان نہ لانے والے میری اُمت نہیں ہیں۔ اُنہوں نے انکار سے کفر کیا اور کافروں میں شامل ہو گئے۔ قیامت والے دن جو کافروں کا حشر ہو گا وہی ان عیسائیوں کا ہو گا جو حضرت محمدؐ رسول اللہ کے بعد حضرت محمدؐ رسول اللہ کی نبوت پہ ایمان نہ لائے اور قرآن پہ نہ چلے۔

میں :۔ میں نے جو پہلے آپ کی شکل و صورت دیکھی تھی وہ موجودہ شکل و صورت سے کچھ مختلف تھی۔ اس کی کیا وجہ ہے۔؟

حضرت عیسیٰؑ :۔ تم درست کہتے ہو، وہ شکل و صورت میری اُس وقت کی تھی، جب میں ملکِ عرب میں تھا۔ مگر جب مجھے صلیب پہ لٹکایا گیا تو

کچھ زخم آئے۔ خدا کے فضل سے صلیب کی موت سے بچ نکلا۔
علاج کرنے سے زخم درست ہوئے۔ پھر بنی اسرائیل کے باقی قبیلو
کی تلاش میں یہاں (کشمیر) چلا آیا۔ ان حالات، سفر کی صعوبت
اور عمر رسیدگی کی وجہ سے خدوخال میں کچھ فرق پڑ گیا ہو
میں:۔ مگر آپ کا لباس بھی اُس لباس سے کہیں زیادہ ردّی اور بو
ہے جو میں نے پہلے دیکھا تھا۔ (آپ کے کوٹ اور پاجامہ میں
پیوند لگے تھے اور چیتھڑے اکھڑ رہے تھے)
حضرت عیسیٰؑ:۔ وہ لباس جو تم نے پہلے دیکھا۔ عرب کے اُس وقت کے را
کا تھا۔ جب میں عرب میں تھا۔ یہاں آ کر میں نے باضابطہ بھیڑ بکر
کی گلہ بانی شروع کی اور گڈریا کا پیشہ اختیار کیا۔ یہ آج
دو ہزار سال پہلے گڈریوں کا لباس ہے۔ پھر میں درویش بھی
درویشی میں اور عالموں کی زندگی اور لباس میں فرق ہوتا
یہاں کشمیر میں اُس وقت ہر طرف جنگل ہی جنگل ہوتے تھے۔ آ
بہت کم تھی۔ جنگلوں کی وجہ سے سردی اور برف باری بہ
ہوتی تھی، اسی لئے کپڑوں میں روئی بھروا کر پہنتے تھے (پھر میں
حضور کے کشفِ مشاہدہ سے دو ہزار سال پہلے کا کشمیر دیکھا سا
ملک کا نقشہ میری آنکھوں کے آگے پھر گیا۔ جنگلات سے تم
ملک کو پٹا پایا۔ آبادی بہت کم اور تھوڑی تھوڑی نظر آ
میں گرمیوں میں زیادہ تر انت ناگ سے اُوپر ایک جنگل میں بھ
بکریوں کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ میری وجہ سے آ
جگہ کو پہلگام کہنے لگے۔ کیونکہ اکثر لوگ مجھے گڈریا درد

کو ملنے وہاں آیا کرتے تھے۔ میرا گلہ بانی کا عصا آج بھی موجود ہے۔ اور عیش مقام میں پڑا ہے۔ تم اسے جا کر دیکھ سکتے ہو۔

میں:۔ پھر آپ نے عیسائیت کی تبلیغ یہاں نہیں کی۔

حضرت عیسیٰ:۔ میں نے کہا میں مسلمان تھا، کوئی نیا مذہب لے کر نہیں آیا تھا جس کی اشاعت کرتا۔ حضرت موسیٰ کا مذہب اور کتاب اسرائیلیوں کے پاس موجود تھی۔ مگر وہ کفر والحاد میں پڑ گئے تھے۔ میرا کام صرف سمجھانا تھا۔ مگر ملک عرب میں جو واقعات مجھ پر گذرے اُن سے دل برداشتہ ہو گیا۔ پس تبلیغ کی بجائے لوگوں کو برکات اور فیوض پہنچاتا رہا۔ پھر مسکرا کر فرمایا۔

"آخر ایک دن ان اسرائیلیوں کو مسلمان ہونا ہی تھا اور وہ ہو گئے۔"

بیج بہاڑہ میں اسرائیلی قبریں

معززین شہریوں کی چشم دید شہادت

۱۹ مارچ ۱۹۷۱ء بروز جمعہ بمقام بیج بہاڑہ تحصیل اننت ناگ

(۱) خواجہ غلام مصطفیٰ ٹاک ولد خواجہ عبد ٹاک چیرمین ٹاؤن ایریا کمیٹی بیج بہاڑہ عمر ۔۔ سال۔

۲۔ سید یوسف شاہ ولد سید گل شاہ پیرزادہ۔ ساکن قصبہ بیج بہاڑہ عمر ۔۔ سال۔

۳۔ سید غلام حسن شاہ تخوی ولد سید غلام مصطفیٰ شاہ پیرزادہ۔ ساکن قصبہ بیج بہاڑہ۔ عمر ۔۔ سال۔

۴۔ محمد یعقوب ولد خواجہ عزیز خان ڈسٹرکٹ اڈوائزر ضلع اننت ناگ ساکن اننت ناگ۔ عمر ۔۔۔ سال۔

۵۔ جلال الدین ولد رحمان شیخ چوکیدار (زیارت) بیج بہاڑہ عمر ۔۔ سال۔

۶۔ رمضان مشکی ولد نبیر مشکی چپڑاسی تحصیل اننت ناگ عمر ۔۔ سال

حلفیہ بیان کیا کہ آج بتاریخ ۱۹ مارچ ۱۹۷۱ء بروز جمعہ بوقت تین بجے بعد دوپہر ڈاکٹر عزیز احمد صاحب قریشی ایم۔ اے۔ پی ایچ۔ ڈی کے، سی، ایس، تحصیلدار و مجسٹریٹ درجہ اول نے بیج بہاڑہ کی جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے کے بعد ہم سے دریافت کیا کہ اقصبہ بیج بہاڑہ

یہیں کوئی نہایت ہی پرانی قبریں بنی اسرائیل کی ہیں یا نہیں؟

شاہد نے بتایا کہ میں نے بزرگوں سے سنا ہے آج سے دو ہزار سال پرانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت کی کچھ قبریں کریوہ (ٹیلہ پہاڑی) بنام مُحَلِّخ پر موجود ہیں۔ چنانچہ تحصیلدار صاحب کے ہمراہ ہم سب ٹیلہ مذکورہ کی طرف گئے جو موجودہ قصبہ بیج بہاڑہ سے قریباً آدھ میل شمال کی جانب ہے۔ کریوہ (ٹیلہ) مذکورہ پر بہت پرانا قبرستان ہے جس کے وسط میں ایک نہایت ہی پرانی چاردیواری شاید ۲۰ × ۲۰ مربع چھ سات فٹ اونچی ہے اس کے اندر ایک مختصر سا مقبرہ ہے جس میں حضرت مُحَلِّخ کی قبر ہے۔ یہ قبر عام مسلمانوں کی قبروں کی طرح شمالاً جنوباً بنی ہوئی ہے۔

شاہد نے بتایا۔ کہ اصلی قبر نیچے ہے۔ جو شرقاً غرباً تھی۔ باشندگان اس جگہ کو مسلمان سمجھنے لگے اور انہوں نے اس کی قبر کا رخ بدل ڈالا اور شمالاً جنوباً بنا دیا۔ یہ واقعہ آج سے کچھ سال پہلے کا ہے۔

تحصیلدار صاحب کو اس سے تسلی نہ ہوئی۔ مقبرہ کے باہر نکلتے ہی فوراً ہماری نظر میں چاروں طرف قبروں پر پڑیں۔ جو اگرچہ زمین سے بلند بالا تو زیادہ نہیں تھیں مگر بالکل واضح طور پر نظر آتا تھا کہ ان کا رخ شرقاً غرباً ہے۔ ہم سب کے سب ان لاتعداد قبروں کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کیونکہ مسلمانوں کی قبروں کا رخ شمالاً جنوباً ہوتا ہے۔ اور یہ قدیم ترین قبریں مسلمانوں کی نہیں تھیں۔ بلکہ اہل کتاب (توریت) بنی اسرائیل کی تھیں رہا ہماری خوش قسمتی سے نیچے میں کسی جگہ کوئی قبر شمالاً جنوباً بھی تھی۔ جس سے پتہ

بتاتا تھا۔ کہ یہ مابعد کسی مسلمان کی قبر ہے۔ موقع پر شاہدان ع۱، ع۲
ع۳ نے بتایا کہ حضرت طحطح شاہ کی قبر ۱۹۰۰ صد سال پرانی ہے اور
حضرت عیسیٰ کے وقت کی ہے۔ جیسا کہ انہوں نے بزرگوں سے سنا ہے۔ جبکہ
انہوں نے بالاتفاق بیان کیا کہ آج بھی جب کہ قصبہ کے لوگوں پر کوئی
مصیبت عظیم نازل ہوتی ہے یا ژالہ باری یا خشک سالی یا کوئی اور آفت
آتی ہے تو حضرت طحطح شاہ کے مزار کے پاؤں کی طرف (آج کل گویا منہ کیطرف
کیونکہ قبر کا رخ بدل گیا ہے) کھڑے ہو کر نفل پڑھتے ہیں اور دعا مانگتے ہیں۔ اور
دعا ہمیشہ مستجاب ہوتی ہے۔ ان شرقاً غرباً قبروں پر سوسن کے پھول
قدیم الایام سے قدرتی طور پر خود بخود اُگتے ہیں۔ اور قبروں کے
... بھی واضح کرتے ہیں۔ جملہ شاہدوں نے یہ بھی بیان کیا کہ اس قبرستان
کے جنوب کی طرف جو وسیع زمین کے ٹکڑے پڑے ہیں وہاں کسی
زمانے میں شہر بیج بہاڑہ ہوتا تھا۔ اسی لیے اس زمین کو پٹین یعنی
شہر کے مکان پر زمین کہتے ہیں۔ اس کریوہ طحطح شاہ اور موجودہ قبرستان
کے درمیان میں قصبے سے تقریباً دو تین جریب کے فاصلے پر سامنے ہیں
ایک قبر کا بہت بڑا پتھر دیکھا۔ جو شرقاً غرباً پڑا ہوا تھا۔
شاہد ع۳ نے بتایا کہ کئی مرتبہ اس پتھر کو ہٹانے کی کوشش کی گئی
مگر جونہی اس پتھر کو کوئی چھیڑتا ہے تو کوئی نہ کوئی آفت اس پر یا
اس کے کنبہ پر آتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی کسی پرانے اسرائیلی
بزرگ کی قبر ہے۔ جیسا کہ حضرت طحطح کی قبر ہے۔ اور طحطح کا نام ہی
ظاہر کرتا ہے کہ یہ کوئی اسرائیلی نام ہے۔ عربی، فارسی یا ہندی نام
نہیں۔ شاہد ع۳ نے یہ بھی بتایا کہ انہوں نے اپنے والد سے سنا ہے

کہ آج سے ساٹھ ستر سال پیشتر ایک عالم فاضل شیخ سید بابا گنجو نامی بجبہاڑہ
میں رہتا تھا۔ اس کے پاس پرانے زمانے کی توریت کا ایک نسخہ تھا
جسے کوئی بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اسے وہ نسخہ بڑا عزیز تھا مگر وہ
چرس پیتا تھا۔ ایک مرتبہ اُسے چرس نہ ملی تو ایک پاؤ چرس کے عوض
میں اس نے وہ نایاب نسخہ ایک پانجی کو دے دیا۔ جب واپس آئے تو
جامع مسجد کے نیچے قبرستان میں ایک بہت لمبا پتھر کا تعویذ دیکھا
جس پر کسی پرانی زبان میں کوئی حروف کندہ تھے۔ اگرچہ یہ مسلمان کی قبر
تھی مگر پتھر کا تعویذ حضرت ظفیح شاہ کے قبرستان سے لایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ یہی
حضرت نصیب الدین غازی کے مقبرہ کے ملحق مسجد میں لگے ہوئے ایسے پتھر دکھلائے گئے جن
پر کسی قدیم زبان کے حروف کندہ تھے اور پڑھے نہیں جاتے تھے۔ بہرحال یہ امر پایہ ثبوت تک
پہنچ گیا اور ہم سب تصدیق کرتے ہیں کہ قبرستان حضرت ظفیح شاہ میں جتنی قبریں ہیں تقریباً
عرباً بنی ہوئی ہیں وہ سب کی سب اہل توریت یعنی بنی اسرائیل لوگوں کی ہیں۔ جو
ہمارے آباؤ اجداد تھے اور باہر کے ممالک سے یہاں آئے تھے۔

غلام حسن نجوی ولد غلام مصطفےٰ
ساکن قصبہ بجبہاڑہ بقلم خود
محمد یعقوب خان ڈسٹرکٹ انسپکٹر
ٹاؤن ایریا اننت ناگ بقلم خود
غلام مصطفےٰ اٹاک ولد غنی جو اٹاک
چیئرمین ٹاؤن ایریا کمیٹی بجبہاڑہ

جلال الدین شیخ چوکیدار نمبردار پالزن
اننت ناگ
پیر یوسف شاہ ولد محمد شاہ
ساکن قصبہ بجبہاڑہ۔ بقلم خود
انگوٹھا رمضان ماگنی
چپراسی تحصیل اننت ناگ

READ OVER AND CERTIFIED
Sd/- AZIZ AHMAD
MAGISTRATE Ist CLASS ANANTNAG TEHSIL
19-3-2011

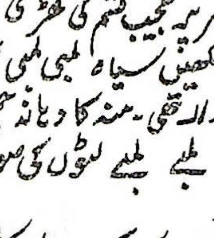
حضرت خضر علیہ السلام کشمیر میں

{ایک روحانی مکاشفہ}

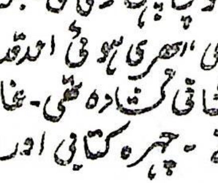
(بمقام اننت ناگ)

آج مورخہ ۱۹ / ۲۰ ہاڑ ۲۰۱۱ سمت بمطابق ۲، ۳ جولائی ۱۹۵۴ء شب درمیانی جمعہ و ہفتہ رات کے تقریباً اڑھائی بجے کشفی حالت میں اننت ناگ سے ٹیلہ شاہ بج بہاڑہ پہنچا۔ رات اندھیری تھی۔ تارے نکلے ہوئے تھے۔ جب ٹیلہ پر چڑھا۔ تو حضرت کے مقبرہ کے باہر ایک نہایت نہایت وجیہہ الصورت پُرہیبت و جلال بزرگ باہر نکلے۔ جن کے انوار سے فضا میں روشنی پھیلی۔ ان کے چہرے پر نہایت ہی لمبی (چھاتی تک) گھنی داڑھی تھی۔ بڑی بڑی گھنی مونچھیں تھیں اور سر پر عجیب قسم کی کھڑی گول تاج نما ٹوپی پہن رکھی تھی۔ بھویں گھنی اور آنکھیں سیاہ لمبی لمبی تھیں۔ ناک لمبی ابھری ہوئی اور قدرے کمان دار تھی۔ منہ کا دہانہ چھوٹا اور پیشانی کشادہ تھی۔ غالباً سر کے بال لمبے لمبے لٹوں کی صورت میں تھے۔ چہرہ کتابی اور رنگ گندمی تھا۔

ریش مبارک کچھ اس طرز کی تھی:-



ٹوپی اس طرز کی تھی:-



عمر تقریباً اسی سال تھی۔ داڑھی کے بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی۔ اور باقاعدہ تیل لگا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ جسم سیدھا، لمبا، مضبوط اور تن و توش والا معلوم ہوتا تھا ان کے جلالی ہیبت سے مجھ پر رعب طاری ہوا اور میں نے مودبانہ جھک کر انہیں سلام عرض کیا۔ انہوں نے وعلیکم السلام جواب دیا اور فرمایا۔

"آج دن آپ کے ہمارے مقبرے پر آنے سے ہم خوش ہوئے لیکن افسوس کہ آپ نے دعا فاتحہ تک ہماری تربت پر نہ پڑھا۔"

میں نے عرض کیا۔ "حضور مقبرہ بالکل ٹوٹا پھوٹا بوسیدہ حالت میں، قبر معمولی سی کچی اور مسلمانوں کی قبروں کی طرح تعویذ اوپر سے بنا ہوا تھا۔ میں نے سمجھا یونہی کسی مسلمان بزرگ کی قبر ہے، پس میں نے سارے قبرستان پر ایک فاتحہ پڑھ دیا"

آپ نے۔ "ہمارا نام تحطیح مشہور ہے۔ ہم قوم بنی اسرائیل کے پیغمبر ہیں۔ آج سے دو ہزار سال قبل ہم اس قوم میں مبعوث ہوئے تھے اور اسرائیلیوں کے آخری جتھے کو لیکر کشمیر میں وارد ہوئے تھے۔ اس وقت یہ ہمارا محلہ اچھا خاصا قصبہ تھا۔ سرینگر ایک معمولی قصبہ تھا۔ ہمارے ساتھی یہیں فروکش رہ گئے، جب ہمارے آخری دن آئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کشمیر میں فلسطین سے تشریف لائے۔ وہ سرینگر میں ٹھہرے۔ اکثر ہم سے ملنے کیلئے یہاں محلہ آیا کرتے تھے۔ اور یہاں بھی وعظ و تلقین فرماتے تھے۔ آج سے انیس سو سال پہلے ہماری وفات پر ہماری جگہ بھی انہوں نے ہی سنبھالی اور ہمیں غسل دیکر اور کفن پہنا کر انہوں نے ہی دفنایا۔ ہم شریعت موسوی کے پیغمبر تھے۔ اور نئی شریعت کوئی نہیں لائے تھے۔ ہماری قبر بھی دیگر اسرائیلیوں کی طرح مشرق سے مغرب کی طرف ہے (یعنی سر مشرق کو اور پاؤں مغرب کو، منہ آسمان کی طرف تاکہ کھڑے ہوں تو منہ بیت المقدس کی طرف رہے) آج تک ہماری قبر زمین پر اسی طرح

ہے۔ حال ہی میں چند نادان مسلمانوں نے نہ مٹنے کے اور پہاڑی قبر کا تعویذ تمام مسلمانوں کی قبروں کی طرح بنا ڈالا اور باقی قبرستان سے بھی زمین کے اوپر سے پتھر پتھر کے تعویذ اٹھا کر لے گئے ہیں یعنی شمالاً جنوباً بنا دیا حالانکہ ہمارے خیال طرف دیگر بے شمار اسرائیلیوں کی قبریں مشرق سے مغرب کی سمت لمبائی پر بنی ہوئی اور موجود ہیں۔"

میں نے عرض کیا۔ حضور! مجھے بڑا افسوس ہے کہ میں نے تعویذ[1] قبر کی وجہ سے پہچانا نہیں۔ میں تہہ دل سے معافی چاہتا ہوں کہ کیوں حق ادب پیغمبری ادا نہیں کیا اور علیحدہ تربت مبارک پر بیٹھ کر فاتحہ نہیں پڑھا۔ نادانی سے یہ قصور ہوا۔ بخش دیں آپ؟۔ "ہمارے ساتھ ایک نوجوان تھا (مسٹر محمد یعقوب خان ڈسٹرکٹ اوورسیر) جس نے ہماری قبر پر سجدہ کیا۔ یہ منع بدعت اور شرک ہے۔ سجدہ سوائے خدا کی ذات کے کسی کو روا نہیں، اسے سمجھا دیں" اور ناواقفیت میں جو کچھ آپ سے ہوا، ہم درگزر کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو معاف کرے۔"

اس کے بعد حضور مسکرائے۔ دست مبارک آگے کئے۔ میں نے مصافحہ گرمجوشی سے کیا۔ اور السلام علیکم کہہ کر چلا آیا۔

ناچیز:۔

عزیز احمد

---

[1] قبر پر رکھا ہوا پتھر

موضع صوف شال علاقہ بنگ

تحصیل اٹک میں سیدھی قبریں

۲۶/۳/۸۱ بروز جمعہ بوقت ایک بجے بعد دوپہر

ہمارا کوہ ماہر و ناظر جان کر ہم ساکنان موضع صوف شال علاقہ بنگ تحصیل اٹک حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ کوئی چند مہینوں کی شکایت پر کہ کچھ شریر لوگوں نے قبرستان کے اوپر دو چار مکانات اور دوکانات تعمیر کر لئے ہیں۔ جناب تحصیلدار صاحب ڈاکٹر عزیز احمد قریشی پی ایچ ڈی دو چار چند زمینداران دیہہ کے ساتھ موقع ملاحظہ کی غرض سے قبرستان میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک چھوٹے سے اونچے ٹیلے پر ہم نے انہیں ایک بہت پرانا قبرستان دکھایا اور کہا کہ کسی زمانے میں موصوف کے لوہار بہت مشہور ہوتے تھے۔ یہاں لوہے کے کام کا مرکز تھا۔ اور لوہے کے ریزے و ٹکڑے وغیرہ لوہار لوگ قبرستان میں پھینک دیتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قبریں نیچے رہ گئیں اور لوہے و مٹی کے ٹکڑوں کا ملبہ تین تین چار چار فٹ تک اوپر آ گیا۔ اب جب اس ٹیلہ کو مٹی وغیرہ اٹھانے کی غرض سے ایک طرف (شمال مشرقی جانب) سے کھودنا شروع کیا ہے تو نیچے سے دو قبریں نکلی ہیں۔ اس پر غلام رسول نمبردار و مہر اللہ چند سفید ریش بزرگوں و معزز لوگوں نے کہا۔ یہ قبریں جو ملبے کے نیچے سے نکلتی ہیں عجیب طرز کی بنی ہوئی ہیں یعنی ان کا سر جدھر سے (جس طرف سے سورج چڑھتا ہے) کی طرف اور پاؤں اس سمت (یعنی جس طرف سورج ڈوبتا ہے) کی طرف ہوتے ہیں۔ ہم انہیں دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ یہ کن لوگوں کی قبریں ہیں۔ کئی جگہ سے ہڈیاں نکلی ہیں۔ جن کا سر مشرق کی طرف اور پیر

کی ہڈی اور ٹانگوں کی ہڈیاں مغرب کی طرف ہوتی ہیں۔ یہ ہڈیاں بڑی توانا ہوتی اور مضبوط ہوتی ہیں۔ اسی اثنا میں جس طرف سے کھدائی ہو رہی تھی چند بوڑھے بزرگوں نے آگے بڑھ کر ٹیلہ کی بالائی سطح سے دو فٹ نیچے ایک مردہ کی کھوپڑی نکالی جو ابھی تک مٹی کے اندر دھنسی تھی اور چیک کر لیا۔ یہ کھوپڑی مردے کا سر مشرق کی طرف تھا اس کی ٹانگیں یقیناً مغرب کی طرف ہوں گی۔ پھر اسی کھدائی کی طرف جو سامنے نظر آئی تو ٹیلہ کی سطح سے کوئی دو اڑھائی فٹ نیچے مٹی کے اندر دھنسی ہوئی پتھروں کی ایک سالم قبر نظر آئی۔ جو شرقاً غرباً تھی۔ ان بوڑھے بزرگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا سے سنا ہے کہ یہ قبریں آج سے کم از کم ڈیڑھ ہزار سال پرانی ہیں۔ سب نے بڑی حیرت سے اس قبر کو دیکھا جو شرقاً غرباً پتھروں کی بنی ہوئی تھی۔ مابعد نمبردار اور چند بزرگوں نے بتایا کہ بعض دفعہ جب قبرستان کو کھودتے ہیں تو ایک بہت بڑی کمرہ نما قبر ملتی ہے جس میں تین تین چار چار مردے اکٹھے ہوتے ہیں۔ تحصیلدار صاحب نے پھر مجمع میں تشریح کی کہ یہ قوم بنی اسرائیل کی قبریں ہیں۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پیرو تھے اور موسوی شریعت میں قبریں شرقاً غرباً ہوتی ہیں۔ اور بعض دفعہ ایک ہی بڑی کمرہ نما قبر کھود کر تین تین چار چار مردوں کو اس میں دفنا دیتے تھے۔ سب مستفیدہ بیش بزرگوں نے اور ہم نے اتفاق کیا کہ بے شک ہم پہلے اہل کتاب ہی لوگ تھے مابعد بگڑ گئے الحمد اللہ کا شکر ہے کہ پھر اسلام قبول کیا۔

مابعد ٹیلہ کی بالائی سطح پر چڑھ کر ہم لوگوں نے تین مزید قبریں خالی ایسی دیکھیں جو شرقاً غرباً لمبائی پر پھیلی ہوئی تھیں۔ پھر تو ہم سب نے بالاتفاق خود ہی پکار کر کہا یہ سبھی بنی اسرائیل کی قبریں ہیں جو ہمارے اجداد اسلاف تھے۔

READ OVER AND CERTIFIED.

Sd/ AZIZ AHMAD

Tahsildar - Magistrate Ist Class
Amant Nagh

دستخط غلام قادر نمبردار بقلم خود	غلام رسول نمبردار صوف بقلم خود	محمد احسن چوگتائی بقلم خود
انگوٹھا افضل خان چپراسی تحصیل اننت ناگ	رمضان جوشنکی ولد رحیم جوشنکی چپراسی تحصیل اننت ناگ	انگوٹھا لسے آہنگر
انگوٹھا رحیم وانی ولد وہاب وانی کھہ بودہ	انگوٹھا جبال وانی ولد حبیب وانی	
انگوٹھا فتح وانی	انگوٹھا سلطان بٹ ولد رمضان بٹ گریودہ	
انگوٹھا صمد وانی ولد رحیم وانی	انگوٹھا وہاب وانی ولد محمد	دستخط غلام بٹ بقلم خود
انگوٹھا احسن وانی ولد حبیب صوفی	انگوٹھا لسے شیخ	انگوٹھا خضرا آہنگر ولد ستار
انگوٹھا اسد آہنگر	انگوٹھا رزاق آہنگر ولد حبیب	انگوٹھا احسن وانی ولد رحیم
انگوٹھا حسن بٹ ولد قادر	انگوٹھا سلطان ناکی صوف	انگوٹھا غفار ڈار
انگوٹھا خضر ناکی صوف	انگوٹھا غلام میر ولد احمد	انگوٹھا قادر میر ولد احمد
انگوٹھا حسن میر ولد محمد	سونہ آہنگر رمضان	رزاق آہنگر ولد عمہ
عزیز شیخ ولد خضر	عمہ آہنگر ولد جبال	اسد شیخ شعبان
اکہ شیخ ولد شعبان صوف	عزیز شیخ رمضان صوف	حمہ آہنگر ولد رمضان
لسے بٹ ولد جمعہ	قادر آہنگر حبیب صوف	رسول شیخ شعبان صوف
ستار ڈار ولد رحمان صوف	رسول میر ولد لسے صوف	غنی میر ولد لسے ۳ صوف
ملے شیخ زیبے	قادر ڈار ولد رحمان	وغیرہ

نوٹ :۔ پہلے بتلایا جاچکا ہے کہ ان پیغمبران علیہم الصلوۃ والسلام کے اپنے قبائل کے ساتھ کشمیر میں وارد ہونے اور رہائش اختیار کرنے کے بارہ میں تاریخی شواہد و ثبوت کتاب ہذا کی دوسری جلد میں پیش کیے جائیں گے ۔ مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان حقائق کو پڑھنے کے لیے قارئین کو تیسری جلد کے شائع ہونے تک انتظار کرنا پڑے گا ۔ کیونکہ دوسری جلد (جو پہلے صرف چند ایک انڈکسوں پر مشتمل تھی اور اسی جلد کے ساتھ اسے شائع کرنا تھا اب زیادہ ضخیم ہو جانے کی وجہ سے علیحدہ شائع کرنا پڑے گی ۔ دوسری جلد پہلی جلد کا ہی تسلسل ہے اس میں کشمیریوں کی خوراک ۔ لباس ۔ کھیل ۔ تماشے ۔ عادات و اخلاق زبان ۔ فنونِ لطیفہ میں نایاب تاریخی انڈکسوں کے علاوہ کلہن کی معروف تاریخ راج ترنگی (جس مت کی کہ نو سو ۹۰۰ سال سے پرستش کی جارہی تھی) میں بے شمار ایسی فاش اغلاط نکالی گئی ہیں کہ وہ کتاب اور آج تک کشمیر پر جس قدر کتب تاریخ لکھی گئی ہیں اس تحقیقات کے آئینے تلے آکر غلط اور لغو ثابت ہو جاتی ہیں ۔ ان کے علاوہ دوسری جلد میں کشمیر کے جغرافیائی حالات زراعت ۔ پیداوار ۔ پھول پھل ۔ معدنیات ۔ قدیم راستوں کے جدول اور نقشے وغیرہ بھی دیے گئے ہیں ۔ پبلشرز اس دوسری جلد کو پہلے شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ تیسری جلد بھی (جس میں پیغمبر ان کشمیر کے تاریخی حالات درج ہیں جیسا کہ بتایا جاچکا ہے) خدا کے فضل سے مکمل طور پر لکھی جاچکی ہے ۔ اور چھپنے کا انتظار ہے ۔ دوسری جلد اگر پہلے نہ شائع کی جائے تو یہ پہلی جلد بالکل تشنہ اور نامکمل رہے گی ۔ کیونکہ پہلی جلد کے تاریخی ثبوت دوسری جلد میں ہیں ۔ اسی طرح چوتھی جلد بھی ماب زیر کار ہے اگر خدا کو منظور ہوا تو یہ چوتھی جلد اس ساری کتاب

نشاءاللہ بہتم بالشان کارنامہ ہوگی۔ اور ایسے علم پر مشتمل ہوگی۔ جو سوائے احقر کے آج تک گذشتہ سیکڑوں ہزاروں سالوں سے کسی مورخ یا عالم کو نہیں بخشا گیا۔ میں نے اس علم کے بارہ میں تھوڑا سا اشارہ دوسری جلد میں دیا ہے۔ بڑے بڑے علماء و حکماء۔ منسٹر اعالی تبار اور حکام کی مجالس میں جب اس نہاں در نہاں علم کا ذکر کیا گیا۔ تو تڑپ کر رہ گئے اور اصرار کیا۔ کہ اس علم کو ضرور دیا جائے۔ اگرچہ یہ علم ظاہر ہے لیکن حیرت ہے کہ آج تک کوئی اس پر حاوی نہ ہو سکا اور لاکھ سر پٹکنے کے باوجود کوئی اس کی تہہ کو نہ پا سکا۔ مثلاً کسی کو یہ معلوم نہیں کہ دریائے جہلم۔ راوی۔ چناب۔ ستلج۔ بیاس یا آبشار آہرہ بل۔ یا جھیل مانسرور۔ ڈل۔ آچار۔ ڈلر۔ یا پہاڑ پیر پنجال۔ قرہ قرم۔ کوہ کش یا کابل۔ لاہور پشاور۔ کراچی۔ قندھار۔ بارہ مولہ، چنار می۔ گلگت۔ تبت۔ ادین نوبیہ۔ کرگلا۔ شملہ۔ جالندھر۔ رتیک۔ حصار۔ دہلی وغیرہ یا بہناس۔ نہرو۔ میر۔ شاہ میر۔ کچلو۔ وارکو۔ حکاسی۔ گن لی۔ ڈانگر۔ لبانہ وغیرہ وغیرہ کی ذاتوں کے نام کس نے۔ کب۔ اور کیوں سمجھے نہیں۔ ان کی تاریخی وجہ تسمیہ کیا ہے۔ کبھی زبانوں کے یہ الفاظ ہیں۔ انھیں کیسے لکھا جاتا تھا۔ ان کے بولنے والے کون لوگ تھے۔ ان کی تہذیب و تمدن کیا تھے۔ کہاں سے۔ کب اور کیسے آئے۔ اور ہندوستان کی تاریخ میں انھوں نے کیا کردار ادا کیا وغیرہ چند وجوہ کی بنا پر جن کا تذکرہ میں نے دوسری جلد میں کیا ہے میں بہر دست نہیں کہہ سکتا کہ یہ گنجینۂ اسرار میں آنے والی نسلوں کو دونگا یا نہیں۔ بہر حال انتظار فرمائیے۔ فقط ناچیز

عزیز احمد

last we were constrained to bring out the book, we found tat nearly 100 blocks, photographs and maps which were procured from foreign countries with great difficulty and large expense were misplaced. This has been quite shocking to me, but I cannot help it. If they arc luckily traced out, I shall include them in the II volume, which is a continuity of the first one.

Rajbagh
Srinagar (Kashmir)
February, 1964

Dr. AZIZ AHMAD,
K. A. S.

list, of course, does not include the (a) etymology b) histor city and historiography (c) original script and (d) literal meaning of (1) proper names of places as Leh, Gilga Lahore, Karachi, Delhi, Simla, Tibet. Jammu, Chitra Skardu etc. etc. (2) names of old cities, towns and village of the Punjab, Afghanistan, Bluchistan, Sindh, (3) of name of rivers, lakes, hills monutains, springs and passes c northern India, and (4) of the names of major castes c Hindus, Muslims Sikhs etc, of North Western India. Th wonderful particular knowledge has been bestowed upo me by the Omniscient Almighty God. I have suffere tremendously at the hands of the authorities, who. fo no rhyme or reason, have left no stone unturned t demoralise me and spoil my career. Ignoring my legitimat rights and against all canons of justice and equity, the have made supersessions over my head and nomination in the I. A. S. cadre of those untrained, unqualified an very junior third class matriculates and even undermatric who vocationally, professionally and academically are n more than zero. During these hard days of exorbitantl soaring prices, which have risen 1500 to 2000 per cen since the last World War II, they tried to put me to unwar ranted worries and sufferings. As a measure of reaction I a giving up the idea to contribute to the nation that as ounding beneficial knowledge, hitherto epigraphy, orthograp etc etc unknown and explored in its basic exact manner. T learned readers will excuse me for that.

I am also very sorry to convey that the material of t book has been lying over for the last 7 years Finding no enc ragement at the hands of authorities, grew careless and whe

Bagh-i-Suleman, by Mir Saad Ullah Shahbadi (1793)
Vajeez-ut-Tawarth, by Mullah Abdul Ali (1884)
Gulzar-i-Kashmir, by Dewan Kirpa Ram.
Ghulab Nama, by Dewan Kirpa Rama.
Muntakhib-ut-Tawrikh, by Pandit Narian Kaul Ajiz.
Majmuah Tawarikh, by Pandit Beerbal Kachroo.
Guldasta-i-Kashmir, by Pandit Hargopal Khasta
Asrar-ul-Abrar, by Hazrat Baba Daud Mashkati (1097 A. H.
Fatoohat-i-Qubriviah, by Abdul Wahab Noori (1182 A. H.
Fatoohat-i-Qadriah by Syed Mohd Hussain Qadiri (1284 A.H)
Dastoor us Salekeen or Sharch Vird-ul-Murideen by Hazrat Baba Daud Khaki (994 A. H.)
Khawarikh-us-Salekeen or Tariskh Hadi, by Ahmed bin Assabur Kashmiri (1109 A. H.)

P. S.

In the beginning I had prepared some notes on the Anthropol ogy and Ethnology of Kashmir for my personal interest and there was no intention to write a book. So I did not care to keep references of the sourches and authorities, magazines, papers, treatises etc. etc. from which I had taken my material. Meanwhile due to the partition of India, nearly 35 maunds (1400 Klg.) of my books were left in Rawalpindi. Many libraries, during this period were burnt or looted and owners of so many books, sources and manuscriprs shuffled the mortal coil. Thus many a note of mine remained without referenccs. If I could procure them during the publication of these volumes, I shall present them. Anyway it is hoped, the above bibliotheque will go a long way in satisfying the needs of the research scholars on the subject and will settle in a large measure, the disputed issues in the book.

Highlands of India, by Maj. Gen. D. I. E. Navell.

Historical Accounts by Hindus and Muslims about Kashmir :-

Rauza-tul-albab Tawarikh al-akaber wal-ansab, by Abu Suleman Daub bin Abul Fazal Mohd. al-Banakati (717-A.H)

Mir' at-ul-Alam, by Bakhtawar Khan

Khulasa-tul-Ansab by Hafiz Rehmat bin Shah Alam

Tarikh-i-Afghnan. by Nimat Ullah, Trans, by Bernard Doric 1829.

Tarikh Hafiz Rehmat Khani. by Hafiz Mohd Sadeeq

Tarikh-i-Kashmir, by Mullah Nadiri (1416 C. E.)

Tarikh Waqiyat-i-Kashmir, by Mullah Ahmad

Hasmat-i-Kashmir, by Abdul Qadir bin Qazi-ul-Qazzaat Wasil Ali Khan.

Tarikh-i-Khaleel, Mullah Mohd. Khaleeli MSS Folio 23 R. A. A.

Guldasta-i-Kashmir, by Pandit Narian Kaul

Ancient Manuments of Kashmir, by Pandit Ram Chand Kak.

Waqaiy Kashmir, by Mullah Ahmad Kashmiri.

Waquiyat-i-Kashmir, by Kh. Mohd Azam Deeda Mary (1886)

Bharistan-i-Shahi by Mirza Mehdi (1614)

Tarikh-i-Kashmir by Malik Haider Chadoora (1619)—A copy of this history received back from England is now in the Research and Publications Department, Srinagar Another copy of of the same, full of errors and blunders is in the Partap Public Library, Srinagar. Dr. G. M. D. Sufi based his research mianly on this wrong copy and this produced his "Kashir" at many places faultering and erroneous.

Waqiya-i-Nazamia of Nizam-ul-Waqayah (by Mulla Mohd Nizam-ud-Din (1240) A. H.

A trip in Kashmir and Ladakh, by Cauley Lambert.

The Valley of Kashmir, by Sir Walter Lawrence.

Kashmir, by Sir Fransis Younghusband

History of Kashmir by H. H. Wilson

Dictionery of Geography, by Dr. Kairth Johristan.

Letters from Kashmir and India (1874) by George Bell

Road to Kashmir (1179) by George Millian

Northern Barrier of India 1877 by Fredric Drew

Valley of Kashmir, by Sir Walter Lawrence

Memories, by Dr. S. Manushi (During the reign of Aurengzeb) from History of Christainty in India by James Hoog.

Letters of Travel from Bengal to England (1873) by George Foster.

Travels in the Himalayan Provinces, by H. Henry Wilson.

Travels in Kashmir, Ladakh and Skardu (1842) by G. T. Vigne.

Travels in Ladakh, Tartary and Kashmir (1862) by T. Col. H. D. Torrens.

Kashmir and Kashghar (1875) by Maj. H. W. Below.

A Trip to Kashmir and Ladakh (1877) by Cowley Lambert

Where three empires meet (1893) by E. F. Night.

Folk Lore of Bible, by Sir James Frazer.

The Arechitecture of Kashmir, by Percy Brown.

Gates of India, by Sir Thomas Holditch.

An Earley History of India, by Vincent A. Amith.

Kalhana's Rajtrangani, Translated by Sir Aurel Stein.

A Treatise on the Asia Architecture, by General S. Alexander Cunningham.

India and Eastern Architecture, by Dr. James Forgusson

Sacred Books of the Jews

Joremiah
Ezekiel
Daniel
Hosea
Joel
Amos

Obadiah

Jonah

Micah

Nahum

Habakkuk

Zephanian
Haggai
Zech-ariah
Malachi

Sacred Books of the Cristians

2 Peter
1 John
2 John
3 John
Jude
Revelation.

Relevant Historical Accounts of Christians and Jews about Kashmir :-

Last Ten Tribes, by Sir George Moor
Calcutta Review, Jan. 1998 by Thomas Ledlie
Life and Time of Jesus Christ, by Alfred Adershem
Account of A. Mission in Bukhara in 1843-45 by Dr. Joseph Wolf

Indian Researches. Vol II by Henry Vinestart
Travels in Bukhara, Vol II by Sir Alexander Burns
Lost Tribes, by Sir George Moore
Gates of India, by Thomas Holdish
Travels in Moghal Empire (Travel towards Kashmir, the Paradise of India) by Dr. Burnier (1644)
A General History of Moghal Empire (1708) by Rev. Katru
Christian Researches in Asia, by Rev. Claudius Buchanan
From Wall Street to Kashmir, by J. B. Ireland
Travels of a lady in Tartar, Tibet, China and Kashmir by Lady Harvey
Travels in Kashmir, by H. Col H. D. Torrens (1862)

Talmudische Archaologie——by S. Krauss.

Cities and Bishoprics of Phyrgia——by W. M. Ramsay.

Law of Greco-Roman Egypt.——by R. Taubenschlog.

Adjustment of Law to Life in Rabbinic Literature——by S. Zucrow.

History of Jewish Education from 515 B. C. to 220 C. E. by Drozin.

Death and Burial in Christian Antiquity——by A. C. Rush.

Observations on the Death (and Paid Mourners)——by Schwabe (in the Bulletin of the Jewish Palestine Exploration Society, XII–65).

"Tamid" the Oldest Treatise of the Mishnah——by L. Ginzberg (in the Journal of Jewish Lore and Philosophy, I, 33).

Sacred Books of the Jews

Genesis
Leviticus
Numbers
Deutoronomy
Joshua
Judges
Ruth
1 Samuel
2 Samuel
1 Kings
2 Kings
1 Chronicles
2 Chronicles
Ezra
Nehemiah
Esther
Job
Palms
Proverbs
Ecclesiastes
Songs of Salomon

Sacred Books of the Christians

Matthew
Mark
Luke
John
The Acts
Epistle to the Romans
1 Corinthians
2 Corinthians
Golatians
Ephesians
Philippians
Colossians
1 Thessalonians
2 Thessalonians
1 Timothy
2 Timothy
Titus
Philemon
Epistle to the Hebrews
Epistle of James
1 Peter

Josephus, the man and the Historian——by H. St. J. Thackeray.

Fragments of an Unknown Gospel and other Early Christian Papyri——by H. I. Bell and T. C. Skeat.

Hebraism in the Authorised Version of the Bible——by W. Roseneau.

Tests——by T. Reinach (this is perhaps the most complete collection of orginal sources and references).

Pre-Maccanean Documents in the Passover Haggadah——by L. Finkelstein (in the Harvard Theological Review, XXXV, 291-332).

Jewish Community——by Salo Wittmayer Baron.

The Apocrypha and Pseudepigrapha of the Old Testament—by R. H. Charles.

Ancient Hebrew Marriage Laws——by E. Neufeld.

Marriage Conditions in a Palestinian Village——by H. Granquist.

Christ and Divorce—— by F. L. Cirlot.

Written and Unwritten Marriages in Hellenistic and Post-classical Roman Law——by H. J. Wolff.

The Political and Social Leaders of Jewish Community of Sepphoires in the 2nd and 3rd Centuries——by A. Buchler.

The Agricultural Life of the Jews in Babylonia——by J. Newmann.

On the History of Hebrew Law in the Period of Talmud, I Land Laws——by A. Gulak and G. J. Webber's Comments thereon in the Journal of Comprative Legislation, (3rd Sec. XV, 100-111).

Arbeitsrech im Talmud——by S. Chonowicz.

Essays on Maimonides——by S. W. Baron.

Ancient Economic History——A. H. M. Jones.

Rabbinical Law of Hereditary Succession—by. M. Mielziner.

Canaanite Megical Text---by T. H. Gaster (in Orientalia XI, 41-79; showing magic practices in Israel).

Journal of Biblical Literature, LX, an Essay by---J P. Hayatt, at page 381-96, in which he comes to the conclusion that the true Torah was never written down in the form of a book in any language and was never incorporated in any book.

Armees et finances dans l'Ancien Testament---by H. E. Del Medice.

Democracy in the Hebrew-Christian Tradition : Old and New Testaments; Second Symposium of the Conference on Science, Philosophy and Religion---by M. Burrows.

Ideas of Divine Rule in the Ancient East---C. J. Gadd.

Herodotus and the Early Hebrew Historians---by H. T. Fowler (in the Journal of Biblical Literature, XLIX,207-17).

Old Testament Interpretation of History---by C. North.

Three Coins of Judea and Phoenicia (now extant in Rio de Janeiro)---by P. Bonesdhi (in the Journal of the American Oriental Society, Vol: LXII, 262-66).

Ancient Jewish Coins---by A. Reifenbery.

Jews and Judaism during the Greek Period---by W.O.E. Oesterley.

Social and Economic History of the Hellenistic World—by M. Rostovtzeff (it is a comprehensive work, with details and authoritative references).

Selected Bibliography (1920-1945) of the Jews in the Hellenistic. Roman Period---by R. Morcus (in the proceedings of the American Academy for Jewish Research, XVI, 97-181).

Cities of Eastern Roamn Provinces---by A. H. M. Jones.

Social Life at Rome in the Age of Cicero---by W. W. Fowler.

Hebraeo-Pheniciens et Judeo-Berberes---by N. Slouchz.

Travels in North Africa---by M. Delafosse.

Guilds in Ancient Palestine——by I. Mendelsohn in the Bulletin in the American Schools of Oriental Researches, 80, pp 17–21——there was wide use of beautiful seal cylinders made by Israelitic artisans). There is not upto-date detailed study of ancient Israel's international and domestic commerce. We have a record when forty beautiful girls were purchased @ 40 silver shekels each—one shekel is estimated to be equal to 2 s. $3\frac{3}{4}$ d. or roughly two Indian rupees. (G. Dossin's "Une Nouvelle lettre d'el-Amarna, Revue d'Assyriologie, XXXI, 125–36. Female slaves for a royal harem, commanded still higher price.

Status of Labour in Ancient Israel——by M. Sulzberger.

Bible Economy of Plenty——by E. T. Root.

Royal Jar-Handle Stamps of Ancient Judah——by D. Diringer (in the Biblical Archaeologist, XII, 70–86).

The Code of Hammurabi and Its Relation to the Legal Provisions in Exodus——by M. David.

Origin and History of Hebrew Law——by J. M. P. Smith.

Laws of Eshnunna Discovered at Tell Harmal——by A. Goetze.

Lipit Ishtar Law Code——by F. R. Steele (American Journal of Archaeology, LI, 158–64). Both these Laws are one century older and antedated than that of Hammurabi.

Marriage Laws in the Bible of Talmud——by M. Epstein. Ancient Hebrew Marriage Laws, with special reference to General Semitic Laws and Customs——by E. Neufeld.

The Marriage of Boaz and Ruth——by Burrows (in the Journal of Biblical Literature, LIX. 23-33, concluding that they represented Customs in Israel earlier than those given in Rentaltenchal Laws on inheritence, redemption and marriage)

Music of Israel——by H. F. Vos (in Bibliotheca Sacra, CVI, 446–57; CVII, 64–70).

Musikinstrumente des Alten Orients——by M. Wegner.

in the days of Sennacherib and earlier).

Silver and Lead in Antiquity——by R. J. Forbes (in Jaarback Ex-Oriente Lux, VII, 489–524——documentary evidence of silver and lead coins in Babylonia).

Philistines——Their History and Civilization——by R.A.S. Macalister Naval Activity in the Days of Solomon and Rameses III, "Antiquity", XXI–72——by J. Hornell (The author proves that there was a great mart on the west coast of India, where the produce of gold mines of Hyedrabad, of the spice lands of Malabar and of the gem workings and pearl fisheries of Ceylon, were collected by merchants to meet the great king's requirements, i. e. of Solomon, sitting in foreign lands).

King Solomon's Temples and Other Buildings and Works of Art— by J. L. Myres.

Jewish Community——by Salo Wittmayer Baron.

Amos Studies——by J. Morgenstern (in which the author asserts that even in the days of Solomon there was in the Debir an image of Yeweh, in all likelihood either made of or else richly overlaid with precious metals. It probably represented Yeweh sitting as the Divine King, the Lord of all the gods, upon a lofty throne, with his feet resting upon a cushion or foot-stool——page 229).

Chronology of the King's of Judah and Israel——by E. R. Thiele (Journal of Near Eastern Studies, III, 137–86).

The Jewish Schools from the Earliest Times to the Year 500 of the Present Era——by N. Morris.

Aramaic Papyri of the 5th Century B. B., Nos 10 and 11—by A. Cowley (showing rate of interest in the provincial capital of Gozana——the bibilical Gozan——in the 7th century ranged from 5% for loans in silver to 100% in grain).

Rate of Interest in the Old Babylonian Times——by W. E. Leeman (in the Revenue International des Droit de l'Antiquite, II, V and Melanges Fernand de Visscher, I, IV—Vol. V, 7–34).

Terah and Yareah (yerah means moon) show moon cult

Der dreieinige Gott in religionshistorischer Belcuchtung by D. Nielsen.

Some Aspects of Solar Worship at Jerusalem———by H. G. May (Zeitschrift fur die altestamentliche Wissenschaft und die kunde des nachbiblichen Judentums, LV, 269-81).

Archaeology and Religion———by Albright.

Old Rabbinic Doct ine of God———by Marmor·tein.

Legend of the Jews——by L. Ginzberg, vols 1 and 4 and notes V. The Babylonian Genesis———by A. Heidel.

The Gilgamesh Epic and the Old Testament Parallels——by N. Heidel.

The Name Moses———by J. R. Towers (in Journal of Theological studies, xxxvi——407–9. In his interesting ethnological analysis, the auther discusses the difference between Mi-shu and Ma-Shu, and comes to the conclusion that both the words mean "Like the Sun"; but Yahuda in his Accuracy at page 66 has corrected the word as Mu–Sheh, which means the "Child of the Nile". He also gives the meaning of the word Abraham as "The Father Exalted").

Sacrifice in the Old Testament———by J. B. Gray.

Lectures on the Religion of the Semites———by W. E. Smith.

What Mean These Stones———by Burrows (pp 99–140)

Outline of the cultural History of Palestine down to Roman Times———by M. E. Kirk (in the Paletine Exploration Quarterly, 1943, pp. 31-37).

Some Remarks on the Tribes & Clans in Israel——by C. U. Wolf (in the Jewish Quarterly Review, xxxvi, 642–650)

Terminology of Israel's Tribal Organization———by C. U. Wolf (in the Journal of Biblical Literature, LXV. 45-49)

Comparative prices in Later Babylonia (625–400 B. C.)——— by W. H. Dubberstein (in the American Journal of Semitic Languages and Literatures, LVI, 21———showing existance of money and regular coins in the Near East

zation———by Albright (in the Bulletin of the American School of Oriental Researches, 83; pp 14-22)

Syria——by Virolleaud (Containing large Ugaritic epics and many administrative documents from 1400 to 1200 B. C.)

The Ras Sharma Mythological Texts———by H. L. Ginsberg and Z. S. Harris.

La Bible Cananeenne Decouverte dans les textes de Ras Sharma———by H. E. Del Medico.

Note on Alphabetic Origins———by E. A Speiser (Bulletin of the American Schools of Oriental Research———121, page 17-21).

Toledot ha-kitab ha-ibri (History of the Jewish Script ———by S. Yeivin.

Semitic Writing from Pictograph to Alphabet———by G. R. Driver.

Early Hebrew Writing (beyond the rise of Christinity) by———Diringer (in Biblical Archaeologist, XIII,74-95)

Route of the Exodus of the Israelites from Egypt——— by A. Lucas.

Landnahme der Israeliten in Palastina———by A. Alts ("Canaanite, Amorite and Accadian dieties", says W.I.F; Albright, "were exchanged and identified to a disconcerting degree. Gods like Hadad, Dagon, Asherat——— Asherah——and Astarte—'Ishtar' were worshiped in the Second millennium from the delta of Egypt to the mountains of Iran"———Journal of Biblical Literature, LIX, 108)

The Tell el-Amarna Tablets———by S. A. B. Mercer (El-Amarna letters or Tablets were discovered in Palestine in 1887).

Mi-Noah 'ad Abraham (from Noah to Abraham)——— by M. D. Cassuto. The people of this region worshipped Moon God, Sun Goddess and their son Venus. Thus Laban and Lebanah (moon), Sarah and Sanati (an epitheton of the Moon goddess of Haran) Milcah and the royal attributes ascribed to Ishtar all over Babylonia;

Canaan and the Canaanites——by Maislar (Bulletin of the American. Schoold of Oriental Researches, 102, pp 7–12)

Hebrew Origins——by T. J. Meek.

Early Babylonian Letters and Economic Texts——by J. E. Alexander.

Hebrews in Cuneiform Inscriptions——by S. I. Feigin (Hebrew), in Sefer ha-Shanah li-Yehude Amrika, VIII–IX, 221–39.

Altsinaitische Forschungun——by H. Grimme (pp. 23, 88 No 358, 369) and The Sociological Interpretation of these Inscriptions in Hellings' Fruhgesehichte (pp.120)

Some Suggestions for the Decipherment of the proto-Sinaitic Inscriptions——by W. F. Albright (Journal of the Palestine Oriental Society; vol. XV, 334-340(.

Semites in Egyption Mining Expeditions to Sinai——bo J. Cerny, vol. vii——384-89.

Moses and the Sinai Inscriptions (The Biblical Archaeologist, VIII pp. 93–99), by H. G. May.

Early Alphabetic Inscriptions from Sinai and Their Decipherment——by W. F. Albright (in the Bulletin of American Schools of Oriental Researches, 110, pp.6–22——he places them written in the Canaanite language of Early 15th century B. C. E.)

Prophecy and Tradition——by Simons.

Wheh Egypt Rules the East——by K. C. Steele.

Moses and the Levites (Showing Egyption names among Hebrews)——by T. J. Meek. (in American Journal of Semitic Languages and Literature——vol. LVI, pp 113–120)

Israel's Sojourn in Egypt——by H. H. Rowley (in The Bulletin of the John Pylands Library, Manchester, XXII, pp 243–290).

Ethnic Movements in the Near East in the Second Millennium B. C.——by E A. Speiser.

New Light on The Early History of Phoenician Civili-

Historical Geography of the Holy Land———by G. A. Smith.

Eres Yisrael (Topographical Historical Encyclopaedia of Palestine) edited by I. Press, vols. I and II.

Westminister Historical Atlas to the Bible———by G. E. Wright and F. V. Filson

International Critical Commentary of Old Testament——by S. R. Driver.

Literature of the Old Testament———by J. A Bewer.

Kommentar Alten Testament———by E. Sellin.

Handkommentar zum Alten Testament (Comprehensive) ———by R. H. Pfeiffer.

Companion to Scripture Studies (vol. 1 and 2)

Biblical Exegesis; Prolegomena to a Commentary and Dictionary to the Bible———by A. Sperber.

Ladder of Progress in Palestine———by McCown.

Gesamelte Aufatze zur Religionssoziologie (vol.. III)——Social History of Ancient Israel———by M. Weber.

History of Hebrew Civilization———by A. Berthalet.

Bible Doctrine of Society in its Historical Evolution——by C. R. Smith.

Ancient Hebrew Social Life and Custom as Indicated in Law, Narrative and Metaphor———by C. H. Kennet.

Some Economic and social Factors in the History of Israel———by T. H. Robinson (in The Expository Times, XLV, 264-69 and 294-300)

God and the Social Process——— by L. Wallis.

Social Background of the Old Testament——by D. Jacobson.

Israel, its Life and Culture (Comprehensive and Original) ———by J. Pederson (vols. I to IV).

Heritage of Solomon———by J. Garstang.

Hebrew Historical Method———by A. T. Olmstead (in Persecution and Liberty, pp 21 to 54).

Archives Royales de Mari———by G. Dossin.

The People and the Book———by A. S. Peake (Collective Work)

The Haverford Symposium on Archaeology and the Bible———by E. Grant.

Record and Revelation———by H. W. Robinson.

The Study of the Bible Today and Tomarrow———by H. R. Willonghby.

Westminister Dictionary of the Bible———by H. S. Gehman.

Encyclopaedia Biblica———by M. D. Cassuto.

Altorientalische Teste und Bilder zum Alten Testament ———H. Gresmann.

Ancient near Eastern Texts———by J. B Britcard (containing extrabiblical sources and documents known till now)

Archaeology and the Bible (including translation of many extrabiblical texts)———by G. A. Barton.

Archaeology of Pales'ine and the Bible———by W. F. Albright

Religion of Ancient Palestine in the Light of Archaeology ———by S. A. Cook.

Bible and Archaeology———by F, Kenyon.

What Mean These Stones———by M. Burrows.

The Significance of Archaeology for Biblical Studies——by M. Burrows.

Light from the Ancient Past: The Archaeological Background of the Hebrew Christian Religion———by J. Fenyon.

River Jordan— —by N. Glueck.

Pottery of Palestine from the Earliest to the End of the Early Bronze Age———by G. E. Wright.

Painted pottery of the Near East in the Second Millennuim B. C———by M. Walker.

Higher Criticism Survives Archaeology———by W. C. Graham, in the Americon Scholar, vol. VII-176-88, 409-27.

Christianity and the Nature of History——by H. G. Wood.

Faith and History——by R. Niebuhr.

Christian Philosophy of History——by S. J. Case.

Historical Outlook of Maimonides——by S. W· Baron.

Werden und Wesen des Alten Testaments——by P. Valtz.

Geschichte des Volkes Israel——by R. Kittel.

Geschichte des Israelitischjudischen Volkes——by E. Sellin.

History of Palestine and Syria to the Mecedonian Conquest——by A. T. Olmstead.

History of Israel——by T. H. Robinsoa and W. O. E Oesterley.

Histoire d' Israel——by G. Picciotti.

Welt des Alten Testaments——by M. Noths (Geography, Archaeology) etc.

From the Stone age to Christianity——by W. F. Albright.

The Re-discovery of the old Testament——by H. H. Romley.

The Religious Pilgrimage of Israel——by I. G. Methews.

The Old Testament Against its Environments——by G. E. Wright.

Cambridge Ancient History——Cambridge University Press

Hebrew Philosophical Genius——by D. B. Macdonald.

Archaeology and the Religion of Israel——by W. F. Albright.

Distinctive Ideas of the Old Testament——by N. H. Snaith.

Outline of Biblical Theology——by M. Burrows.

Theology of the Old Testament——by P. Heinish.

Israel from its Beginning to the Middle of the 18th Century——by A. Lods.

BIBLIOTEQU

Welt geschichte des Judischen Volkes———by S. R. Bubnow

Toledot Yisrael (Jewish History on the Basis of Primary Resources) by Z. Jawitz.

History of the Jewish People———by M. L. Margolis and A. Marx.

The Jews, Their History, Culture and Religion———by N. Finkelstein.

Jewish Theology———by K. Kohler.

Essence of Judaism———by I. Baeck.

Probleme der Judischen Geschichte und Geschichtsphilosophie———by Malkizedek.

Goba ve-nekhar (Exile and Alienage) by Y. Kaufmann.

Morch nubkhe ha-zeman (The Guide of the Perplexed of Our Time)———by Nahman Krochmal.

Bibliography of Jewish Social Studies (1938–39))———by Salo wittmayer Baron.

A Social and Religious History of the Jews (7 vols.) 1958———by Salo Wittmayer Baron; Columbia University Press: New York.

Bibliography of Jewish Bibliographies———by S Shunami.

The Divine Name J H W A in the Light of Recent Discoveries———by J. Obermann.

Name und Wort-Gottes im Alten Testament———by O. Grether.

Toledot ha-emunah ha-yisrae'elit (History of Israelitish Religion)———by Y. Kaufmann.

Missitre heavar (Biblical and Historical studies)———by S. L. Feigin.

Revue des Sciences philos. et theol———by A. M. Dubarle.

Altes Testament und Geschichte———by J. Hempel.

Glaube und Geschichte im Alten Testament———by A. Weiser.

CHAPTER XVIII.

(Disclosure of the hidden truths, facts and news regarding Israelitish Prophets in Kashmir)

1. Mausoleum staff and village of Jesus.
2. Mausoleum of the Prophet Tuhtakh and Israelitish East West graves in Beejbehara.
3. Hidden Information about the mausoleums of the Prophets Moses and Haroan.
4. Mausoleums of the Prophets Maha-raz-gal and Ni-hor in Rajpura.
5. Mausoleums of the Prophet Haroan and Pai-saan in Panjgam.

CHAPTER XIII. **(Archaeology)**

(Architecture in Kashmir).

1. Ancient Egyptian and Babylonian Age (A survey of Harwan Monuments).
2. Peculiarities of Israelitish Architecture.
3. Israelitish and Kashmiri ruins.
4. Historical proofs of ancient monuments being Israelitish.
5. Opinions of architectural engineers.
6. Discussion on the Soloman Throne.
7. Israelitish effects in Islamic architecture of Kashmir.

CHAPTER XIV.

1. Israelitish systems of Agriculture.

CHAPTER XV. **(Ethnology & Philology).**

1. Kashmiri and Hebrew languages.
2. A comparison and contrast of Kashmiri and Hebrew languages.
3. Common words in Syriac, Hebrew, Pahlvi & Kashmiri languages, before the advent of Islam.

CHAPTER XVI.

1. Places of Hebrew names in Kashmir.
2. Places in Kashmir after the Biblical names.
3. Ancient villages of Hebrew names in Srinagar Tehsil.
4. -do- -do- Anantnag Tehsil
5. -do- -do- Pulwama Tehsil.
6. -do- -do- Kulgam Tehsil.
7. -do- -do- Baramulla Tehsil.
8. -do- -do- Badgam Tehsil.
9. -do- -do- Sopore Tehsil.
10. -do- -do- Handwara Tehsil.

CHAPTER XVII.

1. Israelitish castes of Torah etc. in Kashmir.

e) Alqa Hor.
f) Tala Raj.
g) Alat Hor.
h) Deji Hor.
i) Gunus.
11. Israelitish skull cap.
12. Israelitish wooden sandles.
13. a) Right of ultimogeniture in Israelitish inheritence.
b) How this custom spread in other countries.
c) How is this custom observed in Kashmir?
14. Israelitish Ruf.
15. Trades-women in Kashmir.
16. Traditional followers and saints.
17. Habits of uncleanliness.
18. Israelitish oars.
19. Progeny of Noah in Kashmir.
20. Israelitish Butchers.
21. Israelitish pots.
22. Israelitish dress.
23. Israelitish marriage-processions.
24. Israelitish dress.
25. Moses-graves.
26. Israelitish Sachooroo, Lawas and qulchas (breads).
27. Israelitish nackedness.
28. Kashmiri do not take fat or ghee like the Israel.
29. Israelitish weights.

CHAPTER XI. (**Israelitish Holy rites**).

1. Holy rite of water.
2. Transformation of soul.
3. Holy rite of threshold and its guardians.
4. Holy rite of threshold in the Temple of Jerusalem.
5. Taking the bride above the threshold.

CHAPTER XII. (**Fine Arts**).

1. Sculpture etc.
2. Engraving, embroidery, wood carving, papier machie etc.
3. Kashmiri painting.

CHAPTER VII.

1. Worship of a shapelss stone.
2. Reason for the affinity in the mode of worship of Jews and Pandits.
3. History of Mispha.
4. Religion of stone.
5. Linguistic Research of Sapha (stone) and performance of rites on it.

CHAPTER VIII.

1. Israelitish holy places on heights.
2. Why are the holy monuments of Kashmir on heights?

CHAPTER IX.

1. Holy bells in Kashmir.
2. Israelitish Holy bells.
3. Reasons for the holly bells.

CHAPTER X.

(Israelitish habits and social customs).

1. Israelitish customs at the birth of the child.
2. Weeping on meeting with friends and relatives after separation. (Such weeping in Israelitish beliefs).
3. Israelitish dagger of hair.
4. Israelitish bend of hair.
5. Bald-headedness in Kashmir.
6. The Israelitish Hind—Bridegroom.
7. Prohibition of marriage among other castes.
8. Marriage with the widow of the elder brother.
9. Custom of Khana Nashini and Khana Damadi.
10. **Israelitish Ornaments in Kashmir.**
    a) Ticca.
    b) Malla.
    c) Halqa Band.
    d) Kan waji.

CONTENTS

786

ASRAR-I-KASHIR

(Mystries of Kashmir)

AN ANTHROPOLOGICAL AND ETHNOLOGICAL STUDY OF KASHMIR

(in four volumes)

(A brief study of Anthropology, Rites Rituals Customs & Culture, Archaeology, Agriculture, Legacy, Theology, Architecture, Music, Histriography, Geography, Numismatology, Mausoleunography, Ethnology, Philology, Epigraphy & Orthography etc. etc. of Kashmir.)

Vol. I

By

Dr. AZIZ AHMAD QURESHI,

M. A., Ph. D., A. G. D., F. S., K. A.S. Etc. etc.

Author of :- The Hujjat-us-salekeen (Apologia of Saints); The Spehr-i-Haqaiq (or Jesus Christ & Christianity); Bain-al-Tareeqa-i-Talaq (or Rights of women in Islam); Aqwami Mazhab Kai-Asool(Principles of Cosmopolitan Faith) Kaljugi Autar (The Prophet of Humanity); Khatam-i-Nabu'at (Finality of Prophethoock) Aiyna-i-Mubisharat-wal-Khawa-riq-al-Adaat (Mirror of Revelations & Miracles); Hujjat-ul-Imamat (Apologia of Imam); Jadeed Tanqidi Zaviay (New Angles of Criticism); Hamari Qomi-wa-Inqlabi Shairy (Our National and Revolutionary Poetry); Garj-i-Nehang; Surma-i-Baseerat etc. etc.

Published by :-

Ali Mohammad & Sons

2nd Bridge, Srinagar, (Kashmir)

786

ASRAR-I-KASHIR

(Mystries of Kashmir)

AN ANTHROPOLOGICAL AND ETHNOLOGICAL STUDY OF KASHMIR

(in four volumes)

(A brief study of Anthropology, Rites Rituals Customs & Culture, Archaeology, Agriculture, Legacy, Theology, Architecture, Music, Histriography, Geography, Numismatology, Mausoleunography, Ethnology, Philology, Epigraphy & Orthography etc. etc. of Kashmir.)

Vol. I

By

Dr. AZIZ AHMAD QURESHI,

M. A., Ph. D., A. G. D., F. S., K. A.S. Etc. etc.

Author of :- The Hujjat-us-salekeen (Apologia of Saints); The Spehr-i-Haqaiq (or Jesus Christ & Christianity); Bain-al-Tareeqa-i-Talaq (or Rights of women in Islam); Bain-al-Aqwami Mazhab Kai-Asool(Principles of Cosmopolitan Faith) Kaljugi Autar (The Prophet of Humanity); Khatam-i-Nabu'at (Finality of Prophethoock) Aiyna-i-Mubisharat-wal-Khawa-riq-al-Adaat (Mirror of Revelations & Miracles); Hujjat-ul-Imamat (Apologia of Imam); Jadeed Tanqidi Zaviay (New Angles of Criticism); Hamari Qomi-wa-Inqlabi Shairy (Our National and Revolutionary Poetry); Garj-i-Nehang; Surma-i-Baseerat etc. etc.

Published by :-

Ali Mohammad & Sons

2nd Bridge, Srinagar, (Kashmir)